عربی اور اُردو شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانوں کا تقابلی مطالعہ

(مقالہ پی ایچ۔ڈی)

مقالہ نگار

ابراهیم محمد ابراهیم المصری

نگران

ڈاکٹر تحسین فراقی

شعبہ اُردو

اورینٹل کالج۔ پنجاب یونیورسٹی

لاهور۔ پاکستان

انتساب

دو ہستیوں کے نام :-

ایک، پیاری بیٹی "بُشریٰ" ۔

اور

دوسری، جس کے لیئے میں نے یہ اشعار کہے :-

اَلْكَوْنُ قَدْ غَنَّى لِخِفَّةِ ظِلِّهَا ...
وَالْوَرْدُ هَامَ بِعِطْرِهَا فَمُتَيَّمُ ؎
يَأْتِيكَ صَوْتُ بَلَابِلٍ مِنْ ثَغْرِهَا ...
قِيثَارَةٌ تَشْجِي إِذَا تَتَرَنَّمُ ؎

إبراهيم محمد إبراهيم المصري
حجرة رقم ٢٤١ - دار إقامة رقم ٢
نيو كمبس [الحرم الجامعي الجديد] -
لاهور - پاکستان
الجمعة ١٦/٤/١٩٩٣م

فہرست

فہرست

مقدّمہ

آپ کے پیش خدمت تقابلی ادب کی ایک حقیر بحث ہے۔

یہ بحث ایک ایسے موضوع پر ہے جو اکثر اوقات طاقِ نسیان کی زینت بنی رہی، اور خرافات واساطیر نے اس کا احاطہ کیئے رکھا حتیٰ کہ وہ خود بھی ایک ایسی داستان بن گئی جو دل بہلانے، اور زندگی کی مشکلات سے فرار اختیار کرنے کے لیئے لکھی، پڑھی اور سنائی جانے لگی۔ یہ موضوع ہے "اردو، عربی اور فارسی شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانوں کا تقابلی مطالعہ"۔

درحقیقت اس موضوع کا انتخاب میرے لیئے بڑا نازک مسئلہ تھا ــــ میں نے اپنے پہلے نگران ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کی خدمت میں اس موضوع کے علاوہ دیگر چند موضوعات کے نام پیش کیئے تھے۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے یہی موضوع منتخب کرنے کا مشورہ دیا۔ اور باوجود اس کے کہ میری اس موضوع کی طرف رغبت، اور اس پر کام کرنے کا پختہ ارادہ بھی تھا، مگر ایک خیال میرے دل میں کھٹکتا رہتا تھا کہ میں کوئی ایسا کام کروں جو مسلمانوں کو براہِ راست فائدہ پہنچائے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مجھے اس بات کا بھی اندازہ تھا کہ مجھ سے یہ ضرور پوچھا جائے گا کہ میں نے ایسا موضوع کیوں منتخب کیا۔ اور اس کا مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا؟! ــــ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ میری کم فہمی تھی۔ کیونکہ جب میں نے اس موضوع پر سنجیدگی سے کام کرنا شروع کیا تو مجھ پر یہ راز کھل گیا کہ ادب کے میدان میں یہ موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے علاوہ تقابلی ادب کے موضوع کی حیثیت سے یہ موضوع عربی، اردو اور فارسی زبانوں کے قارئین اور محققین کے لیئے اگر زیادہ نہیں تو ایک حد تک فائدہ مند ضرور ہوگا۔

اس پر مستزاد یہ کہ یہ موضوع خاصا پھیلا ہوا ہے۔ یہ حقیقت مجھ پر اس وقت واضح ہوئی جب میں نے عربی اور فارسی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے متعلق تحقیقی کام شروع کیا ــــ پس جہاں تک عربی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کا تعلق ہے تو اگرچہ قدیم اور جدید عربی شاعری میں جن شعراء نے یہ موضوع مکمل قصہ کی صورت میں پیش کیا وہ بہت کم ہیں۔ مگر سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مجھے عربی اشعار کی ایک بڑی تعداد کا ترجمہ اردو زبان میں کرنا پڑا جس کے لیئے ایک لمبی مدّت، اور انتھک کوشش درکار تھی۔ دراصل میں اس بات کا آرزومند تھا کہ "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ خود مجنوں کے اشعار کے آئینے میں پیش کیا جائے۔ لہٰذا اس سے کوئی مفر نہ تھا کہ مجنوں [قیس] کے اشعار کی ایک بڑی تعداد

کا اردو میں ترجمہ کیا جائے، تاکہ جو واقعات، میں پیش کر رہا ہوں، یا جو وصف بیان کر رہا ہوں، ان کی وضاحت ہو جائے۔

چنانچہ جب جدید عربی شاعری کے مطالعے کی نوبت آئی، اور أحمد شوقی، اور صلاح عبد الصبور کے ڈراموں سے تعرض کرنے لگا تو میرا طریقۂ کار بعینہٖ وہی رہا جو قدیم عربی شاعری کے متعلق رہا، یعنی "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ اشعار کی روشنی میں احاطۂ تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ دونوں ڈراموں کے اشعار کی بڑی تعداد کا ترجمہ کرنا پڑا جو تقریباً ایک ہزار، یا اس سے زیادہ بنتے ہیں۔

جہاں تک فارسی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کا تعلق ہے تو یہ معاملہ ایک لحاظ سے آسان تھا، اور ایک لحاظ سے خاصا مشکل ــــــ آسان اس لیئے تھا کہ مجھے فارسی اشعار کا اردو میں ترجمہ کرنا نہیں پڑا، اس لیئے کہ اردو کے ماہرین و محققین کے لیئے ان کا مطالعہ آسان ہے۔ اور وہ اِن اشعار کو اس حد تک سمجھ سکتے ہیں کہ اردو میں ان کے ترجمے کی ہمیں ضرورت نہیں پڑتی ـــ مگر مشکل اس لیئے تھا کہ مجھے فارسی زبان پر اس قدر دسترس نہیں تھی کہ اس کی عبارات و اشعار کو سمجھنے پر قدرت ہو ــــ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ سب سے پہلے میں فارسی زبان سیکھوں۔ اور فعلاً میں نے کچھ فارسی زبان سیکھی۔ اور اس کے میسّر شدہ اشعار کا، کثرت سے مطالعہ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اور میرے محترم استاد ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی معاونت سے، میں اس قابل ہو گیا کہ "لیلیٰ مجنوں" کے سلسلے میں لکھے گئے اشعار کو سمجھ سکوں ـــ ایسے ہی میں نے یہ کوشش بھی کی کہ میں بعینہٖ اس طریقۂ کار کو برقرار رکھوں جو عربی اشعار کے سلسلے میں اختیار کیا تھا، یعنی اشعار کی روشنی میں قصے کو پیش کرنا ـــ چنانچہ میں نے بہت سارے اور خاصے لمبے شعری متون کو پیش کر دیا تاکہ قاری کو موضوع کے بارے میں اس قدر معلومات فراہم کیئے جائیں کہ وہ جو کچھ پڑھے اس سے صحیح معنوں میں فیضیاب ہو سکے، اور ساتھ ہی یہ تحقیق اس حیثیت سے قابل قدر رہے کہ اصل سے اس کا رشتہ جڑا ہوا ہو، محض تشریح یا تجزیہ نہ ہو۔

ابتداءً خاکے میں یہ بات طے ہو گئی تھی کہ فارسی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کی طرف بہ طور تمہید اُس باب میں محض اشارہ کیا جائے، جس میں اردو شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی داستانیں پیش کی جائیں گی۔ اور پھر " اردو شاعری میں لیلیٰ مجنوں، علامت

کی حیثیت سے" کے عنوان سے ایک باب لکھا جائے۔ مگر تحقیق کے دوران یہ حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی کہ اس میں تغیّر وتبدل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ فارسی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کی طرف محض اشارہ کریں حالانکہ یہی منبع اور مأخذ ہیں جن سے یہ قصہ اردو ادب میں منتقل ہوا —— حقیقتاً یہ قصہ بلاواسطہ عربی ادب سے اردو ادب میں منتقل نہیں ہوا، بلکہ یہ تو فارسی ادب ہی سے، دیگر ان بہت سارے موضوعات کی مانند، منتقل ہوا جن کا اردو اور فارسی کے مابین خصوصی ربط کی بنیاد پر ترجمہ ہوا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ جن شعراء نے فارسی زبان میں "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ لکھا، ان کی تعداد خاصی ہے۔ اور وہ گمنام شاعر بھی نہیں، بلکہ اس کے برعکس وہ بہت بڑے اور مشہور شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ فارسی ادب میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ اور اردو ادب کے ماہرین کی نظر میں خاصی اہمیت کے حامل ہیں —— اگر یہ حال ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ان کی طرف محض اشارہ ہی کریں —— بے شک اگر ہم نے ایسا کیا ہوتا تو پھر یہ موضوع کسی صورت میں بھی مکمل ہوتا ہوا نظر نہ آتا۔ اور تقابلی ادب کے معیار پر پورا نہ اُترتا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اردو شاعری میں "لیلیٰ مجنوں بحیثیت علامت" کا وہ مجوزہ باب جو تھا، وہ کوئی ایسا آسان موضوع نہیں ہے جو ایک یا دو فصلوں میں سمٹ سکے، اور اس پر مکمل بحث وتحقیق ہو سکے۔ بلکہ اہمیت اور وسعت کے لحاظ سے ایسا ہی ہے جیسا کہ بنفسہ "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کا موضوع۔ اس لیئے کہ "لیلیٰ مجنوں" بطورِ علامت اردو شعراء کی اختراع نہیں، اور نہ ہی ان کے افکار کا نتیجہ ہے۔ بلکہ یہ تو ایسے علامات ورموز ہیں جن کو فی الحقیقت سب سے پہلے عرب صوفیوں نے اپنایا۔ بعد ازآں یہ علامات فارسی ادب میں منتقل ہوگئیں — شعرائے فارسی نے ان میں مزید علامات کا اضافہ کر دیا جو دور ونزدیک قصہ کے ساتھ متصل ومرتبط ہیں —— اب معاملہ یہاں تک محدود نہیں رہا کہ "لیلیٰ" معشوق الٰہی کی علامت ہے، اور "مجنوں" عاشق الٰہی کی، بلکہ اور علامتیں داخل ہوئیں، مثلاً:- قافلہ - محمل - ہودج - صحرا - جنوں - آبلہ پا، اور اس قسم کی دیگر علامات جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔

چنانچہ اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان علامات کا پہلے

عربی شاعری میں مطالعہ کیا جائے - پھر فارسی میں، اور اس کے انہیں اردو شاعری میں پڑھا
جائے - اور آخر میں ایک تقابلی مطالعہ کیا جائے جس سے یہ واضح ہو کہ تینوں زبانوں کے
شعراء نے ان علامات کا کیسے استعمال کیا - اور ان میں کیا کیا اضافے یا اختصار کیئے ——
—— پس اس میں شک نہیں ہے کہ ایسے موضوع کے لیئے ایک یا دو فصل کافی نہیں - کیونکہ
یہ بذاتِ خود ایک پی ایچ - ڈی کے مقالے کا مستقل موضوع ہو سکتا ہے مزید یہ کہ "لیلیٰ
مجنوں بحیثیت علامت" کا موضوع "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کے تقابلی مطالعہ پر میری تحقیق
سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا کیونکہ یہ تو "لیلیٰ مجنوں" کی داستان کے نتائج میں سے ایک
نتیجہ ہے، اس کی بنیادوں میں سے کوئی بنیاد نہیں -

لہٰذا اپنے نگران ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب سے مشورے کے بعد،
میں نے یہ طے کیا کہ میں بالاستیعاب فارسی شاعری ہی میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے پر بحث وتحقیق
کروں، اس کے لیئے ایک مستقل باب مخصوص کر دوں، اور "لیلیٰ مجنوں، بحیثیت علامت" سے
اغماض برتوں —— پس اس صورت میں یہ موضوع کامل و اکمل بن جائے - اور زیادہ مفید ثابت
ہو —— بہر حال میں نے مقالے کے آخر میں، اردو کے چند مشہور شعراء کے دواوین کو پڑھ
کر، ان میں "لیلیٰ مجنوں" کے متعلق جو اشعار وارد ہوئے ہیں انہیں ایک ضمیمہ کی شکل میں پیش کیا ہے -
فارسی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کے بعد، ترکی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں"
کا خلاصہ پیش کیا - اور اس پر تبصرہ بھی کیا —— یہاں میں اس بات کا ذکر کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ ترکی ادب کے ضمن میں، میں نے اکثر معلومات ڈاکٹر حسین مجیب المصری
کی ترکی ادب سے متعلق تصنیفات سے لی ہیں —— ترکی ادب کے بعد "لیلیٰ مجنوں" کا اردو
شاعری میں مطالعہ کیا —— حقیقت میں، اردو ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے مطالعے کے سلسلے
میں، مجھے بہت سی مشکلات کا سامنا ہوا - اور اس پر میرا بڑا وقت، اور بڑی محنت وکوشش
صرف ہوئی - بہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اس مطالعے کے سلسلے میں، مجھے اس کے فضل وکرم
سے توفیق نصیب ہو -

حقیقت یہ ہے کہ اردو ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کی اکثر مثنویاں
مخطوطوں کی شکل میں ہیں جو ابھی تک چھپ نہیں سکیں - صرف یہی نہیں، بلکہ ان میں سے کچھ
مخطوطات ایسے ہیں جو محض حسنِ اتفاق سے سامنے آئے ہیں جیسا کہ "لیلیٰ مجنوں" کی نجیب

شاہ کی لکھی ہوئی مثنوی ـــــ اس مثنوی کا اردو ادب، اور اس کی تاریخ میں کوئی ذکر نہیں۔

دوران تحقیق میں "پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں اردو مخطوطات" کے عنوان سے ایم۔اے اردو کا ایک مقالہ پڑھ رہا تھا جس کو افضل ملک نے لکھا تھا۔ اس میں اس نے لکھا تھا کہ اس لائبریری میں نجیب شاہ نامی ایک شاعر کا ایک مخطوطہ "لیلیٰ مجنوں" کے عنوان سے موجود ہے۔ ۔ تو میں نے لائبریرین سے یہ مخطوطہ طلب کیا۔ جب انہوں نے مخطوطہ مجھے نکال کر دیا تو مجھے دیکھ کر بہت صدمہ ہوا کہ یہ بہت بری حالت میں تھا۔ کرم خوردہ تھا۔ اور آب رسیدہ بھی۔

بہرحال بڑی محنت کے بعد، میں اس مخطوطے کو سمجھ سکا۔ ساتھ ہی یہ ایک حقیقت ہے کہ میں جتنی بھی کوشش کروں آخر کار میں اردو زبان کے لیئے ایک اجنبی کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اس کے اہلِ زبان میں سے نہیں۔ اور میں اپنے اس قدرتی عجز کے باوجود کوشش کرتا رہتا ہوں کہ اردو زبان اچھی طرح سیکھوں۔ اس پر لطف یہ کہ ان مخطوطات کی زبان دقیانوسی زبان ہے یہاں تک کہ یہ اہلِ زبان کے لیئے بھی (بعض مقامات پر) سہل الفہم نہیں ہے، چہ جائیکہ میں!!!

نجیب شاہ کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کی طرف بھی بلوم ہارٹ کی کتاب: (CATALOGUE OF THE HINDI , PUNJABI AND HINDUSTANI MANUSCRITS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM)

میں اشارہ آیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ نجیب الدین نامی ایک نامعلوم شاعر کی لکھی ہوئی مثنوی ہے ـــــ مجھے بھی تراجم کی مستند کتابوں میں اس شاعر کا کوئی تذکرہ نہیں ملا۔

جہاں تک "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے دوسرے معروف و مشہور مخطوطات کا تعلق ہے تو مکمل طور پر کسی نے ان کے بارے میں نہیں لکھا۔ صرف ایک دو صفحوں میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے اپنی کتاب (اردو کی منظوم داستانیں) میں ان کا ذکر کیا ـــ اسی طرح جناب مشفق خواجہ نے ان کا ذکر اپنی کتاب (جائزہ مخطوطاتِ اردو) میں کیا ہے ـــ

ـــ جہاں تک "لیلیٰ مجنوں" کی ان مثنویوں کا تعلق ہے جو طبع شدہ ہیں، مثلاً: ہوس کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں"، اور عبداللہ بن واعظ بن اسحاق کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں"، تو

ان کا کسی نے مطالعہ نہیں کیا۔ اور شاذ و نادر ہی ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس واسطے میرے لیئے یہ ضروری تھا کہ میں اچھی طرح ان مثنویوں کا مطالعہ کروں ۔ مکمل طور پر ان کو سمجھنے کی کوشش کروں ۔ پھر اشعار کے آئینے میں قصے پیش کروں ۔۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ میں ان مثنویوں سے کافی مثالیں پیش کروں جن سے قاری کے ذہن میں قصے کا تصور اس طرح جاں گزیں ہو جائے، جس طرح شاعر نے چاہا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مثنویاں ایسی بھی ہیں جن کو باوجود کوششوں کے، میں حاصل کرنے سے قاصر رہا۔ یہ ہندوستان کی مختلف لائبریریوں میں بکھری پڑی ہیں۔ مثلاً اعزاز الدین نامی شاعر کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" ۔۔۔۔ اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ ایسی مثنویوں کی عدم موجودگی سے میری تحقیق پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔۔ اعزاز الدین نامی کی مثنوی کے بارے میں جناب مشفق خواجہ نے اپنی کتاب [جائزہ مخطوطاتِ اردو] میں گفتگو کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی نئی بات نہیں ۔۔۔۔ اسی طرح میر احمد کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" ایسی مثنوی ہے جس میں احمد نے عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا ایسا چربہ تیار کیا کہ اس پر بہ نسبت تقلید کے سرقہ کا گماں ہوتا ہے ۔ اس بارے میں ڈاکٹر عمر غلام خاں نے عاجز کی مثنوی، جو ہندوستان میں چھپی، کے مقدمہ میں بحث کی ہے ۔ اس تحقیق میں، میں نے ڈاکٹر عمر صاحب کی رائے سے استفادہ کیا ہے ۔

باقی میں نے "لیلیٰ مجنوں" کی اردو مثنویوں کے مطالعے میں حتی الوسع کاوش کی ہے ۔ خواہ یہ مثنویاں دکن سے متعلق ہوں جیسے عاجز، یا عبداللہ واعظ بن اسحاق کی، یا شمالی ہند سے، جیسے ہوس، تجلی اور نجیب کی ۔۔۔۔ پس جب میں اپنی تحقیق کے اختتام کے قریب پہنچا، اور صرف موازنہ کا باب ہی رہ گیا تو میں نے یہ دیکھا کہ میں نے ہزار صفحات سے بھی زیادہ لکھ ڈالے ۔ میرے نگران نے یہ دیکھ کر مجھے ترغیب دی کہ میں مثالوں کو کچھ اس انداز میں مختصر کرنے کی کوشش کروں جس سے موضوع بےجا طوالت کا شکار نہ ہو، اور بحث و تحقیق کا معیار برقرار رہے ۔ چنانچہ میں نے خصوصی طور پر ان مثالوں کو مختصر کر دیا جو اردو سے متعلق تھیں ۔ اس کے برعکس عربی مثالوں کو مختصر کرنے کی کم کوشش کی ۔ کیونکہ درحقیقت میں نے عربی اشعار کے ترجمے میں بہت

محنت کی - اور بہت مشکلات اُٹھائیں - لہذا میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ قاریٔ ان سے استفادہ کر سکے۔

بہرحال "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ ان قصوں میں شمار کیا جاتا ہے جنہیں بے پناہ شہرت حاصل ہوئی - یہ صرف عربی ادب میں ہی نہیں (جو اس کا اُصل ماخذ ہے)، بلکہ دنیا کے دوسرے، اور خاص طور پر مشرقی ادبیات میں بھی اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی —— اس قصے کی شہرت اس درجے تک پہنچ چکی ہے کہ جس زبان کے ادب میں یہ قصہ منتقل ہوا، اس زبان کے بولنے والے، اور خصوصاً عام لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ قصہ اپنے ملک کے ماحول کی اختراع، اور اپنے ادباء کی ایجاد ہے —— فی الحقیقت اس مقبولیت کا سبب اس قصے کے واقعات کی کشش ہے - یہ شدید محبت پر مبنی ایک ایسا قصہ ہے جس کے ہیروؤں [قیس اور لیلیٰ] کو طرح طرح کے دکھوں اور غموں کا سامنا ہوا جن کے تحمل سے بڑے بڑے طاقتور اور مضبوط اعصاب والے انسان بھی عاجز آجاتے ہیں —— اس قصے کے ہیروؤں کے لئے سوائے ہجر و فراق کے کانٹوں سے بھرے ہوئے راستے کے علاوہ کوئی دیگر راستہ ہی نہ تھا - ایسا راستہ جس میں وصل کے تھوڑے سے پھول بھی نہیں اُگ سکے جو کم از کم دونوں عاشقوں کے دلوں کے لئے باعثِ راحت ہو سکتے۔

میرے خیال میں سب سے بڑا سبب جس نے اس قصے کو لوگوں کے دلوں کے قریب کر دیا - اور ان کی ہمدردیاں قصے کے ہیروؤں کے ساتھ جوڑ دیں وہ ان شعراء کی کوششیں تھیں جنہوں نے اس قصے کو نظم کیا - اور ان ادباء کی کوششوں کا صدقہ ہے جنہوں نے اس قصے کو عمدگی کے ساتھ نثر کا جامہ پہنایا — ان ادباء و شعراء نے درحقیقت اس قصے کے واقعات کی تصویر کشی میں بڑی کامیابی حاصل کی - یہ ایک ایسی کامیابی تھی کہ کوئی قاریٔ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا - اور اول سے لے کر آخر تک سارے قصے کو پڑھ ڈالتا ہے -

اس قصے کا منبع عربی ماحول ہے - وہ ماحول جس میں بڑے لق دق اور دور دراز پھیلے ہوئے صحرا پائے جاتے ہیں جن میں نہایت صاف و شفاف کناروں والے آسمان کی جھلک دکھائی دیتی ہے — بڑے بلند و بالا، اور خوفناک پہاڑ نظر آتے ہیں۔ چراگاہیں اور وادیاں پائی جاتی ہیں —— یہ ایک ایسا ماحول ہے جو صفائے نفس، جمالِ

فطرت، تیزیٔ ذہن، اور رفعتِ شعور میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

جہاں تک اس قصے کے ہیروؤں کا تعلق ہے تو وہ ایسے شعراء تھے جن کو صحرا کے باسی ہونے کے صدقے انتہائی درجے کی ذکاوتِ طبع اور وسعتِ خیال حاصل تھی —— قیس ایک حساس اور رقیق القلب شاعر تھا۔ اور بعض روایات کے مطابق لیلیٰ بھی شاعرہ تھی —— اور یہی چیز ہے [شاعری] جس نے اس محبت بھرے قصے کو ایک ایسا المیہ بنادیا جس کے لئے دل اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں حالانکہ یہ ممکن تھا کہ یہ محبت بذریعہ شادی ان کے اجتماع پر منتج ہوتی، اور خوشیوں بھری زندگی انہیں حاصل ہوجاتی۔

اس سب کچھ کے باوجود آپ حیران ہوں گے کہ اس عظیم قصے نے قدیم شعرائے عرب کی قوتِ متخیلہ کو اس قدر برانگیختہ نہیں کیا کہ وہ مکمل صورت میں اسے نظم کرکے بقاء ودوام عطا کریں، اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے ورثہ بن جائے ——

میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ نہ تو حیران کن ہے اور نہ ہی تعجب خیز۔ کیونکہ کسی بھی قصے کو نظم کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے ایک مناسب شعری ہیئت کے قالب میں ڈھالا جائے۔ ایسی شعری ہیئت جو شاعر کے لئے قصے کے واقعات بغیر رکاوٹ کے بیان کرنے کو سہل بنادے —— اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قدیم عربی شاعری کی روایت کا دارومدار مسلسل قافیہ بندی پر تھا۔ قصیدہ لمبا ہو یا چھوٹا، اس میں وحدتِ قافیہ ضروری ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر وہ قصہ جس کو نظم کرنا مقصود ہوتا چھوٹا ہوتا پھر تو معاملہ آسان رہتا۔ لیکن اگر قصہ لمبا ہوتا تو پھر قصیدے میں سمیٹا نہیں جاسکتا تھا —— اس کے علاوہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگرچہ عرب شعراء صنفِ مثنوی سے بطور ایک ہیئتِ شعری کے واقف تھے مگر وہ اس کا استعمال بڑے پیمانے پر نہیں کرتے تھے۔ اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اور قافیے کے اعتبار سے دوسرے اشعار کے قافیوں سے مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا قصے کو نظم کرنے کے لئے صنفِ مثنوی ہی شاعری کی موزوں ترین شکل سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی بات ہمیں فارسی، ترکی اور اردو شعراء کے ہاں ملتی ہے۔ چنانچہ فارسی، ترکی اور اردو ادب اس قسم کی مثنویات سے بھرا پڑا ہے جن کے اشعار کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

جہاں تک عربی ادب کا تعلق ہے تو یہ عشقیہ کہانیوں کو منظوم کرنے میں صنفِ مثنوی کو استعمال میں نہیں لاتا تھا۔ اس سبب سے یہ ادب طویل منظومات سے خالی

رہا۔ پھر معاملہ "لیلیٰ مجنوں" کے قصے تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ تمام عشقیہ قصوں پر منطبق ہے۔ ایسے عشقیہ قصے جنہوں نے اس وقت عربی ادب میں شہرت پائی۔ مثلاً قصۂ قیس ولبنیٰ، قصہ کثیرؔ عزّہ، قصہ جمیل وبثینہ، قصہ عروہ وعفراء، اور اس قسم کے دیگر قصے۔

مگر جس صنفِ ادب میں عرب شعراء نے اس قسم کے قصے منظوم کیئے ہیں وہ ڈرامے کی صنف ہے۔ یہ در اصل نئی صنف ہے، اور اس کی عمر ادب عربی میں، ڈیڑھ صدی سے تجاوز نہیں کر پاتی —— صنفِ "ڈراما" کے طفیل "لیلیٰ مجنوں"، اور اس کی مانند دیگر قصے منظوم کیئے گئے کہ ادب کے عمدہ کارنامے ثابت ہوئے۔ اور قاریٔ نے اس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ایک ایسی خیالی دنیا میں رسائی حاصل کی جو شاید ہماری اس دنیا سے مختلف

بہرحال قدیم عربی ادب میں آپ کو "لیلیٰ مجنوں" کا، اہلِ تصوف کے علاوہ، بہت کم ذکر ملے گا۔ یہ قصہ، اہلِ تصوف کے لیئے مشعلِ راہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ —— ان کے نزدیک مجنوں عاشقِ الٰہی کی علامت بن کر ابھرا۔ اور لیلیٰ کو محبوبِ حقیقی کی علامت کی حیثیت حاصل ہوئی —— اب یہ بات واضح ہے کہ یہ معاملہ صرف چند ہی اشعار کا محتاج ہوتا ہے جن کے ذریعے سے صوفی، مرید کے لیئے کسی مسئلے کی وضاحت، یا تصوف کی کسی عقیدت کی تشریح کرے

خوش قسمتی سے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے ہیرو خود شاعر تھے۔ انہی کی شاعری کی بدولت ان کا قصہ محفوظ رہا۔ پھر مؤرخینِ ادب نے اس کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے آنے والی نسلوں کے لیئے ایک ادبی ورثہ مہیا کر دیا

جب فارسی شعراء کی اس قصے پر نظر پڑی تو وہ بڑے جوش وخروش اور شوق کے ساتھ اس پر گویا جھپٹ پڑے۔ انہوں نے اسرار ورموزِ تصوف کی تشریح کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس حیثیت سے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کو پیش کیا کہ فی الحقیقت یہ ہے ہی قصۂ تصوف — ان کے سامنے صنفِ مثنوی تھی جس میں اس قسم کے قصے آسانی سے سمیٹے جا سکتے تھے۔ لہٰذا معاملہ ان کے لیئے کچھ آسان رہا۔ بڑے بڑے اور عظیم شعراء نے اس کو منظوم کیا۔ نظامی گنجوی نے [متوفی: ۱۲۰۳ء] اس میدان میں سبقت حاصل کی۔ بعد ازاں بہت سارے شعراء نے اس کی تقلید کی جن میں درج ذیل شعراء کے نام شامل ہیں:۔ امیر خسرو دہلوی [متوفی: ۱۳۲۵ء] ۔ عبد الرحمٰن جامی [متوفی: ۱۴۹۲ء] مکتبی شیرازی [متوفی: ۱۴۹۰ء] ۔ اور ہاتفی ہروی [متوفی: ۱۵۲۱ء]

ان عظیم شعراء کے ہاتھوں یہ قصہ ادبِ فارسی میں منتقل ہو گیا۔

مگر انہوں نے اس کو حرف بہ حرف نقل نہیں کیا۔ بلکہ اس میں اضافے کیے۔ اور کچھ واقعات حذف بھی کر دیے۔ بعض واقعات میں طوالت اختیار کی، بعض دوسرے واقعات کو مختصر کر دیا۔ اور اس پر اپنے ماحول کا رنگ چڑھا دیا جو عربی ماحول سے بہت حد تک مختلف ہے۔

وہ عربی ماحول جو اس قصے کا منبع ہے ——— چنانچہ "لیلیٰ مجنوں" کی فارسی مثنویوں میں آپ بہت خوبصورت گھنے باغات، سفید برفانی پہاڑ اور طرح طرح کے بے مثل پرندے پائیں گے۔ جبکہ یہ سب کچھ عربی صحرائی ماحول میں نہیں پایا جاتا۔ وہ صحرائی ماحول جس میں بہت ہی کم برفانی پہاڑ ملتے ہیں ——— حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ، کچھ اچنبھا نہیں۔ یہ تو قدرتی بات ہے کہ قصہ جس ماحول میں منتقل ہوگا، اس پر اس ماحول کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑے گا۔ اس کی مثال اس انسان کی سی مثال ہے جو ایک ماحول سے دوسرے ماحول میں منتقل ہو تو بعید از قیاس نہیں کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں نئے ماحول سے متأثر ہو۔

ایک عربی ضرب المثل ہے [من عاشر قوماً اربعین یوماً صار منہم]: جو کسی قوم کے ساتھ چالیس دن تک رہے تو اس پر اس قوم کا رنگ چڑھ جاتا ہے ——— پس یہی وہ کچھ ہے جو اس قصے کے ساتھ ہوا۔ جب وہ عربی ماحول سے فارسی ماحول میں منتقل ہوا۔ بعد ازاں ترکی ماحول میں، پھر برصغیر کے ماحول میں منتقل ہوا۔ نتیجۃً قصے پر ہر ماحول کا رنگ چڑھتا رہا۔

فارسی ادب سے یہ قصہ ترکی ادب میں منتقل ہوا تو ترکی شعراء نے اس کو منظوم کیا۔ ان شعراء کے سرفہرست مشہور ترکی شاعر فضولی بغدادی [متوفی: ۹۶۳ھ] ہے۔ اس کے علاوہ مشہور ترکی شاعر حمدی نے [متوفی: ۹۱۴ھ] بھی قصے کو بڑی عمدگی کے ساتھ منظوم کیا ——— ان دونوں کے علاوہ بہت سارے دیگر شعراء نے بھی اس کو شعری جامہ پہنایا۔

جہاں تک اردو ادب کا تعلق ہے تو وہ اس باب میں بڑا ہی وسیع ظرف ثابت ہوا۔ اس نے اس قصے کو اپنی شاعری اور اپنی نثر، دونوں میں جگہ دی۔ چنانچہ مثنوی اور ڈرامے کی صورت میں اسے منظوم کیا گیا۔ پھر کچھ ادباء نے اسے نثر کی صورت میں پیش کیا یہاں تک کہ اردو ادب میں اس قصے کے تراجم شعر اور نثر کے لحاظ سے بتیس [۳۲] تراجم تک پہنچ گئے۔ جن میں سے کچھ ضائع ہو چکے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی تک گوشۂ گمنامی میں ہیں۔ اور جن کے صرف نام ہی جانتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ہم ان تراجم کے ایک جامع فہرست

پیش کرتے ہیں جس کا ذکر ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب "اردو کی نثری داستانیں" میں کیا ہے :-

۱- مثنوی لیلیٰ مجنوں — از احمد گجراتی، قلی قطب شاہ کے دربار میں -

۲- مثنوی لیلیٰ مجنوں — از عاجز سنہ ۱۱۴۶ھ یا سنہ ۱۱۴۰ھ -

۳- لیلیٰ مجنوں — از محبوب عالم سنہ ۱۱۰۶ھ -

۴- مثنوی — از میر احمد باشندۂ دانورد پنجاب سنہ ۱۱۶۹ھ، مطبوعہ سنہ ۱۸۶۰ء -

۵- مثنوی — از خواجہ لیسن شاہ جہاں آبادی - خسرو کی مثنوی کا ترجمہ - عہد شاہ عالم ثانی - بحوالۂ دیباچۂ لیلیٰ مجنوں (۱۲۱۵ھ) از حیدر بخش حیدری -

۶- مثنوی — از محمد شریف درودی، گیارھویں صدی ہجری کا آخر، مکتوبہ ۱۲۱۴ھ -

۷- مثنوی — از عبداللہ کمتر سنہ ۱۱۹۶ھ - درحقیقت اس مثنوی کے مصنف کا نام عبداللہ واعظ بن اسحاق ہے - خود مصنف نے اپنا نام مثنوی میں اس طرح بتایا :

ہ میں عبداللہ واعظ ابن اسحاق :: خدایا بھیج میرے غم کا تریاق / واعظ کی مثنوی صفحہ ۱۴۷ -

ڈاکٹر گیان چند کو مثنوی کے درج ذیل شعر کے سبب سے مصنف کے نام میں وہم ہوا :

ہ یہ عاجز ہے گا عبداللہ کمتر :: کرے تو مہر سے اس کو نکوتر / واعظ کی مثنوی صفحہ ۱۳۷ -

۸- مثنوی لیلیٰ مجنوں از تجلی ہمشیر زادہ میر - نقش اول سنہ ۱۱۹۹ھ - نقش آخر سنہ ۱۲۰۷ھ -

۹- مثنوی بہارستان عشق از اعزاز الدین نامی ارکائی سنہ ۱۲۱۳ھ -

۱۰- لیلیٰ مجنوں، مسمط کی صنف معشر میں از نظیر -

۱۱- مثنوی از اعظم الدولہ سرور دھلوی -

۱۲- لیلیٰ مجنوں از ہوس لکھنوی سنہ ۱۲۱۲ھ -

۱۳- مثنوی از عظیم دھلوی -

۱۴- مثنوی از ولاؔ - یہ دونوں بحوالۂ خطبۂ سنہ ۱۸۵۳ء از گارسیں دی تاسی -

۱۵- لیلیٰ مجنوں نثر مخزونہ عثمانیہ یونیورسٹی - اٹھارویں صدی عیسوی کی ابتدا میں -

۱۶- لیلیٰ مجنوں نثر از حیدر بخش حیدری سنہ ۱۲۱۵ھ -

۱۷- لیلیٰ مجنوں از شیر محمد خاں ایمان قبل سنہ ۱۸۰۵ء -

۱۸- باغ عشق نثر از بینی نرائن جہاں سنہ ۱۸۲۴ء -

۱۹- لیلیٰ مجنوں از دلیر قبل سنہ ۱۸۳۰ - بحوالۂ مقالہ ڈاکٹر فرزانہ بیگم ص ۱۹۰ -

۲۰- نثر از ابوالفضل محمد تصدق حسین خان شمس لکھنوی مطبوعہ ۱۹۳۷ء -

۲۱- لیلیٰ مجنوں ڈراما از نسروان جی مہروان جی آرام -

۲۲- لیلیٰ مجنوں عرف پاک محبت اوپیرا از نسروان جی مہروان جی آرام -

۲۳- از رونق بنارسی ۱۸۷۹ء -

۲۴- سوانح قیس مفتوں عرف لیلیٰ مجنوں از حافظ عبداللہ ۱۸۸۵ء -

۲۵- مرقع لیلیٰ مجنوں از مرزا ہادی رسوا ۱۸۸۷ء -

۲۶- فسانۂ محزوں عرف لیلیٰ مجنوں از محمد نادر حسین صدیقی نادر سرد ھنوی -

۲۷- از محمد عزیز احمد خاں دل لکھنوی ۱۹۲۶ء -

۲۸- از نشتر لکھنوی ۱۹۳۱ء -

۲۹- از تصدق حسین تصدق عظیم آبادی -

۳۰- از ریاض الدین احمد ریاض دہلوی -

۳۱- از صادق سردھنوی -

۳۲- از شری کرشن کھتری کانپوری ۱۹۶۰ء -

بحوالۂ ڈاکٹر گیان چند، اردو کی نثری داستانیں - صفحہ ۱۴۹-۱۵۰ -

تراجم کی اس بہت بڑی تعداد کے پیش نظر، تحقیق کے لیئے چند اہم تراجم کا انتخاب کیا جاسکتا تھا - کیونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ آپ تمام منظومات کی تحقیق کر کے دوسرے ادبیات میں "لیلیٰ مجنوں" کی تمام مثنویوں کے ساتھ ایک مقالے میں تقابلی مطالعہ کرسکیں - ورنہ اسے سمونے کے لیئے کئی جلدوں کی ضرورت پڑے گی، اور خصوصاً جب زیر تحقیق موضوع صرف اردو ادب ہی تک محدود نہیں، بلکہ یہ اردو ادب کے ساتھ ساتھ دوسرے تین ادبیات پر بھی مشتمل یعنی عربی، فارسی اور ترکی ادب - ان میں سے ہر ادب کے لیئے میں ایک مستقل باب مخصوص کردیا ہے ——— اور بے شک ان سب منظومات کے لیئے ایک ہی باب کافی نہیں ہوسکتا - حق یہ ہے کہ اردو ادب کے ان سارے منظومات کا مکمل طور پر تجزیاتی مطالعہ ہی ڈاکٹریٹ کے ایک طویل مقالے کے لیئے کفایت کرسکتا ہے - اور مجھے امید ہے کہ اس موضوع کی عظیم ادبی اہمیت کے پیش نظر کوئی ایسا محقق آئے جو اس کام کو نبھانے کی ذمہ داری قبول کرے -

لہٰذا "لیلیٰ مجنوں" کی جدید اور قدیم اردو مثنویات میں سے، خواہ

وہ جنوبی ہند میں لکھی گئی ہوں یا شمالی ہند میں، میری نظرِ انتخاب عاجزؔ کی مثنوی پر پڑی۔
کیونکہ وہ اردو میں "لیلیٰ مجنوں" کی قدیم ترین مثنوی ہے جو آج تک موجود بھی ہے ——
— اس ضمن میں شاعر احمدؔ اس سے سبقت لے گیا۔ لیکن اس کی مثنوی ناپید ہے۔
اور اب اس میں سے کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں رہی۔ اس پر مزید یہ کہ عاجزؔ کی مثنوی دکنی مثنوی
ہے۔ دکنی مثنویوں کی نمائندگی کرنے کے لیئے میں نے اسے منتخب کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ
بن واعظ بن اسحاق کی مثنوی کا بھی انتخاب کیا یہ بھی دکنی زبان میں ہے۔ مگر وہ اپنی جدت
کے باعث ممتاز ہے۔ یہ جدت اس کے واقعات میں بہت دکھائی دیتی ہے جس کی وجہ سے یہ
مثنوی، قصۂ "لیلیٰ مجنوں" کے بارے میں اردو کی واحد مثنوی ہے جسے اردو ذہن کی پیداوار
سمجھا جا سکتا ہے۔

شمالی ہند کی ان مثنویوں میں سے جو "لیلیٰ مجنوں" کے بارے میں لکھی
گئی ہیں، میں نے ہوسؔ، اور تجلیؔ کی مثنویوں کا اس بنا پر انتخاب کیا کہ ان کی بہت بڑی ادبی
اہمیت ہے۔ یہی دو مثنویاں، ڈاکٹر فرمان فتحپوری کی شہادت کے مطابق، جو ان کی کتاب "اردو
کی منظوم داستانیں" میں مرقوم ہے، "لیلیٰ مجنوں" کے ضمن میں بہت بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

پھر میں نے شمالی ہند سے نجیبؔ شاہ کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کے انتخاب
کی طرف اپنے آپ کو راغب پایا۔ کیونکہ وہ ایک ایسا مخطوطہ ہے جس کے بارے میں نہ کسی کو علم
ہوسکا، اور نہ اس پر کسی نے قلم اُٹھایا —— چنانچہ "لیلیٰ مجنوں" کے تراجم کی تعداد
بتیس ۳۲ سے بھی بڑھ گئی ہے — ان تراجم میں سے کافی تراجم مثنویوں کی شکل میں ہیں لیکن افسوس کے ساتھ
یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے متعدد مثنویاں اب ناپید ہیں۔ اور جو موجود ہیں ان میں سے ایسی مثنویاں
ہیں جن کی حالت خراب ہے، اور چند سالوں میں اگر ان کی طرف توجہ نہ کی گئی تو یہ بھی ضائع
ہوجائیں گی —— مثال کے طور پر نجیبؔ شاہ کی مثنوی کا مخطوطہ جو پنجاب یونیورسٹی
کی لائبریری میں موجود ہے۔ اور جس کے فی الحال صرف تین نسخوں کا سراغ ملا ہے۔ ان میں
سے دو نسخے اسی لائبریری میں ہیں۔ اور تیسرا کتب خانۂ برٹش میوزیم لنڈن میں ہے —
پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجودہ دو نسخوں کی حالت انتہائی خستہ ہے۔ اور یہ قلیل
عرصے میں مکمل طور پر نابود ہوجائیں گے۔

مخطوطے کے ان دو نسخوں کی حالت کا اندازہ آپ کو یہ کہنے سے

ہو جائے گا کہ جب میں نے پی ایچ۔ ڈی کا کام تقریباً تین سال پہلے شروع کیا تھا۔ اور اس مخطوطے کا مطالعہ کیا تو اس وقت اگرچہ وہ کرم خوردہ اور اکثر ناخوانا تھا، پھر بھی کافی محنت کے بعد اس کو پڑھ لیا۔ اب تین سال کے بعد جب مجھے اس کو دوبارہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی تو مجھے یہ دیکھ کر بہت صدمہ پہنچا کہ یہ اب پہلے سے زیادہ کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ اور بہت ہی مشکل سے اس کا کچھ حصہ پڑھا جاسکتا ہے۔ لہٰذا امید ہے کہ کوئی اس مخطوطے کو ایڈٹ کرکے تلف ہونے سے پہلے شائع کرے تاکہ اردو ادب کے ورثے کو ناقابلِ تلافی نقصان نہ پہنچ سکے۔

جہاں تک جدید اردو ادب، یا جنگ آزادی کے بعد کے ادب کا تعلق ہے تو میں نے اس کی نمائندگی کے لیئے حافظ عبد اللہ کے ڈراما "لیلیٰ مجنوں"، اور مرزا محمد ہادی رسوا کے مرقع "لیلیٰ مجنوں" کو چنا ہے۔ یہ دونوں کارنامے اس زمانے کی طرزِ زندگی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں جس زمانے میں وہ لکھے گئے ہیں ——— حافظ عبد اللہ اپنے ڈرامے میں مخلوط تعلیم پر تنقید کا میلان رکھتا تھا۔ اور مرزا رسوا اپنے مرقع میں اردو زبان کی تہذیب واصلاح، اور اس کے معیار کو بلند کرنے کا آرزومند تھا ——— گویا اس انتخاب کے ذریعے سے، اردو شاعری میں، "لیلیٰ مجنوں" کے قصے سے متعلق جو مثنویاں لکھی گئی ہیں، میں نے انہیں بہت حد تک اسمیٹ لیا ہے۔ اور جو مثنویاں میں نے چھوڑ دی ہیں وہ یا تو ضائع ہو گئی ہیں، یا ان مثنویوں کا محض تکرار ہیں جن کا میں انتخاب کر چکا ہوں۔ لہٰذا زیر بحث موضوع میں ان کا ترک کرنا ہی افضل تھا۔

جہاں تک جدید ادب عربی کا تعلق ہے تو اس میں احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ"، اور صلاح عبد الصبور کے ڈرامے "لیلیٰ والمجنون" کے بارے میں کلام کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک، ایک خاص نقطۂ نظر کی وضاحت کرتا ہے۔ احمد شوقی نے یہ ڈراما عربی رسم ورواج کی مدافعت میں لکھا۔ اور صلاح عبد الصبور نے اپنا ڈراما علامتی شکل میں اس لیئے قلمبند کیا تاکہ مصر کی جدید تاریخ کے ایک مخصوص عرصے کی ترجمانی کرے، یہ مصر کی اسرائیل کے ہاتھوں ۱۹۶۷ء میں شکست کے بعد کا زمانہ ہے۔

زیر نظر مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے: - پہلا باب جس کا عنوان "عربی شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں" ہے، تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل میں، میں نے "تاریخی نقطۂ نظر سے لیلیٰ مجنوں کے بارے میں گفتگو کی ہے - اور اس میں، میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ کوئی خیالی یا وہمی قصہ نہیں جیسا کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا خیال ہے - بلکہ ایک حقیقی قصہ ہے جو پہلی صدی ہجری کے دوسرے نصف میں، جزیرہ نمائے عرب کی سرزمین پر وقوع پذیر ہوا ـــــ جہاں تک دوسری فصل کا تعلق ہے تو اس میں، میں نے "قدیم عربی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے بارے میں گفتگو کی ہے - اس میں، میں نے قصۂ "لیلیٰ مجنوں" کا مطالعہ، مجنوں کے دیوان، ابوالفرج اصفہانی کی کتاب "الأغانی"، اور ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے - اور قصے کی شخصیات کا، واقعات و واردات کی روشنی میں، تجزیہ کیا ہے ـــــ تیسری فصل میں، میں نے احمد شوقی، اور صلاح عبدالصبور کے "لیلیٰ مجنوں" کے ڈراموں پر بحث کی ہے -

دوسرا باب، جس کا عنوان "فارسی اور ترکی شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں" ہے، دو فصلوں پر مشتمل ہے ـــــ پہلی فصل فارسی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کے بارے میں ہے - اس میں، میں نے "لیلیٰ مجنوں" کا، نظامی گنجوی، امیر خسرو دہلوی، عبدالرحمٰن جامی، مکتبی شیرازی اور ہاتفی ہروی کی مثنویوں کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے - اور دوسری فصل میں، جو ترکی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کے بارے میں ہے، حمدی اور فضولی بغدادی کی مثنویوں پر بحث کی ہے -

تیسرا باب، جس کا عنوان " اردو شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں" ہے، دو فصول پر مشتمل ہے ـــ پہلی فصل میں، جو قدیم اردو شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کے بارے میں ہے، میں نے عاجز، واعظ، ہوس، تجلی اور نجیب کی مثنویوں کا مطالعہ کیا ہے ـــــ دوسری فصل میں، جو جدید اردو شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کے بارے میں ہے، میں نے حافظ عبداللہ کے ڈرامے "لیلیٰ مجنوں"، اور مرزا رسوا کے مرقع "لیلیٰ مجنوں" کا مطالعہ کیا ہے -

چوتھے اور آخری باب کو تقابلی مطالعہ اور تجزیے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے ـــــ آخر میں، میں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں نے مقالے میں، جتنے بھی اشخاص کا ذکر آیا ہے، ان کے ساتھ میں نے صیغۂ مفرد کا استعمال کیا ہے - لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان اشخاص کا احترام نہیں کیا گیا، بلکہ اس طرح کرنے سے میرا صرف یہ مطلب

تھا کہ تحقیق کرتے وقت میری پسند کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ ورنہ سب اشخاص میرے لیئے واجب الاحترام ہیں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ ہاتھ سے مقالہ لکھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو پڑھنے لکھنے میں مزید مہارت حاصل ہو جائے۔ پھر مقالے میں جو معلومات وارد ہوئے ہیں وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں ——

اس کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ موضوع بہت بڑا اور وسیع ہے۔ اور "من آنم کہ من دانم"

۔ مگر اس کے باوجود میں اللہ کے حضور دست بہ دعا ہوں کہ وہ مجھے یہ خدمت سرانجام دینے کی استطاعت اور توفیق عطا فرمائے۔ خواہ یہ اردو، عربی اور فارسی ادب کے لیئے معمولی سی خدمت ہی کیوں نہ ہو۔ ممکن ہے کہ میرے بعد کوئی اور آئے جو مزید عمدگی کے ساتھ تحقیق کر سکے۔ اور زیادہ بہتر تحقیقی نتائج مرتب کر سکے

فی الحقیقت بہت ساروں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا ہے۔ اور مجھ سے تعاون کیا ہے ۔ ان لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے علمی طور پر تحقیق کے سلسلے میں میری مدد کی ہے۔ مثلاً میرے استاد اور نگران مقالہ جناب ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب، جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب، جناب ڈاکٹر محمد مبارز ملک صاحب، اور عزیزہ تبسم منہاس صاحبہ۔

—— اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی ۔ اور جب بھی تحقیق کے کٹھن مراحل کے دوران، امید کا دامن مجھ سے چھوٹا، تو انہوں نے میرا حوصلہ بڑھایا۔

میں ان سب حضرات کا بے حد شکر گزار اور قدر دان ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ انہیں بہتر جزاء عطا فرمائے —— آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مقالہ نگار :

ابراهیم محمد ابراهیم المصری

باب اوّل

عربی شاعری میں

لیلیٰ مجنوں کی داستاں

فصلِ اوّل

لیلیٰ مجنوں
حقیقت ہے یا خیال؟

ابو الفرج اصفہانی سے پہلے بہت مصنفین نے اپنی تصنیفات میں لیلیٰ ومجنون کا ذکر کیا ہے۔ مگر انہوں نے نہ تو ان کے وجود کا انکار کیا، اور نہ ہی ان کی حقیقت میں شک کیا ہے۔ ان مؤرخین میں سے چند مؤرخ علماء ایسے ہیں جنہوں نے قیس اور اس کے عشق کا قصہ بیان کیا ہے۔ اہل السنت والجماعت کے ائمہ میں سے ایک بڑے ثقہ امام ہیں جو طعن وتشنیع سے مبرا ہیں، اور وہ ہیں امام: ابن قتیبہ۔[1]

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "الشعر والشعراء"[2] میں قیس کے نسب اور اس کے حالات بیان کیے ہیں۔ اور اس کی وفات کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ مگر انہوں نے قیس کے وجود کے بارے میں ایک بات بھی ایسی نہیں کی جو قیس کی حقیقت میں شک وشبہہ پیدا کرتی ہو، یا قیس کی ذات پر موجب طعن ہو۔ اور واضح رہے کہ ابن قتیبہ ایک ایسے امام ہیں جو اپنی روایات میں بہت چھان بین سے کام لیا کرتے تھے۔ اور ابو الفرج کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکے تھے۔[3]

اسی طرح فصحائے عرب کے امام جاحظ[4] نے بھی قیس کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی ابو الفرج کی پیدائش سے تقریباً نصف صدی پہلے وفات پا چکے تھے[5] انہوں نے اس کا ذکر اپنی کتاب [البیان والتبیین][6] میں کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ وہی قیس ہے جسے مجنون بنی عامر کہتے ہیں۔ اور اس بارے میں انہیں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہوا۔

جاحظ کے بعد ابوبکر والبی قابل ذکر ہیں۔[7] انہوں نے قیس کے اشعار اور حالات کو مدوّن کیا، اور اسے دیوانِ مجنون لیلیٰ کا نام دیا۔ مگر اس میں انہوں نے قیس کی حقیقت کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہہ کا اظہار نہیں کیا۔

والبی کے بعد ابو الفرج اصفہانی کا ذکر ضروری ہے اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الأغانی" میں مجنون کی کہانی بیان کی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے قیس کی حقیقت میں شکوک پیدا کرنے والی روایات کا ذکر کیا، اور ان روایات کو ان کے راویوں کی طرف منسوب کرنے کا اہتمام بھی کیا۔ اسی طرح قیس کی حقیقت کو ثابت کرنے والی روایات کا تذکرہ بھی کیا۔ اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ابو الفرج نے قیس کی حقیقت کے بارے میں اپنی کوئی ذاتی رائے بیان نہیں کی۔ انہوں نے صرف ساری روایات کا محض ذکر کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:۔ (میں "قیس کے" ان حالات کو نقل کرتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں، اور میں ان سے بری الذمہ ہوں۔ کیونکہ بعض راوی قیس کے اُخبار میں وارد ہونے والے اشعار

کے بڑے حصے کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور بعض قیس ہی کی طرف انہیں منسوب کرتے ہیں۔ پس جب میں نے یہ وضاحت کر دی، تو میں ہر طعن کرنے والے کے طعنے، اور ہر عیب لگانے والے کی عیب جوئی سے بری ہو گیا ہوں۔"(۸)

پھر یہ شک وشبہ والا معاملہ ایک بڑے عرصے تک جوں کا توں رہا حتیٰ کہ بیسویں صدی عیسوی میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب [حدیث الأربعاء] لکھی۔(۹) ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی اس کتاب میں نہ صرف مجنوں کے وجود کے باب میں اظہارِ شک کیا ہے، بلکہ مجنوں کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے دیگر "عذری عشاق" : پاکدامن عشاق کے وجود پر بھی شک وشبہ کیا ہے۔
ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بعد ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے مجنوں کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ لیکن یہ لوگ فی الحقیقت اس معاملے میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین ہی کی رائے کو مدّنظر رکھے ہوئے تھے۔ اور ان کی پیروی کر رہے تھے۔

ہمارے خیال میں قیس کی حقیقت سے انکار کے دو اہم سبب ہیں : ایک تو کتاب الأغانی میں قیس کی حقیقت سے انکار کرنے والی روایات۔ اور دوسرا ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا نقطۂ نظر جس کی تفصیلات [حدیث الأربعاء] میں موجود ہیں۔ پہلے ہم ان روایات کے بارے میں گفتگو کریں گے جو کتاب الأغانی میں موجود ہیں :-

ابو الفرج یہ روایت نقل کرتے ہیں :- "ہاشم بن محمد نے مجھے بتایا کہ ریاشی(۱۰) نے کہا کہ میں نے أصمعی(۱۱) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ : دو شخص ایسے ہیں جو دنیا میں حقیقی وجود نہیں رکھتے تھے، فقط نام ہی سے پہچانے گئے ہیں۔ ایک بنو عامر کا مجنوں ہے اور دوسرا ابن القرّیّة ہے۔ ان دونوں کو راویوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا۔(۱۲)

ایک اور روایت میں ابو الفرج کہتے ہیں :- مجھے حبیب بن نصر المہلبی اور احمد بن عبد العزیز الجوہری نے ابن شبہ، اور اس نے حزامی سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ایوب بن عبایہ نے مجھ کو بتایا کہ میں نے بنو عامر کی ایک ایک شاخ میں جا کر مجنوں کے بارے میں پوچھا۔ مگر کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملا جو اُسے پہچانتا ہو۔(۱۳)

ایک اور روایت یوں ہے : میرے چچا نے مجھے بتایا کہ اس نے احمد بن حارث حدائنی سے اور حدائنی نے ابن دأب سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ میں نے بنو عامر کے ایک شخص سے کہا کہ کیا تو مجنوں کو جانتا ہے، اور اس کے کچھ شعر روایت کر سکتا ہے؟۔ تو اس نے کہا : کیا ہمیں عقلاء کے کلام سے فرصت ہو گئی ہے کہ

اب پاگلوں کے شعر کی روایت کیا کریں! - مجانین تو بہت سے ہیں - میں نے کہا: میری مراد ان سب سے نہیں ہے۔ میں تو بنو عامر کے اس مجنون شاعر کی بات کر رہا ہوں جسے عشق نے مار ڈالا - اس نے کہا: ناممکن! بنو عامر کے دل وجگر اتنے کثیف ہیں کہ ان میں اس قسم کی بات پیدا ہی نہیں ہو سکتی - یہ بات یمنی الأصل قبائل میں پیدا ہوتی ہے جن کے دل نازک، عقلیں ہلکی، اور سر چھوٹے ہوتے ہیں - نزاری قبائل میں اس کی کوئی گنجائش نہیں -(۱۴)

ایک اور روایت ہے: میرے چچا نے مجھے بتایا کہ اس نے ابن ابی سعد سے، اور اس نے علی بن الصباح سے، اور اس نے ابن الکلبی سے(۱۵) یہ بات کہتے ہوئے سنی کہ: مجھے بتایا گیا کہ مجنوں کے قصہ اور اشعار کو بنوامیہ کے ایک نوجوان نے گھڑ لیا جو اپنی ایک بنت عم سے محبت کرتا تھا، اور اسے یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی محبت کا راز لوگوں پر افشا ہو جائے - چنانچہ اس نے مجنوں کا قصہ، اور وہ اشعار بھی گھڑ لیئے جن کی روایت لوگ کرتے ہیں -(۱۶)

ایک دوسری روایت یوں ہے: ابراهیم بن منذر حزامی نے ایوب بن عبایہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ بنو مروان کا ایک نوجوان اپنی قوم کی ایک عورت سے محبت کرتا تھا - وہ اس کے بارے میں شعر بھی کہتا تھا - اور انہیں مجنوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا - اس نوجوان نے مجنوں کے بارے میں قصے کہانیاں گھڑ لیں اور ان میں اشعار کا اضافہ بھی کر دیا - چنانچہ لوگوں نے ان کی اشاعت کی، اور ان میں بھی کچھ اضافے کر دیئے -(۱۷)

ایک اور روایت ہے جس ابوالفرج کہتے ہیں: مجھے میرے چچا نے کرانی کے حوالے سے، اس نے عمری کے حوالے سے، اس نے عتبی کے حوالے سے، اس نے عوانہ کے حوالے سے مجھے بتایا کہ عوانہ نے کہا کہ: "مجنون" محض ایک من گھڑت نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں - اور بنو عامر میں اس کا کوئی حسب نسب نہیں - عوانہ سے پوچھا گیا کہ آخر یہ شعر کس نے کہے ہیں؟! - تو اس نے جواب دیا کہ یہ بنوامیہ کے ایک نوجوان کے شعر ہیں -(۱۸)

پھر یہ روایت بھی ہے: احمد بن عمر بن موسیٰ نے مجھے کہا کہ ہم سے ایوب بن عبایہ نے بیان کیا کہ مجھے ایک شخص نے بتایا جس نے بنو عامر کی ایک ایک شاخ سے مجنوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں پایا گیا جو اس کو پہچانتا ہو -(۱۹)

ایک اور روایت ہے: مجھے احمد بن عبداللہ بن عمار نے بتایا کہ احمد بن سلیمان بن ابی شیخ نے اپنے باپ کے حوالے سے، اس نے محمد بن الحکم کے حوالے سے، اس نے عوانہ کے حوالے سے مجھے بتایا کہ عوانہ نے کہا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کا ہرگز ہرگز کوئی وجود نہیں - اور ان کو کوئی پہچانتا نہیں: - ایک ابن ابی العقبؒ ہے جو قصیدۂ ملاحم کا مصنف ہے - دوسرا ابن القریّہ، اور تیسرا مجنون عامری ہے -(۲۰)

ان روایات کے ساتھ ساتھ ابوالفرج نے ایسی روایات کا بھی ذکر کیا جو قیس کے وجود کو ثابت کرتی ہیں۔ اور یہ نفی کرنے والی روایات کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم ان روایات [انکار کرنے والی روایات] کا تجزیہ کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ ان کی کیا حیثیت ہے، اور کس حد تک ہم ان کو قبول کریں۔

اگر ہم ریاشی کی اس روایت کے بارے میں گفتگو کریں جسے ریاشی نے اصمعی کے حوالے سے روایت کیا، اور جس میں وہ کہتا ہے کہ دو آدمی ایسے ہیں جو صرف نام سے ہی جانے گئے، یعنی مجنون عامری اور ابن القریّہ تو اولاً ہم یہ کہیں گے کہ حقیقت یہ ہے کہ ابن القریّہ کا تاریخی طور پر وجود ثابت ہے۔ ابن خلکان نے اس کا ذکر اپنی کتاب "وفیات الأعیان" میں کیا ہے۔ کہتے ہیں: ابن القریّہ وہ ہے جس کا نسب نامہ یوں ہے: ایوب بن زید بن قیس بن زرارہ بن سلمہ بن جشم، اور ابن القریّہ الھلالی کے نام سے مشہور ہے۔ قریّہ اس کی دادی تھی، اور اس کا نام جماعہ بنت جشم تھا۔ ابن القریّہ عرب کے مشہور خطباء میں سے تھا۔ یوسف بن حجاج نے ۸۴ھ میں اسے قتل کر دیا۔(۲۱)

اب جب ابن القریّہ کا وجود ثابت ہے تو پھر اس میں کیا استبعاد و استحالہ کہ روایت میں آنے والا دوسرا شخص یعنی مجنون عامری بھی تاریخی طور پر وجود رکھتا ہو؟! ۔ اس کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوالفرج نے اصمعی کی صرف ایک ہی روایت کا ذکر کیا جو قیس کے وجود کے انکار پر مبنی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے اصمعی کی چار اور روایات کا ذکر بھی کیا جو مجنوں کے وجود کو ثابت کرتی ہیں۔ یہ روایات درج ذیل ہیں:

۱- ابوالفرج کہتے ہیں:- ہاشم بن محمد خزاعی نے مجھے ریاشی کے حوالے سے یہ روایت کی، اور جوہری نے عمر بن شبہ کے حوالے سے مجھے یہ خبر دی کہ ان دونوں نے اصمعی کو یہ کہتے ہوئے سنا، جب ان سے مجنوں کے بارے میں پوچھا گیا، کہ وہ قطعاً مجنون نہیں تھا۔ بلکہ وہ بھی ایسے ذہنی عدم توازن کا شکار تھا جیسا کہ ابی حیّہ نمیری۔(۲۲) (۲۳)

واضح رہے کہ مندرجہ بالا روایت کا راوی وہی ہے جس نے اصمعی سے وہ روایت نقل کی ہے جو مجنوں کے وجود کا انکار کرتی ہے، اور یہی وہ راوی ہے جس نے اصمعی سے یہ روایت بھی نقل کی جس میں اصمعی مجنون کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔

۲- دوسری روایت میں ابوالفرج کا یہ بیان ہے: مجھے ابو سعد الحسن بن علی بن زکریا العدوی نے بتایا کہ مجھ سے حماد بن طالوت بن عباد نے بیان کیا کہ اس نے اصمعی سے مجنون کے بارے میں پوچھا تو اصمعی نے جواب دیا کہ وہ مجنون نہیں تھا۔ بلکہ وہ عشق کی وجہ سے ذہنی عدم توازن کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ اپنی قوم کی ایک لیلیٰ نامی عورت سے محبت کرتا تھا، اور اس کا اصل نام معاذ تھا۔(۲۴)

۳۔ تیسری روایت یہ ہے: محمد بن خلف وکیع نے مجھے بتایا کہ ابو قلابہ رقاشی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے عبد الصمد بن معذل نے بیان کیا کہ اس نے گفتگو کے دوران اصمعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ مجنون نہیں تھا۔ بلکہ وہ ذہنی عدم توازن کا شکار تھا۔ اور وہ وہی ہے جس کے یہ شعر ہیں:۔

ٔٔ پر وہ چیز جس کا حسن نایاب ہے، اس کے سارے محاسن لیلیٰ کو نصیب ہوئے۔

ٔٔ قریب تھا کہ ہرنی بھی لیلیٰ بن جاتی اگر اس کی باریک پنڈلیاں اور ابھرے ہوئے سینگ نہ ہوتے۔ (۲۵)

۴۔ چوتھی روایت یہ ہے: ابو الحسن اسدی نے مجھے بتایا کہ ہم سے ریاشی نے بیان کیا کہ اس نے اصمعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شعر مجنون کی طرف منسوب کیئے گئے ہیں وہ مجنون کے حقیقی اشعار کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔ (۲۶)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آخری روایت کا راوی وہی ریاشی ہے جس نے اصمعی کے حوالے سے مجنون کے وجود کے انکار پر مبنی روایات کو نقل کیا تھا۔ لہٰذا اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصمعی کی چار روایات ایسی ہیں جو مجنون کے وجود کو ثابت کر دیتی ہیں۔ ان چار روایات کے مقابلے میں صرف ایک روایت ایسی ہے جو مجنون کے وجود کے علاوہ ایک دوسرے شخص، یعنی ابن القریہ کے وجود کی بھی نفی کرتی ہے حالانکہ ابن القریہ کا وجود تاریخی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔

لہٰذا ہم روایات کی کثرت کو ترجیح دیتے ہیں اور قیس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جہاں تک انکار کرنے والی روایت کا تعلق ہے تو ہم اس سے اس لیئے انکار کرتے ہیں کہ ابو الفرج جو کچھ نقل کیا اس میں اس نے چھان بین سے کام نہیں لیا جیسا کہ اس کے اس بیان سے واضح ہے جس میں اس نے یہ اعلان کیا کہ اس نے صرف اور صرف روایات کو نقل کیا۔ (صفحہ ملاحظہ فرمائیں۔)

جہاں تک ابن الکلبی کی روایت کا تعلق ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ابن الکلبی کی روایت پر کیسے یقین کریں؟! کیونکہ خود ابو الفرج نے اپنی کتاب الاغانی میں کئی جگہ ابن الکلبی پر جھوٹ بولنے اور روایات گھڑ لینے کی تہمت لگائی ہے۔ چنانچہ ابو الفرج ابن الکلبی کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: "یہ خبر ابن الکلبی کے من گھڑت اخبار میں سے ایک ہے" (۲۷) ایک اور جگہ یہ بھی کہتے ہیں: "یہ خبر ابن الکلبی کا ایک جھوٹ ہے" (۲۸)۔ پھر ابو الفرج ابن الکلبی کے بارے میں یہ سب کچھ کہہ کر اس کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن الکلبی نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ مجنون کے قصہ اور اشعار کو بنو امیہ کے ایک نوجوان نے گھڑ لیا جو اپنی ایک بنت عم سے محبت کرتا تھا اور اسے یہ گوارا نہ تھا کہ اس کی محبت کا راز لوگوں پر افشا ہو جائے۔ چنانچہ اس نے مجنون کا قصہ، اور وہ اشعار بھی گھڑ لیئے جن کی روایت لوگ کرتے ہیں۔ (۲۹)

اب ابن الکلبی پر جھوٹ بولنے اور روایات گھڑ لینے کی تہمت لگائی گئی ہے۔ اور خود ابوالفرج نے اس پر یہ تہمت بھی لگائی ہے۔ تو پھر ہمیں ابن الکلبی کی روایات کو قبول کرنے میں پوری احتیاط کرنی چاہیئے، چہ جائیکہ اس کی روایات کی بنا پر کوئی فیصلہ کریں۔

علاوہ ازیں ابن الکلبی اپنی روایت میں یہ کہتا ہے کہ ''مجھے بتایا گیا''۔ نہ جانے کس نے بتایا؟۔ آخر ابن الکلبی نے کس لیئے فاعل مخفی رکھا؟!۔

اس کے بعد ہم ابن داب کی روایت کی طرف آتے ہیں جس میں وہ بتاتا ہے کہ اس نے مجنون عامری کے بارے میں بنوعامر کے ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے اس کا انکار کرتے ہوئے بنوعامر پر یہ تہمت لگائی کہ وہ سخت دل لوگ ہیں، اور محبت نام کی کوئی چیز نہیں جانتے، اور نہ ہی انہیں عشق کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ یہ روایت پڑھ کے ہم اس روایت پر غور کرتے ہیں جو ابوالفرج نے اصمعی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں اصمعی نے کہا ہے کہ ''میں نے مجنون عامری کے بارے میں قبیلۂ عامر بن صعصعہ کے ایک بدو سے پوچھا تو اس نے جواب میں کہا کہ کس مجنون کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ کہ ہمارے قبیلے میں تو ایک ایسا گروہ موجود تھا جسے مجنون کہا جاتا تھا، تو تم کس کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟۔ میں نے کہا: میں اس مجنون کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو لیلیٰ کا ذکر اپنے اشعار کیا کرتا تھا۔ اس بدو نے کہا کہ وہ تمام کے تمام اپنے اشعار میں لیلیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ تو میں نے کہا: ان میں سے کسی کا کوئی شعر مجھے سنائیے۔ تو اس نے مزاحم بن حارث مجنون کے درج ذیل شعر پڑھے (۳۰):۔

○○ اے دل! جو لیلیٰ پر اس وقت سے فریفتہ ہے جبکہ ابھی وہ بہت چھوٹی بچی تھی۔

○○ تو ہوش میں آ۔ کیونکہ سارے عاشقوں کو (عشق سے) افاقہ ہوچکا ہے، اور اب وقت آگیا کہ تو ایسے طبیب کی تلاش کرے جو تیرا علاج معالجہ کرے (۳۱)۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ کسی اور مجنون کے شعر پڑھ کر سنائیے تو اس نے معاذ بن کلیب مجنون کے درج ذیل اشعار سنائے:۔

○○ کتنی دفعہ میں لیلیٰ کے ساتھ کھیلا کودا، اور میرا دل جو حسینوں پر فریفتہ ہے مجھے لہو ولعب کی طرف لے گیا۔

○○ اور کتنی دفعہ شوق نے میری آنکھوں کو بیدار اور بے خواب رکھا۔ اور وہ زار وقطار آنسو بہاتی رہیں۔

○○ میرا اس دل پر قابو رکھنا مشکل ہوگیا ہے جو لیلیٰ کی محبت میں ٹکڑے ٹکڑے ہوچکا ہے (۳۲)

پھر میں نے کہا: ان دونوں کے علاوہ کسی اور مجنون کے شعر سنائیے، تو اس نے مہدی بن ملوح کے درج ذیل دو شعر پڑھے:۔

○○ اگر تجھے یہ ساری دنیا اور اس کے برابر ایک اور دنیا بھی مل جائے، اور لیلیٰ تجھ سے جدا ہوجائے تو۔

٥٥ تو پھر بھی لیلیٰ کا محتاج رہے گا، اور تمہارے دل کی محبت اس کی طرف تمہیں کھینچے گی۔ (۳۳)

تو میں نے اس بدّو سے کہ ان لوگوں [مجنونوں] میں سے باقیوں کے شعر بھی مجھے سناؤ!

تو اس نے کہا کہ تیرے لیئے یہی کافی ہے۔ بے شک ان میں سے ایک ایسا بھی ہے جس کا تمہارے آج کے عقلمندوں کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ (۳۴)

اب ہم کس کی روایت پر یقین کریں! ابن دأب کی، یا أصمعی کی! ۔ اور ابن دأب کہاں اور أصمعی کہاں! ۔ اور اگر ہم دونوں روایتوں پر یقین کریں تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بنو عامر لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے کہ کبھی وہ اپنے مجنوں کو ظاہر کر کے سامنے لاتے تھے۔ اور کبھی اس کو چھپاتے تھے؟!! ۔ اور اگر ہم ابن دأب ہی کی روایت کی تصدیق کریں تو پھر کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ پورے قبیلے میں کوئی ایک عاشق بھی پیدا نہیں ہو سکا ۔ اور کیا ہم اس بات کی بھی تصدیق کریں کہ قبیلہ بنو عامر کے سارے افراد سخت دل تھے ۔ کوئی ایک بھی نہیں تھا جس کے دل میں رقّت و محبت کے لیئے گنجائش ہوتی ۔

تب تو ہمارے لیئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم أصمعی کی روایت کی تصدیق کریں، کیونکہ وہی سب سے زیادہ ثقہ ہے اور منطق و قیاس کے زیادہ قریب بھی ۔

اب آئیے ایوب بن عبایہ کی اس روایت کی طرف جس میں وہ کہتا ہے کہ میں نے قبیلۂ بنو عامر کی ایک ایک شاخ سے مجنون کے بارے میں پوچھا، مگر مجھے ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملا جو مجنون کو جانتا ہو۔ پھر دوسری روایت میں ایوب بن عبایہ کہتا ہے کہ مجنون عامری کے بارے میں جس شخص نے پوچھا تھا اس نے مجھ کو یہ بتایا کہ ان میں سے کوئی اس کو نہیں جانتا ۔

ان دونوں روایتوں کو پڑھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا پہلی روایت کے مطابق ایوب بن عبایہ نے خود بنو عامر کے لوگوں سے پوچھا ؟، یا اس کو اُس شخص نے بتایا جس نے پوچھا ؟! ۔ اور اگر یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں تو پھر ایوب بن عبایہ نے بنو عامر کے مجنونوں میں سے کس مجنون کے بارے میں پوچھا ؟!!! یہ دونوں روایتیں فی الحقیقت مبہم اور غیر واضح ہیں ۔

اس کے باوجود ابن عبایہ اپنی تیسری روایت میں کہتا ہے کہ بنو مروان کا ایک نوجوان اپنی قوم کی ایک عورت سے محبت کرتا تھا ۔ وہ اس کے بارے میں شعر کہا کرتا تھا ۔ مگر منسوب مجنوں کی طرف کر دیا کرتا تھا ۔ اس نوجوان نے مجنوں کے بارے میں قصے کہانیاں بھی گھڑ لی تھیں اور ان قصے کہانیوں میں شعروں کا اضافہ بھی کر دیا تھا ۔ اور لوگوں نے ان أخبار و اشعار کو روایت کیا، اور ان میں اضافے بھی کیئے ۔ (۳۵)

چنانچہ ہم اس روایت سے، اور بالخصوص اس میں وارد ہونے والے معرّف باللام لفظ

(مجنون) سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں ایک مجنوں ضرور تھا۔ اور بنو مروان کے اس نوجوان نے [اگر واقعی اس کا کوئی وجود تھا، اور روایت بھی صحیح ہو] تو اخبار و اشعار اس مجنوں کی طرف منسوب کر دیئے تاکہ اس کی محبت کا راز افشا نہ ہو جائے۔ بعد ازاں لوگوں نے ان اشعار و اخبار کی اشاعت کی، اور ان میں کچھ اضافے بھی کیئے۔ وگرنہ اس کا کیا مطلب ہے کہ وہ نوجوان مجنوں کی طرف اشعار منسوب کرتا تھا! ۔ کس مجنوں کی طرف؟! ۔ کیا اس نوجوان نے مجنوں کی شخصیت کو نئے سرے سے ہی گھڑ لیا تھا؟ یا واقعی کوئی مجنوں موجود تھا؟! ۔

اب ہم عوانہ کی اس روایت کو زیر بحث لاتے ہیں جس میں وہ کہتا ہے کہ تین ایسے شخص گذرے ہیں جن کو دنیا میں سوائے "نام" کے کوئی نہیں جانتا ۔ تینوں کے نام عوانہ نے مجنوں بنو عامر، ابن القریّہ، اور قصیدۂ ملاحم کے کہنے والا ابن أبي عَقَب بتائے ہیں ۔

یہ روایت پڑھ کر ہمیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عوانہ نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس نے یہ روایت کہیں سے سنی، من وعن نقل کی، اور کچھ تحقیق نہیں کی ۔ کیونکہ یہ روایت اُس روایت سے قریب ہے جو اصمعی سے وارد ہوئی، اور جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے ۔

عوانہ کی ایک اور روایت ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ مجنوں تو ایک من گھڑت نام ہے ۔ اس کی کچھ حقیقت نہیں، اور مجنوں کی بنو عامر میں کوئی اُصل یا نسب ثابت نہیں ۔ پس جب عوانہ سے پوچھا گیا کہ یہ اشعار جو مجنوں کی طرف منسوب ہیں، ان کا اُصل شاعر کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ بنو امیہ کے ایک نوجوان کے ہیں ۔ یہ روایت بعینہٖ ابن الکلبی کی وہ روایت ہے جس کے بارے میں ہم بحث کر چکے ہیں ۔ اس کے باوجود عوانہ کی پہلی روایت کی اہمیت اس وقت کم ہو جاتی ہے جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ابن القریّہ کا تاریخی طور پر وجود ثابت ہے ۔ صرف یہی نہیں، بلکہ ابن ابی عقب کا وجود بھی تاریخی طور پر ثابت ہے، اور اس کا اُصل نام یحییٰ بن عبداللہ بن أبي العقب تھا ۔(۳۶)

چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کتاب الأغانی میں قیس کی حقیقت میں تشکیک پر مبنی روایات کے علمی تجزیہ سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ مجنوں کی تاریخی حقیقت تھی، اور اسی نتیجے کی طرف ہمارا میلان بھی ہے ۔

اب ہم ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی اس رائے کو زیرِ بحث لاتے ہیں جس کا انہوں نے اپنی کتاب [حدیث الأربعاء] میں اظہار کیا ہے ـــــ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے مجنون کی حقیقت سے انکار کا دارومدار درج ذیل چند نقاط پر مبنی ہے :-

۱۔ قیس کے نام میں اختلاف :- اس کی وضاحت میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں :-

"اور بھلا ایسے شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ نہ اس کے نام پر لوگوں کا اتفاق ہو سکا، نہ اس کے نسب پر، اور نہ ہی ان حوادث پر جن سے اس کی زندگی عبارت تھی۔ لوگوں کا تو ان سبھی باتوں میں زبردست اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جس کے وجود پر بھی اہلِ روایت کا اتفاق نہیں۔ اور ایک محتاط انداز اختیار کیے بغیر وہ ان حالات کو بیان نہیں کرتے جو اس سے منسوب ہیں۔ بلکہ ایک ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو کہ ابو الفرج أصبہانی محض اس لیے اس کے حالات درج کرنا چاہتا ہے کہ اس کی کتاب کی شرائط اس کو ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ سو بڑے زور شور سے بار بار اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ وہ ان روایات کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا، ان سے وہ بری الذمہ ہے۔ اور ان کا بار ان راویوں کے سر ڈالتا ہے جن کے حوالے سے وہ یہ روایات نقل کر رہا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ عرب کے راوی، (واضح رہے یہاں راویانِ حدیث مراد نہیں، بلکہ قصے کہانی اور تاریخی احوال کے راوی مراد ہیں) احتیاط میں شدت و مبالغہ سے کام نہیں لیتے تھے۔ اور بسا اوقات نادرست باتوں کی روایت کر جاتے تھے، اور ناحق چیز کو ثابت کر دکھاتے تھے۔ سو جب اس درجہ کمزوری اور بے احتیاطی کے باوجود وہ قیس بن الملوح کے وجود کو غیر حقیقی قرار دیتے ہیں، یا اس کے بارے میں شک کرتے ہیں، یا اس کے نام حلیہ اور حالاتِ زندگی کے بارے میں متفق نہیں ہوتے تو کیا ہم پر یہ لازم نہیں آتا کہ ہم بھی اسی طرح محتاط ہو جائیں جس طرح وہ محتاط ہو گئے۔ اور اسی طرح شک کریں جیسے انہوں نے شک کیا" (۳۷)

۲۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا قول ہے کہ اس زمانے میں ایک گروہ موجود تھا جس کے افراد کا یہ پیشہ تھا کہ لوگوں کے دلوں کو بہلا کر روزی کماتے تھے۔ یہی لوگ اس مقصد کے لیے اخبار و اشعار گھڑا کرتے تھے۔ اور بصرہ، کوفہ، بغداد اور دوسرے شہروں میں ان کی اشاعت کیا کرتے تھے۔ اور اس ذریعے سے وہ بہت سارے پیسے کما لیتے تھے۔ پس مجنون لیلیٰ کا قصہ ان قصوں میں سے ایک ہے جنہیں ان لوگوں نے گھڑ لیا تھا۔" (۳۸)

اس فقرے سے پہلے طٰہٰ حسین نے یہ لکھا ہے: "پھر جو حالات مجنون سے منسوب ہیں، ان کی توجیہہ و تأویل میں راویوں نے بڑی کوششیں دکھائیں۔ اور مختلف آراء کی روایت کی۔ ان میں سے ایک اہم ترین روایت وہ ہے جس کا ذکر ابن الکلبی نے کیا ہے، یعنی یہ کہ خانوادۂ بنو امیہ کے ایک نوجوان کو اپنی بنتِ عم سے عشق ہو گیا تھا۔ اور اس نے اس کے بارے میں بہت سے شعر کہے، مگر اس بات کو ناگوارا جانا کہ اس کا

قصہ مشہور ہو۔ چنانچہ اس نے مجنوں کی شخصیت گھڑلی، اور اپنے شعر اس کے نام منسوب کر دیئے" (۳۹)

۳- طٰہٰ حسین کا قول ہے: "یہ سارا کلام جو مجنوں سے منسوب ہے ضرور کسی معروف شاعر کا کلام ہے جس کا نام راویوں کو معلوم نہ ہوسکا تو انہوں نے اسے مجنوں کے نام سے منسوب کر دیا۔ یا کسی گمنام شاعر نے کہا اور راویوں نے اس میں لیلیٰ کا نام دیکھ لیا، سو اسے بھی مجنوں کے نام جوڑ دیا۔ یا راویوں نے خود اسے گھڑ لیا، یا گویوں اور موسیقاروں نے گھڑا، اور مجنوں کے نام چسپاں کر دیا۔ مجنوں کے تمام اشعار کو پڑھ کر میں نے بے حد کوشش کی کہ ان میں کوئی مشترکہ اور نمایاں شخصیت مجھے نظر آجائے۔ مگر میں اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہ ہوا"۔ (۴۰)

۴- قصے کے واقعات میں تضاد :- ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اس مزعومہ تضاد کی یوں وضاحت کی ہے: (أ) قیس بن ملوح اور لیلیٰ کے درمیان جو تعلق پایا جاتا تھا اس کے بارے میں راویوں کے مابین شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس تعلق سے وہ محبت پروان چڑھی جو قیس کی عقل لے اُڑی ——— چند لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تعلق اس وقت پیدا ہوا جب وہ [قیس اور لیلیٰ] ابھی بچے تھے۔ اور مویشی چرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگئی جو بعد ازاں امتدادِ عمر کے ساتھ عشق میں بدل گئی۔ ——— چند اور لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بچپن میں ان [قیس اور لیلیٰ] کا آپس میں کوئی تعارف نہیں ہوا۔ بلکہ یوں ہوا کہ ایک دن قیس چند لڑکیوں کے پاس سے گزرا۔ اس نے ان کو سلام کیا، اور انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اور اس سے گفتگو کرنے میں دلچسپی لی۔ قیس اپنی سواری سے اتر پڑا۔ اور اس نے وہی کچھ کیا جو امرؤ القیس نے کیا تھا، یعنی اس نے اپنی اونٹنی ذبح کر ڈالی۔ اور اس کا گوشت ان لڑکیوں کو کھلایا۔ جب شام ہوئی تو ایک نوجوان آیا۔ اور وہ لڑکیاں قیس کو چھوڑ کر اس سے محوِ گفتگو ہوگئیں۔ چنانچہ قیس ان سے ناراض ہوکر چل دیا۔ اور اس بارے میں شعر بھی کہے ——— جب صبح ہوئی تو قیس دوبارہ ان لڑکیوں کے پاس گیا۔ مگر لڑکیاں نہیں تھیں، لیلیٰ موجود تھیں۔ لیلیٰ نے اس کو بات کرنے کی دعوت دی۔ وہ اپنی سواری سے اُتر پڑا، اور اس نے گفتگو بھی کی۔ اور کل کی یادوں کو ایک بار پھر تازہ کیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد جب لیلیٰ نے اس سے بے رخی کا مظاہرہ کیا تو وہ اداس ہوگیا ——— ان روایات کے علاوہ مؤرخین نے اور روایات بھی نقل کی ہیں"۔ (۴۱)

(ب):- لیلیٰ کی شخصیت میں اختلاف :- ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتے ہیں :-

"لیلیٰ کی شخصیت بھی اختلاف و تفاوت میں قیس کی شخصیت سے کچھ کم نہیں۔ ایک روایت میں وہ چرواہی ہے۔ ایک اور روایت میں وہ ایک بدو لڑکی ہے جو نوجوانوں کے سامنے آتی ہے۔ اور ان سے گپ شپ میں دلچسپی لیتی ہے۔ اور تیسری روایت میں وہ بڑی بلند مرتبت اور صاحبِ شہرت ادیبہ ہے جس کے پاس نوجوان

اس طرح آتے جاتے تھے جس طرح بڑے بڑے مرکزی عرب شہروں کی ادیب خواتین کی مجالس میں آیا جایا کرتے تھے۔
کیا ایسے اختلافات اس کے لئے کافی نہیں کہ تم لیلیٰ کی شخصیت کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاؤ"۔ (۴۲)

(ج): قیس سے لیلیٰ کی شادی نہ ہو سکنے کی وجہ :- ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں :-

" وہ روایت جو یہ کہتی ہے کہ لیلیٰ کے باپ نے اپنی بیٹی [لیلیٰ] کی شادی اس کے عاشق [قیس] سے اس لیئے نہیں کی کہ وہ اس کو چاہتا تھا - اور اس نے اس کا ذکر اپنے شعروں میں بھی کیا - چنانچہ باپ کو یہ بات ناگوار گزری کہ اس کی اور اس کی بیٹی کی قیس کی وجہ سے رسوائی ہو ـــــ پس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کا رویہ ہمیں دوسرے عاشقوں کے حالات میں بھی نظر آتا ہے جن کے قبائل، ان کے حالات اور ان کے وطن ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اس کے باوجود راوی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ یہ رویہ عربوں کے رسم و رواج میں ایک رسم تھی - اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ کوئی رسم تھی یا نہیں"۔ (۴۳)

(د) خلیفہ کی طرف سے قیس کا خون بہانے کا حکم :- اس ضمن میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین رقم طراز ہیں :- " اس قسم کی ایک اور بات جو راوی حضرات بیان کرتے ہیں، وہ یہ کہ جب لیلیٰ قیس سے پردہ پوش ہو گئی تو خلیفہ نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ اگر قیس لیلیٰ سے دوبارہ تعرض کرے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ ـــــ اب ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا خلفاء اس وقت رعایا کے مختلف کاموں سے فراغت پا چکے تھے کہ اب ان عاشقوں کے لیئے اپنے آپ کو وقف کر دیں کہ کبھی تو ان کا خون بہائیں - اور کبھی ان کی حفاظت کریں - اور قانون کے کس پہلو کا سہارا لیتے ہوئے وہ ان عاشقوں کا خون کرنے کا حق رکھتے تھے - کیا اس لیئے کہ انہوں نے پاکیزہ محبت کی ؟!- (۴۴)

(ھ): قیس کی حد سے زیادہ بے ہوشی، اس کی صحرانوردی، وحشی پن اور جانوروں کے ساتھ رہنا یہاں تک کہ ہرن اس سے مانوس ہو جاتے۔ (۴۵)

(و): عشقیہ کہانیوں کا وجود میں آنا - اس معاملے میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا یہ خیال ہے کہ فنِ غزل کی دونوں قسمیں [یعنی عفیف یا معنوی، اور جسمانی یا حسّی] اُموی دور ہی میں معرضِ وجود میں آئیں۔ یہ غزل جاہلی دور میں پیدا نہیں ہوئی تھی - اور جاہلی شعرا اس سے نا آشنا تھے - لہذا جب یہ فن اُموی دور میں پیدا ہوا تو اس کو پروان چڑھانے، اس کی اشاعت کرنے اور اسے مستحکم بنانے کے لیئے یہ قصے کہانیاں گھڑ لی گئیں جن میں مجنوں لیلیٰ کا قصہ بھی شامل ہے۔ (۴۶)

اب ہم ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے مندرجہ بالا نقاط کو زیرِ بحث لاتے ہیں جن کی بنا پر ڈاکٹر طٰہٰ حسین قیس کی حقیقت سے انکار کرتا ہے ۔ مگر اس سے پہلے بطورِ تمہید ہم آپ کی توجہ چند باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو درج ذیل ہیں :-

۱۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین بحث وتحقیق کے معاملے میں نظریۂ تشکیک کا قائل ہے۔ اس کے نزدیک شک وشبہہ ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ کہتا ہے :۔ « میں عربی ادب کو اس طریقے سے نہیں سمجھتا جس طریقے سے قدماء سمجھتے تھے ، یا جس طریقے سے قدیم عربی ادب کے حامی لوگ سمجھتے ہیں --- میں تو عربی ادب اور اس کے رجحانات ایسے ہی سمجھتا ہوں جیسے کہ بیسویں صدی کے آدمی کو سمجھنا چاہیئے --- اور اس پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہوگی اگر وہ قدماء کی ساری روایتوں پر یقین نہ کرے ، اور انہیں مسلمہ حقیقت نہ سمجھے ، یا وہ اس بات کو ضروری نہ سمجھے کہ جو روایات ثقہ حضرات بیان کریں ان پر یقین کرنا لازم ہے ۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ثقہ حضرات سے روایت ، یا روایت کی توجیہہ میں غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ثقہ حضرات اپنے دور میں زندہ ہوتے ہوئے بھی اپنے دور کو اچھی طرح نہ سمجھے ہوں جس طرح آج کل کے دور کو بہت سارے لوگ نہیں سمجھتے » ۔(۴۷)

مندرجہ بالا فقرے سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ہاں شک وشبہہ کا معاملہ صرف لیلیٰ ومجنون تک ہی محدود نہیں ، بلکہ یہ ایک عام رویہ ونظریہ تھا جس پر وہ یقین کرتا تھا۔ اور جس کی وجہ سے وہ کسی چیز کے بارے میں بھی شک وشبہہ میں مبتلا ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود وہ کسی چیز سے کھلم کھلا انکار کا اعلان نہیں کرتا تھا۔

۲۔ مجنوں کے سلسلے میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین اپنے نقطۂ نظر کے مطابق دلیلیں پیش کر کے کہتا ہے :۔ « میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ ساری دلیلیں جو میں نے پیش کی ہیں ، مجنوں کی حقیقت کے بارے میں شک کرنے کے لیئے کافی ہیں ، اگرچہ مطلقاً اس کی شخصیت سے انکار کرنے کے لیئے کافی نہیں ۔ »(۴۸)

یہ بھی کہتا ہے : « درحقیقت ایسے بہت اشعار ہیں جو مجنوں کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں ۔ مگر یہ مجنوں کے اپنے نہیں ۔ بلکہ یہ ایسے دوسرے شعراء کے ہیں جو دیوانے نہیں تھے ، اور ان کے ساتھ محبت نے ایسا کھیل نہیں کھیلا جس طرح مجنوں کے ساتھ کھیلا » ۔(۴۹)

یہاں ڈاکٹر طٰہٰ حسین مجنوں کے وجود سے انکار نہیں کرتا۔ اس کے برعکس ان کی باتوں سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ مجنوں کے وجود پر یقین رکھتا ہے ۔ مگر اس کے معاملے میں جو مبالغہ آرائی کی گئی تھی اس سے وہ انکار کرتا ہے ۔ لیکن آگے چل کر قیس کے وجود کی کلیۃً نفی کرتا ہے :—

لا میں دعویٰ کرتا ہوں کہ قیس بن ملوح ان تصوراتی اور خیالی شخصیات میں سے ایک ہے جنہیں عوام ایک خاص تصور کو واضح کرنے، یا زندگی کا کوئی پہلو سمجھانے کے لیئے گھڑ لیا کرتے ہیں۔،، (۵۰)

اب ڈاکٹر طٰہٰ حسین مجنوں کی حقیقت سے بالکل انکار کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے اس رویئے سے [ایک دفعہ شک کرنا۔ پھر انکار کر دینا، اور پھر شک وانکار کے بین بین ہونے سے] قاری کو حیرت ہوتی ہے اور قاری یہ سمجھ نہیں پاتا کہ آخر کار ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی رائے ہے کیا؟! ۔ کیا وہ واقعی انکار کرتا ہے ۔ یا صرف شک ؟!! ۔

۳- ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے مجنوں کے سلسلے میں ان روایات کو مدنظر رکھا جو مجنوں کی حقیقت کو جھٹلاتی ہیں ۔ مگر اس نے ان روایات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جو مجنوں کے وجود کو ثابت کرتی ہیں اور ان کے راوی ثقہ بھی ہیں ۔ اگرچہ یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین ثقہ کے بارے میں بھی شک کرتے ہوئے نظر آتا ہے ۔

(أ) اب آیئے ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے پہلے اعتراض کی طرف ، یعنی مجنوں کے نام میں اختلاف کا مسئلہ:۔
واقعی مجنوں کے نام میں اختلاف ہے ۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بقول ، اس کا نام کسی کے نزدیک قیس ہے، اور کسی کے نزدیک مہدی ہے ۔ کچھ لوگ اسے الأقرع قرار دیتے ہیں اور کچھ البحتری ـــــ مگر کیا کسی کے نام میں اختلاف کا مطلب ہے کہ اس کی شخصیت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی ؟!! ۔

ہمارے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں ۔ کیونکہ نام میں اختلاف کا معاملہ صرف مجنوں پر منحصر نہیں ۔ بلکہ یہ اختلاف تو ان اشخاص کے ناموں کے بارے میں بھی رونما ہوا جو اپنی کسی کنیت یا لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ الأحنف بن قیس جو کہ ایک مشہور تابعی تھے، ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام الضحّاک تھا، اور کچھ کہتے ہیں کہ صخر ۔ اور بعض لوگ انہیں الحارث کا نام دیتے ہیں ۔۔۔ مگر احنف بن قیس کی حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ۔

ایک دوسری مثال جو ہم پیش کرسکتے ہیں اور وہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ہے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کے اور ان کے والد کے نام میں بڑا اختلاف ہے ۔ بعض نے بتایا کہ ان کا نام جندب اور والد کا نام جنادہ تھا ۔ کچھ نے کہا کہ جندب بن عبداللہ ، اور یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نام بُرَیر ہے ، اور ایک دوسری روایت میں بُرَیر ہے ـــــ مگر اس اختلاف کے باوجود ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے ۔

ایک اور مثال قبیلۂ تغلب کے مشہور شاعر أعشیٰ کی پیش کی جاسکتی ہے جس کے اور اپنے

والد کے نام میں بڑا اختلاف ہے - کہیں اسے عمرو بن الأھیم کے نام سے جانا گیا - کہیں عمرو بن الأبہم - اور کہیں عمیر بن الأبہم کے نام سے - اور کہیں ربیعہ بن نجوان کے نام سے - پھر بعض جگہ نعمان بن نجوان کے نام سے ـــــ مگر لعشنی کے وجود سے کون انکار کرسکتا ہے ؟! - (۵۱)

بلاشبہ ایسے اختلافات تو بہت ہیں - مگر ان سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکلتا کہ مختلف فیہ ناموں والے لوگوں کی کوئی حقیقت بھی نہیں تھی ـــ اور اگر نام میں اختلاف ، صاحب نام کے بارے میں شک کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتا ہے ، تو ہمیں بحث و تحقیق کرنا چاہیئے تاکہ حقیقت تک پہنچ سکیں - کیونکہ اگر بحث کا نتیجہ صرف شک پر منتج ہو تو ایسا نتیجہ خود ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بقول ایک فضول نتیجہ ہے - (۵۲)

(ب) : دوسرا نقطہ جس کی وجہ سے ڈاکٹر طٰہٰ حسین مجنوں کے وجود سے انکار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ راوی حضرات جو اُموی دور میں موجود تھے ، اور وہ اکثر و بیشتر لوگوں کے دل بہلانے اور ان کی تسلی کے لیئے قصے کہانیاں گھڑ لیا کرتے تھے ـــ اس ضمن میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کوفہ اور بصرہ شہروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دو شہر ایسے تھے جو روایات اور قصے کہانیاں گھڑ لینے میں مشہور تھے - چنانچہ انہوں نے ابن الکلبی کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ کہتا ہے کہ خانوادۂ اُمیہ کے ایک نوجوان نے مجنوں کا قصہ گھڑ لیا -

یہ واضح رہے کہ ابن الکلبی کا تعلق کوفہ شہر سے تھا - اور اس پر جھوٹ اور روایات گھڑ لینے کی تہمت تھی - خود ابو الفرج نے بنفسِ نفیس اس پر یہ تہمت لگائی تھی ـــ تو پھر ایسے شخص کی روایت پر ڈاکٹر طٰہٰ حسین کیسے یقین کرسکتے تھے - کیا یہ ممکن نہیں کہ ابن الکلبی نے اس روایت کو گھڑ لیا ہو؟! - اس صورت میں مجنوں کے وجود سے انکار پر مبنی روایات میں سے ایک روایت کم ہوجاتی ہے - مجنوں کی حقیقت یقین سے زیادہ قریب تر ہوجاتی ہے - اور اسی طرح ان روایات کو تقویت ملتی ہے جو مجنوں کے وجود کو ثابت کرتی ہیں ، خصوصاً جبکہ ان روایات کے راوی ثقہ ہوں - اور ان لوگوں میں اہل السنت والجماعت کے ایک ثقہ اور طعن و تشنیع سے مبرا امام بھی شامل ہیں ، یعنی ابن قتیبہ !!! -

اس کے علاوہ اصمعی اور جاحظ نے بھی مجنوں کی حقیقت سے نہ تو انکار کیا ، اور نہ ہی اس میں شک و شبہ کا اظہار کیا - اور یہی وہ لوگ ہیں [یعنی اصمعی ، جاحظ ، اور ان جیسے ثقہ لوگ] جن کے ذریعے سے جاہلی اور اسلامی ادوار کا ادب اور تاریخ ہم تک پہنچی ہے -

لہٰذا اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ان لوگوں نے مجنوں لیلیٰ کی شخصیت گھڑ لی ، تو پھر

ہیں ان ساری شخصیتوں کے بارے میں ، جن کی طرف انہوں نے ادب ، اور اقوال و افعال منسوب کر دیئے ، یہ تسلیم کرنا
پڑے گا کہ یہ ساری من گھڑت ہیں اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں ۔(۵۳)

(ج) ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا مجنوں کی شاعری پر اعتراض بھی ہے ۔ چنانچہ اُس نے یہ خیال ظاہر
کیا ہے کہ یہ شاعری مجنوں کی اپنی نہیں ہے ۔ اور اُس [ڈاکٹر طٰہٰ حسین] نے یہ کوشش بھی کی کہ قیس کی
شاعری میں کوئی مشترکہ اور نمایاں شخصیت نظر آئے ، مگر وہ ناکام رہا ۔ حالانکہ یہ معاملہ اختلافِ نظر
کا ہے ۔ ضروری نہیں کہ اگر ڈاکٹر حسین کو مجنوں کی شاعری میں کوئی نمایاں اور مشترکہ شخصیت نظر نہیں آئی
تو کسی اور کو بھی نظر نہ آئی ہو ـــــ آگے چل کر ڈاکٹر طٰہٰ حسین مجنوں کی شاعری پر یقین رکھتے ہوئے نظر
آتا ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ درحقیقت مجنوں کے اشعار میں بہت سے ایسے اشعار ہیں جو مجنوں کے اپنے نہیں ، مگر
اس کی طرف منسوب کر دیئے گئے ۔(۵۴)

اس کے باوجود ہمیں ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے اس باب میں کوئی اختلاف نہیں کہ واقعی مجنوں
کے اشعار میں بہت سارے اشعار ایسے ہیں جو فی الحقیقت مجنوں کے اپنے نہیں ۔ مگر فیصلہ کرنے کے لیے تحقیق و تمحیص
کی ضرورت ہے ، یعنی مجنوں کے دیوان کے اشعار کی تحقیق کی جائے ۔ اور حقیقت میں اس قسم کی تحقیق بھی
ہو چکی ہے ۔(۵۵)

(د) ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے خیال میں مجنوں کے وجود سے انکار کا ایک سبب یہ ہے
کہ مجنوں لیلیٰ کے واقعات میں تضاد ہے ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے مجنوں کے لیلیٰ سے تعارف کی مثال
دی ـــــ بے شک مجنوں لیلیٰ کے قصے میں تضاد موجود ہے ۔ اور خوب مبالغہ آرائی کی گئی ہے ۔ مگر
صرف تضاد اور مبالغے کی بناء پر ہم پورے قصے سے انکار نہیں کر سکتے ۔ اور جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ یہ
قصہ تشنۂ بحث ہے ۔ اور ہمیں تحقیق کرنی چاہیئے تاکہ حقیقت تک رسائی حاصل کر سکیں ۔ مگر یہ کوئی حل نہیں کہ
ہم سارے کے سارے قصے سے انکار کریں ۔ ایسی صورت میں ہماری مثال اس شخص کی طرح ہو گی جس کے سر میں
درد ہوا ۔ اور سر درد سے نجات حاصل کرنے کے لیئے علاج و معالجہ کروانے کے بجائے اس نے سر کٹوا دیا ـــــ
ـــــ پھر اس ضمن میں جو مثالیں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے دی ہیں ان میں سے کچھ مثالیں ایسی ہیں جن میں کوئی
زیادہ تضاد نہیں پایا جاتا ـــــ مثلاً ڈاکٹر طٰہٰ حسین یہ کہتا ہے کہ قیس کے لیلیٰ سے تعارف کے بارے میں متضاد
روایات پائی جاتی ہیں : ایک یہ کہ یہ تعارف بچپن میں ہی ہوا تھا جبکہ وہ دونوں ابھی چھوٹے تھے ، اور بھیڑ
بکریاں چرایا کرتے تھے ـــــ اور ایک اور روایت یہ بتاتی ہے کہ یہ تعارف بچپن میں نہیں ہوا ۔ بلکہ یوں
ہوا کہ ایک دفعہ لیلیٰ ، کریمہ نامی ایک لڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ۔ مجنوں نے اس کو دیکھا ۔ اور دونوں

کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگئی -

ہمارے خیال میں ان دونوں روایات میں کوئی بڑا تضاد نہیں - اور ان کی توجیہہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ واقعی دونوں جب چھوٹے تھے تو وہ ساتھ ہی اپنے قبیلے کی بھیڑ بکریاں چراتے تھے - اور دونوں کے درمیان کچھ الفت یا ایک گونہ تعلق سا پیدا ہوگیا تھا جیسا کہ خود مجنوں نے کہا ——— پھر لیلیٰ کچھ بڑی ہوگئی اور لڑکوں سے اس کا ملنا جلنا بند ہوگیا جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے - مگر لڑکیوں کے ساتھ بیٹھنے ان سے ملنے جلنے، اور بات کرنے میں تو کوئی پابندی نہیں - ایسے میں ایک دفعہ قیس وہاں سے گزرا تو اس نے لیلیٰ کو ان لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا ——— شروع میں قیس نے لیلیٰ کی طرف توجہ نہیں دی - اور کریمہ ہی کی طرف مائل ہوگیا - کریمہ نے قیس سے رخ پھیرا - مگر لیلیٰ کو ابھی تک بچپن کے دن یاد تھے جبکہ وہ دونوں باتیں کرتے، اکیساتھ بیٹھتے اور باہمی گفتگو کرتے تھے - دل سے لیلیٰ یہ تمنا کرتی تھی کہ کریمہ، قیس سے بات نہ کرے، اور اس سے رخ پھیر لے تاکہ قیس اس کی طرف ہی متوجہ ہوجائے ——— لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے دن جب قیس آیا تو لیلیٰ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی - قیس کو دیکھتے ہی اس نے اس کو گفتگو کرنے کی دعوت دی - اور اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے کہا کہ تم آؤ، اور ایسے شخص سے بات کرو جس کی توجہ کوئی بھی شخص تم سے پھیر نہیں سکتا - (۵۶)

پس یہی ساری باتیں ہیں جو مجنوں کے درج ذیل اشعار سے سمجھی جاسکتی ہیں :-

○○ میں نے لیلیٰ کو اس وقت پسند کیا جبکہ وہ ابھی چھوٹی تھی، اور اس کے پستان نمودار نہیں ہوئے تھے -

○○ ہم چھوٹے تھے اور بھیڑ بکریاں چراتے تھے - اے کاش ہم بڑے نہ ہوئے ہوتے، اور نہ ہی وہ بھیڑ بکریاں (۵۷)

جہاں تک تیسری روایت کا تعلق ہے جس میں یہ کہا گیا کہ لیلیٰ بڑی ادیبہ تھی - عربوں کے ایام جنگ، اور تاریخ کا علم رکھتی تھی (۵۸) تو ہم اس روایت سے انکار کرتے ہیں - کیونکہ یہ روایت بعید از قیاس ہے - اور اس کا من گھڑت ہونا واضح ہے - مگر اس انکار سے مجنوں کے وجود کی حقیقت پر کوئی حرف نہیں آتا -

تضاد کی ایک اور مثال ہے جو ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے دی ہے - وہ یہ کہ لیلیٰ کی شادی قیس سے اس لئے نہیں ہوسکی کہ قیس نے لیلیٰ کا ذکر اپنے اشعار میں کیا تھا ——— پس اس چیز سے ڈاکٹر طٰہٰ حسین کو تعجب ہوتا ہے کہ کیا واقعی ایسا بھی ہوسکتا ہے ؟! - پھر ڈاکٹر طٰہٰ حسین اس لئے شک کرتے ہیں کہ یہی رویہ دوسرے عذری شعراء کے ہاں ملتا ہے جنہوں نے اپنی محبوباؤں کا ذکر اپنی شاعری میں کیا تھا -

ہم کہتے ہیں کہ کیا دوسرے عذری شعراء بھی عرب نہیں تھے - اور ان کے رسم و رواج

ایک دوسرے کے رسم ورواج سے اگر پورے طور پر نہیں ملتے تھے - تو کم از کم ایک دوسرے سے قریب ضرور تھے —
لہذا جب عذری شعرا نے بھی وہی کچھ کیا جو قیس نے کیا، یعنی انہوں نے اپنی محبوباؤں کا ذکر اپنی شاعری میں کیا، تو محبوباؤں کے اہل خاندان کو یہ بات گوارا نہ ہوئی - چنانچہ ان کے مابین دشمنی پیدا ہوئی - ساتھ ہی ان شعراء نے اپنی اپنی محبوباؤں کا تعاقب بھی کیا - جس کی وجہ سے خلیفہ سے ان کی شکایت کی گئی - اور خلیفہ نے ان کا خون بہا دینے کا حکم صادر کر دیا -

اس کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان عاشقوں کی شادی اپنی محبوباؤں سے نہیں ہو سکی کہ لوگ، لڑکی کے بارے میں بدگمان نہ ہو جائیں، اور یہ نہ کہیں کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان شادی سے پہلے کوئی تعلق تھا، تو پھر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں - کیونکہ آج بھی یہ سب کچھ مصری دیہاتوں میں ہوا کرتا ہے، اگرچہ زمان ومکان مختلف ہیں — اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر کسی گاؤں میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ فلاں لڑکا فلاں لڑکی سے محبت کرتا ہے تو پھر گھر والوں کو غصہ آتا ہے - اور کوشش یہ کی جاتی ہے کہ لڑکی کی جلد از جلد کسی دوسرے لڑکے سے شادی کر دی جائے —— اور اگر عاشق لڑکا، لڑکی کا رشتہ مانگے - تو اگر باپ پر دباؤ نہ ڈالا جائے، یعنی ماں، یا خود لڑکی کی طرف سے، تو باپ شادی سے انکار کر دیتا ہے -

اس کے علاوہ ہم اس دشمنی کا ذکر بھی کر سکتے ہیں جو قیس کے گھر والوں، اور لیلیٰ کے گھر والوں کے درمیان پیدا ہو گئی تھی - جس کا ذکر خود قیس نے بھی اپنی شاعری میں کیا ہے — کہتا ہے:-

"لیلیٰ کی محبت کے سلسلے میں میرے سب عزیز و اقارب نے مجھے ملامت کی - یعنی میرے باپ، میرے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور ماموں نے"-

"ان سب لوگوں کا کہنا ہے کہ لیلیٰ کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جن سے ان کی عداوت ہے - آہ! لیلیٰ جیسے دشمن پر میری جان اور مال دونوں قربان ہوں -

"میں دیکھتا ہوں کہ لیلیٰ کے اہل خاندان اسے کسی قیمت پر دینا نہیں چاہتے - اور نہ میرے اہل خاندان اسے میرے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں -

"خدا نے لیلیٰ کو غیروں کی قسمت میں لکھ دیا - اس کا شوق، اور اس سے دوری میرے نصیب میں لکھ دی - (۵۹)

بس یہی دشمنی قیس کی لیلیٰ سے شادی نہ ہو سکنے کی ایک بڑی وجہ بنی -

جہاں تک قیس کو قتل کرنے کے حکم صادر کرنے کا تعلق ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ اس معاملے میں اگرچہ بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ خلیفہ، کسی کو قتل کرنے کا حکم اس کو حقِ دفاع دیئے بغیر صادر کریں، اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات تاریخ اسلامی میں ملتے ہیں:—

طبری اپنی تاریخ میں ہمیں بتاتے ہیں کہ کعب بن اشرف نے حارث کی بیٹی ام فضل کے متعلق اپنے ایک قصیدے میں تشبیب لکھی۔ اس قصیدے میں کعب بن اشرف معرکۂ بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کا مرثیہ کہا — ام فضل کے ساتھ کعب بن اشرف کی یہ تشبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گذری۔ چنانچہ آپ ص نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کو قتل کر دیا گیا (۶۰) — یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کثرت سے اذیت پہنچاتا تھا۔

تاریخ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفۃ المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے شعراء کو یہ دھمکی دے کر خبردار کیا کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی شاعری میں کسی بھی عورت سے اپنے تعلقِ خاطر (تشبیب) کا ذکر کرے گا تو وہ اس کو کوڑوں کی سزا دیں گے (۶۱)

یہ واقعہ بھی ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی رملہ سے تشبیب کی۔ جس کی وجہ سے رملہ کے بھائی یزید کو غصہ آیا۔ (۶۲)

چنانچہ عورت سے تشبیب کرنے والے شاعر کو سزا ملنے کا معاملہ کوئی انوکھا معاملہ نہیں۔ کیونکہ یہ شاعر عورت سے صرف اپنے تعلقِ خاطر ہی کو بیان نہ کرتے تھے۔ بلکہ عورت کا تعاقب بھی کرتے تھے۔ اور اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔

پھر کتاب الأغانی، یا ابوبکر والبی کے دیوان میں، واقعات کا تسلسل، ہمارے خیال میں، نامکمل ہے۔ کیونکہ کسی کا خون بہا دینے کا معاملہ کوئی آسان معاملہ نہیں ہے خواہ حکم صادر کرنے والا خلیفۃ المؤمنین ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ تو کسی کی زندگی کو ختم کرنا ہے۔ اور اس میں عجلت نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ واقعات کا تسلسل ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کہ جب شاعر اپنی شاعری میں اپنی محبوبہ کا ذکر کرتا تھا تو محبوبہ کے متعلقین اس سے غصے میں آجایا کرتے تھے۔ اور سوائے اظہارِ ناراضگی کے اور کچھ نہ کرتے۔ مگر شاعر، عورت سے تشبیب کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اور بعض اوقات وہ اپنی محبوبہ کا تعاقب بھی کیا کرتا تھا۔ جہاں محبوبہ جاتی تھی۔ وہ اس کے پیچھے رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس لڑکی کی بدنامی اور رسوائی ہوجاتی تھی — بعض اوقات محبوبہ کے خاندان والے شاعر کی شکایت خلیفہ سے کر دیتے۔ اور خلیفہ، شاعر کو طلب کرکے اس سے باز پرس کرتے۔ اور

اسے خبردار کرے۔ کہ اگر وہ لڑکی کے تعاقب سے باز نہ آیا تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ یہی وہ تسلسل ہے جو قرین قیاس ہے۔ اور جس کے مطابق شاعر سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

۔۔۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قیس کے متعلق خود ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب الأغانی میں یہ بیان کرتے ہیں کہ جب لیلیٰ قیس سے روپوش ہوگئی تو قیس چھپ چھپ کے، لیلیٰ کے محلے میں جایا کرتا تھا۔ اور ایسے موقع کی تلاش میں رہتا کہ اگر کسی وقت گھر، مردوں سے خالی ہو تو وہ اس میں گھس جائے۔ چنانچہ لیلیٰ کے اہل خاندان نے اس سے تنگ آکر اس کی شکایت خلیفہ سے کی۔ تو خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔(۶۳)

جہاں تک قیس کے وحشی پن، دیوانگی، اور اس کی مدہوشی کا تعلق ہے تو ہم ڈاکٹر طہٰ حسین کی رائے سے متفق ہیں کہ اس معاملے میں بہت مبالغہ سے کام لیا گیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے واقعات اصل قصے میں نہیں، بلکہ الحاقی ہیں۔ اور یہی ہیں الحاقی واقعات جن کے بارے میں ڈاکٹر غنیمی ھلال نے یہ لکھا:۔ "اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مجنون لیلیٰ کے قصے میں ایسے واقعات خلط ملط ہوگئے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور خصوصاً وہ واقعات ایسے ہیں جنہوں نے قیس کے کردار کو صوفیائے کرام کے کرداروں سے قریب تر بنا دیا"۔(۶۴) ــــــــــ دوسری فصل میں اس کے بارے میں بات بالتفصیل کی جائے گی۔

اب ہم ڈاکٹر طہٰ حسین کے آخری نقطے کی طرف آتے ہیں جس کی بنا پر انہوں نے قیس کی حقیقت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ قیس ان خیالی شخصیتوں، یا غیر حقیقی کرداروں میں سے ایک تھا جنہیں عوام اپنی طرف سے ایک خاص خیال کو واضح کرنے، یا زندگی کا کوئی پہلو سمجھانے کے لئے گھڑ لیا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر طہٰ حسین کا دعویٰ ہے کہ یہ سارے عشقیہ افسانے فنِ غزل پر منتج ہیں۔ اور یہ فنِ غزل دورِ جاہلی میں موجود نہیں تھا۔ اور جاہلی دور کے شعراء اس سے واقف تک نہیں تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر طہٰ حسین کے بقول، فنِ غزل اُموی دور ہی میں معرض وجود میں آیا۔ اس نوزائیدہ فنِ غزل کو تقویت دینے کے لئے عوام نے بہت سارے عشقیہ افسانے گھڑ لیئے جن میں مجنون لیلیٰ کا افسانہ بھی شامل ہے۔ اس نقطۂ نظر پر تفصیلی بحث درج ذیل ہے:۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مرد میں عورت کے لیئے ایک فطری میلان پایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورت میں مرد کے لیئے بھی ــ یہ میلان صرف عورت اور مرد ہی میں نہیں، بلکہ جانوروں کے نر اور مادہ میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیئے کہ نر اور مادہ ایک ہی چیز کے دو حصے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کو مکمل کرتا ہے۔ اور زندگی بنانے، اور نسلوں کی حفاظت کرنے میں دونوں شریک ہوتے ہیں ــــ عربوں کا ایک قول ہے:۔ "النساء شقائق الأقوام": عورتیں مردوں کے وجود کا حصہ ہے، یا جیسا کہ اردو میں کہتے ہیں: مرد اور عورت ایک

گاڑی کے دو پہیے ہیں -

شعراء، ادباء، اور فنی صلاحیت رکھنے والے عورتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں - وہ اسے اپنے کارناموں کا موضوع زیادہ بناتے ہیں - اس لیئے کہ یہ لوگ زیادہ حسّاس ہوتے ہیں - اور اپنے فنی و ادبی سلیقے کی بدولت، حسن وجمال سے زیادہ آشنا، اور اس کے زیادہ قدر داں ہوتے ہیں - تو پھر تعجب کی کوئی بات نہیں اگر یہ لوگ عورت کی طرف زیادہ مائل ہو جائیں - اور اس کے بارے میں زیادہ سوچیں -

یہ لوگ [شعراء اور ان کے ہم مشرب] سب لوگوں کی طرح اپنے اسلوب اور انداز بیان میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں - ان میں بے پروا اور بے شرم بھی ہوتے ہیں جو عورت کے بارے میں ایسے خیالات لاتے ہیں جو اخلاقی معیار سے گرے ہوئے ہوتے ہیں - وہ اس کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جو شرمناک ہوتی ہے ——— اور ان میں مہذب اور باحیا بھی ہوتے ہیں جو رسم ورواج اور اخلاقیات کا لحاظ کرتے ہیں - محبوبہ کے بارے میں، یا اس سے ہم کلام ہونے میں ادب کا خیال کرتے ہیں - اور پہلی قسم کے برعکس، اس کے بارے میں بلند خیالات کا اظہار کرتے ہیں -

پس انداز بیان: طریقِ اظہار اور شخصیت کے اس اختلاف سے غزل کی دو قسمیں پیدا ہوئی ہیں - ایک جو عریانی اور فحاشی سے متصف ہے - دوسری جو حیا اور عفت سے عبارت ہے - پہلی قسم کو حسّی غزل کہہ سکتے ہیں - اور دوسری کو معنوی - (۶۵)

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جاہلی دور میں عرب، فنِ غزل کو جانتے تھے - ایسی بات نہیں کہ یہ فن اسلامی دور ہی میں پیدا ہوا ہے جیسا کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب [حدیث الأربعاء] میں کہا ہے کہ غزل کی دونوں قسمیں اسلامی دور کی پیداوار ہیں - کہتا ہے :-

"اموی دور میں عربوں کے ہاں شاعری کے دو اصناف وجود میں آئیں - جو جاہلی دور میں موجود نہیں تھیں - یا کم از کم عرب انہیں اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے - اور ان کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے - پہلی صنف وہ ہے (۶۶) جو خوشحالی، فارغ البالی اور کثرتِ مال کا نتیجہ ہے - اور وہ ہے فنِ غزل - (۶۷)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین دوسری جگہ پر یہ بھی کہتا ہے :-

"ظاہر ہے کہ جاہلی دور میں عرب نہ تو اس فن [فنِ غزل] سے واقف تھے، اور نہ ہی اس کا ذوق رکھتے تھے - اس لیئے کہ ہمیں جاہلی دور کا کوئی ایسا شاعر نہیں ملتا جس نے اپنی شاعری کو فنِ غزل تک، اور اپنی زندگی کو عشق ومحبت تک محدود رکھا ہو - " اس دور میں " غزل دیگر اصنافِ شعر تک رسائی کا ایک ذریعہ، اور ضمنی موضوع تھا - لیکن اموی دور میں ہمیں ایسے شعراء ملتے ہیں جنہوں نے فنِ غزل کو اپنایا - اور صرف غزل ہی

کہی - دوسری اقسام شاعری میں کچھ نہیں کہا - پس وہ نہ مدح کرتے تھے ، نہ ہجو "۔(۶۸)

ڈاکٹر احمد الحوفی نے اپنی کتاب [الغزل فی العصر الجاھلی] میں ڈاکٹر طہٰ حسین کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ جاہلی دور میں عرب، فنِ غزل سے آشنا تھے - ان میں سے ہمیں ایسے شعراء ملتے ہیں جنہوں نے صرف غزل کہی - اپنی زندگی عشق و محبت میں صرف کی - اور ایسے شعراء بھی ملتے ہیں جنہوں نے غزل کو دوسری اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کا ذریعہ، اور ضمنی موضوع نہیں بنایا -(۶۹)

ڈاکٹر طہٰ حسین کی تائید میں ڈاکٹر عزیز فہمی نے اپنی کتاب [المقارنہ بین الشعر الأموی والعباسی] میں اپنی رائے ظاہر کی کہ غزل کی نشوونما اُموی دور میں ہوئی ہے - صرف یہ نہیں ، بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو غزل جاہلی شعراء کے ہاں موجود تھی وہ نر کا مادے سے جنسی تغزّل تھا [غزل الذکر بالأنثیٰ] - کہتا ہے :-

" اگر آپ جاہلی ادب کے چند نمونے یا معلقات میں سے ایک معلقہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جاہلی غزل و نر کا مادے سے جنسی تغزل ہے " - آپ کو انسان کے کوئی غیر جنسی جذبات نظر نہیں آئیں گے - بلکہ ایسا میلان دکھائی دے گا جو انسان اور حیوان میں مشترک ہے " -(۷۰)

ڈاکٹر فہمی نے اپنی بات کی تائید میں حسّی یا فحش غزل کی چند مثالیں دیں ، جن میں سے [امرئُ القیس] کے درج ذیل چند اشعار آپ ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ تمہاری طرح حاملہ اور دودھ پلانی عورت سے بھی میں نے معاشقہ کیا حتیٰ کہ اسے اپنے شیر خوار بچے کی جانب سے غافل کر دیا -

٥٥ جب بچہ اس کی پس پشت روتا - تو وہ اپنے جسم کا آدھا حصہ موڑ کر اس کی طرف کر دیتی تھی - اور بقیہ نصف بلا حرکت کے میرے زیرِ تصرف رہتا تھا -(۷۱)

لیکن ہمیں تعجب ہے کہ ڈاکٹر عزیز فہمی نے [معنوی] غزل سے مثالیں نہیں دیں - وہ عروہ بن حزام ، جو کہ جاہلی دور کا شاعر ہے ،(۷۲) کے درج ذیل اشعار بطور مثال دے سکتا تھا :-

٥٥ عفراء کی محبت میں میرا دل زخمی ہے - اور میری دونوں آنکھیں اس کی محبت میں گریہ کناں ہیں -

٥٥ میرے نزدیک عفراء سب لوگوں سے زیادہ قابلِ محبت ہے حالانکہ وہ کبھی مجھ سے قریب ہوتی ہے - اور کبھی عذابِ فراق دیتی ہے -

٥٥ اے کاش ! ہر دو محبت کرنے والے انسانوں اور حیوانوں کو وصال نصیب ہوتا رہے -

٥٥ پس ہر محبت کرنے والے کی اپنے محبوب سے مراد بر آئے - اور میرا رب ان کی حفاظت کرے تاکہ کوئی انہیں نہ دیکھ پائے "-(۷۳)

ڈاکٹر حسین نصار نے دیوانِ قیس ولبنیٰ کے مقدمے میں اس رائے کی حمایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب، غزل کی دونوں قسموں سے آشنا تھے۔ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ کہتا ہے:۔

"معنوی غزل، یا پاکیزہ غزل کوئی نیا اسلامی فن نہیں۔ بلکہ یہ فن جاہلی دور میں عربوں کے ہاں موجود تھا۔ ایسی بات نہیں کہ یہ فن اسلامی دور میں اپنے عروج پر تھا جبکہ جاہلی دور میں طاقِ نسیان کی زینت تھا۔ بلکہ اس فن کو دونوں ادوار میں بڑا فروغ حاصل تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ اسلامی دور کی اکثر عشقیہ کہانیاں ہم تک پہنچ گئیں، جبکہ جاہلی دور کی عشقیہ کہانیوں کی کثیر تعداد ہم تک نہیں پہنچ پائی"۔(۷۴)

مندرجہ بالا رائے کی حمایت، اور ڈاکٹر طہٰ حسین کی رائے کو رد کرنے والوں میں سے ڈاکٹر یوسف حسین بکار بھی ہے۔ وہ اپنی کتاب [اتجاهات الغزل فی القرن الثالث الهجری] میں کہتا ہے:۔

"معنوی، یا عفیف غزل جاہلی دور میں بھی موجود تھی، اگرچہ وہ مقدار کے اعتبار سے قدرے کم تھی۔ لیکن بہر حال یہ فن اموی دور میں پیدا نہیں ہوا جیسا کہ چند جدید محققین دعویٰ کرتے ہیں۔۔۔۔ لہٰذا جاہلی دور کے ایسے شعرا بھی ملتے ہیں جنہوں نے محبت کی۔ اور ان کے نام ان کی محبوباؤں کے ناموں کے ساتھ مشہور ہوئے ہیں۔ ان میں مرقش اکبر اور اسماء، مرقش اصغر اور فاطمہ، مالک بن صمصامہ اور جنوب، عبد اللہ بن عجلان اور ہند، عمرو بن کعب اور عقیلہ، عبد اللہ بن علقمہ اور حبیشہ، عروہ بن حزام اور عفراء، ان میں سے سب سے زیادہ مشہور نام عنترہ اور عبلہ کے ہیں"۔(۷۵)(۷۶)(۷۷)(۷۸)(۷۹)(۸۰)(۸۱)(۸۲)

مندرجہ بالا عبارات سے ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ جاہلی دور میں عربوں کے ہاں غزل کی دونوں قسمیں موجود تھیں، یعنی حسی اور معنوی غزل، کیونکہ بہر حال عرب بھی انسان تھے۔ دل والے تھے۔ اور محبت بھی کرتے تھے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قبل از اسلام عربوں کی کوئی ایسی اخلاقیات نہیں تھی جو انہیں ان کی محبت اور غزل میں فحاشی اور عریانی کے اظہار سے روک سکتی۔ کیونکہ تاریخ اس کی نفی کرتی ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ۔ اس حدیث سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے بھی اخلاقی اقدار موجود تھیں۔ اور اسلام انہیں مکمل کرنے کے لیے آیا تھا۔

دوسری طرف ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی دور میں فحش کاروں کی موجودگی، اسی دور میں شرفا کی موجودگی کی نفی نہیں کرتی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر ہمیں ہر دور میں دونوں قسم کے لوگ نہ ملتے ۔۔ لہٰذا ہم ڈاکٹر طہٰ حسین کے دعویٰ کو رد کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر غنیمی ھلال کی اس بات کو بھی قبول نہیں کر سکتے جو انہوں نے اپنی کتاب [لیلیٰ والمجنون بین الأدبین العربی والفارسی] میں کہی۔ کہتا ہے:۔

"جاہلی دور میں غزل، لہو ولعب سے عبارت تھی۔ اس میں شعراء اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کوشاں تھے کہ وہ معشوقوں سے جنسی طور پر کس طرح لطف اندوز ہوتے تھے" (۸۳) پس اس بات کی تردید کے لیے ہم وہی بات کہہ سکتے ہیں جو پہلے کہہ چکے ہیں۔ لہٰذا تکرار لاحاصل ہے۔

اب بحث کو زیادہ واضح اور مفید بنانے کے لیے ہم معنوی غزل [الغزل العذری] کی چند خصوصیات بیان کریں گے تاکہ واضح ہو جائے کہ جاہلی دور میں عربوں کی غزل کی خصوصیات وہی رہیں جو اسلامی دور کی غزل میں پائی گئیں۔

۱۔ معنوی غزل کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ شاعر ایسی غزلیں کہیں جن کا واحد موضوع صرف غزل ہو۔ یہ بات اسلامی دور کے شعراء کی طرح جاہلی دور کے شعراء کے ہاں بھی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر عروہ بن حزام کا ایک مشہور [نونیہ] قصیدہ ہے جس کے اشعار کی تعداد تقریباً بیاسی ۸۲ ہے۔ اور اس کے تمام کے تمام اشعار غزلیہ ہیں۔ اسی طریقے سے مفرس بن قرط بن حارث مزنی[۳] کا ایک ایسا قصیدہ ہے جو چھتیس ۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور پورا قصیدہ دل کے پاکیزہ جذبات کے بیان سے عبارت ہے۔ اس میں عاشق کے جذبات بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح حسان بن ثابت کا [مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے] کا ایک قصیدہ ہے جو سترہ ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں غزل عفیف کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں۔ (۸۴)

۲۔ غزل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ قلبی ہو۔ اس میں جنسی، یا جسمانی تقاضوں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اور اگر ہو بھی تو بہت کم، جیسا کہ قیس اور جمیل کی غزلوں میں ہے — یہ نشانی ہمیں اسلامی دور کے شعراء کی طرح جاہلی دور کے چند شعراء کے ہاں بھی ملتی ہے۔ مثلاً مرقش اصغر، جسے فاطمہ بنت منذر سے محبت تھی، کہتا ہے کہ جب فاطمہ کی یاد آتی ہے تو اس کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین اس کے پاؤں تلے متزلزل ہے۔ اس نے فاطمہ کو ساری عورتوں سے افضل سمجھا۔ اور اس کی محبت میں صحرا نوردی کی۔ کہتا ہے:۔

"اس کا دل [فاطمہ] کی یاد سے غافل تھا۔ مگر جب اس کی یاد آئی تو زمین پر اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اور اسے چکر آ گیا۔

"اے فاطمہ! اگر تمام عورتیں ایک شہر میں جمع ہوں۔ اور تو کسی دوسرے شہر میں ہو۔ تو میں دیوانہ وار تیرے ہی پیچھے آؤں گا۔ (۸۵)

عروہ بن حزام اپنی محبت کی بات کرتے ہوئے اپنی اُس اونٹنی کے جذبے کو نہیں بھولتا جس پر وہ سوار ہو کر اپنی محبوبہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہتا ہے کہ اونٹنی اپنے اس بچے کی طرف لوٹنے کی مشتاق ہوئی

جس کا دودھ چھڑا کر اسے اپنے پیچھے چھوڑ آئی تھی جبکہ وہ خود اگلی منزل کا مشتاق تھا، کیونکہ وہ محبوبہ کے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر عروہ بن حزام اپنی عظیم محبت کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ اس عظیم محبت کے بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ یہ پہاڑوں کی برداشت سے بھی باہر ہے۔

○○ میری اونٹنی کی محبت کا محور پچھلی منزل کی طرف ہے جبکہ میری محبت اگلی جانب ہے۔ اس لحاظ سے میں اور وہ مختلف ہیں۔

○○ میں نے عفراء کی محبت کی وجہ سے ایسا بوجھ برداشت کیا جو نہ میرے بس کی بات تھا، اور نہ ہی عظیم الشان پہاڑوں کے لیئے قابل برداشت تھا۔(۸۶)

مندرجہ بالا غزل اور اس سے مشابہ غزل خالص روحانی یا قلبی غزل ہے۔ اس میں نہ تو جسمانی لذت کا کوئی شائبہ ہے اور نہ ہی اس میں، اور قیس و جمیل کی غزل میں کوئی فرق نظر آتا ہے۔ اس کے باوجود جاہلی دور میں معنوی، یا عفیف غزل کے شعرا کے ہاں جسمانی وصف اور لذت کا اثر، اسلامی دور کے تغزلی شعراء کے کلام کی نسبت نہ صرف کم ہے، بلکہ غیر ظاہر اور پوشیدہ بھی ہے۔(۸۷)

اوپر دیئے گئے اشعار پر نظر ڈالیں۔ پھر جمیل کے مندرجہ ذیل شعر پر بھی :-

○○ وہ (بثینہ) کبھی تو گفتگو کی صورت میں ہمیں فیض بخشتی تھی، اور کبھی اپنے لعاب دہن کی لذت سے فیضیاب کرتی تھی۔(۸۸)

یا اس شعر پر !

○○ گویا کہ کستوری کے ٹکڑے اس کی خوشبو میں رچے بسے ہیں۔ اور اس کی کہنیاں اور آستینیں کستوری میں گندھ گئی ہیں

○○ گویا کہ وہ سر تا پا مشک و عنبر سے عبارت ہے۔ اور جس کو وہ ہم آغوش کرتی ہے وہ اس کی آغوش سے یہ خوشبو لے کر اٹھتا ہے۔(۸۹)

یا اس شعر پر !-

○○ اے بثینہ! میں نے صدق دل سے قسم کھائی ہے۔ اور اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تو خدا کرے میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔

○○ اگر تیرے جسم کے علاوہ کسی اور جسم نے مجھے چھوا ہو، اور مجھ سے بے لباس ہو کر اختلاط کیا ہو تو اللہ کرے میں جلدی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں۔ (۹۰)

یا اس شعر پر :-

۰۰ اے حاملِ لعابِ شیریں! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر مجھے تیرے لعابِ دہن سے سیراب نہ کیا جائے تو میں پیاسا اور بیمار ہی رہتا ہوں ! ـ(۹۱)

یا پھر قیس بن ذریح کے درج ذیل شعر پر :-

۰۰ اے سب انسانوں میں سراپا کامل تر ، اور لباس اور بے لباسی ، ہر دو حال میں تمام انسانوں سے حسین تر !

۰۰ وہ نیند میں ڈوبی ہوئی ، اور بیداری کی حالت میں بھی بہترین ہم بستر ہے جسے تم اپنی جانب کھینچ سکو ۔(۹۲)

استاد یوسف حسین بکار مندرجہ بالا اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے :-

" ان اشعار سے یہ مطلب کبھی نہیں نکلتا کہ ہم عفیف غزل کے سلسلے میں تشکیک کا شکار ہو جائیں ، یا اصحابِ کلام کی پاکیزگی کی نفی کر دیں بلکہ ان اشعار کا صرف اس لیئے ذکر کرتے ہیں کہ ہمیں معنوی یا عفیف غزل اور اس کے شعراء کے بارے میں صحیح تصور اور واضح معلومات ہو جائیں ۔ اس لیئے کہ پاکیزہ محبت جسم اور روح کے درمیان ایسی کشمکش سے عبارت ہے جو عاشق کے دل میں پنہاں ایک ایسی رغبت میں بدل جاتی ہے جو معنوی غزل کے شعراء کے جنسی خواہشات سے بلندتر مقام کی حامل ہے ۔(۹۳)

۲۔ پاکیزہ غزل کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ عاشق اپنی ساری زندگی ایک ہی محبوبہ کے عشق میں بسر کر دے ، اور اس سے ترکِ تعلق نہ کرے ۔ نتیجتاً عشق اس کی موت کا سبب بنتا ہے ۔ پس اگر ہم جاہلی دور میں عذری غزل پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ خصوصیت اس میں ، اور اسلامی دور کی غزل میں یکساں ہے ۔ مثال کے طور پر عشق نے مالک بن صمصامہ کو مصیبتوں میں ڈال دیا ، مرقش اصغر کی عقل کو معطل کر دیا یہاں تک کہ اس نے اپنی انگلی کاٹ لی ، اور اسی عشق نے عبداللہ بن عجلان ، مرقش اکبر ، اور عروہ بن حزام کو مار ڈالا ۔

طرفہ بن العبد نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں مرقش کی موت کی طرف اشارہ کیا ہے :-

۰۰ جب اس نے یہ دیکھا کہ اس کی محبت میں وہ بے قرار ہے ، اور یہ کہ اسماء کی محبت لازماً اس کی موت کا سبب بنے گی ۔

۰۰ تو مرقش نے عراق کی سرزمین کو چھوڑ دیا ۔ اور تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر چلا گیا ۔

۰۰ محبت نے اس کا رخ سرو کی جانب کر دیا ۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ اس کی موت سرو ہی میں واقع ہو گی ۔

٥٥ پس میری سلمیٰ سے محبت، مرقش کی اسماء سے محبت کی طرح ہے جس کی ملامت کرنے والیاں کبھی ہوش میں نہیں آتیں۔ [مطلب یہ کہ جس کے جنونِ محبت کی دائمی حالت دیکھ کر ملامت کرنے والیاں ہمہ وقت اس کو برا بھلا کہنے میں مشغول رہتی ہیں۔]

٥٥ مرقش اسماء کی محبت کی وجہ سے ہلاک ہو گیا، اور سلمیٰ کی محبت کی کشمکش کی وجہ سے میں جنون میں مبتلا ہو گیا ہوں۔(۹۴)

قیس بن ذریح نے عروہ بن حزام اور عمرو بن عجلان کی موت کی طرف اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:-

٥٥ اگر میں مر جاؤں تو میری مثال عروہ عذری کی طرح ہے، اور عمرو بن عجلان جیسی ہے جسے ھند نے مار ڈالا تھا۔

٥٥ جو روگ ان دونوں کی موت کا سبب بنا ہے مجھے بھی لاحق ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میری موت کا مقررہ وقت ابھی نہیں آیا۔(۹۵)

مجنوں لیلیٰ نے عروہ بن حزام کے قصے کی طرف مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:-

٥٥ مجھے عروہ عذری پر تعجب ہے کہ اس کا قصہ نسل در نسل عام ہو گیا۔

٥٥ حالانکہ عروہ تو بڑے آرام سے مر گیا تھا، جبکہ میں ہر روز موت کا مزا چکھتا ہوں۔(۹۶)

۴۔ غزل عذری کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ عاشق اپنی محبت کو قضا و قدر سمجھ کر تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ صفت جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار کے شعراء میں مشترک ہے اگرچہ مذہب کی بنا پر دونوں کا نقطۂ نظر مختلف ہے۔ نابغہ ذبیانی نے کہا:-

٥٥ میں نے نعم کو اس وقت دیکھا تھا جب میرے دوست کوچ کرنے کے لیئے عجلت میں تھے۔ اور اونٹوں پر بھی سفر کے لیئے کجاوے کس دیئے گئے تھے۔

٥٥ میرا دل، اس کو اچانک پہلی نظر دیکھتے ہی، بے قرار ہو گیا۔ پس تقدیر نے ہم دونوں کا میل کرا دیا۔(۹۷)

یہ رجحان اسلامی دور کے شعراء کی غزل میں زیادہ نمایاں ہے۔ جمیل بثینہ کہتا ہے:-

٥٥ اس کی محبت کے معاملے میں، میرے ایک رشتہ دار کے بھائی نے مجھے ملامت کی۔ اور وہ یہ

چاہتا تھا کہ ہوش کے ناخن لوں -

٥٥ تو میں نے اس سے کہا کہ اس کی محبت میں جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اللہ نے میری قسمت میں لکھا ہے - پس کیا ہم تقدیرِ الٰہی کو جھٹلا سکتے ہیں - (۹۸)

مجنوں لیلیٰ کہتا ہے :-

٥٥ اے میرے دونوں ساتھیو ! جو کچھ اللہ نے لیلیٰ کی قسمت میں لکھا ہے ، اور جو کچھ میری مقدّر میں رکھا ہے اس کے معاملے میں ، میں بے اختیار ہوں -

٥٥ اللہ نے اسے کسی اور کا نصیب بنا دیا ، اور مجھے اس کی محبت میں مبتلا کر دیا - اے کاش اس نے مجھے لیلیٰ کے علاوہ کسی دوسری آزمائش میں ڈال دیا ہوتا - (۹۹)

۵ - غزل عذری کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ عاشق اپنی معشوقہ کو جمال اور تعظیم کا ایک مقدس لبادہ پہنا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ متأثر و مغلوب ہے - یہ صفت اسلامی دور کے شعراء کے علاوہ جاہلی دور کے شعرا کے ہاں بھی پائی جاتی ہے - عروہ بن حزام کہتا ہے :-

٥٥ تمہاری یاد سے مجھے ایسا اضطراب ہوتا ہے جس کی سرسراہٹ میری جلد اور ہڈیوں کے درمیان محسوس ہوتی ہے -

- جب اچانک وہ مجھے نظر آتی ہے تو میں یوں مبہوت ہو جاتا ہوں کہ مجھے یارائے کلام نہیں رہتا -

٥٥ اور جو خیال اس کے نظر آنے سے پہلے مجھے سوجھا تھا اسے جھٹک دیتا ہوں - اور جو کچھ اس کی غیر موجودگی میں ارادے باندھتا تھا ، فراموش کر بیٹھتا ہوں - (۱۰۰)

عبداللہ بن عجلان کہتا ہے :-

٥٥ میں پہلے ایسی عظیم طاقت اور ہمت کا حامل تھا کہ اگر آسمان کو چھونا چاہتا تو چھو لیتا تھا -

٥٥ اس کی نظروں کے تیر میرے دل میں آکر پیوست ہوئے - اور اگر میں ان سے بچنے کی طاقت رکھتا تو ضرور بچ جاتا - (۱۰۱)

اب اگر ہم اسلامی دور کے شعراء کی غزل کا مطالعہ کریں تو یہی خصوصیت ملے گی - اور ہمیں عشاق معشوقوں کے سامنے بے بس نظر آئیں گے - جمیل بثینہ کہتا ہے :-

٥٥ تو ہی وہ ہستی ہے جو چاہے تو میری زندگی کو اجیرن بنا دے - اور اگر چاہے تو اللہ کی

ذات کے بعد میرے دل کو راحت بخشے ۔(۱۰۲)

ابو صخر ہذلی کہتا ہے :-

ٓٓ قسم ہے اس ذات کی، جس نے ہنسی اور آنسو دیئے۔ اور جس نے زندگی اور موت بخشی، اور جس کا حکم ہی حکم حقیقی ہے ۔

ٓٓ کتنی ہی دفعہ میں اس کے پاس یہ ارادہ لے کر آتا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں اسے ہمیشہ کے لیئے چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے دل لگالوں گا ۔

ٓٓ مگر جوں ہی اس کو دیکھتا ہوں ، مبہوت ہو جاتا ہوں ، اور مجھے برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔

ٓٓ اور جس صورت حال میں ، میں نے اس سے جدائی اختیار کی تھی ، ایسے فراموش کر بیٹھتا ہوں ———— جیسے کہ شراب شرابی کے ہوش و حواس گم کر دیتی ہے۔(۱۰۳)

جب ہم اموی دور تک پہنچتے ہیں جس میں لیلیٰ اور مجنوں زندہ تھے تو ہمیں اس عہد میں غزل عذری کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ دین اسلام نے آکر جذبوں کو مہذب بنایا ۔ اور لوگوں کو عفت و شرافت کی جانب مائل کیا ۔ چنانچہ اس دور میں غزل عذری زیادہ ابھر کر سامنے آئی ۔ اور بڑے پیمانے پر اس کا چرچا ہوا ۔ لہٰذا اس دور میں غزل کے کافی شعراء ملتے ہیں جنہوں نے محبت کی ، عشق کیا ، اور غزل عذری کہی۔ مثال کے طور پر جمیل و بثینہ یا بُثَن جیسا کہ جمیل کو اسے اس نام سے بلانا پسند تھا ، قیس بن ذریح اور لبنیٰ ، اور پھر قیس بن ملوح اور لیلیٰ عامریہ جو مشہور نام ہیں اور زیر نظر مقالے کا موضوع ہیں ۔

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ غزل اپنی دونوں قسموں ، یعنی حسّی اور معنوی ، کے ساتھ اموی دور میں پیدا نہیں ہوئی ۔ بلکہ یہ دونوں اقسام جاہلی دور میں معرض وجود میں آئیں ، پھر ان کی زیادہ شہرت اسلامی دور میں ہوئی ۔ بلکہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ دونوں اقسام جاہلی دور میں بھی زیادہ مشہور تھیں ۔ مگر ان کے نمونے ہم تک کم پہنچے ہیں جیسا کہ عام طور پر شاعری اور ادب کے معاملے میں ہوا کہ جاہلی دور کی شاعری اور ادب ہم تک کم پہنچا ہے ۔

لہٰذا ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی جانب سے مجنوں و لیلیٰ کے وجود کی نفی کے کوئی معنیٰ نہیں رہتے ۔ اس لیئے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے انکار کا دارومدار اس بات پر تھا

کہ یہ سب عشقیہ کہانیاں ، راویوں کی قوّتِ متخیلہ کا کرشمہ تھیں جو پاکیزہ غزل اور پاکیزہ عشقیہ کہانیوں کی نشوونما کے لیۓ ضروری تھا -

اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے قیس بن ذریح کی موجودگی سے کلیتہً انکار نہیں کیا۔[۱۰۴] حالانکہ قیس بن ذریح کے قصے میں ایسے واقعات بھی ہیں جو اس کے وجود سے [خود ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے نظریے کے مطابق] انکار کا باعث بن سکتے ہیں جیسا کہ قیس بن ملوّح [مجنون لیلیٰ] کی کہانی میں بھی پاۓ جاتے ہیں -

حواشی

۱- ابن قتیبہ ۔ ان کا نام عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری تھا ۔ بغداد میں سن ۲۱۳ھ/۸۲۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور بغداد ہی میں فوت ہوئے : ۲۷۶ھ/۸۸۹ء -

۲- ابن قتیبہ - الشعر والشعراء - بیروت - لبنان -

۳- ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن أحمد بن ہیثم بن عبد الرحمٰن بن مروان بن عبداللہ بن مروان بن محمد بن مروان بن حکم بن أبی عاص بن أمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف، قبیلۂ بنو امیہ سے تعلق رکھتا تھا - اصفہان میں سن ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا تھا - شیعہ تھا - اس کی کئی تصنیفات ہیں جن میں کتاب الأغانی شامل ہے - ۱۴، ذی حجہ سن ۳۵۶ھ میں فوت ہوا -

مقدمۂ کتاب الأغانی - صفحہ ۱۵، ۳۰ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۴- نام ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب بن فزارۃ لیثی کنانی تھا - سن ۱۵۹ھ میں پیدا ہوا تھا اور ۲۵۵ھ میں فوت ہوا - جاحظ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے کتاب البخلاء اور کتاب البیان والتبیین زیادہ مشہور ہیں -

۵- جاحظ سن ۲۵۵ھ میں فوت ہوا - اور ابو الفرج سن ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا -

۶- جاحظ نے مجنون لیلیٰ کا ذکر اپنی کتاب البیان والتبیین کی جلد دوم کے صفحہ ۹۰ میں کیا ہے -

جاحظ - البیان والتبیین - جلد دوم - صفحہ ۹۰ - بیروت - لبنان -

۷- اس کے حالات زندگی کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ملتیں - مگر یہ دوسری صدی ہجری کے اواخر، اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں زندہ تھے - دیوان مجنون لیلیٰ کے محقق عبد الستار أحمد فراج نے دیوان کے مقدمے میں یہ لکھا ہے : ((میں سمجھتا تھا کہ ابوبکر والبی کوئی خیالی شخص تھا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں - مگر ابو علی قالی کی کتاب الأمالی کی جلد دوم صفحہ ۱۲۶ میں ایک روایت ہے جس کے سند میں ابوبکر والبی کا نام شامل ہے - - - - اس سند

سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یہ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں زندہ تھے ۔

عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۸ - قاہرۃ - مصر ۔

۸- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۱ - قاہرہ مصر ۱۹۲۷ء -

۹- مشہور مصری ادیب اور نقاد ڈاکٹر طٰہٰ حسین

۱۰- ریاشی علم نحو وصرف کا بڑا عالم تھا - اس نے أصمعی سے پڑھا ، اور روایت بھی کی - سن ۲۵۷ھ میں قتل کیا گیا ہے ۔

ابن خلکان - وفیات الأعیان - جلد سوم - صفحہ ۲۷

۱۱- أصمعی کا نام عبدالملک بن قریب بن عبدالملک بن علی بن أصمع تھا - بصرہ میں سن ۱۲۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور خلیفہ مامون رشید کے دور خلافت میں سن ۲۱۷ھ میں فوت ہوئے - یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سن ۲۱۳ھ / ۸۳۰ء میں فوت ہوئے -

امام ضیاء الدین مقدسی - المنتقی من اخبار الأصمعی - صفحہ أ - ط اول - دمشق ۱۹۳۶ء :

۱۲- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۳ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۳- ایضاً صفحہ ۲

۱۴- ایضاً صفحہ ۳۶۲

۱۵- ابن الکلبی کوفہ شہر سے تعلق رکھتے تھے - ان کا نام ابو المنذر ہشام بن الکلبی تھا اور عرب کے نسب کے بارے میں کافی علم رکھتے تھے - سن ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ بمطابق ۸۱۹ء یا ۸۲۱ء میں فوت ہوئے ۔

۱۶- ابوالفرج اُصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۴ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء۔

۱۷- ایضاً - صفحہ ۸

۱۸- ایضاً - صفحہ ۸

۱۹- ایضاً - صفحہ ۹

۲۰- ایضاً - صفحہ ۹

۲۱- ابن خلکان - وفیات الأعیان - جلد أول - صفحہ ۲۵۴-
اور سیرۃ أعلام النبلاء - ذہبی - جلد چہارم - صفحہ ۱۹۷ - طبع چہارم - بیروت ۱۹۸۶ء۔

۲۲- ابوحیہ نمیری: اس کا نام ہیثم بن ربیع بن زرارہ تھا - اُموی دور کے اواخر اور عباسی دور کے اوائل میں زندہ تھا - وہ ذہنی عدمِ توازن کا شکار تھا - سنہ ۱۷۰ھ کے بعد فوت ہوا -
محمد بن شاکر الکتبی - فوات الوفیات - جلد چہارم - صفحہ ۲۴۲ - بیروت - ۱۹۷۴ء۔

۲۳- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء۔

۲۴- ایضاً - صفحہ ۴

۲۵- ایضاً - صفحہ ۶ - اور عبدالستار فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۱ -
قطعہ ۲۹۳ - قاہرۃ - مصر -

أَخَذَتْ مَحَاسِنَ كُلِّ مَا :: ضَنَّتْ مَحَاسِنُهُ بِحُسْنِهِ
كَادَ الْغَزَالُ يَكُونُهَا :: لَوْلَا الشَّوَى وَنُشُوزُ قَرْنِهِ

۲۶- ایضاً - صفحہ ۱۰ -

۲۷- ایضاً - جلد ۱۸ - صفحہ ۱۶۱ -

۲۸- ایضاً - جلد ۹ - صفحہ ۱۹ -

۲۹- ایضاً - جلد دوم - صفحہ ۴ -
اور مجنون لیلیٰ - محمد سعید رسلان - صفحہ ۳۲ - قاہرۃ - ۱۹۸۲ء -

۳۰- یہ بھی بنی عامر سے تعلق رکھتا تھا -
بہ حوالہ: عبدالستار احمد فراج - مقدمہ دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۶ - قاہرہ -

۳۱- أَلَا أَيُّهَا الْقَلْبُ الَّذِى لَجَّ هَائِمًا :: بِلَيْلَىٰ وَلِيدًا لَمْ تُقَطَّعْ تَمَائِمُه
أَفِقْ قَدْ أَفَاقَ الْعَاشِقُونَ وَقَدْ أَنَىٰ :: لَكَ الْيَوْمَ أَنْ تَلْقَىٰ طَبِيبًا تُلَائِمُه

بہ حوالہ: عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۳۸ - قطعہ ۲۳۷ - قاہرہ -

۳۲- أَلَا طَالَمَا لَاعَبْتُ لَيْلَىٰ وَقَادَنِي :: إِلَىٰ اللَّهْوِ قَلْبٌ لِلْحِسَانِ تَبُوعُ
وَطَالَ امْتِرَاءُ الشَّوْقِ عَيْنِي كُلَّمَا :: نَزَفْتُ دُمُوعًا تَسْتَجِدُّ دُمُوعُ
فَقَدْ طَالَ إِمْسَاكِي عَلَىٰ الْكَبِدِ الَّتِي :: بِهَا مِنْ هَوَىٰ لَيْلَىٰ الْغَدَاةَ صُدُوعُ

عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۹۳ - قطعہ ۱۸۰ - قاہرۃ - مصر -

۳۳- لَوْ أَنَّ الدُّنْيَا وَمَا عُدِلَتْ بِهِ :: سِوَاهَا وَلَيْلَىٰ بَائِنٌ عَنْكَ بَيْنُهَا
لَكُنْتَ إِلَىٰ لَيْلَىٰ فَقِيرًا وَإِنَّمَا :: يَقُودُ إِلَيْهَا وُدَّ نَفْسِكَ حَيْنُهَا

عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۷۰ - قطعہ ۲۷۹ - قاہرۃ - مصر -

۳۴- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۶ ، ۷ - قاہرۃ - مصر

۳۵- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

٣٦- ابن خلكان - وفيات الأعيان - جلد اول - صفحه ٢٥٣ -

٣٧- ڈاکٹر طہ حسین - من تاریخ الأدب العربی - صفحه ٢٨٥، ٢٨٦ - ط أول - بیروت - ١٩٧٠ء -

(ماذا تقولُ في رجلٍ لا يتفق الناس على إسمه و لا على نسبه ولا على الخطوب التي امتلأت بها حياته ؟ وإنما يختلفون في ذلك الإختلاف كلّه ، بل ماذا تقول في رجل لايتفق الرواة على أنه وجد ،ولا يروون ما يضاف اليه من الأخبار إلا متحفظين ؟ بل ماذا تقول في رجل يريد أبو الفرج الاصبهاني أن يروى أخباره لأنّ شروط كتابه تضطره إلى ذلك ؟،فيعلن ويبالغ في الإعلان أنه يخرج من عهدة هذه الأخبار ويتبرأ منها ،ويضيف هذه العهدة إلى الرواة الذين ينقل عنهم ٠ وأنت تعلم أن الرواة العرب - لا نتحدث الآن عن رواة السنة وإنما نذكر رواة القصص والسِّيَر - لم يكونو يتشددون في الاحتياط ،ولا يبالغون في الحذر ، وكثيراً ما كانوا يروون غير الصحيح ،ويثبتون غير الحق ،فإذا كانوا على هذا الإهمال ، والضعف ينكرون وجود قيس بن الملوح ،أو يشكّون فيه ، أو لا يتفقون على اسمه وصفته وصروف حياته ،أفلا يكون من الحق علينا أن نتحفظ كما تحفظوا ، ونشكّ على نحو ما شكّوا ؟)

٣٨- ایضاً - صفحه ٢٨٧ -

٣٩- ایضاً - صفحه ٢٨٧ -

٤٠- ایضاً - صفحه ٢٨٩ -

٤١- ایضاً - صفحه ٢٩٠ -

٤٢- ایضاً - صفحه ٢٩٠ -

٤٣- ایضاً - صفحه ٢٩٠ -

٤٤- ايضاً - صفحه ٢٩٠ -

٤٥- ايضاً - صفحه ٢٩١ -

٤٦- ايضاً - صفحه ٢٧٧، ٢٨٥ -

٤٧- ايضاً - صفحه ٢٩٥ -

(أنا لا أفهم الأدب العربيّ كما كان يفهمه القدماء ، وكما لا يزال يفهمه أنصارُ القديم من أدب اليوم ، .... وإنّما أفهم الأدبَ العربي وأحكمُ على ظواهره كما ينبغي أن يفهمه ويحكم على ظواهره رجلٌ يعيش في القرن العشرين ...... فليس عليه لومٌ ولا جناحٌ إذا لم يستطع أن يأخذ روايات القدماء كلّها على أنها نقدٌ رائجٌ كما يقول الفرنسيون ، ولا أن يصدق هذه الروايات ، لا لشيءٍ إلّا لأنّ الثّقات قد رووها ، فهو يعتقد أنّ هؤلاء الثقات قد يخطئون في الرواية ، وقد يخطئون في الفَهْم ، وقد يكون من الحق أنهم عاشوا في عصرهم دون أن يفهموه ، كما يعيش كثيرٌ منّا في عصرنا دون أن يفهموه .) .

٤٨- ايضاً - ٢٩٠ -

(أظنّ أنّ هذا كلّه يكفي لِلشكّ في شخصيةِ المجنون ، وإن لم يكفِ لإنكارِ هذه الشّخصية)

٤٩- ايضاً - ٢٨٨ -

(وفي الحق أنّ شعراً كثيراً يُنسَبُ إلى المجنون وليس مِنَ المجنونِ في شيءٍ ، وإنّما قالَهُ شعراءُ آخرون لَمْ يكونوا مَجانينَ ولَمْ يَعبَثْ بِهِمُ الحُبُّ عَبَثَهُ بِهذا المجنون)

٥٠- ايضاً - ٢٨٥ -

(وأزعمُ أنّ قيساً بن الملوّح خاصةً إنّما هُوَ شَخصٌ مِن هؤلاء الأشخاصِ الخياليّين الّذين تخترعُهم الشعوبُ لِتمثيلِ فِكرةٍ خاصةٍ أو نَحْوٍ خاصٍ مِن أنحاءِ الحياة .)

٥١ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۴ - قاهرة - مصر -

٥٢ - ڈاکٹر طٰہٰ حسین - من تاریخ الأدب العربی - صفحہ ۳۹۱ - ط - أول - بیروت - ۱۹۷۰ء -

٥٣ - عبدالستار احمد فراج - مقدمۂ دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۳ - قاهرة - مصر -

٥٤ - ڈاکٹر طٰہٰ حسین - من تاریخ الأدب العربی - صفحہ ۳۸۸ - ط - أول - بیروت - ۱۹۷۰ء

٥٥ - جیسا کہ عبدالستار احمد فراج نے کیا - اس نے ان سارے اشعار کو جمع کیا جو مجنون کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں - ان پر تحقیق کی ، اور دیوان مجنون لیلیٰ بنادیا -

٥٦ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۲ - قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

٥٧ - عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۲۸ - قطعہ ۲۳۶ - قاهرة - مصر -

تَعَلَّقْتُ لَيْلَىٰ وَهِيَ ذَاتُ ذُؤَابَةٍ :: وَلَمْ يَبْدُ لِلْأَتْرَابِ مِنْ ثَدْيِهَا حَجْمُ
صَغِيرَيْنِ نَرْعَىٰ الْبَهْمَ يَا لَيْتَ أَنَّنَا :: إِلَىٰ الْيَوْمِ لَمْ نَكْبُرْ وَلَمْ تَكْبُرُ الْبَهْمُ

٥٨ - ابوالفرج الأصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۵، ۲۶ - قاهرة - مصر -

٥٩ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۶ - قطعہ ۳۱۱ - قاهرة - مصر -

لَقَدْ لَامَنِي فِي حُبِّ لَيْلَىٰ أَقَارِبِي :: أَبِي وَابْنُ عَمِّي وَابْنُ خَالِي وَخَالِيَا
يَقُولُونَ لَيْلَى أَهْلُ بَيْتِ عَدَاوَةٍ :: بِنَفْسِيَ لَيْلَىٰ مِنْ عَدُوٍّ وَمَالِيَا
أَرَىٰ أَهْلَ لَيْلَىٰ لَا يُرِيدُونَنِي لَهَا :: بِشَيْءٍ وَلَا أَهْلِي يُرِيدُونَهَا لِيَا
قَضَىٰ اللَّهُ بِالْمَعْرُوفِ مِنْهَا لِغَيْرِنَا :: وَبِالشَّوْقِ وَالْإِبْعَادِ مِنْهَا قَضَىٰ لِيَا

٦٠ - ابن جریر الطبری - تاریخ الطبری - جلد دوم - صفحہ ۳۸۸ - مصر ۱۹۶۳ء - اور

ابن الأثیر - الکامل فی التاریخ - جلد دوم - صفحہ ۱۴۳- بیروت - ۱۹۷۹ء -

۶۱ - ڈاکٹر أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ۱۸ - ط. سوم - قاهرة - ۱۹۷۲ء -

۶۲ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد ۱۶ - صفحہ ۳۴ - قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

۶۳ - ایضاً - صفحہ ۲۶ - جلددوم -

۶۴ - ڈاکٹر: محمد غنیمی هلال - لیلیٰ والمجنون فی الأدبین العربی والفارسی - صفحہ ۷ - بیروت ۱۹۸۰ء

۶۵ - "معنویاتی غزل کو "عذری غزل" کہہ سکتے ہیں اور قبیلہ "بنی عذرہ" سے منسوب ہے - یہ قبیلہ عربوں کا ایک قبیلہ تھا جس کی عورتوں کو خوبصورتی، اور اس کے مردوں کو پاکدامنی کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی - مگر جہاں تک حسیاتی غزل کا تعلق ہے تو یہ فنِّ غزل کی ایک قسم ہے جس میں شاعر اکثر عورت کے جسم کی توصیف کرتا ہے - ایسی غزل میں جسمانیت اور شہوانیت کے جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں -

۶۶ - دوسری قسم یا صنف وہ ہے سیاسی شاعری -

۶۷ - ڈاکٹر طٰہٰ حسین - حدیث الأربعاء - جلد دوم - صفحہ ۱۵ - قاهرة - مصر - ۱۹۲۶ء

"نشأ عند العرب في عصر بني أمية نوعان من الشعر لم يكن قد ألفهما الجاهليون، أو على أقل تقدير لم يكن الجاهليون قد أحسنوا فهمهما والعناية بهما، الأول نشأ عن حياة الترف والغنى والثروة، وهو الغزل"

۶۸ - ایضاً - صفحہ ۱۶ -

{ ومن الظاهر أن الجاهليين لم يعرفوا هذا الفن، ولم يتذوقوه، فلسنا نعرف في العصر الجاهلي شاعراً قَصَرَ شِعْرَهُ على الغزل، وحياته على الحبّ والغرام. وإنما كان

الغزلُ كغيره من فنون الشعر ،كان وسيلةً إلى غيرِه من فنون الشعر .
لكننا نرىٰ في عصر بني أمية شعراء يتخذون الغزل لنفسه صناعةً وفناً مختاراً ،
لايتكلفون لغيره ولا يُعنون بسواه ،فهم لايمدحون ولا يهجون.)

٦٩- ڈاکٹر: أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ١٥٧ - ط. سوم - قاهرة - ١٩٧٢ء -

٧٠ - ڈاکٹر: عزیز فہمی - المقارنۃ بین الشعر الأموی والعباسی - صفحہ ٧١ - قاہرہ - ١٩٧٩ء -
(إذا تصفحت مجموعة من مجموعات الأدب الجاهلي أو قرأت معلقةً من المعلقات فسترى
أن الغزل الجاهليّ هو غزلُ الذكر بالأنثى . لن تجد عاطفة من عواطفِ "الانسان" ،بل ستجد
حساً يشترك فيه الإنسانُ والحيوانُ)

٧١ - ایضاً - صفحہ ٧٢ -

فَمِثْلِكِ حُبْلَىٰ قَدْ طَرَقْتُ وَمُرْضِــعٍ	::	فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِی تَمَائِمَ مُحْوِلِ
إِذَا مَا بَكَىٰ مِنْ خَلْفِهَا انْصَرَفَتْ لَهُ	::	بِشِقٍّ،وَتَحْتِي شِقُّهَا لَمْ يُحَـوَّلِ

٧٢ - عروہ بن حزام ان شعراء میں سے تھا جن کی عمر کا ایک حصہ جاہلیت میں گذرا،
اور دوسرا حصہ اسلام میں - اس کا پورا نام عروۃ بن حزام بن مصاہر تھا - وہ
"عذری یا معنویاتی غزل" کا شاعر تھا - سنہ ٣٠ھ یا ٢٨ھ میں فوت ہوا تھا -
بحوالہ محمد بن شاکر الکتبی - فوات الوفیات - جلد دوم صفحہ ٢٠٣ - بیروت -
اور ڈاکٹر: أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ٢٠٨ - ط. سوم - قاهرة - ١٩٧٢ء -

٧٣ - ڈاکٹر: أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ١٩٤ - ط. سوم - قاهرة - مصر - ١٩٧٢ء -

عَلَى كَبِدِي مِنْ حُبِّ عَفْرَاءَ قُرْحَـةٌ	::	وَعَيْنَـاىَ مِنْ وَجْدٍ بِهَا تَكِفَانِ
فَعَفْرَاءُ أَرْجَى النَّاسِ عِنْدِي مَوَدَّةً	::	وَعَفْرَاءُ عَنِّي الْمُعْرِضُ الْمُتَدَانِي
فَيَا لَيْتَ كُلَّ اثْنَيْنِ بَيْنَهُمَا هَـوًى	::	مِنَ النَّاسِ وَالْأَنْعَامِ يَلْتَقِيَـانِ
فَيَقْضِي حَبِيبٌ مِنْ حَبِيبٍ لُبَانَـةً	::	وَيَرْعَاهُمَا رَبِّي فَلَا يُرَيَـانِ

٧٤ - ڈاکٹر: حسین نصار - قیس ولبنیٰ شعرو دراسۃ - صفحہ ١٠ - قاہرۃ - مصر - ١٩٧٩ء -
(الحبُّ العذرى أو الغزل العفيف ليس فناً اسلامياً جديداً ،بل هو فنٌّ عرفه الجاهليون
وليس فناً ازدهر في الإسلام على حين كان ذاوياً في الجاهلية ،بل كان ريانَ مثمراً في

العصرين ، ولكن القِصَصِ الإسلامية عَرَفَتْ طريقها إلينا على حين أَخْطَأْنَا الطريقَ الى القصص فى الجاهلية ۰)

۷۵ - مرقش اکبر کا نام عمرو بن سعد بن مالک بن ضبیعۃ بکری تھا - مرقش اس کا لقب تھا - اور یہ مرقش اصغر کا چچا تھا - جاہلی دور کا بڑا شاعر تھا - سن ۵۵۲ء میں فوت ہوا -

۷۶ - مرقش اصغر کا پورا نام ربیعہ بن سفیان بن سعد بن مالک بن ضبیعہ بکری تھا - جاہلی دور کا شاعر تھا -

۷۷ - مالک بن صمصامہ : وہ مالک بن صمصامہ بن سعد جعدی ہے - اور قبیلۂ عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتا ہے - وہ ایک بدو شاعر تھا اور جنوب بنت محص نامی ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا - اور اس کے بارے میں شاعری کہتا تھا -

۷۸ - عبداللہ بن عجلان بن عبد الأحب بن عامر نہدی ہے اور قبیلۂ قضاعہ سے تعلق رکھتا ہے - دورِ جاہلی میں شاعر اور عاشق بھی تھا - ھند نامی ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا - سنہ ۵۷۴ء میں فوت ہوا -

۷۹، ۸۰ : عمرو بن کعب ، اور عبداللہ بن علقمہ ، دونوں دورِ جاہلی کے شاعر تھے -

۸۱ - عنترہ کا پورا نام عنترہ بن عمرو بن شداد عبسی تھا - جاہلی دور میں عربوں کا بڑا جنگجو تھا اور بڑا شاعر بھی تھا - سنہ ۶۱۵ء میں فوت ہوا -

بہ حوالہ : عبدالعظیم قناوی - الوصف فی العصر الجاهلی - صفحہ ۲۰۹ ، ۱۳۶ ، ۱۳۶ - ط - اول - قاہرہ ۱۹۴۹ء

۸۲ - یوسف حسین بکار - اتجاهات الغزل فی القرن الثانی الهجری - صفحہ ۱۷ ، ۱۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۷۱ء -

وُوُجِدَ الغَزَلُ العفيف في الجاهليّة وَإن كان أقل مما كان عليه عند عذريي الأمويين ، إذْ هو ليس وليد العصر الأموى كما يذهب عددٌ من الدارسين المعاصرين ..... عرف العصرُ الجاهلي جماعةً من المُتَيَّمِينَ الذين اقترنت أسماؤهم بمحبوباتٍ معيناتٍ من مثل المُرَقِّش الأكبر وأسماء ، المرقّش الأصغر وفاطمة ، مالك بن الصمصامة وجنوب ، عبد الله بن العجلان وهند ، عمرو بن كعب وعقيلة ، عبد الله بن علقمة وحبيشة ، عروة بن حزام وعفراء ، وكان أكثرهم شهرة عنترة وعبلة .)

٨٣ - ڈاکٹر : محمد غنيمى هلال - ليلى والمجنون فى الأدبين العربي والفارسى - صفحه ١٨ - بيروت - ١٩٨٠ء -

٨٤ - ڈاکٹر : أحمد الحوفى - الغزل فى العصر الجاهلى - صفحه ١٨٩ - قاهره - ١٩٧٢ء -

٨٥ - ابن قتيبه - الشعر والشعراء - صفحه ٥٦ - بيروت - لبنان .

صَحَا قَلْبُهُ عَنْهَا خَلَا أَنَّ رَوْعَةً :: إِذَا ذُكِرَتْ دَارَتْ بِهِ الأَرْضُ قَائِمَا

أَفَاطِمَ لَوْ أَنَّ النِّسَاءَ بِبَلْدَةٍ :: وَأَنْتِ بِأُخْرَى لَاتَّبَعْتُكِ هَائِمَا

٨٦ - ابو الفرج أصفهانى - كتاب الأغانى - جلد ٢٠ - صفحه ١٩٩ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

هَوَى نَاقَتِي خَلْفِي ، وَقُدَّامِيَ الْهَوَى :: وَإِنِّي وَإِيَّاهَا لَمُخْتَلِفَانِ

تَحَمَّلْتُ مِنْ عَفْرَاءَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ :: وَلَا لِلْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ يَدَانِ

٨٧ - ڈاکٹر : أحمد الحوفى - الغزل فى العصر الجاهلى - صفحه ١٥٥ - قاهرة - ١٩٧٢ء -

٨٨ - بحواله ڈاکٹر : أحمد الحوفى - الغزل فى العصر الجاهلى - صفحه ٢٠٠ - قاهرة - مصر - ١٩٧٢ء

تَجُودُ عَلَيْنَا بِالْحَدِيثِ وَتَارَةً :: تَجُودُ عَلَيْنَا بِالرُّضَابِ مِنَ الثَّغْرِ

٨٩ - ايضاً -

كَأَنَّ فَتِيتَ الْمِسْكِ خَالَطَ نَشْرَهَا :: تُعَلُّ بِهِ أَرْدَانُهَا وَالْمَرَافِقُ

تَقُومُ إِذَا قَامَتْ بِهِ مِنْ فِرَاشِهَا :: وَيَغْدُو بِهِ مِنْ حِضْنِهَا مَنْ تُعَانِقُ

٩٠ - ایضاً -

حَلَفْتُ يَميناً يَا بُنَيْنَةَ صَادِقاً :: فَإِنْ كُنتُ فِيهَا كَاذِباً فَعَمِيتُ

إِذَا كَانَ غَيرُ جِلْدِكِ مَسَّنِي :: وَبَاشَرَنِي دُونَ الشِّعَارِ شَرِيتُ

٩١ - ایضاً -

أَلَمْ تَعْلَمِي يَا عَذْبَةَ الرِّيقِ أَنَّنِي :: أَظَلُّ إِذَا لَمْ أُسْقَ رِيقَكِ صَادِيَا

٩٢ - ایضاً -

يَا أَكْمَلَ النَّاسِ مِنْ قَرْنٍ إِلَى قَدَمٍ :: وَأَحْسَنَ النَّاسِ ذَا ثَوْبٍ وَعُرْيَانَا

نِعْمَ الضَّجِيعُ بُعَيْدَ النَّوْمِ تَجْلِبُهُ :: إِلَيْكَ مُمْتَلِئاً نَوْماً وَيَقْظَانَا

٩٣ - یوسف حسین بکّار - اتجاهات الغزل فی القرن الثانی الهجری - صفحہ ٢٣ - قاهرة - مصر - ١٩٧١ء -

٩٤ - ڈاکٹر أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ٢٠٠ - قاهرة - ١٩٧٢ء - اور دیوان طرفہ بن العبد - صفحہ ١١٩ - بیروت - لبنان - ١٩٦١ء -

فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَا قَرَارَ يُقِرُّهُ :: وَأَنَّ هَوَى أَسْمَاءَ لَابُدَّ قَاتِلُهْ

تَرَحَّلَ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ مُرَقِّشٌ :: عَلَى طَرَبٍ تَهْوِي سِرَاعاً رَوَاحِلُهْ

إِلَى السَّرْوِ أَرْضٍ سَاقَهُ نَحْوَهَا الْهَوَى :: وَلَمْ يَدْرِ أَنَّ الْمَوْتَ بِالسَّرْوِ غَائِلُهْ

فَوَجْدِي بِسَلْمَى مِثْلُ وَجْدِ مُرَقِّشٍ :: بِأَسْمَاءَ إِذْ لَا تَسْتَفِيقُ عَوَاذِلُهْ

قَضَى نَحْبَهُ وَجْداً عَلَيْهَا مُرَقِّشٌ :: وَعُلِّقْتُ مِنْ سَلْمَى خَبَالاً أُمَاطِلُهْ

٩٥ - ڈاکٹر حسین نصار - دیوان قیس ولبنیٰ - صفحہ ٤٤ - قاهرة - مصر - ١٩٧٩ء -

وَفِي عُرْوَةَ الْعُذْرِيِّ إِنْ مِتُّ أُسْوَةٌ :: وَعَمْرُو بْنُ عَجْلَانَ الَّذِي قَتَلَتْ هِنْدُ

وَبِيَ مِثْلُ مَا مَاتَا بِهِ غَيْرَ أَنَّنِي :: إِلَى أَجَلٍ لَمْ يَأْتِنِي وَقْتُهُ بَعْدُ

٩٦ - بحوالہ ڈاکٹر أحمد الحوفی - الغزل فی العصر الجاهلی - صفحہ ٢٠١ - قاهرة - مصر - ١٩٧٢ء -

عَجِبْتُ لِعُرْوَةَ الْعُذْرِيِّ أَضْحَى :: أَحَادِيثاً لِقَوْمٍ بَعْدَ قَوْمِ

وَعُرْوَةُ مَاتَ مَوْتاً مُسْتَرِيحاً :: وَهَا أَنَا مَيِّتٌ فِي كُلِّ يَوْمِ

۹۷- ایضاً - ۲۰۱ - اور دیوان نابغہ ذبیانی - صفحہ ۴۸ - بیروت - ۱۹۶۰ء -

رَأَيْتُ نُعْماً وَأَصْحَابِي عَلَى عَجَلٍ :: وَالْعِيسُ لِلْبَيْنِ قَدْ شُدَّتْ بِأَكْوَارِ

فَرِيعَ قَلْبِي وَكَانَتْ نَظْرَةٌ عَرَضَتْ :: حِيناً وَتَوْفِيقُ أَقْدَارٍ لِأَقْدَارِ

۹۸- ایضاً - صفحہ - ۲۰۲ - اور ابوالفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۵۰ -

لَقَدْ لَامَنِي فِيهَا أَخٌ ذُو قَرَابَةٍ :: حَبِيبٌ إِلَيْهِ فِي مَلَامَتِهِ رُشْدِي

فَقُلْتُ لَهُ : فِيهَا قَضَى اللّٰهُ مَا تَرَى :: عَلَيَّ وَهَلْ فِيمَا قَضَى اللّٰهُ مِنْ رَدِّ

۹۹- عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۷ - قطعہ ۲۰۸ - قاہرہ - مصر -

خَلِيلَيَّ لَا وَاللّٰهِ لَا أَمْلِكُ الَّذِي :: قَضَى اللّٰهُ فِي لَيْلَى وَلَا مَا قَضَى لِيَا

قَضَاهَا لِغَيْرِي وَابْتَلَانِي بِحُبِّهَا :: فَهَلَّا بِشَيْءٍ غَيْرِ لَيْلَى ابْتَلَانِيَا

۱۰۰ - ابوالفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد ۲۰ - صفحہ ۵۱۵ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

وَإِنِّي لَتَعْرُونِي لِذِكْرَاكِ رَوْعَةٌ :: لَهَا بَيْنَ جِلْدِي وَالْعِظَامِ دَبِيبُ

فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ أَرَاهَا فُجَاءَةً :: فَأُبْهَتُ حَتَّى مَا أَكَادُ أُجِيبُ

وَأُصْدَفُ عَنْ رَأْيِي الَّذِي كُنْتُ أَرْتَئِي :: وَأَنْسَى الَّذِي أَزْمَعْتُ حِينَ تَغِيبُ

۱۰۱ - ایضاً - جلد دوم - صفحہ ۸۴ -

لَقَدْ كُنْتُ ذَا بَأْسٍ شَدِيدٍ وَهِمَّةٍ :: إِذَا شِئْتُ لَمْساً لِلسَّمَاءِ لَمَسْتُهَا

أَتَتْنِي سِهَامٌ مِنْ لِحَاظٍ فَأَرْشَقَتْ :: بِقَلْبِي وَلَوْ أَسْتَطِيعُ رَدًّا رَدَدْتُهَا

۱۰۲ - ایضاً - جلد ۸ - صفحہ ۱۲۶ -

وَأَنْتِ الَّتِي إِنْ شِئْتِ كَدَّرْتِ عِيشَتِي :: وَإِنْ شِئْتِ - بَعْدَ اللّٰهِ - أَنْعَمْتِ بَالِيَا

۱۰۳ - بحوالہ ابوعلی قالی - کتاب الامالی - جلد دوم - صفحہ ۱۴۹ - بیروت - لبنان -

أَمَا وَالَّذِي أَبْكَى وَأَضْحَكَ وَالَّذِي :: أَمَاتَ وَأَحْيَا وَالَّذِي أَمْرُهُ الْأَمْرُ

لَقَدْ كُنْتُ آتِيهَا وَفِي النَّفْسِ هَجْرُهَا :: بَتَاتاً لِأُخْرَى الدَّهْرِ مَا طَلَعَ الْفَجْرُ

فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ أَرَاهَا فُجَاءَةً :: فَأُبْهَتُ لَا عُرْفٌ لَدَيَّ وَلَا نُكْرُ

وَأَنْسَى الَّذِي قَدْ كُنْتُ فِيهَا هَجَرْتُهَا :: كَمَا قَدْ تُنَسِّي لُبَّ شَارِبِهَا الْخَمْرُ

۱۰۴ - ڈاکٹر : حسین نصار - دیوان قیس ولبنیٰ - صفحہ ۱۹ - اور ڈاکٹر طٰہٰ حسین - حدیث الاربعاء - صفحہ ۳۴ -

فصلِ دوم

لیلیٰ مجنوں قدیم عربی شاعری میں

جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ غالب گمان یہ ہے کہ قصۂ لیلیٰ و مجنون پہلی صدی ہجری کے نصفِ ثانی میں منصۂ شہود پر آیا۔ بعد ازآں لوگوں کے سینوں میں محفوظ، اور ان کی زبانوں پر جاری رہا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں ابوبکر والبی نے اسے مع اشعارِ مجنون، دیوانِ مجنون لیلیٰ کے نام سے کتابی شکل عطا کی۔

ابوبکر والبی کے بعد ابوالفرج اصفہانی نے مجنون کے اخبار و اشعار کو اکٹھا کر کے اپنی شہرۂ آفاق کتاب " الاغانی " کی دوسری جلد میں درج کیا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی کے اس کام کو ابوبکر والبی کے کام پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر روایت کو راوی کی نسبت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اگرچہ اس نے کسی بھی روایت پر تنقید نہیں کی، بلکہ جملہ روایات کے جمع کرنے کا خواہاں تھا۔ علاوہ ازیں اس نے اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ قصۂ لیلیٰ مجنون کے متعلق اپنے مطالعہ اور معلومات کو بھی درج کرے۔ اس اعتبار سے اس قصے کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ اگرچہ ابوالفرج نے اپنی کتاب میں اس قصے کے منکرین اور حامیوں کی تمام روایات نقل کی ہیں جو قاری کو اس قصے کی حقیقت کے بارے میں حیرت میں ڈال دیتی ہیں، مگر پھر بھی یہ قصہ زیادہ قابلِ مطالعہ اور قابلِ بحث ہوگیا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ یہ قصہ ادبی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہونے کے باوجود کسی ادیب یا شاعر کا محورِ نظر نہیں رہا۔ کسی شاعر یا ادیب نے اسے ادبی جامہ نہیں پہنایا کہ اس سے انسانی دانش محظوظ ہو سکے۔ اس بات کی وجوہ اور اسباب بھی واضح نہیں۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قصہ چونکہ صحرا ہی میں رونما ہوا، قیس کے نام اور دوسرے ہم عصر عشاق کے ناموں میں مشابہت تھی۔ اور خود قیس کی حقیقت میں شک بھی تھا۔ اس لیئے کسی شاعر یا ادیب نے اس کی طرف وہ توجہ نہ دی جس کا وہ مستحق تھا۔

بہرحال یہ قصہ تاریخِ ادب کی کتابوں میں بند رہا۔ اور اس کے بارے میں اگر کوئی بات ہوئی بھی تو وہ صرف قیس کے وجود و عدمِ وجود کے بارے میں ہوئی۔ لہٰذا اگرچہ ایسی بحث تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، مگر تخلیقِ ادب کے اعتبار سے وہ چنداں اہمیت کی مستحق نہیں کہ قصۂ لیلیٰ و مجنون کو ادبی کارنامہ بنانے کے راستے میں رکاوٹ

بن جائے۔ لہٰذا ہمیں یہ توقع تھی کہ کسی شاعر یا ادیب نے اس قصے کو ادبی سطح پر لاکر ادبی جامہ ضرور پہنایا ہوگا۔ مگر یہ قیاس درست ثابت نہیں ہوا۔

صدہا سال گذر گئے، مگر لیلیٰ ومجنوں کا قصہ جوں کا توں رہا اور تاریخِ ادب، نسب وقبائل، اور وفیات وتراجم کی کتابوں میں سرسری اشارے کے سوا اور کوئی مقام حاصل نہ کرسکا۔ دسویں صدی ہجری کے أوائل میں محمد بن علی بن محمد بن طولون[1] ایک بار پھر مجنون کے اخبار واشعار جمع کرکے ایک کتاب "بَسْطُ مَسَامِعِ الْمُسَامِرِ فِي أَخْبَارِ مَجْنُونِ بَنِي عَامِرٍ" لکھی[2]۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ابن طولون نے اس قصے پر کوئی ادبی وعلمی کام کا اضافہ نہیں کیا، بلکہ اس نے بھی روایات جمع کیں اور انہیں بغیر تنقید کے نقل کردیا[3] یہاں تک کہ عرب شعراء کے سرخیل أحمد شوقی نے بیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اوّل میں اس قصے کو ڈرامے کی شکل میں نظم کرکے عربی زبان وادب کے قارئین کے لیے سامانِ لطف وذوق مہیا کردیا۔

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربی ادب کے قدیم ادوار میں قصہ لیلیٰ مجنوں کی طرف ادبی اعتبار سے کوئی توجہ نہیں دی گئی، نہ تو نثر کی شکل میں، اور نہ ہی شاعری کی شکل میں۔

پس ہمارے لیئے صرف کتاب الأغانی کی جلد دوّم میں درج شدہ قصۂ لیلیٰ ومجنوں، اور ابوبکر والبی سے منسوب دیوان لیلیٰ ومجنون اہم اور قابلِ مطالعہ ہیں۔ پھر بھی قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ابوالفرج اور ابوبکر کے ہاں قصۂ لیلیٰ ومجنون چند متفرق روایات اور اخبار واشعار سے عبارت ہے۔ اور ان میں کوئی ترتیب نہیں، نہ زمان کے اعتبار سے، اور نہ ہی مکان کے اعتبار سے کہ قاری، قصے کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

لہٰذا اگلے صفحات میں، ہم قصۂ لیلیٰ ومجنوں کا تفصیلی جائزہ پیش کریں گے۔ اور اس بات کا التزام کریں گے کہ صرف وہی روایات نقل کریں جن کا ذکر ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان، اور ابوالفرج کی کتاب الأغانی کی جلد دوّم میں آیا ہے، اور جو عقل ومنطق کے قریب تر ہوں۔ ساتھ ہی ان واقعات کو خارج کردیں گے جو حقیقی نہیں، بلکہ الحاقی ہیں، یا مجنون کے اشعار کی روشنی میں گھڑ لیئے گئے —— اس کے بعد ہم قصے کا تجزیاتی مطالعہ کریں گے، اور مبالغہ آمیز واقعات کی طرف اشارہ کریں گے۔ پھر ابوالفرج کے قصۂ لیلیٰ ومجنوں، اور ابوبکر کے مرتبہ دیوان لیلیٰ ومجنون میں اختلافات بیان کریں گے۔ اور آخر میں

قصۂ لیلیٰ و مجنوں کے اہم کرداروں کا تجزیاتی مطالعہ کریں گے -

" قصۂ لیلیٰ[1] مجنوں "

لیلیٰ و مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے - یہ دونوں غیر فانی ہستیاں عربی نژاد تھیں - عشق کا لازمہ شورش اور جوش و خروش ہے - عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی و صداقت کی قوت سے فتح پائی - انہیں اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدانِ عشق میں سبقت لے گیا - اس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمینِ ایران کا ثمرہ تھا جسے چناں چنیں سے فرصت نہ ملی :

ع سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا - (۴)

غالب کا ایک شعر ہے :-

عشق و مزدوریٔ عشرت گہِ خسرو ! کیا خوب ! :. ہم کو تسلیم نکو نامیٔ فرہاد نہیں - (۵)

قصرِ شیریں کی زیب و زینت کے لیئے جوئے شیر کی فکر میں فرہاد سرگرداں رہا - اور بالآخر تیشے سے اپنا کام تمام کر لیا - مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی :- (۶)

ع قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا - (۷)

مجنوں کا پورا نام قیس بن الملوّح بن مزاحم بن عدس بن ربیعہ بن جعدۃ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہے - (۸) قیس نام ہونے پر لیلیٰ کا یہ شعر دلیل ہے :

٥٥ اے کاش مجھے معلوم ہوتا ! جبکہ مصائب گوناگوں ہیں کہ قیس کا رختِ سفر کب بندھے گا ،

اور کب وہ پلٹ کر آئے گا۔

٥٥ میری جان فدا ہو اُس شخص پر جو ہمیشہ رختِ سفر باندھے رکھتا ہے۔ اور اگر خدا اس کا محافظ نہ ہو تو وہ ہلاک ہوجائے (۹)

قیس کا لقب "ابوالمہدی" ہے۔(۱۰) وہ ایک متموّل قبیلے میں پیدا ہوا۔ پورا قصہ پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیس کا قبیلہ لیلیٰ کے قبیلے سے زیادہ معزز و محترم تھا۔(۱۱) قیس کا والد شرفائے عرب میں سے تھا۔ دولتمند اور صاحبِ اثر تھا۔ اپنے قبیلہ بنو عامر کا سردار اور شیخ تھا۔ قیس کے علاوہ اس کی اور اولاد بھی تھی، مگر وہ قیس کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ (۱۲)

قیس کا حلیہ

قیس خوشرو، خوبصورت اور جوان رعنا تھا۔ گورا چٹا، گھونگر یالے بال، کشیدہ قامت، بھاری بھر کم تھا۔ لیکن عشق کی حرارت نے اسے پگھلا کر کمزور کر دیا۔(۱۳) الغرض قیس مردانہ حسن و جمال کے معیار پر پورا اُترتا تھا۔(۱۴) وہ خوش گفتار تھا۔ عورتوں سے بات کرنے کا دلدادہ تھا۔ اور چونکہ آسودہ حال تھا، اس لیئے اندازہ ہے کہ وہ کوئی سخت، مشکل اور تھکا دینے والا کام نہیں کرتا تھا۔ ہاں وہ مویشیوں کو چرانا، یا اونٹوں کو پانی پلاتا تھا۔ مگر یہ کوئی ایسا کام نہیں جو آدمی کی کمر توڑ دے، یا اس کا پورا وقت ضائع کرے ــــ قیس کو اپنی ذات پر مکمل اعتماد تھا۔ اور اسے اپنے آپ پر ناز تھا۔ کہتا ہے:

٥٥ اے لیلیٰ! اگر تجھے ہم دونوں [یعنی قیس اور وردؔ نامی ایک لڑکا] میں سے ایک کو اپنانے کا اختیار دیا جائے تو سوچ سمجھ کر انتخاب کرنا۔

٥٥ میرے مقابلے میں اُس گھٹیا شخص کو مت اپنانا جو کمینہ اور خودغرض ہے۔ (۱۵)

قیس خود اپنی تعریف و توصیف اس طرح بیان کرتا ہے:۔

٥٥ میری بھلائی اُس شخص کے لیئے ہے جو میری بھلائی چاہتا ہے۔ اور میرے شر سے دور رہتا ہے، ورنہ میرے شر سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

٥٥ میں کمزور رائے والے کو اپنی رائے میں شریک نہیں کرتا۔ اور اس شخص کو اپنا بھائی نہیں سمجھتا جو مجھ سے موافق نہیں ہوتا۔ (۱۶)

قیس بھی فطری طور پر محبت کا قائل تھا - کہتا ہے :-

٥٥ دنیا میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک تو کسی دوست سے نہ ملے ، یا تجھ سے کوئی دوست مل کر خوش نہ ہو -(۱۷)

لیلیٰ کی محبت میں قیس انتہائی درجہ مخلص تھا :-

٥٥ وہ کہتے ہیں کہ اگر تو چاہے تو اُسے [لیلیٰ کو] بھلا سکتا ہے - تو میں نے ان سے کہا کہ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا -(۱۸)

قیس غیور بھی تھا - اس کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ کیا میں اپنی اونٹنی کو [کریمہ] کی خاطر ذبح کردوں ، جبکہ کریمہ کا وصل منازل کے نصیب میں ہے -

٥٥ اس کی صورت دیکھتے ہی سب کی سب [دوشیزائیں] چھن چھن کرتی چلی آئیں - اور جب میں آیا تو ان میں سے کسی دوشیزہ کی پازیب کی چھنکار نہ سنائی دی(۱۹)

قیس کا والد

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قیس کا والد شرفائے عرب میں سے تھا - وہ اپنے قبیلے کا سردار اور شیخ تھا - اپنے بیٹے قیس کو بہت پسند کرتا تھا - اور دوسرے بیٹوں سے زیادہ قیس اس کو محبوب تھا - چنانچہ وہ قیس کے بارے میں بات کرتے ہوئے ، اور اپنے دوسرے بیٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے : ((بخدا وہ [قیس] ان سب [دوسری اولاد] سے زیادہ مجھے پسند ہے)) -(۲۰)

جب قیس ذہنی عدم توازن میں مبتلا ہو گیا تو والد اسے زندگی کے معمول پر لانے کی بہت کوشش کرتا رہا - اور اسے یہ نصیحت کرتا تھا کہ وہ لیلیٰ کی محبت چھوڑ دے ، اور صحرا سے گھر واپس آجائے -

راویوں نے اس بات میں بہت اختلاف کیا ہے کہ قیس اپنے والد سے پہلے مر گیا تھا یا والد پہلے - ایک روایت کے مطابق قیس کا والد اس کی دیوانگی سے قبل فوت ہو چکا تھا - اور خود قیس نے اپنے والد کی قبر پر حاضری دی - اس نے اونٹنی کو قبر کے پاس ذبح کیا جیسا کہ عرب کا معمول تھا -(۲۱) اور ایک مرثیہ کہا جس میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں :-

○○ میں نے "ذی الرمث" میں "اپنے والد" مُلوّح کی قبر پر اپنی اونٹنی اس وقت ذبح کردی جب اس کے رشتہ داروں نے اس سے جفا کی۔

○○ تو میں نے اس اونٹنی سے کہا کہ تو قربان ہوجا۔ پس میں اس پر کل تک سوار ہوا کرتا تھا، جبکہ کل میں پیدل چلنے والا ہوں گا۔

○○ اے ابن مزاحم! اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ ہر شخص کو بہر حال موت کا جام پینا ہی پڑے گا۔

○○ تم تو بہت بہادر اور سخی تھے۔ اور ایسی تلوار کی مانند تھے جس کی دھار کبھی کند نہیں ہوتی۔(۲۲)

لیکن چند ایسی روایات بھی ہیں جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قیس اپنے والد کے مرنے سے پہلے فوت ہوگیا تھا(۲۳)۔ اور ہمارا خیال بھی یہ ہے کہ قیس اپنے والد کے مرنے سے پہلے ہی مرگیا تھا، اس لیئے کہ یہ بات زیادہ روایات سے ثابت ہے جبکہ والد کا پہلے فوت ہوجانا ایک ہی روایت سے ثابت ہے۔ چونکہ قیس اکثر بیمار رہا۔ صحرا نوردی اور دشت پیمائی کرتا رہا۔ اس لیئے زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس کی موت جلدی واقع ہوئی ـــــ جہاں تک مندرجہ بالا اشعار کا تعلق ہے تو غالب گمان یہ ہے کہ یہ اشعار قیس کے نہیں، بلکہ قیس کے ایک بھائی، یا آل ملوّح کے کسی فرد نے کہے ہیں۔ اور قیس کی شہرت کی وجہ سے قیس ہی سے منسوب ہوگئے ہیں۔

قیس کی والدہ

قیس کی والدہ کا ذکر "اغانی" میں بھی آیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جب قیس کے ذہنی توازن میں کچھ خلل آگیا تو اس کی ماں نے لیلیٰ کے پاس جاکر اس سے کہا کہ تمہاری محبت کی وجہ سے قیس کی عقل جاتی رہی، جس کی وجہ سے اس نے کھانا پینا تک چھوڑ دیا۔ اگر تم اس سے مل لو تو شاید کچھ ہوش میں آجائے۔ لیلیٰ نے کہا کہ دن کے وقت تو میں نہیں آسکتی کیونکہ مجھے اپنی قوم سے ڈر ہے۔ مگر رات کے وقت آؤں گی۔ چنانچہ رات کے وقت لیلیٰ قیس کے پاس گئی۔ اور اس سے مخاطب ہوکر کہا: اے قیس! تمہاری والدہ یہ کہتی ہے کہ تم میری وجہ سے دیوانہ ہوگئے ہو۔ اور تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ تم اللہ سے ڈرو۔ اور اپنی جان کی حفاظت کرو۔ پس قیس یہ سن کر رو پڑا اور کہا:-

○○ اس نے کہا کہ تم کیوں دیوانہ ہوگئے ہو۔ تو میں نے اس سے کہا کہ محبت پاگلوں کے جنوں سے

زیادہ بڑی ہوتی ہے -

٥٥ عاشق کبھی بھی اپنے عشق سے افاقہ نہیں پاتا - جبکہ مجنوں تو فوراً ہلاک بھی ہو جاتا ہے (۲۴)

چنانچہ جب لیلیٰ نے یہ اشعار سنے تو وہ رو پڑی - دونوں طلوع صبح تک باتیں کرتے رہے - پھر لیلیٰ، قیس سے رخصت ہو کر چلی گئی - اس کے بعد قیس، لیلیٰ کو کبھی نہ دیکھ سکا (۲۵) بہرحال قیس کی والدہ کے بارے میں زیادہ معلومات تاریخ میں نہیں ملتیں -

قیس کا وطن

جہاں تک قیس کے وطن کا تعلق ہے تو جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قیس اور لیلیٰ دونوں جزیرہ نمائے عرب سے تعلق رکھتے تھے - نجد ان کا وطن تھا - نجد عرب کا وہ حصہ ہے جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہے - اس کے سرسبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں — نجد کا ذکر قیس کے اشعار میں آیا ہے - کہتا ہے :-

٥٥ وہ نجد، اور وہاں کی مٹی کی مہک کیا خوب ہے - اور وہاں کی خوشبوئیں بھی، بشرطیکہ نجد آج بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ میں نے اس کو چھوڑا تھا -(۲۶)

لیلیٰ

لیلیٰ کا پورا نام یہ تھا : لیلیٰ بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن حریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ -(۲۷)

لیلیٰ کی کنیت "اُم مالک" تھی، اگرچہ قیس نے اپنی شاعری میں لیلیٰ کو "اُم مالک" کے علاوہ "اُم عمرو" کی کنیت سے یاد کیا ہے - قیس کہتا ہے :-

٥٥ دل نے ہر چیز کا انکار کیا سوائے بنو عامر سے تعلق رکھنے والی لڑکی کی محبت سے، اور اس کی کنیت "اُم عمرو" ہے جبکہ اس کا کوئی عمرو نامی بیٹا نہیں -(۲۸)

قیس کا یہ بھی شعر ہے :

٥٥ اے "اُم مالک"! دنیا مجھ پر اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہوئی جاتی ہے -(۲۹)

یہ بھی کہتا ہے :

٥٥ اے "اُم مالک"! میری جان کی قسم! تو نے میری زندگی اجیرن بنا دی - اور مجھے تقدیر تیری طرف ہانک کر لے آئی -(۳۰)

لیلیٰ قیس کی چچازاد بہن تھی۔ [اس سے مراد خاص سگے چچا کی بیٹی نہیں، بلکہ عرب میں اپنے قبیلے کی ہر لڑکی بنتِ عم کہلاتی تھی]۔

لیلیٰ کا والد

قصہ لیلیٰ مجنوں میں لیلیٰ کے والد کا کردار اگرچہ کچھ بڑا نہیں، مگر بڑا مؤثر تھا۔ لیلیٰ کے والد نے لیلیٰ کی شادی قیس سے کرنے سے انکار کردیا۔ اگر وہ انکار نہ کرتا تو شاید دونوں [قیس اور لیلیٰ] کی زندگی بدل جاتی، اور مجنوں لیلیٰ کا قصہ شہرۂ آفاق نہ بنتا۔

بہر حال لیلیٰ کا والد قیس کا چچا تھا۔ اور عربوں کے رسم ورواج کا بڑا پابند تھا —— اہلِ عرب کے رسم ورواج کے مطابق اُس شخص سے بیٹی کا عقد کرنا بڑی بے عزتی کی بات سمجھی جاتی تھی جس نے شادی سے پہلے لڑکی سے عشق ظاہر کردیا ہو۔ چنانچہ جب قیس کی محبت کا لوگوں میں چرچا ہوگیا تو اس نے اپنے چچا سے لیلیٰ کا رشتہ مانگا۔ اور پچاس سرخ اونٹنیاں بطور حقِ مہر پیش کیں۔ مگر انکار کے سوا کچھ نہیں ملا۔

ایک روایت کے مطابق لیلیٰ کے والد نے اس لیۓ شادی سے انکار کیا کہ اس وقت قیس پر ذہنی عدمِ توازن کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے —— —— والبی کہتا ہے: جب قیس کی محبت کی داستان بہت مشہور ہوگئی۔ اور خود اس کی حالت زیادہ خراب ہوگئی تو اس کا باپ بھائی، اس کے چچازاد بھائی اور اہلِ خاندان لیلیٰ کے باپ کے پاس گئے۔ اور ہر طرح کے واسطے دے کر اس سے درخواست کی کہ وہ لیلیٰ سے اس کی شادی کردے۔ لیکن اس نے انکار کردیا۔ اور بضد ہو کر کہا: بخدا! میں عربوں کو یہ کہنے کا موقع نہیں دوں گا کہ میں نے اپنی لڑکی کو ایک دیوانہ عاشق سے بیاہ دیا۔ (۳۱)

کتاب "الأغانی" میں مندرجہ بالا روایت سے ایک ملتی جلتی روایت آئی ہے، اگرچہ اس میں لیلیٰ کے والد نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اس نے لیلیٰ کی قیس سے شادی سے کیوں انکار کیا۔ اس نے یہ کہا کہ میں اپنے آپ، اور اپنے خاندان کو بدنام نہیں کروں گا۔ میں وہ چیز نہیں کروں گا جو عرب نہیں کرتے۔ اور اپنی بیٹی کو رسوا

نہیں کروں گا۔(۳۲)

ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ قصے کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قیس کے خاندان سے لیلیٰ کے خاندان کی دشمنی تھی۔ اس دشمنی کا ذکر خود قیس نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ قیس کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

○○ لیلیٰ کی محبت کے سلسلے میں میرے سب عزیز و اقارب نے مجھے ملامت کی، یعنی میرے باپ، میرے چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور ماموں نے۔

○○ ان سب لوگوں کا کہنا ہے کہ لیلیٰ کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جس سے ان کی عداوت ہے۔ آہ! لیلیٰ جیسی دشمن پر میری جان اور مال دونوں قربان ہوں۔

○○ میں دیکھتا ہوں کہ لیلیٰ کے اہلِ خاندان اسے کسی قیمت پر دینا نہیں چاہتے، اور نہ میرے اہلِ خاندان اسے میرے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

○○ خدا نے لیلیٰ کو غیروں کی قسمت میں لکھ دیا، اور اس کا شوق، اور اس سے دوری میرے نصیب میں لکھ دی (۳۳)

یہ اشعار پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ لیلیٰ سے قیس کی شادی سے انکار کی ایک وجہ [بلکہ میرے خیال میں اہم وجہ] وہ دشمنی تھی جو دونوں خاندانوں کے درمیان تھی۔

لیلیٰ کی صفاتِ جمال

قیس کے اشعار کے مطالعے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ لیلیٰ بڑی خوبصورت تھی۔ قیس کے درج ذیل اشعار پڑھ کر لیلیٰ کی خوبصورتی کا اندازہ لگائیے:۔

○○ وہ گوری ہے اور خوب کھلتی ہوئی گوری رنگت، گویا کہ چاند ہے جو ایک ٹھنڈی رات میں آسمان کے وسط میں چمک رہا ہے۔

○○ وہ نہایت حسین ہے اور اس کے حسن سے کئی دوشیزائیں حسد کرنے والی ہیں۔ بے شک خوبصورتی کی وجہ سے حسد کیا جاتا ہے۔

○○ اس کی آنکھوں کی پتلی بہت نازک ہے۔ وہ اس قدر سیاہ ہے کہ سرمے کی ضرورت ہی نہیں۔

○○ وہ خوبصورت اور خوب سیرت ہے۔ جب اس کی محفل میں باتیں زیادہ ہو جاتی ہیں تو وہ شرم و حیا کا سہارا لیتی ہے۔ اور جب وہ بات کرتی ہے تو فضول باتوں سے اجتناب کرتی ہے۔(۳۴)

پس اگر ہم قیس کے اشعار کا گہرا مطالعہ کریں تو ذہن میں یہ خیال ضرور آئے گا کہ لیلیٰ سے زیادہ دنیا میں کوئی لڑکی خوبصورت نہیں تھی۔

ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ واقعی لیلیٰ خوبصورت تھی۔ والبی لکھتا ہے: ایک شخص شام اور بلادِ نجد کی طرف اپنے ایک اونٹ کی تلاش میں نکلا اور قبیلہ بنو عامر میں جا پہنچا۔ اچانک ایک خیمہ اسے نظر آیا۔ اس آدمی کے کپڑے بارش سے بھیگ چکے تھے۔ لہٰذا وہ اس خیمے کی طرف چل پڑا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اچانک ایک عورت نظر آئی جس نے اس سے گفتگو شروع کردی، اور کہا: اے شخص! آؤ، ہمارے ہاں مہمان رہو۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں سواری سے اُتر گیا اور اپنا کسجاوا بھی اُتار لیا۔ شام ہوئی تو ان کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں واپس گھر آئیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ بہت کثیر التعداد بھیڑ بکریاں ہیں۔ سو اونٹوں کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں سے ایک سے اُس عورت نے کہا کہ اس شخص سے پوچھو یہ کہاں سے آیا ہے؟۔

جواب میں، میں نے کہا: نجد اور تہامہ کی جانب سے۔ اس پر وہ بولی: اے بندۂ خدا! تو وہاں کس کے ہاں ٹھہرا تھا؟۔ میں نے کہا: بنو عامر کے ہاں۔ اس پر اس نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا: میری جان اور میرا باپ بنو عامر پر فدا ہو۔ پھر کہنے لگی: تو نے وہاں قیس نامی کسی نوجوان کا ذکر بھی سنا جس کو مجنون کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے؟۔ میں نے کہا: ہاں! بخدا! میں اس کے باپ کے ہاں مہمان رہا۔ اور اس کے پاس بھی گیا حتیٰ کہ میں نے اسے صحرا میں جنگلی جانوروں کے ساتھ سرگرداں دیکھا۔ جب تک لیلیٰ کا نام نہ لیا جاتا تھا وہ ہوش میں نہیں آتا تھا۔ اور جب اس کا نام لیتے تھے تو اس کی عقل پلٹ آتی تھی۔ وہ اس لیلیٰ کی باتیں شروع کر دیتا تھا۔ اور اس کے بارے میں کہے ہوئے شعر سناتا تھا۔

اس عورت نے یہ سن کر میرے اور اپنے درمیان حائل پردہ اُٹھا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ ایسے لگا جیسے حسن وجمال کا آفتاب طلوع ہو گیا ہو۔ میری آنکھوں نے اس سے بڑھ کر خوبصورت شکل نہ دیکھی تھی۔ وہ کہنے لگی: کیا تو اس کے کچھ شعر سنا سکتا ہے؟۔ میں نے کہا! ہاں، کیوں نہیں۔ وہی ہے جو یوں کہتا ہے:۔

○○ اگر چودھویں کا چاند غروب ہو جائے تو، تو اس کی جگہ اپنی تابناکیاں بکھیر ۔ اور جب تک پو پھٹنے میں تاخیر ہو تو سورج کی قائمقام بنی رہ ۔

○○ کیونکہ تیرے اندر آفتاب درخشاں کی روشنی موجود ہے ۔ مگر اس کے حصے میں تیری مسکراہٹ اور تبسّم نہیں آیا ۔

○○ ہاں! تجھے تو آفتاب و مہتاب کی تمام تر روشنی عطا ہوئی ۔ لیکن تیری دونوں آنکھیں نہ آفتاب کو ملیں آئیں، اور نہ مہتاب کو!!(۳۵)

جب یہ سارا قصیدہ سنا چکا تو اس نے کہا کہ مزید بھی کچھ یاد ہے؟ ۔ سو میں نے اسے یہ اشعار سنائے:۔

○○ کیا ایسا نہیں ہے کہ پردۂ شب مجھے اور لیلیٰ کو یکساں طور پر ڈھانپتا ہے ۔ پس اتنی سی بات کافی ہے کہ اس میں ہمارے لیئے بڑا قرب ہے ۔

○○ لیلیٰ بھی سپیدۂ سحری کو اسی طرح دیکھتی ہے جیسے میں دیکھتا ہوں ۔ اور روزِ روشن اس پر بھی اسی طرح عیاں ہوتا ہے جس طرح مجھ پر ہوتا ہے ۔(۳۶)

پس جونہی میں نے یہ شعر ختم کیئے اس نے ایک زوردار چیخ ماری، اور گریہ وزاری کرتی ہوئی منہ کے بل گر پڑی حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ اس کا جگر پاش پاش ہو گیا ہے ۔ سو میں نے کہا: اے بی بی! کیا تجھے خدا کا خوف نہیں جس کی طرف تجھے پلٹ کر جانا ہے ۔ مگر اس نے میری بات نہ سمجھی ۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی:۔

○○ اے کاش مجھے معلوم ہوتا، جبکہ مصائب گوناگوں ہیں، کہ قیس کا رختِ سفر کب بندھے گا. اور کب وہ پلٹ کر آئے گا ۔

○○ میری جان قربان ہو اُس شخص پر، جو ہمیشہ رختِ سفر باندھے رکھتا ہے ۔ اور اگر خدا اس کا محافظ نہ ہو تو وہ ہلاک ہو جائے ۔(۳۷)

پھر میں تین دن ان کے ہاں مقیم رہا ۔ وہ مجھ سے اس کی باتیں پوچھتی رہتی تھی ۔ اور اسی طرح روتی رہتی تھی کہ میرا کلیجہ اس کی خاطر پھٹنے لگتا تھا ۔ سو بخدا میں سمجھتا ہوں کہ اس جیسا غم اور سوز کسی بھی دوسرے شخص کو نصیب نہ ہوا ہوگا ۔ اور جب میں کوچ کرنے لگا تو اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ لیلیٰ عامریہ ہے ۔(۳۸)

کتاب "الأغانی" میں بھی مندرجہ بالا قصے سے ملتا جلتا قصہ موجود ہے۔ (۳۹) ایک اور قصہ "الأغانی" میں اس طرح آیا ہے کہ ایک دن لیلیٰ اپنی ایک پڑوسن کے گھر گئی۔ اس کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ لیلیٰ نے سرد آہ کھینچ کر اپنی پڑوسن سے کہا: خدا اُس کے حال پر رحم کرے جس نے مجھے یہ مسواک تحفتہً دی۔ پڑوسن نے پوچھا: یہ مسواک کس نے دی ہے؟ بولی: قیس نے۔ اور پھر رو پڑی۔

تھوڑی دیر بعد لیلیٰ کپڑے اُتار کر نہانے لگی۔ نہاتے نہاتے کوئی خیال آیا تو اپنے ہاتھ پاؤں اور سارے جسم کو غور سے دیکھ کے آپ ہی آپ کہہ اُٹھی: ابنِ ملوّح (قیس) کی یہ بد نصیبی ہی تو ہے جو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے حالانکہ میں اس قابل نہیں کہ وہ مجھ پر اتنا فریفتہ ہوا جائے۔ پھر لیلیٰ نے اپنی پڑوسن سے قسم دلا کے پوچھا: سچ سچ کہنا! وہ جو میرے حسن کی اس قدر تعریف کرتا ہے سچ تعریف ہے یا جھوٹ؟! ۔ پڑوسن نے کہا: وہ جھوٹ تعریف نہیں کرتا۔ تم ویسی ہی صاحبِ جمال ہو جیسا کہ وہ تمہیں حسین کہتا ہے (۴۰)

لیلیٰ بحیثیت شاعرہ

لیلیٰ شاعرہ بھی تھی، اگرچہ وہ شاعری کم کرتی تھی۔ کتاب "الأغانی" اور والبی کے مرتبہ دیوان میں یہ روایت آئی کہ ایک روز دوسروں کی سفارش کرنے والے قیس نے جب اپنی ایک ذاتی سفارش لیلیٰ کے حضور پیش کی، اور یہ دیکھنا چاہا کہ لیلیٰ کے دل میں بھی اس کے لیئے وہی جذبات ہیں جو وہ لیلیٰ کے لیۓ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ تو لیلیٰ نے اس کی گذارش رد کردی۔ قیس کی آنکھیں بھر آئیں اور اس نے کہا:

"ایک زمانہ اس حال میں گزرا کہ لوگ مجھے ذریعۂ سفارش بنایا کرتے تھے۔ سو کیا آج کوئی ایسا شخص ہے جو لیلیٰ کے پاس میری سفارش کرے۔ (۴۱)

یہ سن کر لیلیٰ نے قیس سے نگاہیں چار کرنا ترک کردیا۔ لیکن قیس کی حالت دیکھتے ہوئے آخر بول ہی پڑی:۔

"ہم دونوں میں سے ہر ایک لوگوں کے سامنے تو بے گانگی کا اظہار کرتا ہے لیکن حقیقت میں اپنے رفیق کے ہاں بہت باعزت ہے۔

"آنکھیں ہمیں ہمارے ارادوں کی خبر دیتی ہیں۔ اور دونوں دلوں میں محبت پنہاں ہے (۴۲)

قیس نے یہ شعر سنے تو غش کھا کر گر پڑا۔(۴۳)

آغازِ محبت

بچپن میں قیس اور لیلیٰ دونوں اپنے قبیلوں کی بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ وہ یکجا بیٹھتے، اور باہم گفتگو کیا کرتے تھے۔ اسی دوران میں انہیں ایک دوسرے سے عشق ہو گیا۔ قیس کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

○○ میں لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہوا جب کہ ابھی اس کے سر پر صرف ایک زلف تھی۔ اور ابھی اس کی چھاتیاں نمودار نہیں ہوئی تھیں۔

○○ ہم دونوں ننھے ننھے تھے۔ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ کاش آج تک نہ ہم دونوں بڑے ہوتے اور نہ وہ بھیڑ بکریوں کے بچے بڑے ہوتے جنہیں ہم چرایا کرتے تھے۔(۴۴)

جب لیلیٰ اور قیس بڑے ہوئے، اور شباب کی حدود میں داخل ہوئے تو ان کی باہمی دلچسپی روز افزوں ہو گئی۔ لہذا لیلیٰ پر پردہ کرنے کی پابندی لگ گئی۔(۴۵) لیلیٰ کے پردے میں رہنے سے قیس کا اضطراب بڑھنے لگا۔ لیلیٰ سے اس کی محبت اور زیادہ ہونے لگی۔ دوسری طرف قیس سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ وہ لیلیٰ کا ذکر اپنے اشعار میں کرنے لگا۔

لیلیٰ بھی تیرِ عشق کا نشانہ بن گئی۔ اس کے دل پر قیس کی محبت نے پورا قبضہ کر لیا۔ وہ قیس کی محبت میں پریشان و بے تاب ہو گئی۔ اس نے خود اس بات کا اعتراف کیا جب قیس بن ذریح، قیس مجنوں کا پیامِ رساں بن کر اس کے پاس آ گیا، اور اُسے قیس کا سلام پہنچایا تو لیلیٰ تھوڑی دیر کے لیئے چپ رہی۔ پھر کہہ اُٹھی: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اُس [قیس] کی طرف سے آ رہے ہو تو تمہارا احترام نہ کرتی۔ تم اس سے جا کر کہو کہ تم نے یہ اشعار کیسے کہے:۔

○○ اے اُمِ مالک! وادئ غیل میں گذاری ہوئی شب پکار پکار کہہ رہی ہے کہ مجھے تجھ سے سچی محبت ہے جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔

○○ اے اُمِ مالک! تو نے [وادئ غیل میں] اپنی محبت بھری آواز کی ایک ایسی گونج چھوڑی ہے کہ ہوا اسے جدھر لے جاتی ہے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہوں۔(۴۶)

بھلا اس سے پوچھنا کہ وہ کونسی رات تھی؟ اور کیا میں کبھی اس کے

پاس تنہا وادیٔ غیل میں، یا کسی دوسری جگہ پر ملنے آئی تھی؟-

قیس بن ذریح نے جواب دیا کہ اے بنتِ عم! لوگوں نے اس کے اشعار کی دوسرے معنوں پر توجیہہ کی۔ تم ان کی طرح نہ کرو۔ قیس کا مطلب صرف اتنا تھا کہ اس نے اُس رات میں آپ کو دیکھا۔ پس تمہاری محبت اس کے دل میں آئی۔ کوئی ایسی بات نہیں کہ اس نے تمہیں بدنام کرنا چاہا۔

لیلیٰ یہ سن کر چپ رہی۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔ وہ اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہنے لگی: تم چچا زاد بھائی (قیس) کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور اس سے یہ کہو کہ میری جان اُس پر فدا ہو۔ بخدا میرا جوشِ عشق اس سے زیادہ ہے۔ مگر میں مجبور ہوں۔(۴۷)

اب قیس کی حالت یہ تھی کہ بیتابیٔ دل روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اور صبر وسکون رخصت ہوتا جا رہا تھا۔ جوشِ عشق نے شاعری اور خیال آفرینی کا مادہ حد سے زیادہ بڑھا دیا تھا۔ درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

٥٥ اے لیلیٰ! میں تجھ سے اُس سچے عاشق کی طرح محبت کرتا ہوں جس کے لیے (راہِ عشق کی) تمام دشواریاں جھیلنا آسان ہوتا ہے۔

٥٥ میں تجھ سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ اگر تو بھی ایسی ہی مجھ سے محبت کرنے لگی تو اس محبت کی وجہ سے تو جنون میں مبتلا ہو جائے گی۔(۴۸)

اس کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:-

٥٥ اگرچہ مجھے نیند نہیں آتی ہے لیکن میں سونے کا بہانہ کر لیتا ہوں شاید کہ وہ کہیں خواب میں نظر آ جائے۔(۴۹)

اور یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:-

٥٥ میں اس پر اتنا فریفتہ ہو گیا کہ مجھے عشق نے پگھلا دیا، اور میری ہڈیاں عشق کی وجہ سے بوسیدہ ہو گئی ہیں۔(۵۰)

منگنی

جب قیس کی لیلیٰ سے محبت کا قصہ مشہور ہو گیا، اور قیس پر عشق کے آثار نمودار ہونے لگے تو اس کی صحت بگڑنے لگی۔ اور وہ اپنے خیالات میں کھونے

لگا - چنانچہ قیس کے باپ بھائی، اس کے چچا زاد بھائی اور اہلِ خاندان لیلیٰ کے والد کے پاس گئے، اور لیلیٰ کا رشتہ مانگا - لیلیٰ کے ماں باپ کو داغِ بدنامی گوارا نہ ہوا - ساتھ ہی پرانی دشمنی یاد آئی جس کی طرف قیس نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے - کہتا ہے :

٥٥ ان سب لوگوں کا کہنا ہے کہ لیلیٰ کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جس سے ان کی عداوت ہے - آہ ! لیلیٰ جیسی دشمن پر میری جان اور مال دونوں قربان ہوں -

٥٥ میں دیکھتا ہوں کہ لیلیٰ کے اہلِ خاندان اسے کسی قیمت پر دینا نہیں چاہتے، اور نہ میرے اہلِ خاندان اسے میرے لیئے حاصل کرنا چاہتے ہیں - (۵۱)

پس لیلیٰ کے ماں باپ نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا -

روایات یہ بتاتی ہیں کہ جس وقت قیس نے لیلیٰ کا رشتہ مانگا تھا، اسی وقت قبیلۂ ثقیف کے ایک نوجوان وَرد نامی نے بھی اس کا رشتہ مانگا - تو لیلیٰ کے والدین نے قیس والوں سے یہ کہا کہ لیلیٰ کے لیئے ورد کا بھی رشتہ آیا ہے - ہم لیلیٰ کو اختیار دیتے ہیں جسے چاہے وہ قبول کر لے - [اگرچہ انہوں نے اپنے دل میں قیس کے رشتے کا انکار کر دیا تھا - مگر ادب کا لحاظ کرتے ہوئے، قیس کے گھر والوں سے یہی کہا -] ـــــ چنانچہ انہوں نے لیلیٰ کو رشتہ کا معاملہ بتاتے ہوئے یہ دھمکی دی کہ اگر تو نے ورد کا رشتہ قبول نہ کیا تو ہم تجھے بڑے عذاب میں ڈالیں گے - اسی طرح لیلیٰ کو ورد کا رشتہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا - (۵۲) اس ضمن میں قیس کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں :

٥٥ اے لیلیٰ ! اگر تجھے ہم دونوں [یعنی قیس اور ورد] میں سے ایک اپنانے کا اختیار دیا جائے، تو سوچ سمجھ کر انتخاب کرنا -

٥٥ میرے مقابلے میں اُس گھٹیا شخص کو مت اپنانا جو کمینہ اور خودغرض ہے -

٥٥ اس کو جب آسان هدف نظر آتا ہے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اور اہم معاملات سے عاجز ہے -

٥٥ پس اس [طرح کے آدمی] سے شادی کرنا بیوہ ہونے کے برابر ہے، اور اس کی ملکیت میں آجانا فقر کے مترادف ہے - (۵۳)

برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر جلا دیا -

والد نے جب اپنے بیٹے قیس کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اسے تسلی دینے کی غرض سے

کہا کہ ہم تمہاری شادی اپنے خاندان کی کسی دوسری خوبصورت لڑکی سے کردیں گے۔ تو قیس سے یہ جواب ملا: (۵۴)

٥٥ انہوں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو اس [لیلیٰ] کو بھلا سکتا ہے۔ تو میں نے ان کو جواب دیا کہ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا۔

٥٥ میں اسے کیسے بھول جاؤں جبکہ اس کی محبت میرے دل میں اس طرح پیوستہ ہو گئی ہے جیسے کہ ڈول رسی سے لٹکا ہوتا ہے۔ (۵۵)

ایک دفعہ قبیلۂ بنو عامر کی خوبصورت سے خوبصورت لڑکیاں جمع ہو کر قیس کے پاس آئیں۔ اور انہوں نے کہا: آخر لیلیٰ میں کیا رکھا ہے جو اس کے لیئے تم اس قدر دیوانہ ہو رہے ہو؟! ۔ وہ ایک عورت ہی تو ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو لیلیٰ کی محبت چھوڑ کر ہم میں سے کسی لڑکی پر عاشق ہو جاؤ۔ بس تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے گی، اور عقل واپس لوٹ آئے گی۔

قیس نے یہ سن کر جواب دیا: اگر ایسا کرنا میرے بس کی بات ہوتی تو میں صرف اس کی نہیں، بلکہ اس کے علاوہ ہر کسی کی محبت سے دل کو بے نیاز کر دیتا، اور لوگوں کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرتا ۔ لڑکیوں نے پوچھا: اچھا بتاؤ! تمہیں لیلیٰ کی کونسی ادا اچھی معلوم ہوتی ہے؟! ۔ قیس نے کہا: اس کی ہر ادا پسند ہے۔ اس سے جو کچھ سنا، اور جیسے اس کو دیکھا، بخدا! اس کی ہر چیز میری نظر میں اچھی اور میرے دل میں اُترتی ہے۔ اور میں نے یہ بہت کوشش کی کہ اس کی کوئی چیز مجھے پسند نہ آئے، یا مجھے یہ بتایا جائے کہ اس کی فلاں چیز خوبصورت نہیں تاکہ میں اسے بھول جاؤں۔ مگر میں اس کوشش میں ناکام رہا ۔ لڑکیوں نے کہا: اچھا! اس کی خوبیاں بیان کرو! ۔ چنانچہ قیس نے اشعار کہے جن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں: (۵۶)

٥٥ وہ گوری ہے اور خوب کھلتی ہوئی گوری رنگت، گویا کہ چاند ہے جو ایک ٹھنڈی رات میں آسمان کے وسط میں چمک رہا ہو۔

٥٥ وہ نہایت حسین ہے اور اس کے حسن پر کئی دوشیزائیں حسد کرنے والی ہیں۔ بے شک خوبصورتی کی وجہ سے حسد کیا جاتا ہے۔

٥٥ اس کی آنکھوں کی پتلی بہت نازک ہے۔ وہ اس قدر سیاہ ہے کہ سرمے کی ضرورت ہی نہیں۔

○○ وہ خوب صورت وخوب سیرت ہے۔ جب اس کی محفل میں باتیں زیادہ ہوجاتی ہیں تو وہ شرم وحیا کا سہارا لیتی ہے۔ اور جب وہ بات کرتی ہے تو فضول باتوں سے اجتناب کرتی ہے۔ (۵۷)

قیس کی بیماری

رفتہ رفتہ قیس کچھ بیمار ہونے لگا۔ پریشانی کے آثار اس پر ظاہر ہونے لگے۔ جب قیس کی حالت زیادہ بگڑنے لگی تو لوگ قیس کے باپ کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ بہتر ہو اگر تم اسے مکہ لے جاؤ۔ اور بیت اللہ کی پناہ میں دعا مانگو۔ یہ طریقہ مسلمانوں میں نہایت ہی کامیاب طریقۂ علاج تصور کیا جاتا ہے۔

چنانچہ قیس کا باپ اسے مکہ لے گیا، اور کہا: اے قیس! کعبے کے پردوں سے چمٹ جا۔ قیس نے تعمیل کی۔ پھر باپ نے کہا: کہہ: اے اللہ! مجھے لیلیٰ اور اس کی محبت سے نجات دے۔ تو قیس نے کہا: اے اللہ! مجھے لیلیٰ اور اس کی قربت سے ممنون فرما۔ اس پر اس کے باپ نے اسے پیٹا۔ تو اس نے بڑے رقت آمیز شعر کہے جن میں سے یہ شعر درج ذیل ہے:

○○ خدایا! اس [لیلیٰ] کی محبت کو ہرگز مجھ سے سلب نہ فرما۔ اور خدا رحم کرے اس بندے پر جو میری اس دعا پر "آمین" کہے۔ (۵۸)

باپ نے جب قیس کے اشعار سنے تو اس کا دل پسیج گیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر اس کو منیٰ کی طرف لے چلا تاکہ رمی جمار کر سکے۔ منیٰ میں تھا تو قیس نے کسی کو خیمے میں پکارتے ہوئے سنا! یالیلیٰ۔ نام کا سننا تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کا باپ اور اہل قرابت روئے، اور کف افسوس ملتے رہے۔ جب ہوش آیا تو اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ اس نے یہ اشعار پڑھے: (۵۹)

○○ جب ہم منیٰ میں خیف کے مقام پر تھے، تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی اور میرے دل کے غموں کو برانگیختہ کیا۔ اور لطف یہ ہے کہ اس کو اس بات کی خبر تک نہیں۔

○○ اس نے اس کے علاوہ کسی اور لیلیٰ کا نام پکارا تو یوں محسوس ہوا کہ اس نے لفظ لیلیٰ کہہ کر اس پرندے کو اڑا دیا جو میرے سینے میں بند تھا [یعنی دل]۔

○○ اس نے لیلیٰ کا نام لے کر آواز دی۔ خدا اس کی آنکھوں کو اشکبار کرے۔ حالانکہ

لیلیٰ سرزمینِ شام کے ایک بے آب وگیاہ مقام پر ہے ۔ (۶۰)

مکہ سے واپس جاتے وقت راستے میں ایک کنوئیں کے پاس [جسے بئرمیمون کہتے ہیں] ، قیس ٹھہر گیا ۔ وہ اپنے آپ کو پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرادینے کی کوشش کر رہا تھا ۔

ابومسکین (بحوالہ والبی) یہ روایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے قبیلے کا ایک شخص سفر میں تھا ۔ بئرمیمون کے مقام پر اس نے پہاڑ کی بلندیوں پر کچھ لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا ۔ ان لوگوں نے ایک نوجوان کو پکڑ رکھا تھا جو بڑا خوبرو ، اور خوش وضع تھا ۔ مگر رنگ کا زرد اور کمزور جسم کا تھا ۔ اور چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرا دے ۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مجنون بنوعامر ہے ۔ اس کا باپ اس کو یہاں تک لایا کہ نجد کی طرف سے آنے والی ہوا کے سامنے کھڑا ہو سکے ۔ اور اس کا باپ اس کو تنہا اس لیے چھوڑنا نہیں چاہتا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر سے گر کر جان نہ دے دے ۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اس کے قریب جا کر اس کو بتاؤ کہ تم نجد سے آئے ہو کہ وہ پہاڑ سے اتر آئے ۔ میں نے کہا : بہتر ۔

چنانچہ میں اس کے پاس گیا ۔ تو لوگوں نے اس سے کہا کہ :

اے ابوالمہدی ! یہ ایک شخص نجد کی طرف سے آیا ہے ۔ شخص مذکور کا کہنا ہے کہ یہ سن کر اس نے ایک ایسی آہ کھینچی کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس کا کلیجہ پھٹ گیا ہے

پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا ، اور مجھ سے لیلیٰ اور بلادِ نجد کے بارے میں پوچھنے لگا ۔

میں اس کو وہاں کے حالات سنانے لگا ۔ وہ سنتا جاتا تھا ۔ بڑی شدت سے ازحد دل دکھانے والی گریہ وزاری کرتا جاتا تھا ۔ اور نجد کی یاد میں یہ شعر پڑھتا تھا : (۶۱)

○○ وہ نجد اور وہاں کی مٹی کی مہک کیا خوب ہے ۔ اور وہاں کی خوشبوئیں بھی ، بشرطیکہ نجد آج بھی ویسا ہی ہو جیسا کہ میں نے اس کو چھوڑا تھا ۔ (۶۲)

قیس حج سے واپس آیا ۔ مگر اس کی علالت برقرار رہی ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی حرکات وسکنات میں بھی وہ توازن نہ رہا جو اس کی شخصیت کی پہچان تھا ۔ مزید برآں وہ بدستور اپنے اشعار میں لیلیٰ کا ذکر کرتا رہا ۔ لہٰذا قیس

کے والد نے یہ فیصلہ کیا کہ دوبارہ لیلیٰ کے والدین سے بات کی جائے، اور کسی نہ کسی طریقے سے انہیں لیلیٰ کا رشتہ دینے پر راضی کرلیا جائے۔

چنانچہ قیس کے ماں باپ، اور اس کے خاندان کے لوگ لیلیٰ کے والدین کے پاس گئے۔ انہوں نے لیلیٰ کے والدین کی منت سماجت کی۔ اور اللہ کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی [قیس] نہ صرف مرنے والا ہے، بلکہ اب اس کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اس کی عقل بھی جانے والی ہے۔ اور تم نے قیس کی لیلیٰ سے شادی سے انکار کرکے اس کے والدین کو صدمہ پہنچایا۔ خدا، اور قرابت کے لیئے تم قیس کی لیلیٰ سے شادی کردو۔ لہذا! نہ لیلیٰ قیس سے زیادہ شریف ہے، نہ تمہارے پاس اتنی دولت ہے جتنی قیس کے باپ کے پاس۔ اور اُس [قیس کے والد] نے تمہیں حق مہر میں اختیار دیا ہے جو مہر مانگو گے وہ دے گا۔ اور اگر تم چاہو تو وہ تمہیں اپنی ساری دولت دینے کو تیار ہے — یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی لیلیٰ کے والد کو قیس پر رحم نہیں آیا۔ بلکہ کسی اور سے لیلیٰ کی شادی کا فیصلہ کرلیا۔(٦٣)

الغرض یہ کوشش بھی ناکام رہی۔ جب قیس کو اس کا پتہ چلا تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ جوشِ دل اور بڑھا۔ بے تابی و بے قراری نے پہلے سے زیادہ زور پکڑا۔ اس کی حالت اتنی زیادہ بگڑ گئی کہ اس نے نماز بھی ترک کردی۔(٦٤) پس جب کبھی بھی نماز پڑھتا تو وہ اپنا رخ لیلیٰ کے گھر کی طرف کرکے اسے اپنا قبلہ بناتا تھا۔ کہتا ہے:

"جب میں نماز پڑھتا ہوں تو اپنا رخ اس [لیلیٰ] کی طرف کرتا ہوں اگرچہ قبلہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔

"ویسے میں کوئی مشرک نہیں۔ مگر میرے لیئے اس کی محبت اُس تنکے کی طرح ہے جو حلق میں اٹک جائے، معالج اسے نکالنے میں بہت مشقت اُٹھاتا ہے مگر نکال نہیں سکتا۔(٦٥)

قیس کا ذہنی عدمِ توازن

درحقیقت قیس و لیلیٰ کے پورے قصے کا مطالعہ، اور اس کے واقعات کو مربوط کرنے سے اس بات کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ قیس مکمل طور پر کبھی بھی مجنون نہیں تھا۔ ویسے کتاب "الأغانی" میں اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے۔

خود اصمعی کہتا ہے کہ قیس مجنون نہیں تھا۔ بلکہ اسے ایسا ذہنی عدم توازن لاحق ہوا تھا جیسا کہ ابو حیّہ نمیری(۶۶) کو ہوا تھا۔(۶۷)

کتاب الأغانی میں ابن سلام کا یہ قول آیا ہے کہ اگر میں قسم کھاؤں کہ بنو عامر کا مجنون فی الحقیقت مجنون نہیں تھا تو یہ سچ ہے۔ مسئلہ اتنا تھا کہ جب لیلیٰ کی شادی کسی دوسرے شخص سے ہوئی، اور قیس لیلیٰ کے وصال سے مایوس ہوا تو وہ ذہنی عدم توازن کا شکار ہو گیا۔(۶۸)

اصل بات یہ ہے کہ قیس ایک حساس انسان تھا۔ شاعر بھی تھا۔ اسے لیلیٰ سے بڑی محبت تھی۔ اور اسے یہ خیال کبھی نہ آیا کہ لیلیٰ سے شادی نہ ہونا تو درکنار، لیلیٰ پردہ نشین کر دی جائے گی ـــــ اس کے باوجود جب تک لیلیٰ کی کسی اور سے شادی نہ ہوئی تھی کچھ امید باقی تھی۔ مگر جب اس کی شادی ہو گئی، اور قیس کو یقین آ گیا کہ اب لیلیٰ پرائی ہو گئی ہے تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا، اور اس پر اب ایسی حالت طاری ہو گئی کہ وہ اکثر چپ رہتا۔ غمگین، اداس اور متفکر دکھائی دیتا۔ کوئی اس سے بات کرتا تو وہ سوچ بچار کی شدت کے باعث نہیں سنتا تھا ـــــ وہ اپنے کپڑے، اپنی غذا اور صحت کی طرف توجہ نہیں دے پاتا تھا۔ اسے گوشہ نشینی پسند آنے لگی۔ چنانچہ وہ گھر کے قریب ایک صحرا میں چلا گیا۔ اس کے خاندان والے اس کے لیئے کھانا لاتے تھے۔ اور وہ کچھ کھا پی لیتا تھا۔

ایک دفعہ قیس بن ذریح اسی خستہ حالت میں اس سے ملنے گیا۔ اس نے مجنوں کے قریب آ کے سلام کیا۔ مگر مجنوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ تو قیس بن ذریح نے کہا: بھائی! میں قیس بن ذریح ہوں ـــ اتنا سنتے ہی مجنوں اس کی طرف دوڑا، اور اس سے لپٹ گیا۔ پھر مجنوں نے قیس بن ذریح سے مخاطب ہو کر کہا: بھائی! مجھے معاف کرنا۔ ملامت نہ کرنا۔ میں کچھ کھویا ہوا تھا ـــــ اور دونوں دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ عشق کے بارے میں گفتگو کرتے رہے اور روتے رہے۔(۶۹)

کتاب "الأغانی" اور ابو بکر والبی کے مرتبہ دیوان کی روایات کے مطابق جب لیلیٰ کی شادی دوسرے آدمی سے ہوئی تو قیس نے یہ شعر کہا:-

"لیلیٰ کو خدا نے دوسرے کی قسمت میں لکھا، اور مجھے اس کے عشق میں مبتلا کیا۔ لیلیٰ کی محبت کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی جس میں مجھے مبتلا کیا جاتا۔ (۷۰)

ایک روایت یہ ہے کہ قیس کو اس لیئے مجنوں کہا گیا کہ اس نے یہ شعر کہا: (۷۱)

"اے مجنون! تمہارا دل اس شخص کی محبت میں کیوں اتنا بے چین ہے جس کے وصال کی کوئی امید نہیں ہے۔ (۷۲)

یہ بھی روایت ہے کہ اس کے درج ذیل شعر کی وجہ سے اسے مجنوں کہا گیا:

"لوگ جب مجھے دیکھتے ہیں تو مجنوں کہہ اٹھتے ہیں۔ جی ہاں مجھے لیلیٰ کی محبت کا جنون ہے (۷۳)

پس قیس نے اپنا رخ صحرا کی طرف کیا۔ لوگوں سے دور ہوا۔ اس کے جسم پر بال کثرت سے اگ آئے۔ پھر بھی اسے لیلیٰ کا خیال اور اس کی یاد بدستور رہی۔ گھومنے پھیرنے کے دوران کبھی کبھی اس کی ملاقات لیلیٰ سے ہو جاتی تھی تو وہ غش کھا کر گر پڑتا تھا۔ ہوش میں آکر شعر کہتا تھا۔

ایک دفعہ قیس نے لیلیٰ کو محلے میں جاتے دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ منہ کے بل گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب لیلیٰ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ رسوائی کے اندیشے کی خاطر اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ جب قیس ہوش میں آیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

"اس نے جب اس [لیلیٰ] کو دیکھا تو وہ خوشی سے رو پڑا۔ اس کی آنکھوں میں تو سوائے اس [لیلیٰ] کے حسن کے، اور کوئی حسن جچتا ہی نہیں۔

"بلاشبہ اسے بڑی کامیابی ہوتی اور بادشاہی ہاتھ آتی اگر اس [لیلیٰ] بھی اس کو اس طرح دیکھتی جس طرح وہ اُسے دیکھتا ہے۔ (۷۴)

مہدی بن سابق سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو عامر کے بعض مشائخ نے یہ قصہ سنایا ہے کہ قیس مدہوش ہونے کے بعد ایک دفعہ اپنے گھومنے پھیرنے کے دوران لیلیٰ کے محلے میں داخل ہوا۔ اچانک اس نے لیلیٰ کو دیکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ قیس گر کر بے ہوش ہو گیا۔ اور محلے کے چند نوجوانوں نے آکر قیس کے چہرے سے مٹی صاف کی۔ انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اور لیلیٰ سے کہا کہ وہ قیس سے کوئی بات کرے۔

لیلیٰ کو قیس کی حالت پر رحم آیا اور اس نے کہا: جہاں تک بات کرنے کا تعلق ہے تو یہ میرے بس کی بات نہیں - اس میں میری رسوائی کا ڈر ہے - اس کے بعد لیلیٰ نے اپنی ایک لونڈی سے مخاطب ہو کر کہا: قیس کے پاس جا کر کہو: لیلیٰ تمہیں سلام کہتی ہے اور تم سے یہ بھی کہتی ہے کہ اس کا کچھ خیال کرو - اگر اسے تمہارے روگ کا علاج معلوم ہو تو وہ تمہارے علاج کے لیئے جان دینے پر تیار ہے -

لونڈی نے قیس کے پاس جا کر لیلیٰ کا پیغام پہنچایا - چنانچہ قیس نے اس سے کہا: لیلیٰ کو میرا اسلام پہنچاؤ - اور اس سے یہ کہو: بیہات! تم ہی میرا روگ ہو - اور تم ہی میرے روگ کی دوا ہو - تمہارے ہاتھوں ہی میں میری زندگی اور میری موت ہے - تم نے مجھے بڑے عذاب اور مصیبت میں مبتلا کر دیا -(۷۵)

اب مجنوں کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ صحرا ہی میں رہتا - کبھی اس کے گھر والے اس کے لیئے کھانا لاتے - یا پھر جو کچھ ملتا وہ کھا لیتا تھا - وہ اکثر اپنے آپ سے بے خبر ہوتا تھا - چنانچہ نہ اسے اپنے جسم کی صفائی کا خیال تھا، نہ ہی اپنی صحت کا - وہ بہت کمزور پڑ گیا - اس کے کپڑے پھٹ گئے، اور اس کی شکل اتنی بدل گئی کہ اب مشکل سے پہچانا جاتا تھا -

مجنوں کی شادی کے لیئے اُمراء کی سفارشات

اب مجنوں کی حالت [جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے] یہ ہو گئی کہ جدہر کو منہ اُٹھتا چل دیتا - اس کا شوق بھڑکتا چلا گیا - اس نے لوگوں سے گفتگو ترک کر دی - غموں اور دکھوں نے اس کا احاطہ کر لیا - اسی پر ایک خوفناک صورتِ حال طاری ہو گئی - مگر جب لیلیٰ کا نام اس کے سامنے لیا جاتا تھا تو اس کی بے خودی ختم ہو جاتی تھی - اور اس کی عقل لوٹ آتی تھی - جب لیلیٰ کا ذکر ختم ہو چکتا تو پھر وسوسوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا تھا -

اس زمانے میں مروان بن الحکم(۷۶) کی طرف سے عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف زکات کے حصول کے لیئے بنو کعب، قشیر، جعدہ اور الحریش کے قبائل پر مقرر ہوا تھا - ایک دفعہ عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف کی قیس سے ملاقات ہوئی ابن عوف نے قیس سے باتیں کیں اور اسے قیس کی باتیں پسند آئیں - قیس نے ابن عوف سے

کہا کہ وہ اسے اپنی ہمراہی میں شامل کرلے۔

ابن عوف نے ہاں کہا۔ جب جانے لگے تو لوگوں نے ابن عوف کو قیس اور لیلیٰ کی خبر بتائی۔ اور یہ بھی بتایا کہ دربارِ خلافت سے قطعی حکم جاری ہو چکا ہے کہ اگر قیس قبیلۂ لیلیٰ کے اندر قدم رکھے تو اس کا خون ہدر ہوگا۔ اور بلا تأمل اسے قتل کر ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ابن عوف نے قیس سے معذرت کی۔ اور اس کے لیے اونٹ دینے کا حکم دیا۔ مگر قیس نے غصے میں آ کر یہ شعر کہے:۔(۷۷)

٥٥ میں نے قرشی [ابن عوف] کی اونٹنیاں واپس کر دیں جب میں نے اس کی طرف سے عہد شکنی دیکھی۔

٥٥ وہ سب چلے گئے اور مجھے بڑے غم اور بڑی اداسی کا شکار چھوڑ گئے۔(۷۸)

ایک سال بعد مذکورہ بالا قبائل پر ابن عوف کی جگہ نوفل بن مساحق محصل زکات مقرر ہوا۔ اس دوران نوفل کہیں راستے میں تھا۔ اس کا گذر ایک بے لباس شخص کے پاس سے ہوا جس کا رنگ انتہائی درجے کا گورا تھا۔ اور وہ بیٹھا مٹی سے کھیل رہا تھا۔ اور ہڈیاں اپنے اردگرد جمع کر رکھی تھیں۔ پس وہ اس کے قریب پہنچ گیا اور کہا: بہ خدا میں نے اس نوجوان سے زیادہ عجیب آدمی نہیں دیکھا۔ پھر اپنے ایک غلام سے کہا: اے غلام! اس پر کوئی کپڑا ڈال دے۔ اس پر اس کے ایک ساتھی نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں یہ کون ہے؟! کہا: نہیں۔ تو اس نے کہا: یہ مجنون بنو عامر ہے یہ کوئی محتاج شخص نہیں۔ اس کے گھر میں کافی دولت موجود ہے۔ وہ سردار قبیلۂ بنو عامر کا بیٹا ہے۔ مگر یہ خود ہی کپڑے نہیں پہنتا۔ در اصل ایک عورت کے عشق میں اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔

یہ باتیں سن کر نوفل کو قیس سے ملنے کا شوق ہوا۔ قریب گیا۔ اور حال چال پوچھا۔ مگر مجنوں نے آج تک کسے جواب دیا تھا جو نوفل کو جواب دیتا۔ تب لوگوں نے نوفل کو بتایا کہ اگر آپ اس سے باتیں کرنا چاہتے ہیں تو اس کے محبوب کا تذکرہ کیجیئے۔ وہ تم سے مانوس ہو جائے گا۔ سو نوفل نے قریب آ کر کہا: اے اسیرِ محبت! لیلیٰ تجھے سلام کہتی ہے۔ سو جونہی اس کا نام لیا قیس کے ہوش و حواس ٹھکانے آ گئے۔ اور وہ مکمل صحتمند آدمی کی طرح اس کی طرف

متوجہ ہوکر محوِ گفتگو ہوا۔ ساتھ ساتھ اپنی انگلی سے زمین کو کرید رہا تھا اور کہہ رہا تھا:-

٥٥ اے فراقِ لیلیٰ! تونے میرے ساتھ حد کردی۔ اور آج تک ہجر و فراق کی جہاں تک رسائی نہ ہوئی تھی تو اس سے بھی آگے نکل گیا ہے۔

٥٥ میں اس کے اور اپنے درمیان زمانے کی دوڑ دھوپ پر حیران تھا۔ پھر جب ہمارا باہمی تعلق ختم ہوگیا تو زمانے کو سکون آگیا۔

٥٥ سو اے اس کی محبت! ہر شب میرے سوزِ دروں میں اضافہ کرتی رہ، اور اے زمانے کی خوئے فراموشی! تجھ سے تو حشر کے دن ہی ملاقات ہوگی۔ (۷۹)

نوفل نے قیس سے کہا: تجھے محبت نے اس حال کو پہنچا دیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟!۔ تو قیس نے جواب دیا: ہاں! اور ابھی مجھے اس سے بھی برے حالات دیکھنے کی توقع ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ پھر قیس نے جو شعر پڑھے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:-

٥٥ اے لیلیٰ! جب کبھی کسی دن تنہائی میں تجھے یاد کرتا ہوں تو اشک روانی کا سلسلہ بڑا تیز ہو جاتا ہے۔

٥٥ جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا اس پر مجھے ایسی ندامت ہوتی ہے جیسی خرید و فروخت کے وقت گھاٹا پانے والے کو ہوتی ہے۔

٥٥ بخدا! کسی ایسی چیز کا ذکر میرے سینے میں نہیں آیا جو تیرے فراق کی طرح، یک لخت نازل ہو اور خوفزدہ کرکے رکھ دے۔

٥٥ اے میرے دلِ پریشاں! تجھے کھو بیٹھوں! کیونکہ میں نے تجھے اس معاملے میں اس وقت منع کیا تھا جب ابھی تجھے اطمینان نصیب تھا۔ (۸۰)

قیس نے جب یہ اشعار مکمل کیئے تو نوفل نے اس سے کہا! تجھے یہ منظور ہے کہ تو میرے ساتھ چلے تاکہ میں تیرے علاقے میں جاؤں، تیرے لیئے اس [لیلیٰ] کا رشتہ مانگوں، اور ان [لیلیٰ کے والدین] کو ان کی ضروریات کا لالچ دلاؤں؟! — اس پر قیس نے کہا: کیا واقعی تو یہ سب کچھ کر سکے گا؟!— اس نے کہا! ہاں بخدا۔ اگر تو میرے ساتھ چلے تو میں ضرور کوشش کروں گا خواہ مجھے اپنا اقتدار اور اپنا مال بھی تیری خاطر کھونا ہی کیوں نہ پڑے۔

پھر نوفل نے حکم دیا کہ قیس کو سنوارا جائے۔ چنانچہ قیس کو حمام میں داخل کیا گیا۔ نہلا دھلا کے کپڑے پہنائے گئے۔ اس کے بال ہلکے کیے گئے۔ اور ان میں کنگھی کرائی گئی۔ داڑھی کا خط بنایا گیا ــــ العرض قیس کو ایسا بھلا آدمی بنا دیا گیا کہ وہ پہلے جیسا جوان رعنا اور خوبصورت امیر زادہ نظر آنے لگا۔

بعد ازاں جب نوفل کوچ کرنے لگا تو قیس کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلا۔ جب وہ قیس کے علاقے کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ دربارِ خلافت کی طرف سے قیس کے خون ہدر ہونے کا قطعی حکم جاری ہو چکا ہے۔ پھر لیلیٰ کے قبیلہ والے ہتھیار لے کر اس کے مقابل ڈٹ گئے اور کہنے لگے: بخدا! مجنون ہمارے علاقے میں ہرگز قدم نہیں رکھ سکے گا جبکہ سلطان نے اس کا خون ہدر کر رکھا ہے ــــ نوفل نے ان کے ساتھ مذاکرات کیے، مگر وہ جنگ جوئی سے باز نہ آئے۔ اور شمشیر زنی کے لیے کمر کس لی۔ جب نوفل نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اس نے قیس سے کہا: بھائی! یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ ان کے ساتھ معاملہ دشوار ہے۔

چنانچہ مجنون وہاں سے ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔

نوفل نے اس کے لیے اعلیٰ نسل کی اونٹنیوں کا حکم دیا تھا۔ مگر قیس نے لوٹا دیں اور تین مرتبہ کہا کہ تم نے میرے ساتھ ایفائے عہد نہ کیا۔(۸۱)

اس وقت سے نوفل کے دل میں قیس کے لیے محبت سی پیدا ہو گئی۔ یا یوں کہیے کہ نوفل کو قیس کے ساتھ ایک قسم کا دلی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ چند روز کے بعد اسے پھر قیس سے ملنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکلا۔ نوفل کا قول ہے کہ میں نے قیس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو مجھے یہ بتایا گیا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ کافی عرصے سے نظر نہیں آیا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اب وہ کہاں ہے۔

ایک دن نوفل ہرن کا شکار کرنے کی خاطر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ نکلا۔ ایک جگہ پر ایک شخص پیلو کے درخت کے سائے میں دکھائی دیا۔ نوفل کے ساتھیوں کو اس آدمی سے بہت تعجب ہوا ــــ اس کا سارا جسم گرد آلود تھا۔ اور پیلو کے درخت کے قریب ہرنوں کے ایک غول میں بیٹھا ہوا تھا۔ نوفل نے مجنون کو پہچان لیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے اتر آیا۔ اور چلتے چلتے پیلو کے درخت تک

پہنچ گیا۔ نوفل درخت پر چڑھ گیا اور دیر تک اس کی حالت دیکھتا رہا۔ جب قیس نے نوفل کی طرف سر اٹھایا تو نوفل نے قیس کا یہ شعر پڑھا:-

○○ تم لیلیٰ کے لیئے روتے ہو حالانکہ خود ہی اس ہجران نصیبی کا باعث ہو، اگرچہ تم دونوں ایک ہی جگہ رہتے ہو!-(۸۲)

پس ہرنیاں اٹھ کے بھاگیں اور قیس نے جوش میں آ کے اپنے فراقیہ اشعار پڑھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ مجنون شعر پڑھتے پڑھتے غش کھا کر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے سر اٹھا کر پوچھا: ارے تو ہے کون شخص؟ نوفل نے جواب دیا: میں نوفل بن مساحق ہوں! ہاں یہ تو بتاؤ کہ میرے بعد تم پر کیا گذری؟ - اس کے جواب میں مجنون نے شعر خوانی شروع کر دی۔ اتنے ہی سامنے ہرنیوں کا ایک غول نظر آیا۔ اور وہ دوڑ کے ان میں مل گیا۔(۸۳)

لیلیٰ کی شادی

جب قیس اور لیلیٰ کی محبت کا قصہ زبان زد عام ہو گیا تو لیلیٰ کے والدین کو یقین ہو گیا کہ قیس لیلیٰ کی محبت سے باز نہیں آئے گا۔ اور اگرچہ انہوں نے قیس کا خون دربار خلافت سے حلال کروایا تھا، مگر خود قیس کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ لہٰذا لیلیٰ کے والد نے یہ فیصلہ کیا کہ قیس کے محلے سے کہیں دور چلے جائے۔[۸۴] مگر یہ حل فائدہ مند بھی نہ تھا۔ چنانچہ آخری حل یہی سوچا گیا کہ لیلیٰ کی جلد از جلد شادی کر دی جائے۔ ویسے لیلیٰ کی منگنی پہلے ورد ثقفی سے ہو چکی تھی۔ پس رخصتی کا دن مقرر ہو گیا۔ اور قیس کو اس کا جب پتہ چلا تو اس نے اشعار کہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:-

○○ یہ تو وہ لیلیٰ عامریہ ہے۔ اس کے تعلقات کی رسیاں سوائے قبیلۂ ثقیف کے، باقی سب سے ٹوٹ رہی ہیں۔

○○ انہوں نے [لیلیٰ کے والدین نے] اس [لیلیٰ] کو اس طرح قید کر لیا جیسا کہ قربانی کے اونٹوں کو باندھا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس کے ذریعے سے مال و دولت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں خدا کرے اس کا مال نہ رہے۔(۸۵)

چنانچہ جب قیس لیلیٰ کے گھر کے قریب سے گذرتا تھا تو وہ
نہ تو لیلیٰ کے بارے میں پوچھتا، اور نہ ہی اس کے گھر کی طرف دیکھتا تھا۔ وہ اس ضمن میں کہتا ہے:

۵۵ اے وہ گھر جس کو دیکھنے کے لیئے میں نہیں جاتا اگرچہ اس میں ایسا شخص موجود ہے جو میرا محبوب ہے۔

۵۵ میں نے خوف کے باعث تجھ [اے گھر] چھوڑ دیا۔ اور خوف ہی کی وجہ سے تجھے دیکھنے آیا۔ اور [اے لیلیٰ] تیری ہی وجہ سے زمانہ میرے پیچھے پڑا ہوا ہے (۸۶)

لیلیٰ کی شادی، قیس کے لیئے ایک ایسا بہت بڑا سانحہ تھا جس نے اس کی عقل پر بہت برا اثر ڈالا۔ کیونکہ جب تک لیلیٰ کی شادی نہ ہوئی تھی تو قیس کو ایک موہوم سی امید تھی۔ مگر اس امید کی کرن کے ختم ہونے سے قیس کی قوتِ تحمل ختم ہوگئی۔ درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں قیس اپنی حالت بیان کرتا ہے جب اس کو لیلیٰ کی رخصتی کا دن معلوم ہوا:۔

۵۵ جب یہ کہا گیا کہ لیلیٰ عامریہ کو کہیں لے جایا جا رہا ہے تو۔

۵۵ گویا کہ میرا دل اُس بھٹ تیتر کی مانند ہے جس کو جال نے پھنسا دیا ہو۔ اور وہ اس سے نکلنے کے لیئے اس سے کھینچا تانی کرتا رہا ہو۔ مگر اس کے پر اس میں پھنس چکے ہوں۔ (۸۷)

قیس کو اس بات کی توقع تھی کہ اگر لیلیٰ ہمیشہ کے لیئے جدا ہوجائے، تو اس کی عقل ضرور جائے گی۔ چنانچہ کہتا ہے:۔

۵۵ اے قیس! کیا لیلیٰ تم سے جدا ہونے والی ہے اور تم زندہ ہو۔ گویا تم اس مصیبت سے بے خبر ہو۔

۵۵ جب ان [لیلیٰ والوں] کی جدائی کے دن لمبے ہو جائیں گے۔ اور وہ لیلیٰ کو لے جائیں گے تو تم اس وقت یقین کروگے کہ تمہاری عقل زائل ہونے والی ہے۔ (۸۸)

قیس کی صحرا نوردی

بہر حال لیلیٰ کی شادی ہوگئی۔ اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر منتقل ہوگئی۔ قیس کی حالت بہت بگڑ گئی۔ وہ لوگوں سے مایوس ہو کر صحرا کی طرف چلا گیا جہاں وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کے قلب سے ہر چیز کی یاد نکل گئی

مگر لیلیٰ کی یاد برقرار رہی -

صحرا میں جب قیس کو کوئی ہرنی نظر آتی تھی تو لیلیٰ کی یاد آتی تھی - اور وہ جوشِ عشق میں آکر شعر کہتا تھا - کبھی کبھی وہ کبوتروں کی آواز سن کے ان سے مخاطب ہوتا تھا - اور کبھی کوے سے ہم کلام ہوتا تھا -

ایک دفعہ مجنوں ایک وادی کے پاس سے گذرا جہاں کبوتریاں جمع تھیں - ہر ایک کبوتری دوسری کبوتری کے غٹرغوں پر غٹرغوں کرتی تھی(۸۹) - مجنوں نے یہ دیکھ کر چند اشعار کہے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں :-

○○ جذبۂ اشتیاق و محبت نے مجھے پکارا جبکہ چاشت کے وقت ٹہنیوں میں آواز اٹھانے والی کبوتری نے ترنم ریزیاں شروع کیں -

○○ وہ ان خاکستری رنگ والی "کبوتریوں" کو جواب دے رہی ہے جو اس کی آواز پر کان دھرے بیٹھی ہیں - سو ان میں ہر ایک دوسری کے لیئے مددگار اور جواب دینے والی ہے -

○○ سو میں نے کہا کہ اے گلشن کی کبوترو ! تم کیوں رو رہی ہو ؟ - کیا تم اپنے رفیق سے جدا ہو گئی ہو - یا رفیق خود تم سے جدا ہو گیا ہے -

○○ یہ کبوتری مجھے لیلیٰ کی یاد دلاتی ہے باوجودیکہ اس [لیلیٰ] کا گھر بہت دور ہے - اور لیلیٰ لوگوں کو سخت قتل کرنے والی ، اور سخت فریفتہ کرنے والی ہے -

○○ سو جو روگ مجھے لگا ہوا ہے اگر وہ پتھروں کو لگ جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے ، اور اگر ہوا کو لگ جاتا تو اس کے چلنے کی آواز کبھی سننے میں نہ آتی -(۹۰)

ایک دفعہ مجنوں اپنے چند دوستوں کے ساتھ رات کے وقت بیٹھا ہوا تھا - اچانک ایک درخت سے ایک فاختہ کی آواز سنائی دی(۹۱) - تو قیس نے اشعار کہے جن میں سے یہ دو شعر درج ذیل ہیں :-

○○ رات کی تاریکی میں جب میں سویا ہوا تھا ایک فاختہ نے اپنے رفیق کے لیئے روتے ہوئے بآوازِ بلند آہ و زاری شروع کی -

○○ بیت اللہ کی قسم ! میں اپنی محبت میں جھوٹا ہوں - کیونکہ اگر میں سچا عاشق ہوتا تو فاختائیں گریہ و زاری میں مجھ سے سبقت نہ لے جاتیں -(۹۲)

ہرنیوں کی شکل میں قیس کو لیلیٰ کی شکل دکھائی دیتی تھی -

جب بھی وہ کسی ہرنی کو دیکھتا تو وہ لیلیٰ کو یاد کرتا تھا - وہ خود لیلیٰ کو ہرنی سے تشبیہ دیتا تھا - کہتا ہے :-

"ہر وہ چیز جس کا حسن نایاب ہے اس کے سارے محاسن لیلیٰ کو نصیب ہوئے -

" قریب تھا کہ ہرنی بھی لیلیٰ بن جاتی اگر اس کی باریک پنڈلیاں اور ابھرے ہوئے سینگ نہ ہوتے" - (۹۳)

چنانچہ قیس کو اپنی وحشت میں اگر اُنس تھا تو ہرنیوں سے، جن کی مستانہ آنکھیں، جن کی پھرتی اور چالاکی، اور جن کی خوبصورتی سے اسے پیاری لیلیٰ یاد آجاتی - اور ان کی طرف [شبیہ لیلیٰ] ہی کہہ کے خطاب کرتا - کبھی جوشِ جنون کے زور، اور بیتابیٔ دل کے شوق میں ان سے پوچھتا :-

" اے وادی کی ہرنیو ! خدا کے لیئے بتاؤ کہ میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا نوعِ بشر میں سے ہے" (۹۴)

اور کبھی اسی جوش میں ہرنیوں سے مخاطب ہوکے ان کے حسن کی تعریف کرتا - اور پھر لیلیٰ کے حسن سے مقابلہ کرکے ان کی خوبصورتی پر نکتہ چینی کرتا - چنانچہ ایک ہرنی سے کہتا ہے :-

" تیری دونوں آنکھیں ہو بہو اُسی کی آنکھیں ہیں - اور تیرا گلا بالکل اسی کا گلا ہے - مگر تیری پنڈلیوں کی ہڈی پتلی ہوگئی ہے" - (۹۵)

اس جوشِ جنون، اور صحرانوردی میں بھی ہرنیوں کی محبت نے اتنے ضرور ٹھکانے رکھے تھے کہ اگر کوئی شکاری کسی ہرنی کو پکڑ لیتا تو جس طرح بنتا، یا ممکن ہوتا، قیس گرتا پڑتا اس کے پاس پہنچتا - اور جس طرح بھی بن پڑتا ہرنی کو اس کے ہاتھ سے چھڑا دیتا -

ایک دفعہ مجنوں کا دو ایسے شکاریوں کے پاس سے گزر ہوا جنہوں نے ایک ہرنی کو پکڑ کر رسی سے باندھ رکھا تھا - مجنوں نے جب ہرنی کو دیکھا تو وہ رو پڑا - اور شکاریوں سے مخاطب ہوکر، اور ان کی منت سماجت کرکے کہا کہ تم اسے آزاد کرو اور میری بھیڑ بکریوں میں سے ایک بکری لے لو —— چنانچہ شکاری کو یہ بات منظور ہوئی - اور انہوں نے ہرنی کو چھوڑ دیا - (۹۶) اس ضمن میں مجنوں نے اشعار کہے جن میں سے چند ملاحظہ فرمائیں :-

○○ اے میرے دونوں دوستو جنہوں نے آج شبیہ لیلیٰ [ہرنی] کو جال میں پھنسا لیا۔ اور اسے رسیوں میں جکڑ دیا !

○○ اس ہرنی میں مجھے لیلیٰ کی شکل نظر آرہی ہے۔ مہربانی کر کے اس کی رسیاں کھول دو۔ (۹۷)

جب ہرنی آزاد ہوگئی تو قیس نے اسے دوڑتے دیکھ کر کہا :-

○○ اے لیلیٰ کی ہم شکل ! خوف نہ کھا۔ کیونکہ جنگل کے جانوروں میں آج میں تیرا دوست ہوں۔

○○ اے لیلیٰ کی ہم شکل ! اگر تو تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس ٹھہرے تو امید ہے کہ میرے دل کو جوشِ عشق سے افاقہ ہوجائے۔

○○ جب میں نے اسے قید سے آزاد کرایا تو وہ دوڑنے لگی۔ اے ہرنی ! تو لیلیٰ ہی کے نام پر آزاد ہوگئی ہے۔

○○ کیونکہ تیری آنکھیں بعینہٖ اس کی آنکھیں، اور تیری گردن اس کی گردن ہے۔ ہاں بس اتنا ہے کہ تیری پنڈلی کی ہڈی دبلی ہوگئی ہے۔ (۹۸)

کبھی کبھی وہ خود ہرنیوں کو شکار کرتا پھر انہیں آزاد کرتا تھا۔ اس ضمن میں وہ کہتا ہے :-

○○ اے ہم شکل لیلیٰ ! جا۔ صحیح سالم رخصت ہوجا۔ آنکھ کی ٹھنڈک کے ساتھ، اور سبزے سے لطف اندوز ہو۔

○○ کیونکہ لیلیٰ وہی ہے جس نے تجھے مرنے سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ اور تیرے قدموں سے بیڑیاں کھول دیں۔ (۹۹)

صحرا نوردی میں کبھی کبھی قیس کو لیلیٰ کے دیکھنے کا اتفاق ہوجاتا تھا۔ مگر بےچارہ جونہی لیلیٰ کو دیکھتا بے ہوش ہوکر منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور جب اس کو افاقہ ہوتا تھا تو وہ شعر کہتا تھا۔ (۱۰۰) ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ کبھی کبھی لیلیٰ کے شوہر سے بھی ملتا تھا۔

ایک دفعہ لیلیٰ کا شوہر مجنون کے محلے میں اپنے ایک چچازاد بھائی کے پاس آیا۔ مجنون نے اسے دیکھا تو اس سے مخاطب ہوکر یہ اشعار کہے !-

○○ خدا کی قسم ! کیا تم نے کبھی لیلیٰ کو رات کے وقت آغوش میں لیا۔ اور اس کے منہ کو بوسہ دیا۔

○○ اور کیا لیلیٰ کی زلفیں تیرے شانوں پر اس طرح بکھر گئیں جس طرح ہواؤں کے جھونکوں سے کلیاں جھوم جاتی ہیں۔ (۱۰۱)

لیلیٰ کے شوہر نے جواب میں کہا : ہاں - چنانچہ مجنوں یہ سن کر بے ہوش ہو گیا[(۱۰۲)] - اب لیلیٰ کی محبت میں، مجنوں کی حالت انتہا کو پہنچ گئی - وہ آبادی سے بھاگتا تھا - کوہ وصحرا میں مارا مارا پھرتا تھا - سوکھی گھاس کھا کھا کے پیٹ پالتا تھا - وہ چلتا پھرتا کہیں سے کہیں پہنچتا تھا - اور جو کوئی ملتا تھا اس سے لیلیٰ کے محلے، بلکہ پہاڑوں، درختوں اور وحشیانِ صحرا تک کے بارے میں بھی پوچھتا تھا کہ "علاقہ بنو عامر کا کوہِ توباذ کس طرف ہے ؟" - یہی وہ پہاڑ تھا جس پر نو عمری میں وہ اور لیلیٰ ساتھ جا کے بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے -

پس جب مجنوں پر جوش عشق کی حالت طاری ہو جاتی تو وہ نکل کھڑا ہوتا تھا حتیٰ کہ شام میں جا پہنچتا - جب اس کو ہوش آتا تھا تو وہ ایک ایسی بستی اور ایسے لوگوں کو دیکھتا جن سے وہ ناواقف ہوتا تھا — چنانچہ وہ لوگوں سے بنو عامر کے علاقے کا پتہ پوچھتے ہوئے کہتا تھا: میرا باپ تم پر فدا ہو - بنو عامر کی سرزمین کا کوہِ توباذ کس طرف ہے ؟ - مجنوں کو یہ بتایا جاتا تھا کہ تم کہاں اور بنو عامر کی سرزمین کہاں ! تم شام کی سرزمین میں ہو - فلاں ستارے کی سیدھ میں جاؤ — چنانچہ وہ سرزمین بنو عامر میں واپس آتا تھا اور کوہِ توباذ کے قریب کھڑا ہو کر، اور رو کر یہ اشعار پڑھتا تھا : -

ہ ہ جب میں نے "توباذ" کو دیکھا تو میں رو دیا - اور جب اس نے مجھے دیکھا تو اللہ کی وحدانیت کا نعرہ بلند کیا -

ہ ہ جب میں نے اسے دیکھا تو اپنی آنکھوں سے آنسو بہائے، اور اس نے مجھے اپنی پوری آواز سے پکارا اور آواز دی -

ہ ہ میں نے اس سے کہا کہ وہ لوگ کہاں گئے جن سے شادابی اور خوش وقتی کے دور میں تیرے قرب وجوار میں، میں مانوس تھا -

ہ ہ تو اس نے کہا: وہ تو چلے گئے اور اپنے علاقوں کو میرے سپرد کر گئے - اور بھلا ایسا کون ہے جو گردشِ روزگار کے ساتھ باقی رہ سکے - (۱۰۳)

قیس کی وفات

قیس کی یہی حالت ایک عرصے تک رہی کہ وہ صحرا میں چلتا پھرتا تھا - لوگوں سے نہیں ملتا تھا - صرف اور صرف لیلیٰ کے بارے میں سوچتا تھا - یہاں تک کہ اس کی جلد خشک ہو کر ہڈیوں سے چمٹ گئی -

ایک دفعہ بنو مُرّہ کا ایک شیخ [بزرگ] مجنوں سے ملنے کے لیئے بنو عامر کی سرزمین میں گیا - یہ شیخ کہتا ہے : جب میں مجنوں کے محلے میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا باپ ایک معمر شخص ہے - اس کے کئی بیٹے ہیں - یہ لوگ صاحبِ مال بھی ہیں اور خوش شکل اور خوش وضع بھی —— پس میں نے ان سے مجنوں کے بارے میں پوچھا تو وہ سب بڑی شدت سے رونے لگے - پھر وہ بوڑھا کہنے لگا :- بخدا وہ مجھے ان سب سے زیادہ پسند اور لاڈلا ہے - اسے اپنے ہی خاندان کی ایک عورت سے عشق ہو گیا جو مال کے اعتبار سے اس کی ہم پلہ نہ تھی - جب اس کے عشق کا چرچا لوگوں میں ہو گیا تو ہم نے اس کا رشتہ طلب بھی کیا - مگر اس کے والد نے انکار کر دیا - اور کسی اور کے ساتھ اس کی شادی کر دی - میرے بیٹے کو اس کے عشق میں جنون ہو گیا ، اور وہ صحرا میں مارا مارا پھرنے لگا - سو ہم نے اسے بند کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں - مگر وہ دانتوں سے اپنے ہونٹوں اور زبان کو اس حد تک دباتا تھا کہ وہ کٹ جاتی تھی - جب ہم نے اس کی یہ حالت دیکھی تو ہمیں اس پر ترس آیا اور ہم نے اسے آزاد کر دیا - چنانچہ وہ صحراؤں میں جا نکلا - جنگلی جانوروں کے ساتھ مارا مارا پھرتا تھا - ہم ہر روز کھانے پینے کی چیزیں اس کے لیئے بھیجتے تھے - یہ ایسی جگہ رکھ دی جاتی تھیں کہ وہ انہیں دیکھ سکے - رکھنے والا جب ہٹ جاتا تو وہ آ کر کھا لیتا تھا -

میں نے کہا : میں اس سے ملنے کا خواہشمند ہوں - مجھے اس کے پاس لے چلو - انہوں نے مجھے اس کے ایک دوست سے ملنے کو کہا - اور یہ بتایا کہ وہ اس دوست کے علاوہ نہ تو کسی اور سے مانوس ہوتا ہے ، اور نہ ہی کسی کو اپنے اشعار سناتا ہے -

—— چنانچہ میں مجنوں کے اسی دوست کے پاس گیا - اور میں نے اس سے اپنا مطلب ظاہر کیا تو اس نے کہا : اگر تمہیں اس کی شاعری سے غرض ہے تو جو کچھ اشعار اس نے کل کہے تھے وہ میرے پاس ہیں - اور میں کل اس کے پاس جا رہا ہوں - اور جو کچھ

وہ کہے گا میں تجھے بتا دوں گا ــــ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کے پاس خود جاؤں ۔ چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر وہ تم سے بھاگ کر چلا جائے تو مجھ سے بھی گریز کرے گا ۔ اور اس کی شاعری ضائع ہو جائے گی ــــ پھر بھی میں نے اس کے پاس جانے پر اصرار کیا ۔ چنانچہ اس نے کہا : اس صحرا میں اس کی تلاش کرو ۔ اگر ملے تو اس سے قریب ہو جاؤ اور اسے یہ احساس نہ ہونے دو کہ تمہیں اس سے خوف ہے ۔ کیونکہ اگر اسے یہ احساس ہو جائے تو وہ دھمکی دے کر تمہارے مارنے کے لیئے پتھر اٹھائے گا ۔ تم ڈرو مت ۔ اور اس سے نظر چرا کر بیٹھے رہو ۔ جب تمہیں محسوس ہو جائے کہ وہ کچھ سکون میں آگیا ہے تو اسے غزل کے چند اشعار سناؤ ۔ اور اگر تمہیں قیس بن ذریح کے چند اشعار یاد ہوں تو اسے سنانا ۔ اس لیئے کہ اسے قیس بن ذریح کی شاعری پسند ہے ۔

پس میں اس دن قیس کی تلاش میں نکلا اور عصر کے وقت تک تلاش کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اسے زمین پر بیٹھا ہوا دیکھا ۔ وہ اپنی انگلیوں سے لکیریں کھینچ رہا تھا ۔ میں اس کے بلا جھجھک قریب آگیا تو وہ اس طرح سے مجھ سے بھاگنے لگا جس طرح آدمیوں سے جانور بھاگتے ہیں ۔ اس کے پہلو میں پتھر پڑے ہوئے تھے ۔ اس نے ایک پتھر اٹھا کے مارنا چاہا ۔ تو میں نے اپنا منہ اس سے پھیر لیا ۔ وہ تھوڑی دیر تک اس طرح بیٹھا رہا جیسا کہ وہ کھڑا ہو کر بھاگنے والا ہو ۔

جب میں کافی دیر تک بیٹھا رہا تو وہ مطمئن ہو کر اپنی انگلی سے پھر لکیریں کھینچنے لگا ۔ میں نے اس کے قریب آکر کہا : بخدا ! قیس بن ذریح نے یہ شعر بہت ہی خوب کہے ہیں : -

ہ ہ اے جدائی والے کوّے ! تیرا برا ہو ۔ مجھے لبنیٰ کے بارے میں اپنے علم سے خبر کر دے کہ تو خبر رکھنے والا ہے ۔

ہ ہ اگر تو جو چیز جانتا ہے اس کی خبر نہیں دے گا تو اللہ کرے کہ تیرے پر ٹوٹ جائیں ۔ اور تو اڑ نہ سکے ۔

ہ ہ اور تو ایسے دشمنوں کے ارد گرد چکر لگاتا رہے جن میں تیرا محبوب ہو جیسا کہ تو دیکھتا ہے کہ میں اپنے محبوب کے ارد گرد چکر لگاتا ہوں ۔ (۱۰۴)

مجنوں نے یہ سن کر میرے قریب آکر روتے ہوئے کہا : بخدا !

اس نے خوب کہا - اور میں نے اس سے زیادہ یہ اشعار خوب کہے :-

؎ جب یہ کہا گیا کہ لیلیٰ عامریہ کو کہیں لے جایا جا رہا ہے تو -

؎ گویا میرا دل اس بھٹ تیتر کی مانند ہے جس کو جال نے پھنسا دیا ہو - اور وہ اس سے نکلنے کے لئے اس سے کھینچا تانی کرتا رہا ہو مگر اس کے پر اس میں پھنس چکے ہوں - (۱۰۵)

میں ایک لحظہ کے لئے چپ رہا - پھر اس کے قریب ہو کر کہا : بخدا !

قیس بن ذریح نے یہ اشعار خوب کہے :-

؎ اور میں اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو رو رو کر ختم کروں گا اس چیز کے خوف سے ، جو واقع ہو چکی ہو ، یا ہونے والی ہو -

؎ اور لوگوں نے مجھ سے کہا کہ کل یا پرسوں مصیبت کا نزول ہے ، یعنی فراق محبوب ، کہ ابھی تک وہ جدا نہیں ہوا ، مگر جدا ہونے والا ہے -

؎ اور مجھ یہ اندیشہ نہ تھا کہ میری موت آپ کے ہاتھوں واقع ہو جائے گی - مگر کیا کیجیے جو ہونا ہے وہ ہو کر رہتا ہے - (۱۰۶)

مجنوں یہ اشعار سن کر رو پڑا - یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ مر چکا ہے - اس کے آنسوؤں نے ریت کو گیلا کر دیا - پھر اس نے کہا : بخدا اس نے خوب کہا اور میں بخدا ، اس سے زیادہ بہتر شاعر ہوں - میں نے یہ کہا :-

؎ تم نے ایک نرم اور میٹھی بات کے ذریعے سے مجھ اپنے قریب کر کے اپنا قیدی بنا لیا ہے -

؎ پھر تم نے مجھ کو اس وقت چھوڑ دیا جب میرے لیئے کوئی حیلہ نہیں تھا - اور تم نے میرے سینے میں وہ کچھ چھوڑا جس میں ، میں اب مبتلا ہوں - (۱۰۷)

تھوڑی دیر بعد ایک ہرنی پر اس کی نظر پڑی - سو وہ کود کر اس کے پیچھے ہو لیا - اور مجھ سے اوجھل ہو گیا — دوسرے دن میں نے آ کے اس کی تلاش کی مگر نہیں ملا - اور وہ عورت کھانا ساتھ لے کر آئی جو اس کے لیئے کھانا لایا کرتی تھی - تو اس نے دیکھا کہ کل کا کھانا جوں کا توں وہاں پڑا تھا اور اس نے نہیں کھایا تھا —

— تیسرے دن میں نے اس کے خاندان کو ساری بات بتائی - چنانچہ ہم سب صحرا میں آ کر دن بھر اسے ڈھونڈتے رہے - مگر وہ نہیں ملا — چوتھے دن ہم اس کی تلاش میں نکلے تو وہ پتھروں اور ریت سے بھری ہوئی ایک وادی میں مردہ پڑا تھا - (۱۰۸)

قیس کی تجہیز و تکفین میں لیلیٰ کا باپ بھی شریک تھا۔[109] اس نے مجنوں کی لاش دیکھ کے اس کی بیکسی کی موت پر بہت ہی افسوس کیا۔ اور بطریق معذرت حاضرین سے کہا: میں نہیں جانتا تھا کہ اس کی یہ حالت ہو جائے گی۔ اور اس کی نامرادیوں کا یہ انجام ہوگا۔ پس میں ایک ایسا عرب ہوں جو بدنامی اور رسوائی کو گوارا نہیں کرتا۔ لہٰذا میں نے اپنی بیٹی لیلیٰ کی کسی دوسرے سے شادی کر دی۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ اس کی حالت یہ ہو گی تو میں یہ کبھی نہ کرتا۔[110]

گذشتہ صفحات میں ہم نے "کتاب الأغانی" میں، اور "ابوبکر والبی" کے مرتبہ دیوان میں وارد ہونے والے قصۂ لیلیٰ ومجنون کا تفصیل کے ساتھ جائزہ پیش کیا ہے - درحقیقت یہ تفصیلات مذکورہ دونوں کتابوں میں موجود ہیں - البتہ میں نے قصے کی ترتیب وتہذیب میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ایسی معلومات اور حقائق جمع کیئے جائیں کہ یہ قصہ عقل اور منطق کے لیئے قابلِ قبول، اور ناپسندیدہ مبالغوں سے دور ہوجائے ـــــ چنانچہ اگر ہم ابوبکر والبی سے منسوب دیوان میں وارد ہونے والے لیلیٰ ومجنون کے قصے پر غائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ابوبکر نے مجنون کی حقیقت میں شک وشبہ کی طرف دور ونزدیک کا اشارہ کیئے بغیر صرف قصہ، اخبار اور اشعار قلمبند کر دیئے ہیں ـــ نہ تو روایات پر کوئی تنقید کی، اور نہ ہی جملہ روایات کو راویوں کے ساتھ منسوب کیا - بلکہ اس نے اپنی توجہ صرف اور صرف اس بات پر مرکوز رکھی کہ مجنون سے منسوب اشعار واخبار جمع کر دیئے جائیں ـ اور یہی معاملہ ابوالفرج أصفہانی کا بھی ہے - البتہ اس نے قیس کی حقیقت کے بارے میں تشکیک والی روایات کا ذکر کیا ہے - اور جملہ روایات کو راویوں کے ساتھ منسوب بھی کیا ہے -

ابوبکر والبی اور ابوالفرج أصفہانی کے قصے آپس میں ملتے جلتے ہیں - البتہ چند اختلافات پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر مندرجہ ذیل سطور میں کیا جارہا ہے ـــــ واضح رہے کہ ابوبکر نے ابوالفرج سے پہلے قصے کو قلمبند کیا ہے:

۱- ابوبکر والبی کا کہنا ہے کہ جب قیس کے والد نے اپنے بیٹے قیس کی لیلیٰ سے منگنی کرنے کا ارادہ کیا تو لیلیٰ کے والد نے اس درخواست کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اسے یہ بات گوارا نہیں کہ عرب قبائل یہ کہیں کہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی ایک پاگل شاعر سے کردی ہے[111] جبکہ ابوالفرج أصفہانی نے اپنے قصے میں اس بات کی طرف کہیں بھی اشارہ نہیں کیا - اس نے لیلیٰ کے والد کے انکار کی یہ وجہ بتائی ہے کہ قیس نے اپنے اشعار میں لیلیٰ کا ذکر کیا، اور اس طرح ان کی محبت کا لوگوں میں چرچا ہوگیا[112] - مگر ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ لیلیٰ کے والد کے انکار کی کئی وجوہات تھیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ واقعی قیس نے اپنے اشعار میں لیلیٰ کی تشبیب کہی - اور یہ بات عربوں کو گوارا نہ تھی ـــ دوسرے یہ کہ واقعی قیس اور لیلیٰ کی محبت کا لوگوں میں چرچا ہوگیا - اور ان کا قصہ زبانوں پر جاری وساری ہوا

اور یہ بات لیلیٰ اور ان کے والدین کے لئے رسوائی کا موجب بنی — تیسرے یہ کہ قیس اور لیلیٰ کے خاندان میں پرانی دشمنی چلی آتی تھی جس کی طرف قیس نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

ان ساری وجوہ کے پیش نظر لیلیٰ کے والد نے قیس کا رشتہ قبول نہ کیا۔ البتہ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ انکار قیس اور خود لیلیٰ کے لئے موت کے مترادف ہے۔

چنانچہ ہم ابوبکر والبی کی روایت کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ اگر لیلیٰ کا رشتہ مانگنے سے پہلے قیس دیوانہ ہو چکا تھا تو پھر رشتہ مانگنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے — حقیقت یہ ہے کہ واقعات کا تسلسل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ پہلے قیس نے لیلیٰ سے شادی کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ اس کوشش میں ناکام رہا جس کی وجہ سے اسے ایسا صدمہ پہنچا جس نے قیس کے رویے اور ذہنی توازن پر برا اثر ڈالا ہے۔ اور لوگ اُسے مجنوں کے لقب سے پکارنے لگے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ غالب گمان یہی ہے کہ قیس کو یہ لقب لیلیٰ کی شادی کے بعد ملا۔

٢- ابوبکر والبی نے "بجا طور پر" قیس کی جسمانی بیماری کی طرف کئی موقعوں پر اشارہ کیا ہے۔ اور قیس کے علاج و معالجے کے لئے قیس کے والد کی کوششوں کا ذکر کیا ہے[١١٣] جبکہ ابو الفرج اصفہانی نے اس بات کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ — ہم نے "بجا طور پر" اس لئے کہا کہ یہ واردات قاری کے لئے قصے کی بہتر تفہیم میں معاون ہوئی ہے۔

٣- ابوبکر والبی نے اپنے دیوان میں قیس کے، ہرنیوں کے علاوہ مختلف پرندوں سے ہم کلام ہونے کا بہت ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس دیوان میں قیس نے ہرنیوں کے علاوہ کوؤں[١١٤]، بازوں[١١٥]، آسمانی بجلیوں[١١٦] اور آگ[١١٧] سے ہم کلام ہو کر اشعار کہے۔ اس اسلوبِ تخاطب کا فارسی، ترکی، اور اردو ادب میں قصۂ لیلیٰ مجنوں پر بہت اثر رہا جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر اس کی وضاحت کریں گے۔

مندرجہ بالا ثانوی اختلافات کے علاوہ اور بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مگر ان اختلافات سے قصے کی حقیقت میں بڑا فرق نہیں پڑتا۔ البتہ چند ایسے اختلافات ہیں جو بنیادی ہیں اور جو بعد میں فارسی اور اردو ادب میں قصۂ لیلیٰ و مجنوں پر اثر انداز ہوئے — یہ اختلافات درج ذیل ہیں:-

قیس اور لیلیٰ کی باہمی خط وکتابت :۔

حقیقت میں قیس اور لیلیٰ کی باہمی خط وکتابت، اس قصے کے واقعات میں سے ایک ایسے واقعہ کی حیثیت بھی رکھتی ہے جو فارسی اور اردو کے قصے میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس کو زیرِ بحث لانا ضروری ہے ـــــ چنانچہ اس روایت کے مطابق جو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قیس اس وقت سے لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا جبکہ ابھی وہ دونوں کمسن بچے تھے۔ مویشی چراتے تھے۔ تو یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ قیس یا لیلیٰ نے قراءت وکتابت سیکھی ہو۔ اس لیئے زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ محض کسی شخص کے توسط سے باہمی زبانی پیغام رسانی تک محدود تھا جیسا کہ کتاب "الأغانی" میں ابوالفرج اُصفہانی ذکر کرتا ہے (۱۱۸) کہ مجنون کے خاندان میں سے ایک شخص نے اس سے کہا کہ میں لیلیٰ کے محلے میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو کیا تم لیلیٰ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟ ـــــ مجنون نے کہا: ہاں۔ وہاں جاکے ٹھہرو جہاں لیلیٰ تیری بات کو سن سکے۔ اور اس کے بعد یہ کہو :۔

"اے لیلیٰ! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تجھ سے نا امید ہو جانے کی وجہ سے میری جان ہلاکت کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس کے باوجود بھی میں اسے تکلیفوں اور مشقتوں میں مبتلا کر دیتا ہوں۔

"میں نے اپنی جان کو تیری اتنی امیدیں دلائیں کہ جب وہ پوری نہ ہوئیں تو وہ تکلیف اور دکھ میں مبتلا ہو گئی۔ اور جو امیدیں میں اسے دلاتا رہا ان کے پورا نہ ہونے کا اسے یقین ہو گیا۔

"اور تجھ سے گھڑی بھر کی ملاقات بھی خواہ وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، ہر حال میں میرے دل کے لیئے بہلاوے کا سبب بن جاتی ہے۔ اور یہ مختصر گھڑی مجھے دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (۱۱۹)

پس وہ آدمی چلا گیا۔ اور کسی ایسے وقت کا انتظار کرتا رہا جس میں لیلیٰ سے اکیلے میں اس کی ملاقات بن آئے اور وہ اسے مجنون کا پیغام دے سکے۔ تو اس کی یہ مراد بر آئی۔ وہ اس کے پاس ٹھہرا اور اس سے کہا: اے لیلیٰ! کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے ـــ اور پھر اس نے سارے اشعار پڑھے ـــ لیلیٰ یہ سن کر بہت دیر تک روتی رہی۔ اور اس کے بعد کہا: میرا سلام اس کو پہنچا دو اور اس سے کہو :۔

"میری جان تجھ پر قربان ہو۔ اگر میری جان پر میرا قابو ہوتا تو سوائے تیرے اس کے لیئے نہ کوئی

کفایت کرتا ۰ اور نہ ہی اسے راضی کر سکتا -

۰۰ اللہ نے تمہارے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے اس پر صبر کرو - باوجود اس کے کہ میرے لیئے تجھ سے [تیری جدائی میں] صبر کرنا بہت کڑوا ہے مگر میں اس کا اظہار نہیں کرتی (۱۲۰)

اس کے بعد اس نوجوان نے لیلیٰ کے یہ دو اشعار مجنوں کو پہنچا دیئے - اور ساتھ ہی لیلیٰ کے حال سے اسے باخبر کیا - چنانچہ وہ رونے لگ گیا - اور بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا - جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے یہ اشعار پڑھے :-

۰۰ مجھے عروہ عذری پر تعجب ہے کہ اس کا قصہ نسل درنسل لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے -

۰۰ عروہ تو آرام کی موت مر گیا ہے حالانکہ میں ہر روز ایک موت مرتا ہوں - (۱۲۱)

مگر ابوبکر والبی کے نزدیک یہ معاملہ صرف زبانی پیغامات تک ہی محدود نہیں تھا - بلکہ عاشق و معشوق کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا ــــــ یہ بات اس روایت کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے جو یہ واضح کرتی ہے کہ لیلیٰ شعر و ادب، اور عربوں کی جنگوں کا علم رکھتی تھی - نوجوان اس کے پاس جایا کرتے، اس کی باتیں بغور سنتے، اور اس سے سوال بھی کرتے تھے - قیس بھی ان نوجوانوں میں شامل تھا جو اس کے پاس بیٹھا کرتے تھے - (۱۲۲)

والبی کہتا ہے کہ ایک آدمی لیلیٰ کے پاس سے گذرا - وہ اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑی تھی - لیلیٰ نے اس آدمی سے کہا : اے اللہ کے بندے ! کہاں جانا چاہتے ہو ؟! تو آدمی نے جواب دیا کہ میں بنو عامر کے ہاں جانا چاہتا ہوں ــــ پس لیلیٰ نے ایک آہ بھری اور کہا :-

۰۰ اے اپنی سواری کو آہستہ چلانے والے سوار ! ہمارے پاس آؤ تاکہ تمہیں اپنی کچھ تکلیف بتاؤں -

۰۰ لوگوں کو جو کچھ میری تکلیف کے بارے میں علم ہے وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے -

۰۰ میں اس کی رضا چاہتی ہوں، اور میں اس کی محبت میں قائم و دائم رہنے کی ہمیشہ کوشش کروں گی (۱۲۳)

جب مجنوں کو یہ بات پہنچی تو اس نے اس آدمی کے ذریعے لیلیٰ کو یہ لکھ کر بھیجا ہے :-

۰۰ اور تو ہی وہ ہے جس نے مجھے رات کے آخری حصے میں سفر کرنے کی تکلیف دی ہے

کہ بھٹ تیتروں کے گروہ "جلھتین" کے مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

٥٥ اور تو ہی وہ ہے جس نے حرارتِ عشق سے میرے دل کو گداز کر دیا ہے۔ اور آنکھوں سے اتنے آنسو بہے ہیں کہ وہ بیمار پڑ گئی ہیں۔

٥٥ اور تو ہی وہ ہے جس نے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور تیرے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے جو مجھ پر لعنت ملامت کرتا تھا، اس کو تم نے خوش کر دیا (۱۲۴)

ابو بکر والبی ایک اور روایت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

کہا گیا ہے کہ جب مجنون کی بیماری زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اس کا علاج مشکل ہو گیا۔ اس کے علاج سے طبیب عاجز آ گئے۔ کوئی دوا اس پر کارگر نہ ہو سکی۔ اور اس کا حال اتنا برا ہو گیا کہ اس نے صحرا میں وحشیانہ زندگی اختیار کر لی۔ تو یہ بات لیلیٰ اور اس کے گھر والوں پر بڑی گراں گذری۔ چنانچہ لیلیٰ نے ایک غلام کو بلایا۔ اور قیس کے لیئے یہ خط لکھ کر اس کو دیا کہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدا اے میرے چچا زاد بھائی! وہ غم اور وہ دکھ جو میرے دل پر چھایا ہوا ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ ہے جو آپ کے دل کو لگا ہوا ہے۔ لیکن میں نے پردہ پوشی کو محبت قائم رکھنے کے لیئے زیادہ مناسب سمجھا۔ اور انجام کے لحاظ سے زیادہ لائقِ ستائش ——— آخر میں اس نے یہ اشعار لکھے:۔

٥٥ اگر وہ جس کا مجھے سامنا ہے، اور وہ محبت جس میں، میں گرفتار ہوں۔ اگر ایسے پہاڑ کو لگ جاتی جو پتھروں اور لوہے سے بنا ہوا ہو۔

٥٥ تو اس محبت کے باعث وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اس کا لوہا پگھل جاتا۔ اور وہ چشم زدن میں زمین بوس ہو جاتا۔

٥٥ مہینے کے تیس دنوں میں ہر دن اور ہر رات میں مرتی ہوں اور جیتی ہوں۔ یہ تو بہت ہی سخت بات ہے۔ (۱۲۵)

لیلیٰ نے غلام کو حکم دیا کہ وہ مجنوں کو جہاں بھی ہو تلاش کرے اور اس کی طرف سے خط کا جواب لائے۔ غلام چلا گیا۔ اور مجنوں کو جنگلوں میں تلاش کرتا رہا حتیٰ کہ موسم گرما کے ایک گرم دن میں کہ جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی اسے پالیا۔ وہ ایک بڑے پہاڑ کے غار میں پناہ لیئے ہوئے تھا۔ اپنا سر جھکائے اپنی انگلی سے زمین کرید رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:۔

○○ اگرچہ دوری نے لیلیٰ کو جدا کر دیا ہے مگر میں اس کا اس طرح بہت مشتاق ہوں جیسا کہ پتنگا شمع پر فریفتہ ہوتا ہے۔

○○ کہتے ہیں کہ لیلیٰ نے اپنی محبت سے تجھے مبتلائے عذاب کیا ہے۔ کتنا ہی وہ عذاب دینے والا محبوب خوشگوار اور خوش کن ہے۔ (۱۲۶)

غلام مجنوں کے قریب گیا اور کہا :۔ اے قیس! یہ لیلیٰ کی چٹھی ہے۔ وہ آپ کو سلام کہتی ہے ——— پس جب قاصد نے لیلیٰ کا نام لیا تو قیس ہوش میں آگیا۔ سیدھا بیٹھ گیا۔ خط لے لیا۔ اسے پڑھا اور رونے لگ گیا۔ پھر یہ شعر پڑھنے لگا :۔

○ جب لیلیٰ کی لکھی ہوئی چٹھی مجھے مل گئی تو میں جہاں بھی تھا وہاں سے سیدھا اپنے گھر کی طرف آیا۔

○○ میں اس کے ظلم کے باعث اپنی جان پر رحم کھانے کے لیئے رو رہا ہوں۔ اور جدائی کی وجہ سے میرے جسم کا ہر حصہ دوسرے حصے پر رو رہا ہے۔

○○ میں ہر حال میں خواہ میں برائی کرنے والا ہوں، یا اچھائی کرنے والا ہوں، اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور لیلیٰ مجھ پر جو حکم کرتی ہے میں بھی اسی کی فرمانبرداری میں اپنی جان پر وہی حکم لگاتا ہوں۔

○○ کب تک مجھے پسندیدہ آرام، یا استراحت میسر ہوگی۔ اور اے لیلیٰ! کب تک تیری ناراضگی کے دن کٹیں گے۔ (۱۲۷)

پھر لیلیٰ نے ان اشعار کے ساتھ اس کا جواب دیا :۔

○○ کوئی ہے جو میرا یہ پیغام محبوب تک پہنچائے کہ میرا دل ہمیشہ دھڑکتا رہتا ہے۔

○○ مجھ پر نیند حرام ہوگئی ہے، اور میں لگاتار جاگتا رہتا ہوں۔ اور میری آنکھیں غم کی شدت کی وجہ سے بہت آنسو بہاتی ہیں۔ (۱۲۸)

اپنے خط میں قیس نے یہ اشعار بھی درج کیئے :۔

○○ میں نے محبت کو ایسی آگ کی طرح پایا جو بھڑک رہی ہے۔ اور اس کا ایندھن عاشقوں کے دل ہے۔

○○ پس اگر وہ آگ جل کر راکھ ہوجاتی تو اچھا ہوتا۔ لیکن یہ تو ادھر جل کر راکھ ہوجاتی

ہے اور اُدھر پھر بھڑکنے لگ جاتی ہے۔

•• اس آگ کی مثال اہلِ نار کی مثال کی طرح ہے جن کے جسم جب جل جاتے تو انہیں مزید عذاب چکھانے کے لیئے لوٹا دیا جاتا ہے۔(۱۲۹)

اور جیسا کہ والبی کے مرتبہ دیوان میں آیا ہے قیس نے اپنے خط میں بہت سارے اور اشعار بھی شامل کیئے ہیں۔(۱۳۰)

ہمارا اندازہ یہ ہے کہ اس قسم کے خطوط، اور بالخصوص ایسی تحریریں ان دونوں [لیلیٰ اور مجنوں] کی طرف سے وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ خطوط اور یہ تحریرات قیس کے اشعار کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے گھڑ لیئے گئے ہیں۔ ان خطوط کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خطوط اشعار کے ساتھ موافقت اور مناسبت نہیں رکھتے۔ ذرا ان مندرجہ بالا اشعار پر غور کیجیئے جہاں وہ کہتا ہے کہ کوئی ہے جو میری طرف سے میرا خط محبوب کو پہنچائے، حالانکہ قاصد اس کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اور وہ اس پیغام کو لینے اور پہنچانے والا تھا!!۔

لیلیٰ کو دیکھنے کے لیئے قیس کی تدابیر

ابوبکر والبی اور ابو الفرج نے لیلیٰ سے ملاقات کے لیئے قیس کی تدابیر کے بارے میں مختلف قصے بیان کیئے ہیں۔ یہ قصے فارسی اور اردو مثنویات واشعار میں بھی مذکور ہیں جن کا ذکر ان کے مقام پر کیا جائے گا۔

والبی ذکر کرتا ہے کہ مجنوں کا باپ مُلوّح اپنے خاندان کے چند آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ اس کے ساتھ مجنوں بھی تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی مجنوں کے معاملے کی شہرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایک وادی سے گذرے جس کو "بلاکث" کہا جاتا تھا۔ وہ ابھی سفر میں تھے جب مجنوں نے ان میں سے ایک ایسے نوجوان سے کہا جس سے وہ مانوس تھا۔ اور وہ اس کا راز دان بھی تھا:- تیری خرابی ہو! مجھے لیلیٰ یاد آئی۔ بخدا واپس لوٹنا ضروری ہے۔ قریب ہے کہ اس کی طرف مشتاق ہونے کی وجہ سے میں ہلاک ہو جاؤں۔

پس مجنوں نے اس نوجوان کو خدا کا واسطہ دلایا۔ مگر

اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے باپ سے اجازت لے لو ۔ مجنوں نے کہا: وہ تو مجھ اجازت نہیں دیں گے ۔ مگر میں اکیلا ہی جاؤں گا ــــ چنانچہ نوجوان نے اس سے کہا: میں آپ کے ساتھ جاؤں گا ۔ مگر پہلے میں اپنے بھائی کو بتاؤں گا ۔

نوجوان نے اپنے بھائی کو بتایا تو اس نے بھی کہا : میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا ۔ تینوں نوجوان رفع حاجت کے بہانے سے پیچھے رہ گئے ۔ پھر انہوں نے اپنے اونٹوں کا رخ پھیر دیا اور لیلیٰ کے محلے کی طرف چلے گئے ۔ مجنوں نے اس ضمن میں چند اشعار بھی کہے ہیں ۔(۱۳۱)

والبی اس قصے کا بھی ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب مجنوں کا شوق حد سے بڑھ گیا ۔ اور لیلیٰ کو دیکھنے پر قادر نہ ہو سکا تو وہ لیلیٰ کے قبیلے کی طرف جانے کی غرض سے بھیس بدل کر نکلا ۔ جب وہ قبیلے کے قریب پہنچا تو حیران و پریشان رہ گیا ۔ اسے کچھ نہ سوجھتا تھا کہ لیلیٰ کے قبیلے میں جانے کے لئے کیا تدبیر کرے تاکہ ایک نظر لیلیٰ کو دیکھ لے ۔

مجنوں اس حال میں تھا کہ اسے ایک بڑھیا نظر آئی جس کے ساتھ گداگر تھا جس کی گردن میں زنجیر بندھی ہوئی تھی ۔ اور وہ اسے مختلف دروازوں پر پھیر رہی تھی ۔ مجنوں نے بڑھیا سے مخاطب ہو کر کہا : اے بڑھیا ! اس گداگر سے تیرا کیا مقصد ہے ۔ بڑھیا نے کہا : جتنا اسے لوگوں سے ملے گا ، اس کا نصف میں لوں گی ۔ مجنوں نے کہا: میری گردن میں یہ زنجیر ڈال دو ، اور میں جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں ، وہ بھی لے لو ۔ چنانچہ عورت نے اس کی گردن میں زنجیر ڈال دی ۔ اور اسے دروازوں پر پھیرنے لگی ــ بچے اس کو پتھروں سے مار رہے تھے ۔ اور کتے اس پر بھونک رہے تھے ــــ جب مجنوں لیلیٰ کے خیمے کے قریب پہنچ گیا تو اس نے متعدد اشعار پڑھے جن میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں:(۱۳۲)

○○ مبارک ہو تجھے وہ جو تو نے لیا ۔ اور کاش میں اس کو دیکھتا ، اور میں ہر روز جامے سے باہر رہتا ہوں ۔

○○ کاش کہ وہ جان لیتی کہ میں اس کا چاہنے والا ہوں ۔ اور میں وہی ہوں جو اس کی یاد میں رو دھو رہا ہوں ۔ (۱۳۳)

اب اگرچہ ہم پہلے قصے سے انکار نہیں کرتے ۔ مگر ہم دوسرے

قصے سے انکار کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں جو اشعار آئے ہیں وہ قیس کے اشعار کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ اور نیز اس روایت کے علاوہ کسی اور روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان اشعار کا شمار ایسے ناپسندیدہ مبالغے میں ہوتا ہے جو قصے میں وارد ہوئے ہیں۔

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو کتاب "الاغانی" میں وارد ہوئی ہیں اور جو لیلیٰ کو دیکھنے کے لیئے قیس کی تدابیر کی وضاحت کرتی ہیں تو اگرچہ بالعموم وہ عقل اور منطق سے موافقت رکھتی ہیں اور قبول کرنے کے لائق ہیں۔ مگر جہاں تک ان کی تفصیلات کا تعلق ہے تو وہ بھی ناپسندیدہ مبالغے میں شمار کی جاسکتی ہیں۔ اور واضح رہے کہ ابوالفرج اور ابوبکر نے قیس کے اشعار و اخبار کی تدوین تاریخی نقطۂ نظر سے کی ہے۔ لہٰذا ہم ان تفصیلات کو بھی رد کرتے ہیں۔

ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ مجنوں کے دیوانہ ہونے سے پہلے اس سے پوچھا گیا کہ لیلیٰ کی محبت کے سلسلے میں کس عجیب چیز سے تمہارا سابقہ ہوا ہے۔ مجنوں نے کہا: ایک رات ہمارے ہاں مہمان آئے۔ اس وقت ہمارے پاس سالن نہیں تھا۔ میرے باپ نے مجھ لیلیٰ کے باپ کے گھر بھیجا۔ اور مجھ سے کہا کہ وہاں سے سالن لے آؤ ——— پس میں لیلیٰ کے باپ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اسے آواز دی تو لیلیٰ کے باپ نے کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہمارے ہاں مہمان آئے ہیں۔ اور ہمارے پاس سالن نہیں ہے۔ پس میرے باپ نے مجھ بھیجا ہے کہ میں آپ سے سالن لے آؤں۔ لیلیٰ کے باپ نے لیلیٰ کو پکارتے ہوئے کہا: اے لیلیٰ! گھی کا بڑا برتن لے آؤ اور قیس کے برتن کو گھی سے بھر دو۔ لیلیٰ نے گھڑا نکالا۔ اور میرے برتن میں گھی ڈالنے لگی۔ میں اور لیلیٰ باتیں کرنے لگے۔ باتوں نے ہمیں اتنا مشغول کر دیا کہ وہ گھی ڈالتی رہی۔ اور میرا برتن بھر گیا۔ مگر ہمیں اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ چنانچہ گھی بہتا رہا اور اس قدر جمع ہو گیا کہ ہمارے پاؤں گھی میں ٹخنوں تک ڈوب گئے (۱۳۴)

اس واقعے میں قیس سالن لینے جاتا ہے اور طبعاً وہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس سے یہ کہا جائے کہ وہ سالن لینے کے لیئے لیلیٰ کے گھر جائے کیونکہ یہ لیلیٰ سے ملاقات کا اچھا موقع ہے۔ اس دوران وہ دونوں باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیلیٰ قیس کے برتن میں گھی انڈیلتی ہے اور انڈیلتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ قیس کا برتن گھی سے بھر جاتا ہے۔ پھر گھی زمین پر گرنا

شروع ہوجاتا ہے ـــــــ یہاں تک تو بات معقول و مقبول ہے۔ لیکن یہ کہ ان کے پاؤں گھی میں ٹخنوں تک ڈوب جائے اور انہیں پتہ ہی نہ چلتا تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو سوچ بچار کا محتاج ہے ـــــ واضح رہے کہ ابوالفرج نے اس قصے کی ابتدا میں یہ ذکر کیا کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ابھی قیس پاگل نہیں ہوا تھا ـــ یعنی اس وقت اس کا ہوش و حواس صحیح وسالم تھا۔ لہٰذا اتنی بات تو ہماری سمجھ میں آجاتی ہے کہ تھوڑا سا گھی ان کے پاؤں پر گر جائے۔ اور ایک دوسرے کی محبت کے بارے میں باتوں میں مستغرق ہوجانے کی وجہ سے انہیں گھی کے گرنے کا پتہ نہ چلے۔ مگر یہ کہ ان کے پاؤں گھی میں ڈوب جاتے ہیں اور انہیں اس کا کوئی شعور نہ ہو تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مبالغہ کیا گیا ہے۔

قصے کے اس حصے کا بغور جائزہ لیں جس کا ذکر ابوالفرج نے پہلے حصے کی تکمیل کے طور پر کیا ہے۔ آپ اپنی حیرت روک نہ سکیں گے ـ قیس کہتا ہے: پھر ایک اور رات میں ان کے [لیلیٰ کے باپ کے گھر] ہاں آیا آگ کی چنگاری مانگنے کے لیے۔ میں اپنے چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ لیلیٰ نے پرانے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں آگ نکالی اور مجھ دی۔ ہم باتیں کرنے لگ گئے۔ جب وہ کپڑا جل گیا تو میں نے اپنی چادر کو ایک طرف سے پھاڑ دیا۔ اور اس سے ایک ٹکڑا نکال کر اس میں آگ رکھ دی۔ جب یہ ٹکڑا بھی جل گیا تو دوسرا پھاڑا اور اس سے آگ جلائی حتیٰ کہ سوائے ستر ڈھانپنے کی ایک قلیل دھجی کے، میرے جسم کے کسی اور حصے کچھ باقی نہ رہا۔ اور میری سمجھ میں نہ آتا کہ میں کیا کر رہا تھا۔

اب آپ ذرا اس قصے کا تصور کیجیئے اور ہنسیئے یا تو قیس پر، یا ان لوگوں پر جنہوں نے یہ قصہ ترتیب دے کر مجنوں کے قصے میں پرو دیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کو اچھی طرح منظم و مربوط نہیں کیا ـــــ درحقیقت میں تو قیس پر نہیں ہنسوں گا کیونکہ یہ بات اس کے ساتھ واقع نہیں ہوئی۔ میں تو ہنسوں گا اس قصے کے مؤلف پر جس کا ابوالفرج اصفہانی راوی ہے۔ اور ہم بھی یہ نہیں جانتے کہ ابوالفرج اس طرح کی روایت کرتے ہوئے کیا چاہتا ہے ؟!!!

حقیقت یہ ہے کہ مجنوں کے قصے میں مبالغے بہت زیادہ ہیں۔ پھر بھی ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آگ ہی کے ساتھ قیس کو بار بار جو واقعات پیش آتے رہے ہیں ان میں آگ کا تواتر کے ساتھ مختلف حوالوں سے ذکر آیا ہے۔ مثلاً ان روایات

میں سے جن کو ابوالفرج نے نقل کیا ہے ایک روایت ہے کہ ایک دن قیس لیلیٰ کے خاوند کے پاس سے گذرا۔ لیلیٰ کا خاوند سخت ٹھنڈے دن میں آگ تاپ رہا تھا۔ قیس اس کے پاس کھڑے ہوکر اس سے پوچھا:-

٥٥ بخدا! کیا تو نے رات کے وقت لیلیٰ کو آغوش میں لیا ہے۔ اور اس کے منہ کو بھی چوما ہے؟!-

٥٥ اور کیا لیلیٰ کی زلفیں تجھ پر اس طرح جھومی ہیں جس طرح شبنم میں کلیاں جھومتی ہیں؟!-(۱۳۵)

تو خاوند نے کہا: اب جب کہ تو نے مجھے قسم دلائی ہے تو ہاں!-

قیس نے یہ جواب سن کر اپنے دونوں ہاتھوں سے آگ کو پکڑا۔ اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس کے گوشت کی چربی آگ کے ساتھ بہہ نہیں نکلی۔ اور اس نے اپنے ہونٹوں کو اپنے دانتوں سے اتنا دبا دیا حتیٰ کہ ان کو کاٹ ڈالا۔ پھر بے ہوش ہوکر گر پڑا (۱۳۶)

بہرحال اگر ہم ایسے قصوں اور ان مبالغوں سے انکار کردیں تو ہمارا یہ انکار اس تاریخی پہلو کی وجہ سے ہوگا جس کا لیلیٰ و مجنوں کا قصہ بیان کرنے والوں نے ارادہ کیا۔ مگر جہاں تک ادبی نقطۂ نظر کا تعلق ہے تو اس قسم کے قصوں اور مبالغوں میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسے قصے شاعر کے خیالات کو برانگیختہ کردیتے ہیں۔ اور ادیب کے ملکہ کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔

ابوالفرج اور ابوبکر کے نزدیک لیلیٰ مجنون کا کردار

قیس

باوجود اس کے کہ ہمیں یقین کامل ہے کہ قیس طبی نقطۂ نظر سے پورے طور پر مجنون نہیں تھا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اصمعی کے اس قول کے مطابق جو کتاب "الاغانی" میں منقول ہے (۱۳۷)، قیس ابوحیہ نمیری کی طرح ذہنی عدم توازن کا شکار ہو گیا تھا۔ اور یہ بات نہ صرف اصمعی کی روایت میں آئی ہے، بلکہ دیگر روایات میں بھی آئی ہے جو طبی لحاظ سے قیس کی حد درجہ جنونی کیفیت کی نفی کرتی ہیں جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا۔

اس کے باوجود ابوالفرج اور ابوبکر کے قصے کے مطالعے کے بعد قاریٔ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قیس واقعی طبی لحاظ سے پورے طور پر مجنون تھا۔
——— ابوالفرج کی ایک روایت ہے کہ جب لیلیٰ نے قیس کو ایک موقعہ پر درج ذیل شعر سنایا جس سے قیس کو معلوم ہوگیا کہ لیلیٰ بھی اس سے محبت کرتی ہے تو وہ غش کھا کر منہ کے بل گر پڑا :۔

٥٥ ہم دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بے گانگی کا اظہار کرتا ہے جبکہ ہر ایک دوسرے کے نزدیک باعزت ہے۔

٥٥ آنکھیں ہمیں ہمارے ارادے کی خبر دیتی ہیں۔ اور دونوں دلوں میں محبت پنہاں ہے۔ (۱۳۸)

جب قیس کو کچھ افاقہ ہوا تو جو کپڑا بھی پہنتا تھا وہ اسے پھاڑ دیتا تھا۔ اور ہمیشہ برہنہ ہی چلا کرتا تھا۔ مٹی کے ساتھ کھیلتا تھا اور اپنے ارد گرد ہڈیاں جمع کرتا تھا (۱۳۹)

تو اب اس قصے سے سوائے اس کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ قیس حقیقتاً مجنون تھا ——— اب باقی روایت کو بغور دیکھئے جس میں ابوالفرج کہتا ہے: تو جب لیلیٰ کا اس کے پاس ذکر کیا جاتا تو وہ ہوش میں آکر اس کے بارے میں باتیں کرنے لگ جاتا اور ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کرتا تھا !!!۔

یہ کیسا مجنون تھا۔ وہ تو گویا ایک ایسی گڑیا کی مانند تھا جو برقی قوت سے چلتی ہو اور اس کے ایک سے زیادہ بٹن ہوں کہ جب ہم ایک بٹن کو دبائیں تو گڑیا حرکت

کرے۔ اور کھیلنے لگ جائے ــ اور جب دوسرے کو دبائیں تو گڑ یا ٹھہر جائے۔ اور اس میں زندگی کی کوئی حرکت وحرارت باقی نہ رہے .... ایسے ہی قیس بھی اپنی عقل کھو بیٹھا جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ اس کا بھی ایک محرک تھا جس کا نام لیلیٰ تھا ۔ پس یہ اس کے لیئے کافی تھا کہ کوئی لیلیٰ کا نام لے ۔ تو قیس کی عقل کاملاً واپس آجاتی، اور وہ ایک حرف کی بھی غلطی نہ کرتا (۱۴۰) ــــ کیا یہ ایسا تضاد نہیں ہے جو عقلی حوالے سے اس قصے کی کوئی قابلِ قدر خدمت سر انجام نہیں دیتا۔ اگرچہ ادبی پہلو سے تو یہ تضاد اس قصے کے حق میں ٹھیک ثابت ہوتا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ابو الفرج اور ابو بکر کے ہاں یہ قصہ اس اعتبار سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک تاریخی قصہ ہے، صرف ادبی نہیں ۔

بہرحال ہمارا یہ نقطۂ نظر ہے کہ اس طبی معنی کے لحاظ سے جو اس کلمہ سے سمجھا جا سکتا ہے قیس مجنون نہیں تھا ۔ ہمارا بھی وہی خیال ہے جو اصمعی نے اسے اپنی ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ قیس میں محض ایک طرح کا ذہنی عدمِ توازن پایا جاتا تھا ۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ بے شک قیس کے احساسات وجذبات کو ان صدمات کی وجہ سے سخت اذیت پہنچی جو لیلیٰ سے اس کی شادی سے انکار کے نتیجے میں لاحق ہوئے ــ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ لیلیٰ کی شادی کسی اور سے ہوگئی ۔

بلاشبہ ان صدموں نے قیس کی جسمانی صحت پر بُرا اثر ڈالا۔ اور بعض اوقات اس کے ذہنی عدمِ توازن کے شکار ہو جانے کا بھی باعث بنے ــــ پس جہاں تک ان صدمات کے اس کی جسمانی صحت پر اثر انداز ہونے کا تعلق ہے تو ان کا ظہور تو اس صورت میں ہوا کہ وہ کئی دفعہ بیمار پڑا اور علاج معالجے کی کوششیں بھی کی گئیں جیسا کہ ابوبکر نے ذکر کیا ہے (۱۴۱) ــــ اور جہاں تک قیس کے عقلی طور پر وقتاً فوقتاً متاثر ہونے کا تعلق ہے تو صورت یہ تھی کہ وہ کبھی کبھی مدہوش ہو جاتا تھا حتیٰ کہ جب کوئی اس کے پاس آتا ۔ اور اس سے بات کرتا تو وہ فوری طور پر اور بلاواسطہ نہ تو اس کی بات کو سمجھ سکتا، اور نہ ہی اس کے آنے سے باخبر ہوتا جب تک کہ اسے باخبر نہ کیا جاتا (۱۴۲) ۔ اس طرح کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب قیس بن ذریح اس کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا تو اس نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا ۔ جب ابن ذریح نے اپنے وجود کا اسے احساس دلا کر کہا: اے میرے بھائی ! میں قیس بن ذریح ہوں ۔ اس وقت قیس مجنون نے ابن ذریح سے معذرت چاہی کہ اس کو تو اس کے آنے کا پتہ ہی نہیں چلا کیونکہ وہ مدہوش

تھا - چنانچہ مجنون نے قیس بن ذریح سے یہ گذارش کی کہ وہ اس پر اسے ملامت نہ کرے -

درحقیقت یہ مدہوشی لیلیٰ کے بارے میں سوچ بچار کی کثرت اورغم وحزن کی زیادتی کے نتیجے میں قیس کو لاحق ہوئی - اس کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ قیس نے لوگوں کی ہم نشینی چھوڑ دی تھی ـــــــ اب ذرا درج ذیل اشعار کا اردو ترجمہ بھی ملاحظہ کیجیئے جن میں وہ اپنی مضطرب قلبی کیفیت کو بیان کرتا ہے :۔

٥٥ بخدا! بخدا! میں ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہتا ہوں کہ میں نے اس [لیلیٰ] کا کیا گناہ کیا ہے - پس میں حیران ہوگیا ہوں -

٥٥ اور بخدا میں یہ نہیں جانتا کہ اس نے مجھے کیوں قتل کردیا ہے - اے لیلیٰ! میں تیرے معاملے میں کیا رویہ اختیار کروں ؟!-

٥٥ کیا میں وصال کی رسی کو کاٹ دوں [تجھ سے قطعِ تعلق کرلوں] تو ایسا کرنے سے تو موت بہتر ہے - یا پھر تم سے وہ پیالہ پیوں جو پیا نہیں جاتا -

٥٥ یا میں ایسی جگہ بھاگ جاؤں جہاں میرا کوئی پڑوسی اور ہم نشیں نہ ہو - یا پھر میں کیا کروں - یا پھر میں اپنے راز کو افشا کردوں اور ہمت ہار بیٹھوں -

٥٥ اے لیلیٰ! ان دونوں میں سے وہ کونسی چیز ہے جو تم نہیں کرتی ہو - پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے - اور دوسری بات یہ ہے کہ تم عتاب وسرزنش کرنے والی ہو (۱۴۳)

یہ تھی وہ سوچ بچار - اور یہ تھا وہ غم وحزن اور حیرانی جنہوں نے قیس کو مبتلائے جنون کردیا - اس کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں جن میں وہ اپنے لیل ونہار کے بارے میں کہتا ہے :۔

٥٥ میرا دن لوگوں کا دن ہے - یہاں تک کہ جب رات آتی ہے تو تیری وجہ سے میں بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہوں - اور میری نیند حرام ہوجاتی ہے -

٥٥ میں اپنے دن کو باتوں اور تمناؤں میں گزار دیتا ہوں - اور رات کے وقت میرے غموں سے میری ملاقات ہوتی ہے (۱۴۴)

حقیقت یہ ہے کہ یہ معاملہ [بے دماغی] منطق اور تجربہ سے ماورا نہیں - یہ بات بہت سارے لوگوں کو پیش آجاتی ہے ـــــــ جب کسی کو آلام اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تو ہم اس کو اس حال میں دیکھتے ہیں کہ وہ بے خودی اور بے دماغی کی حالت میں

بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا ہوتا ہے۔ اور اسے اپنے اردگرد کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

پس یہی معاملہ قیس کے ساتھ تھا مگر زیادہ شدت کے ساتھ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قیس کو بھی معلوم تھا کہ لوگوں نے اسے مجنون کہنا شروع کر دیا ہے۔ اس نے اس پر صبر کر لیا۔ اور شاید اسے ایک اعزاز کے طور پر قبول کر لیا۔ کہتا ہے:-

"جب بھی لوگ مجھے دیکھتے ہیں تو مجھے مجنون کہہ کر پکارتے ہیں۔ ہاں مجھے لیلیٰ کی وجہ سے جنون ہے۔" (۱۲۵)

جہاں تک بے خودی اور حالتِ بے دماغی کا تعلق ہے جو قیس پر طاری ہوا کرتی تھی تو حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں مبالغے سے بہت کام لیا گیا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس نے ڈاکٹر طٰہٰ حسین کو قیس کے بارے میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ بے خودی کے عالم میں گذارا ——— لیکن حقیقت یہ ہے کہ راوی حضرات قیس کی بے خودی کے ذکر میں مبالغہ اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ بات صرف قیس تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہم صوفیائے کرام کے روایت شدہ حالاتِ زندگی میں بھی یہ دیکھتے ہیں کہ ان پر بے خودی طاری ہو جاتی تھی ——— مثال کے طور پر "تزیین الأسواق" کی کتاب کی طرف رجوع کیجیئے:-

صفحہ ۲۴ میں یہ بات آئی ہے: شبلی بے ہوش ہو گیا۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا ——— صفحہ ۲۲ میں سعدون مجنون کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا ——— پھر وہ چیخ اٹھا اور پھر گر پڑا۔

کتاب "تہذیب ابن عساکر" جلد ۶ صفحہ ۴ میں سابق بربری کے حالاتِ زندگی میں آیا ہے کہ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو وعظ کیا تو وہ رونے لگ گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے ——— یہاں پر حقیقتاً بے ہوشی اور غشی مراد نہیں۔ بلکہ یہ استغراق کی ایک حالت ہے جس میں انسان اپنے آپ میں کھو جاتا ہے اور خشوع و خضوع کی وجہ سے اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ پس وہ کبھی تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور کبھی اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ یا کبھی اس کی آنکھیں حیرت میں گردش کرنے لگ جاتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے: "تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ": ان کی آنکھیں اس طرح پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔ سورۂ احزاب: ۱۹- یا: "يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ": وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی [طاری] ہو رہی ہو- سورۂ محمد: ۲۰-

مندرجہ بالا آیتوں میں اس بات کا بیان ہے کہ یہ کھلی آنکھیں گردش تو کر

رہی ہیں مگر اپنے اردگرد سے بے خبر ہیں۔

لیلیٰ[1]

لیلیٰ بھی قیس کی محبت میں اتنی مخلص تھی جتنا کہ قیس اس

کی محبت میں مخلص تھا۔ اس محبت کی وجہ سے وہ بیماری میں مبتلا ہوگئی۔ ایسی محبت جس کا

انجام سوائے ہجر وفراق کے اور کچھ نہ تھا۔ لیلیٰ کے بارے میں یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وہ بھی

جوشِ محبت سے بے ہوش ہوجاتی تھی۔ (۱۴۶) وہ بہت زیادہ حساس تھی۔ اور شعر بھی کہتی تھی۔ مگر جو

معاملہ ہمیں معرضِ شک میں ڈال دیتا ہے وہ کتاب "الاغانی" یا والبی کے مرتبہ دیوان میں لیلیٰ

کی شادی کا معاملہ ہے۔

قصے میں لیلیٰ کے بارے میں یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی

شادی کب اور کتنی دفعہ ہوئی۔ کتاب "الاغانی" کی روایات میں سے ایک روایت ہے کہ جس وقت

قیس نے لیلیٰ سے منگنی کی درخواست کی تو بعینہٖ اسی وقت قبیلۂ عقیل کے ایک نوجوان وردؔ نامی نے

بھی اس کی منگنی کے لیئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر لیلیٰ کو وردؔ سے شادی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ (۱۴۷)

ایک اور روایت ہے کہ جب قیس کے خاندان والے لیلیٰ کے والد کے

پاس گئے۔ تو انہوں نے اسے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کردے۔ مگر اس نے

انکار کردیا۔ اور اسی وقت اپنی قوم کے ایک آدمی سے لیلیٰ کی شادی کردی۔ اور شام ہوتے ہی لیلیٰ

کی رخصتی بھی ہوگئی۔ (۱۴۸)

تیسری روایت میں ابو الفرج ہمیں یہ بتاتا ہے کہ لیلیٰ جب مجنون

سے پردہ پوش ہوگئی تو چند لوگ اس سے شادی کرنے کے متمنی ہوئے۔ مگر اس کے گھر والوں نے ان

سے موافقت نہ کی۔ اور قبیلۂ ثقیف کے ایک دولتمند آدمی نے لیلیٰ کا رشتہ طلب کیا تو انہوں نے

شادی کردی۔ اور سارے معاملے کو مجنون سے مخفی رکھا۔ (۱۴۹)

چنانچہ ہم یہ نہیں جان پائے کہ ان لوگوں میں سے کس

کس نے لیلیٰ سے شادی کی۔ یہ بھی امکان ہے کہ ان سب سے، یکے بعد دیگرے، اس کی شادی ہوئی ہو۔

— درحقیقت اس قصے میں لیلیٰ کی شخصیت اپنے معاملے میں مجبور نظر آتی ہے۔ اس کے اپنے

کوئی حقوق نہیں تھے حتیٰ کہ اپنے خاوند کا انتخاب بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

والدین

یہاں والدین سے میری مراد قیس اور لیلیٰ دونوں کے والدین ہیں۔
اور اگرچہ قصے کے واقعات میں ان کا کردار بنیادی نہیں مگر اتنا تو ضرور ہے کہ قصے کے واقعات کو آگے بڑھانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔

جہاں تک قیس کے والد کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور اس بات کی بڑی خواہش رکھتا تھا کہ قیس کی لیلیٰ سے شادی ہو جائے۔ چنانچہ وہ بذاتِ خود بہت کوشش کرتا رہا۔ اور اپنی ساری صلاحیتوں کو استعمال میں لاتا رہا حتیٰ کہ وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گیا کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کو بھی اس مقصد کے لیئے خرچ کر ڈالے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ وہ اپنے بیٹے کے دل سے غم دور کرنے کے لیئے ہر حیلہ کرتا رہا۔

اس طرح قیس کی ماں نے بھی جب اپنے بیٹے کو محبت کے سبب بیمار دیکھا تو اس نے لیلیٰ سے درخواست کی کہ وہ آکے قیس سے ملاقات کرے اور اس سے بات کرے۔ یوں اس نے اپنے بیٹے کو خوش کرنے کے لیئے ہر ممکن کوشش کی۔

جہاں تک لیلیٰ کے والد کا تعلق ہے تو وہ قصے میں قیس کے والد سے کاملاً مختلف اور متضاد نظر آتا ہے۔ وہ اپنی بیٹی کو اس شخص سے شادی کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتی۔ اور جس سے وہ محبت کرتی ہے اس سے شادی کرنے سے اسے روک دیتا ہے — اور وہ یہ سب کچھ اس لیئے کرتا ہے کہ وہ رسم و رواج کے بندھوں میں جکڑا ہوا تھا۔

چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس نے لیلیٰ قیس کو بیاہ دینے سے انکار کر کے قیس کو غم، رنج اور بیماری میں مبتلا کر دیا۔

جہاں تک لیلیٰ کی والدہ کا تعلق ہے تو قصے میں اس کا کوئی اثر اور کردار نظر نہیں آتا۔ غالباً وہ اس معاملے میں اپنے خاوند سے مغلوب تھی جو اپنی بیٹی کی بہبود اور خوشی کے بجائے صرف رسم و رواج اور عادات کا خیال کرتا تھا۔

بہر حال ابوالفرج اصفہانی اور ابوبکر والبی کے نزدیک یہ قصہ بہت سارے بکھرے ہوئے اور غیر منظم واقعات و حادثات سے عبارت ہے۔ ان

دونوں حضرات نے اس قصے کو تاریخی قصے کی حیثیت سے روایت کیا۔ کسی ادبی پہلو کی ترجمانی کے لئے نہیں۔ تاآنکہ عربی شاعروں کے سرخیل احمد شوقی نے بیسویں صدی میں اس قصے کو وہ خوبصورت ادبی جامہ پہنایا جس کا ہم آنے والی فصل میں ذکر کریں گے۔

حواشی

۱- محمد بن علی بن محمد بن طولون سن ۸۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۵۳ھ میں فوت ہوا۔

۲- عبد الستار أحمد فراج - مقدمۂ دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸ - قاہرۃ - مصر -

۳- ایضاً - صفحہ ۳۹ -

۴- یہ غالب کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ ہے - شعر کا پہلا مصرعہ یوں ہے :

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن أسد -

" دیوان غالب : نسخہ عرشی - صفحہ ۱۶۱ -

۵- دیوان غالب - نسخہ عرشی - صفحہ ۲۳۰ -

۶- مولانا حبیب الرحمٰن خان - برقِ تجلیّ - صفحہ ۶ - علی گڑھ - انڈیا - ۱۳۳۵ھ -

۷- دیوان غالب - نسخہ عرشی - مرتبہ امتیاز علی خان عرشی - صفحہ ۱۶۷

۸- قیس کے نام میں اختلاف ہے - قیس، مہدی - الأقرع - معاذ اور البحتری وغیرہ اس کے نام بتائے جاتے ہیں - مگر قیس زیادہ راجح ہے -

۹- ابو الفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء - اور ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷۱ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء -

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي وَالْخُطُوبُ كَثِيرَةٌ :: مَتَى رَحْلُ قَيْسٍ مُسْتَقِلٌّ فَرَاجِعُ
بِنَفْسِي مَنْ لَا يَسْتَقِلُّ بِرَحْلِهِ :: وَمَنْ هُوَ إِنْ لَمْ يَحْفَظِ اللَّهُ ضَائِعُ

۱۰- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷۱ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء -

۱۱- ابو الفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۸۸ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء

۱۲- ایضاً - صفحہ ۱۸

۱۳- أیضاً - صفحہ ۲۳

۱۴- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۳ - قاہرۃ - مصر ۱۹۳۹ء -

۱۵- عبد الستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ صفحہ ۱۲۲ - قطعہ نمبر ۱۰۶ - قاہرۃ - مصر -

أَلَا يَا لَيْلَ إِنْ مُلِّكْتِ فِينَا :: خِيَارَكِ فَانْظُرِي لِمَنِ الْخِيَارُ
وَلَا تَسْتَبْدِلِي مِنِّي دَنِيًّا :: وَلَا بَرِمًا إِذَا حُبَّ الْقُتَارُ

۱۶- ایضاً - صفحہ ۲۷۹ - قطعہ : ۲۸۹ -

خَيْرِي لِمَنْ يَبْتَغِي خَيْرِي وَيَأْمُلُهُ :: مِنْ دُونِ شَرِّي وَشَرِّي غَيْرُ مَأْمُونِ
وَمَا أُشَارِكُ فِي رَأْيِي أَخَا ضَعْفٍ :: وَلَا أَقُولُ أَخِي مَنْ لَا يُوَاتِينِي

۱۷- أيضاً - صفحه ۵۳- قطعه ۱۵ -

وَلاَ خَيْرَ فِي الدُّنْيَا إِذَا أَنْتَ لَمْ تَزُرْ :: حَبِيباً وَلَمْ يَطْرَبْ إِلَيْكَ حَبِيبُ

۱۸- ایضاً - صفحه ۳۲ - قطعه ۲ -

وَقَالُوا لَوْ تَشَاءُ سَلَوْتَ عَنْهَا :: فَقُلْتُ لَهُمْ فَإِنِّي لاَ أَشَاءُ

۱۹- ایضاً - صفحه ۲۲۹ - قطعه ۲۲۳ -

أَأَعْقِرُ مِنْ جَرَّا كَرِيمَةَ نَاقَتِي :: وَوَصْلِيَ مَفْرُوشٌ لِوَصْلِ مَنَازِلِ

إِذَا جَاءَ قَعْقَعْنَ الْحُلِيَّ وَلَمْ أَكُنْ :: إِذَا جِئْتُ أَرْضَى صَوْتَ تِلْكَ الْخَلاَخِلِ

۲۰- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ۸۸ - قاهرة - مصر - ۱۹۲۷- اور

ابن قتیبه - الشعر والشعراء - صفحه ۵۷۰ (وَاللّٰهِ لَهُوَ كَانَ آثَرُ هَؤُلاَءِ عِنْدِي)

۲۱- عربوں کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی مرتا تھا تو اس کے بیٹے یا رشتہ دار اس کی قبر کے پاس اونٹنی ذبح کرتے تھے کہ مرنے والا اپنی زندگی میں مہمانوں کی تواضع میں ذبح کیا کرتا تھا لہذا وہ بھی اس کی قبر کے پاس یہی کرتے تھے -

۲۲- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ۶۵ - قطعه ۳- قاهرة - مصر- اور

ابوالفرج الأصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ۷۰،۶۵ - قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

عَقَرْتُ عَلَى قَبْرِ الْمُلَوَّحِ نَاقَتِي :: بِذِي الرِّمْثِ لَمَّا أَنْ جَفَاهُ أَقَارِبُهُ

فَقُلْتُ لَهَا كُونِي عَقِيراً فَإِنَّنِي :: غَدَاةَ غَدٍ مَاشٍ وَبِالأَمْسِ رَاكِبُهُ

فَلاَ يُبْعِدَنْكَ اللّٰهُ يَا بْنَ مُزَاحِمٍ :: فَكُلُّ امْرِيءٍ لِلْمَوْتِ لاَبُدَّ شَارِبُهُ

فَقَدْ كُنْتَ طَلاَّعَ النِّجَادِ وَمُعْطِي الْجِيَادِ وَسَيْفاً لاَ تَفُلُّ مَضَارِبُهُ

۲۳- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ۸۸- قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

۲۴- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ۲۸۱ - قطعه ۲۹۱ - اور

ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ۳۶- قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

قَالَتْ جُنِنْتَ عَلَى أَيْشٍ فَقُلْتُ لَهَا :: أَلْحُبُّ أَعْظَمُ مِمَّا بِالْمَجَانِينِ

أَلْحُبُّ لَيْسَ يُفِيقُ الدَّهْرَ صَاحِبُهُ :: وَإِنَّمَا يُصْرَعُ الْمَجْنُونُ فِي الْحِينِ

۲۵- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ۲۶- قاهرة - مصر - ۱۹۲۷ء -

۲۶- عبد الستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ۱۱۳- قطعه ۹۳- قاهرة - مصر -

أَلاَ حَبَّذَا نَجْدٌ وَطِيبُ تُرَابِهِ :: وَأَرْوَاحُهُ إِنْ كَانَ نَجْدٌ عَلَى الْعَهْدِ

٢٧- ابو الفرج أصفهاني - كتاب الأغاني - جلد دوم - صفحه ١ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٢٨- عبد الستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحه ١٣٠ - قطعه : ١١٣ - قاهرة - مصر -

أَبَى الْقَلْبُ إِلَّا حُبَّهُ عَامِرِيَّـــةً :: لَهَا كُنْيَةٌ عَمْرٌو وَلَيْسَ لَهَا عَمْرُو

٢٩- ابو الفرج أصفهاني - كتاب الأغاني - جلد دوم - صفحه ٢ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء - اور

عبد الستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحه ٢٠٧ - قطعه : ١٩٨ - قاهرة - مصر -

تَكَادُ بِلَادُ اللهِ يَا أُمَّ مَالِـــكٍ :: بِمَا رَحُبَتْ يَوْماً عَلَيَّ تَضِيـــقُ

٣٠- أيضاً - صفحه ٢٧ - اور عبد الستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحه ١٢٧ - قطعه ١١١ - قاهرة - مصر -

لَعَمْرِي لَقَدْ رَنَّقْتِ يَا أُمَّ مَـالِكٍ :: حَيَاتِي وَسَاقَتْنِي إِلَيْكِ الْمَقَادِرُ

٣١- ابو بكر والبي - ديوان مجنون ليلى - صفحه ٩ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ء -

٣٢- ابو الفرج أصفهاني - كتاب الأغاني - جلد دوم - صفحه ٢١ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٣٣- عبد الستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحه ٢٠٦ - قطعه ٣١١ - قاهرة - مصر -

لَقَدْ لَامَنِي فِي حُبِّ لَيْلَى أَقَارِبِي :: أَبِي وَابْنُ عَمِّي وَابْنُ خَالِي وَخَالِيَا

يَقُولُونَ لَيْلَى أَهْلُ بَيْتِ عَدَاوَةٍ :: بِنَفْسِيَ لَيْلَى مِنْ عَدُوٍّ وَمَالِيَا

أَرَى أَهْلَ لَيْلَى لَا يُرِيدُونَنِي لَهَا :: بِشَيْءٍ وَلَا أَهْلِي يُرِيدُونَهَا لِيَا

قَضَى اللهُ بِالْمَعْرُوفِ منها لغيرنا :: وَبِالشَّوْقِ وَالْإِبْعَادِ مِنْهَا قَضَى لِيَا

٣٤- ايضاً - صفحه ١١٧ - قطعه ٩٩ - اور ابو الفرج أصفهاني - كتاب الأغاني -

جلد دوم - صفحه ٨٣ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

بَيْضَاءُ خَالِصَةُ الْبَيَاضِ كَأَنَّهَا :: قَمَرٌ تَوَسَّطَ جُنْحَ لَيْلٍ مُبْـرَدِ

مَوْسُومَةٌ بِالْحُسْنِ ذَاتُ حَوَاسِـدٍ :: إِنَّ الْجَمَالَ مَظِنَّةٌ لِلْحُسَّـــدِ

وَتَرَى مَدَامِعَهَا تَرَقْرَقُ مُقْلَـةٍ :: سَوْدَاءُ تَرْغَبُ عَنْ سَوَادِ الْإِثْمِـدِ

خَوْدٌ إِذَا كَثُرَ الْكَلَامُ تَعَوَّذَتْ :: بِحِمَى الْحَيَاءِ وَإِنْ تَكَلَّمَ تَقْصِـدِ

٣٥- أيضاً - صفحه ١٣٨ - قطعه ١١٢ -

أَنِيرِي مَكَانَ الْبَدْرِ إِنْ أَفَلَ الْبَدْرُ :: وَقُومِي مَقَامَ الشَّمْسِ مَا اسْتَأْخَرَ الْفَجْرُ

فَفِيكِ مِنَ الشَّمْسِ الْمُنِيرَةِ ضَوْؤُهَا :: وَلَيْسَ لَهَا مِنْكِ التَّبَسُّمُ وَالثَّغْـرُ

بَلَى لَكِ نُورُ الشَّمْسِ وَالْبَدْرُ كُلُّهُ :: وَلَا حَمَلَتْ عَيْنَيْكِ شَمْسٌ وَلَا بَـدْرُ

٣٦- أيضاً - صفحه ٢٧٧ قطعه : ٢٨٩

أَلَيْسَ اللَّيْلُ يَجْمَعُنِي وَلَيْلَـى :: كَفَاكَ بِذَاكَ فِيهِ لَنَا تَدَانِـي

تَرَى وَضَحَ النَّهَارِ كَمَا أَرَاهُ :: وَيَعْلُوهَا النَّهَارُ كَمَا عَلَانِـي

۳۷- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء - اور
ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۳۹ء -

أَلاَ لَيْتَ شِعْرِي وَالْخُطُوبُ كَثِيرَةٌ :: مَتَى رَحْلُ قَيْسٍ مُسْتَقِلٌّ فَرَاجِعُ
بِنَفْسِي مَنْ لاَ يَسْتَقِلُّ بِرَحْلِهِ :: وَمَنْ هُوَ إِنْ لَمْ يَحْفَظِ اللّٰهُ ضَائِعُ

۳۸- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۳۹ء -

۳۹- ابوالفرج اُصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۸۷ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۴۰- ایضاً - صفحہ ۶۱ -

۴۱- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۹۲ - قطعہ ۱۷۹ - قاہرہ - مصر -

مَضَى زَمَنٌ وَالنَّاسُ يَسْتَشْفِعُونَ بِي :: فَهَلْ لِي إِلَى لَيْلَى الْغَدَاةَ شَفِيعُ

۴۲- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۳۹ء - اور
ابوالفرج اُصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۴ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

وَكُلُّ مُظْهِرٌ لِلنَّاسِ بُغْضًا :: وَكُلٌّ عِنْدَ صَاحِبِهِ مَكِينُ
تُبَلِّغُنَا الْعُيُونُ بِمَا أَرَدْنَا :: وَفِي الْقَلْبَيْنِ ثَمَّ هَوًى دَفِينُ

۴۳- أیضاً - صفحہ : ۹

۴۴- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۳۸ - قطعہ ۲۳۵ - قاہرہ - مصر -

تَعَلَّقْتُ لَيْلَى وَهِيَ ذَاتُ ذُؤَابَةٍ :: وَلَمْ يَبْدُ لِلأَتْرَابِ مِنْ ثَدْيِهَا حَجْمُ
صَغِيرَيْنِ نَرْعَى الْبَهْمَ يَا لَيْتَ أَنَّنَا :: إِلَى الْيَوْمِ لَمْ نَكْبُرْ وَلَمْ تَكْبُرِ الْبَهْمُ

۴۵- ابوالفرج اُصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۱ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء - اور
ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷ - قاہرہ - مصر -

۴۶- پہلا شعر دیوان میں صفحہ ۷۴ قطعہ ۹ میں آیا ہے - دوسرا شعر کتاب الأغانی صفحہ ۴۹ میں آیا ہے -

أَبَتْ لَيْلَةٌ بِالْغَيْلِ يَا أُمَّ مَالِكٍ :: لَكُمْ غَيْرَ حُبٍّ صَادِقٍ لَيْسَ يَكْذِبُ
أَلاَ إِنَّمَا أَبْقَيْتِ يَا أُمَّ مَالِكٍ :: صَدًى أَيْنَمَا تَذْهَبْ بِهِ الرِّيحُ تَذْهَبُ

۴۷- ابوالفرج اُصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۹۴ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۴۸- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۶۶ - قطعہ ۲۷۴ - قاہرہ - مصر -

أُحِبُّكِ يَا لَيْلَى مَحَبَّةَ عَاشِقٍ :: عَلَيْهِ جَمِيعُ الْمُصْعَبَاتِ تَهُونُ
أُحِبُّكِ حُبًّا لَوْ تُحِبِّينَ مِثْلَهُ :: أَصَابَكِ مِنْ وَجْدٍ عَلَيَّ جُنُونُ

٤٩ - أيضاً - صفحه ٢٦٥ - قطعه ٢٧٢
وَإِنِّي لَأَسْتَغْشِي وَمَا بِيَ نَعْسَةٌ :: لَعَلَّ لِقَاءَهَا فِي الْمَنَامِ يَكُونُ

٥٠ - أيضاً - صفحه ٢٦١ - قطعه ٢٦٧ -
كَلِفْتُ بِهَا حَتَّى أَذَابَنِي الْهَوَى :: وَصَيَّرَ عَظْمِي بِالْغَرَامِ رَمِيمًا

٥١ - أيضاً - صفحه ٣٠٦ - قطعه ٣١١ -
يَقُولُونَ لَيْلَى أَهْلُ بَيْتِ عَدَاوَةٍ :: بِنَفْسِيَ لَيْلَى مِنْ عَدُوٍّ وَمَالِيَا
أَرَى أَهْلَ لَيْلَى لَا يُرِيدُونَنِي لَهَا :: بِشَيْءٍ وَلَا أَهْلِي يُرِيدُونَهَا لِيَا

٥٢ - ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ١٣ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٥٣ - عبد الستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ١٢٢ - ١٢٢ - قطعه ١٠٦ - مصر -

أَلَا يَا لَيْلَى إِنْ مُلِّكْتِ فِينَا :: خِيَارَكِ فَانْظُرِي لِمَنِ الْخِيَارُ
وَلَا تَسْتَبْدِلِي مِنِّي دَنِيًّا :: وَلَا بَرِمًا إِذَا حُبَّ الْقُتَارُ
يُهَرْوِلُ فِي الصَّغِيرِ إِذَا رَآهُ :: وَتُعْجِزُهُ مُلِمَّاتٌ كِبَارُ
فَمِثْلُ تَأَيُّمٍ مِنْهُ نِكَاحٌ :: وَمِثْلُ تَمَوُّلٍ مِنْهُ افْتِقَارُ

٥٤ - ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ٤٢ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٥٥ - عبد الستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ٤٢ - قطعه ٢ - قاهرة - مصر -
وَقَالُوا لَوْ تَشَاءُ سَلَوْتَ عَنْهَا :: فَقُلْتُ لَهُمْ فَإِنِّي لَا أَشَاءُ
وَكَيْفَ وَحُبُّهَا عَلِقَ بِقَلْبِي :: كَمَا عَلِقَتْ بِأَرْشِيَةٍ دِلَاءُ

٥٦ - ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ٨٢ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٥٧ - عبد الستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ١١٧ - قطعه ٩٩ - قاهرة - مصر -
بَيْضَاءُ خَالِصَةُ الْبَيَاضِ كَأَنَّهَا :: قَمَرٌ تَوَسَّطَ جُنْحَ لَيْلٍ مُبْرِدِ
مَوْسُومَةٌ بِالْحُسْنِ ذَاتُ حَوَاسِدٍ :: إِنَّ الْجَمَالَ مَظَنَّةُ الْحُسَّدِ
وَتَرَى مَدَامِعَهَا تُرَقْرِقُ مُقْلَةً :: سَوْدَاءُ تَرْغَبُ عَنْ سَوَادِ الْإِثْمِدِ
خَوْدٌ إِذَا كَثُرَ الْكَلَامُ تَعَوَّذَتْ :: بِحِمَى الْحَيَاءِ وَإِنْ تَكَلَّمْ تَقْصِدِ

۵۸- أیضاً - صفحہ ۲۸۳- قطعہ ۲۹۵-

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّي حُبَّهَا أَبَداً :: وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ آمِينَا

۵۹- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۱- قاہرۃ - مصر-۱۹۲۷ء- اور ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۰، ۱۱- قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء-

۶۰- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۶۲- قطعہ ۱۶۴- قاہرۃ - مصر-

وَدَاعٍ دَعَا إِذْ نَحْنُ بِالخَيْفِ مِنْ مِنىً :: فَهَيَّجَ أَحْزَانَ الفُؤَادِ وَمَا يَدْرِي
دَعَا بِاسْمِ لَيْلَى غَيْرَهَا فَكَأَنَّمَا :: أَطَارَ بِلَيْلَى طَائِراً كَانَ فِي صَدْرِي
دَعَا بِاسْمِ لَيْلَى أَسْخَنَ اللّٰهُ عَيْنَهُ :: وَلَيْلَى بِأَرْضِ الشَّامِ فِي بَلَدٍ قَفْرِ

۶۱- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۲- قاہرۃ - مصر-۱۹۲۷ء- اور ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۳- قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء-

۶۲- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۱۳- قطعہ ۹۴- قاہرۃ مصر-

أَلَا حَبَّذَا نَجْدٌ وَطِيبُ تُرَابِهَا :: وَأَرْوَاحُهَا إِنْ كَانَ نَجْدٌ عَلَى العَهْدِ

۶۳- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۱- قاہرۃ - مصر- ۱۹۲۷ء-

۶۴- أیضاً - صفحہ ۱۶-

۶۵- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۹- قطعہ ۳۰۸- قاہرۃ - مصر-

وَإِنِّي إِذَا صَلَّيْتُ يَمَّمْتُ نَحْوَهَا :: بِوَجْهِي وَإِنْ كَانَ المُصَلَّى وَرَائِيَا
وَمَا بِي إِشْرَاكٌ وَلَكِنَّ حُبَّهَا :: كَعُودِ الشَّجَا أَعْيَا الطَّبِيبَ المُدَاوِيَا

۶۶- اس کا نام ھیثم بن ربیع بن زرارۃ تھا - اموی دور کے اواخر، اور عباسی دور کے اوائل میں زندہ تھا - وہ ذہنی عدمِ توازن کا شکار تھا - سنہ ۱۷۰ھ کے بعد فوت ہوا -

فوات الوفیات - جلد چہارم - صفحہ ۲۴۲-

۶۷- ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲- قاہرۃ - مصر-۱۹۲۷ء-

۶۸- أیضاً - صفحہ ۳۸

۶۹- أیضاً - صفحہ ۹۴-

۷۰- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۲- قطعہ ۳۰۷- قاہرۃ - مصر-

قَضَاهَا لِغَيْرِي وَابْتَلَانِي بِحُبِّهَا :: فَهَلَّا بِشَيْءٍ غَيْرِ لَيْلَى ابْتَلَانِيَا

۷۱- ابوالفرج أصفہانی کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۷ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء

۷۲- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۰ - قطعہ ۱۹۱ - قاہرۃ - مصر -

مَا بَالُ قَلْبِكَ يَا مَجْنُونُ قَدْ خُلِعَا :: فِي حُبِّ مَنْ لَا تَرَىٰ فِي نَيْلِهِ طَمَعَا

۷۳- أیضاً - صفحہ ۲۶۴ - قطعہ ۲۷۱ -

يُسَمُّونَنِي الْمَجْنُونَ حِينَ يَرَوْنَنِي :: نَعَمْ بِيَ مِنْ لَيْلَىٰ الْغَدَاةَ جُنُونُ

۷۴- أیضاً - صفحہ ۲۸۷ - قطعہ ۳۰۰ -

بَكَىٰ فَرَحًا بِلَيْلَىٰ إِذْ رَآهَا :: مُحِبٌّ لَا يَرَىٰ حُسْنًا سِوَاهَا

لَقَدْ ظَفِرَتْ يَدَاهُ وَنَالَ مُلْكًا :: لَئِنْ كَانَتْ تَرَاهُ كَمَا يَرَاهَا

۷۵- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۶۴، ۶۵ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء

۷۶- یہ بات اس وقت ہوئی تھی جب مروان بن حکم خلیفہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ پر مقرر والی تھا -

۷۷- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۶ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۷۸- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۱۸ - قطعہ ۱۰۰ - قاہرۃ - مصر -

رَدَدْتُ قَلَائِصَ الْقُرَشِيِّ لَمَّا :: بَدَا لِيَ النَّقْضُ مِنْهُ لِلْعُهُودِ

وَرَاحُوا مُقْصِرِينَ وَخَلَّفُونِي :: إِلَىٰ حُزْنٍ أُعَالِجُهُ شَدِيدُ

۷۹- أیضاً - صفحہ ۱۳۰ - قطعہ ۱۱۴ -

أَيَا هَجْرَ لَيْلَىٰ قَدْ بَلَغْتَ بِيَ الْمَدَىٰ :: وَزِدْتَ عَلَىٰ مَا لَمْ يَكُنْ بَلَغَ الْهَجْرُ

عَجِبْتُ لِسَعْيِ الدَّهْرِ بَيْنِي وَبَيْنَهَا :: فَلَمَّا انْقَضَىٰ مَا بَيْنَنَا سَكَنَ الدَّهْرُ

فَيَا حُبَّهَا زِدْنِي جَوًى كُلَّ لَيْلَةٍ :: وَيَا سَلْوَةَ الْأَيَّامِ مَوْعِدُكِ الْحَشْرُ

۸۰- أیضاً - صفحہ ۱۹۲ - قطعہ ۱۷۹ -

وَإِنَّ انْهِمَالَ الدَّمْعِ يَا لَيْلُ كُلَّمَا :: ذَكَرْتُكِ يَوْمًا خَالِيًا لَسَرِيعُ

نَدِمْتُ عَلَىٰ مَا كَانَ مِنِّي نَدَامَةً :: كَمَا نَدِمَ الْمَغْبُونُ حِينَ يَبِيعُ

لَعَمْرُكِ مَا شَيْءٌ سَمِعْتُ بِذِكْرِهِ :: كَبَيْنِكِ يَأْتِي بَغْتَةً فَيَرُوعُ

عَدِمْتُكِ مِنْ نَفْسٍ شَعَاعٍ فَإِنَّمَا :: نَهَيْتُكِ عَنْ هَذَا وَأَنْتِ جَمِيعُ

۸۱- ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۸ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ - اور

ابوبكر والبي ـ ديوان مجنون ليلىٰ - صفحه ٥٥ تا ٥٩ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ء -

٨٢ - عبدالستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلىٰ - صفحه ١٩٨ - قطعه ١٩٠ - قاهرة - مصر -

أَتَبْكِي عَلَىٰ لَيْلَىٰ وَنَفْسُكَ بَاعَدَتْ :: مَزَارَكَ مِنْ لَيْلَىٰ وَشِعْبَا كُمَا مَعَا

٨٣ - ابوالفرج أصفهانى - كتاب الأغانى - جلد دوم - صفحه ٦٦ - ٦٧ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٨٤ - أيضاً - صفحه ٣٦ -

٨٥ - أيضاً - صفحه ٤٧ -

أَلَا تِلْكَ لَيْلَىٰ الْعَامِرِيَّةُ أَصْبَحَتْ :: تُقَطِّعُ إِلَّا مِنْ ثَقِيفٍ حِبَالَهَا

هُمُ حَبَسُوهَا مَحْبَسَ الْبُدْنِ وَابْتَغَىٰ :: بِهَا الْمَالَ أَقْوَامٌ أَلَا قَلَّ مَالُهَا

٨٦ - أيضاً - صفحه ٤٨ - ٤٩ -

عبدالستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلىٰ - صفحه ٥٥ - قطعه ١٨ - قاهرة - مصر -

أَلَا أَيُّهَا الْبَيْتُ الَّذِي لَا أَزُورُهُ :: وَإِنْ حَلَّهُ شَخْصٌ إِلَيَّ حَبِيبُ

هَجَرْتُكَ إِشْفَاقاً وَزُرْتُكَ خَوْفاً :: وَفِيكَ عَلَيَّ الدَّهْرَ مِنْكَ رَقِيبُ

٨٧ - عبدالستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلىٰ - صفحه ٩٠ - قطعه ٤٢ - قاهرة - مصر -

كَأَنَّ الْقَلْبَ لَيْلَةَ قِيلَ يُغْدَىٰ :: بِلَيْلَىٰ الْعَامِرِيَّةِ أَوْ يُرَاحُ

قَطَاةٌ عَزَّهَا شَرَكٌ فَبَاتَتْ :: تُجَاذِبُهُ وَقَدْ عَلِقَ الْجَنَاحُ

٨٨ - أيضاً - صفحه ٢١٥ - قطعه ٢٠٧ -

أَمُزْمِعَةٌ لِلْبَيْنِ لَيْلَىٰ وَلَمْ تَمُتْ :: كَأَنَّكَ عَمَّا قَدْ أَظَلَّكَ غَافِلُ

سَتَعْلَمُ إِنْ شَطَّتْ بِهِمْ غُرْبَةُ النَّوَىٰ :: وَزَالُوا بِلَيْلَىٰ أَنَّ لُبَّكَ زَائِلُ

٨٩ - ابوالفرج أصفهانى - كتاب الأغانى - جلد دوم - صفحه ٧١ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

٩٠ - عبدالستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلىٰ - صفحه ٥٨ - قطعه ٢٠ - قاهرة - مصر

دَعَانِي الْهَوَىٰ وَالشَّوْقُ لَمَّا تَرَنَّمَتْ :: هَتُوفُ الضُّحَىٰ بَيْنَ الْغُصُونِ طَرُوبُ

تُجَاوِبُ وُرْقاً قَدْ أَصَخْنَ لِصَوْتِهَا :: فَكُلٌّ لِكُلٍّ مُسْعِدٌ وَمُجِيبُ

فَقُلْتُ حَمَامَ الْأَيْكِ مَالَكَ بَاكِياً :: أَفَارَقْتَ إِلْفاً أَمْ جَفَاكَ حَبِيبُ

تُذَكِّرُنِي لَيْلَىٰ عَلَىٰ بُعْدِ دَارِهَا :: وَلَيْلَىٰ قَتُولٌ لِلرِّجَالِ خَلُوبُ

فَلَوْ أَنَّ مَا بِي بِالْحَصَا فَلَقَ الْحَصَا :: وَبِالرِّيحِ لَمْ يُسْمَعْ لَهُنَّ هُبُوبُ

۹۱- ابو الفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد دوم - صفحہ ۷۶ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۹۲- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۳۸ - قطعہ ۲۳۵ - قاہرہ - مصر -

لَقَدْ غَرَّدَتْ فِي جُنْحِ اللَّيْلِ حَمَامَةٌ :: عَلَى إِلْفِهَا تَبْكِي وَإِنِّي لَنَائِمُ

كَذَبْتُ وَبَيْتِ اللَّهِ لَوْ كُنْتُ عَاشِقًا :: لَمَا سَبَقَتْنِي بِالْبُكَاءِ الْحَمَائِمُ

۹۳- ایضاً - صفحہ ۲۸۱ - قطعہ ۲۹۲

أَخَذَتْ مَحَاسِنَ كُلِّ مَا :: ضَنَّتْ مَحَاسِنُهُ بِحُسْنِهِ

كَادَ الْغَزَالُ يَكُونُهَا :: لَوْلَا الشَّوَى وَنُشُوزُ قَرْنِهِ

۹۴- ایضاً - صفحہ ۱۶۸ - قطعہ ۱۵۳ -

بِاللَّهِ يَا ظَبَيَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا :: أَلَيْلَايَ مِنْكُنَّ أَمْ لَيْلَى مِنَ الْبَشَرِ

۹۵- ایضاً - صفحہ ۲۰۷ - قطعہ ۱۹۸ -

فَعَيْنَاكِ عَيْنَاهَا وَجِيدُكِ جِيدُهَا : سِوَى أَنَّ عَظْمَ السَّاقِ مِنْكِ دَقِيقُ ۔

۹۶- ابو الفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد دوم - صفحہ ۸۱ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۹۷- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۵ - قطعہ ۲۹۸ - قاہرہ - مصر

يَا صَاحِبَيَّ اللَّذَيْنِ الْيَوْمَ قَدْ أَخَذَا :: فِي الْحَبْلِ شِبْهًا لِلَيْلَى ثُمَّ غَلَّاهَا

إِنِّي أَرَى الْيَوْمَ فِي أَعْطَافِ شَاتِكُمَا :: مَشَابِهًا أَشْبَهَتْ لَيْلَى فَحَلَّاهَا

۹۸- ایضاً - صفحہ ۲۰۶ - قطعہ ۱۹۸ -

أَيَا شِبْهَ لَيْلَى لَا تُرَاعِي فَإِنَّنِي :: لَكِ الْيَوْمَ مِنْ وَحْشِيَّةٍ لَصَدِيقُ

وَيَا شِبْهَ لَيْلَى لَوْ تَلَبَّثْتِ سَاعَةً :: لَعَلَّ فُؤَادِي مِنْ جَوَاهُ يُفِيقُ

تَفِرُّ وَقَدْ أَطْلَقْتُهَا مِنْ وِثَاقِهَا :: فَأَنْتِ لِلَيْلَى لَوْ عَلِمْتِ طَلِيقُ

فَعَيْنَاكِ عَيْنَاهَا وَجِيدُكِ جِيدُهَا :: سِوَى أَنَّ عَظْمَ السَّاقِ مِنْكِ دَقِيقُ

۹۹- ایضاً - صفحہ : ۲۳۵ - قطعہ : ۲۳۲ -

تَرُوحُ سَالِمًا يَا شِبْهَ لَيْلَى :: قَرِيرَ الْعَيْنِ وَاسْتَطِبِ الْبُقُولَا

فَلَيْلَى أَنْقَذَتْكَ مِنَ الْمَنَايَا :: وَفَكَّتْ عَنْ قَوَائِمِكَ الْكُبُولَا

۱۰۰- ابو الفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد دوم - صفحہ ۹۴ - ۹۵ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء

۱۰۱- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۶ - قطعہ ۲۹۹ - قاہرہ - مصر -

بِرَبِّكَ هَلْ ضَمَمْتَ إِلَيْكَ لَيْلَى :: قُبَيْلَ الصُّبْحِ أَوْ قَبَّلْتَ فَاهَا

وَهَلْ رَفَّتْ عَلَيْكَ قُرُونُ لَيْلَى :: رَفِيفَ الأُقْحُوَانَةِ فِي نَدَاهَا

۱۰۲ - ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۲، ۲۵ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۰۳ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۷۵ - قطعہ ۲۸۳ - قاہرہ - مصر -

وَأَجْهَشْتُ لِلتَّوْبَادِ حِينَ رَأَيْتُهُ :: وَهَلَّلَ لِلرَّحْمٰنِ حِينَ رَآنِي

وَأَذْرَيْتُ دَمْعَ الْعَيْنِ لَمَّا رَأَيْتُهُ :: وَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَدَعَانِي

فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ الَّذِينَ عَهِدْتُهُمْ :: حَوَالَيْكَ فِي خِصْبٍ وَطِيبِ زَمَانِ

فَقَالَ مَضَوْا وَاسْتَوْدَعُونِي بِلَادَهُمْ :: وَمَنْ ذَا الَّذِي يَبْقَى عَلَى الْحَدَثَانِ

۱۰۴ - ڈاکٹر حسین نصار - دیوان قیس ولبنیٰ - صفحہ ۹۰، ۹۱ - قطعہ ۲۸ - قاہرہ - مصر - ۱۹۷۹ء

أَلَا يَا غُرَابَ الْبَيْنِ وَيْحَكَ نَبِّنِي :: بِعِلْمِكَ فِي لُبْنَى وَأَنْتَ خَبِيرُ

فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تُخْبِرْ بِشَيْءٍ عَلِمْتَهُ :: فَلَا طِرْتَ إِلَّا وَالْجَنَاحُ كَسِيرُ

وَدُرْتَ بِأَعْدَاءٍ حَبِيبُكَ فِيهِمُ :: كَمَا قَدْ تَرَانِي بِالْحَبِيبِ أَدُورُ

۱۰۵ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۹۰ - قطعہ ۶۴ - قاہرہ - مصر -

كَأَنَّ الْقَلْبَ لَيْلَةَ قِيلَ يُغْدَى :: بِلَيْلَى الْعَامِرِيَّةِ أَوْ يُرَاحُ

قَطَاةٌ عَزَّهَا شَرَكٌ فَبَاتَتْ :: تُجَاذِبُهُ وَقَدْ عَلِقَ الْجَنَاحُ

۱۰۶ - ڈاکٹر حسین نصار - دیوان قیس ولبنیٰ - صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹ - قطعہ ۶۷ - قاہرہ - مصر - ۱۹۷۹ء -

وَإِنِّي لَمُفْنٍ دَمْعَ الْعَيْنِ بِالْبُكَا :: حِذَارًا لِمَا قَدْ كَانَ أَوْ هُوَ كَائِنُ

وَقَالُوا غَدًا أَوْ بَعْدَ ذَاكَ بِلَيْلَةٍ :: فِرَاقُ حَبِيبٍ لَمْ يَبِنْ وَهُوَ بَائِنُ

وَمَا كُنْتُ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ مَنِيَّتِي :: بِكَفَّيْكِ إِلَّا أَنَّ مَنْ حَانَ حَائِنُ

۱۰۷ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۹۴ - قطعہ ۶۸ - قاہرہ - مصر -

وَأَدْنَيْتِنِي حَتَّى إِذَا مَا سَبَيْتِنِي :: بِقَوْلٍ يُحِلُّ الْعُصْمَ سَهْلَ الأَبَاطِحِ

تَنَاءَيْتِ عَنِّي حِينَ لَا لِي حِيلَةٌ :: وَخَلَّفْتِ مَا خَلَّفْتِ بَيْنَ الْجَوَانِحِ

۱۰۸ - ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۸۸ تا ۹۰ - قاہرہ - مصر - ۱۹۲۷ء - اسی طرح اس قصے سے ملتا جلتا قصہ ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان مجنون لیلیٰ میں صفحہ ۸۳ تا ۸۵ میں بھی آیا ہے۔

۱۰۹ - أيضاً - صفحہ ۹۰ -

١١٠- أيضاً - صفحه ٩٠

١١١- ابوبكر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ٩- قاهرة - مصر - ١٩٣٩ء -

١١٢- ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ١٤، ١٥ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

١١٣- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ١٨، ١٧ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ء -

١١٤- أيضاً - صفحه ٣٠

١١٥- أيضاً - صفحه ٣١

١١٦- أيضاً - صفحه ٣٠

١١٧- أيضاً - صفحه ٣٢ -

١١٨- ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ٨٣ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

١١٩- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ٢٨٩ - قطعه ٣٠٣ - قاهرة - مصر -

اللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّ النَّفْسَ هَالِكَةٌ :: بِالْيَأْسِ مِنْكِ وَلٰكِنِّي أُعَنِّيهَا

مَنَّيْتُكِ النَّفْسَ حَتّىٰ قَدْ أَضَرَّ بِهَا :: وَاسْتَيْقَنَتْ خُلُقًا مِمَّا أُمَنِّيهَا

وَسَاعَةٌ مِنْكِ أَلْهُوهَا وَإِنْ قَصُرَتْ :: أَشْهَىٰ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

١٢٠- ابوالفرج أصفهانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحه ٨٤ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ء -

نَفْسِي فِدَاؤُكَ لَوْ نَفْسِي مَلَكْتُ إِذًا :: مَا كَانَ غَيْرُكَ يَجْزِيهَا وَيُرْضِيهَا

صَبْرًا عَلَىٰ مَا قَضَاهُ اللّٰهُ فِيكَ :: عَلَىٰ مَرَارَةٍ فِي اصْطِبَارِي عَنْكَ أُخْفِيهَا

١٢١- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ٢٥٦ - قطعه ٢٥٩ - قاهرة - مصر -

عَجِبْتُ لِعُرْوَةَ الْعُذْرِيِّ أَضْحَىٰ :: أَحَادِيثًا لِقَوْمٍ بَعْدَ قَوْمِ

وَعُرْوَةُ مَاتَ مَوْتًا مُسْتَرِيحًا :: وَهَا أَنَا مَيِّتٌ فِي كُلِّ يَوْمِ

١٢٢- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ١١ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ء -

١٢٣- أيضاً - صفحه ٧٠ -

يَا أَيُّهَا الرَّكْبُ الْمُزْجِي مَطِيَّتَهُ :: عَرِّجْ لِأُنْبِئَ عَنِّي بَعْضَ مَا أَجِدُ

فَمَا رَأَى النَّاسُ مِنْ وَجْدٍ تَضَمَّنَهُمْ :: إِلَّا وَوَجْدٌ بِهِ فَوْقَ الَّذِي أَجِدُ

أَهْوَىٰ رِضَاهُ وَإِنِّي فِي مَوَدَّتِهِ :: وَحُبِّهِ آخِرَ الْأَيَّامِ أَجْتَهِدُ

١٢٤- عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحه ٢٤٧ - قطعه ٢٤٦ - قاهرة - مصر -

وَأَنْتِ الَّتِي كَلَّفْتِنِي دَلَجَ السُّرَى :: وَجُونُ الْقَطَا بِالْجَلْهَتَيْنِ جُثُومُ
وَأَنْتِ الَّتِي قَطَّعْتِ قَلْبِي حَرَارَةً :: وَرَقْرَقْتِ دَمْعَ الْعَيْنِ فَهُوَ سَجُومُ
وَأَنْتِ الَّتِي أَخْلَفْتِنِي مَا وَعَدْتِنِي :: وَأَشْمَتِّ بِي مَنْ كَانَ فِيكِ يَلُومُ

١٢٥ - ابوبكر والبي - ديوان مجنون ليلى - صفحة ٧٩ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ م -

فَلَوْ أَنَّ مَا أَلْقَى وَمَا بِيَ مِنَ الْهَوَى :: بِأَرْعَنَ رُكْنَاهُ صَفَا وَحَدِيدُ
تَقَطَّعَ مِنْ وَجْدٍ وَذَابَ حَدِيدُهُ :: وَأَمْسَى تَرَاهُ الْعَيْنُ وَهُوَ عَمِيدُ
ثَلَاثُونَ يَوْماً كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ :: أَمُوتُ وَأَحْيَا إِنَّ ذَا لَشَدِيدُ

١٢٦ - عبدالستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحة ٨٧ - قطعة ٩ - قاهرة - مصر -

أَحِنُّ إِلَى لَيْلَى وَإِنْ شَطَّتِ النَّوَى :: بِلَيْلَى كَمَا حَنَّ الْيَرَاعُ الْمُنَقَّبُ
يَقُولُونَ لَيْلَى عَذَّبَتْكَ بِحُبِّهَا :: أَلَا حَبَّذَا ذَاكَ الْحَبِيبُ الْمُعَذِّبُ

١٢٧ - أيضاً - صفحة ١٧٦ - قطعة ١٦٣ -

إِذَا جَاءَنِي مِنْهَا الْكِتَابُ بِعَيْنِهِ :: خَلَوْتُ بِبَيْتِي حَيْثُ كُنْتُ مِنَ الْأَرْضِ
فَأَبْكِي لِنَفْسِي رَحْمَةً مِنْ جَفَائِهَا :: وَيَبْكِي مِنَ الْهِجْرَانِ بَعْضِي عَلَى بَعْضِي
وَإِنِّي لَأَهْوَاهَا مُسِيئاً وَمُحْسِناً :: وَأَقْضِي عَلَى نَفْسِي بِالَّذِي تَقْضِي
فَحَتَّى مَتَى رَوْحُ الرِّضَا لَا يَنَالُنِي :: وَحَتَّى مَتَى أَيَّامُ سُخْطِكِ لَا تَمْضِي

١٢٨ - أيضاً - صفحة ٢٧٦ - قطعة ٢٨٤ -

فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّي الْحَبِيبَ رِسَالَةً :: بِأَنَّ فُؤَادِي دَائِمُ الْخَفَقَانِ
وَأَنِّي مَمْنُوعٌ مِنَ النَّوْمِ مُدْنَفٌ :: وَعَيْنَايَ مِنْ وَجْدٍ لَاسَى تَكِفَانِ

١٢٩ - أيضاً - صفحة ١٠٣ - قطعة ٨٣ -

وَجَدْتُ الْحُبَّ نِيرَاناً تَلَظَّى :: قُلُوبُ الْعَاشِقِينَ لَهَا وَقُودُ
فَلَوْ كَانَتْ إِذَا احْتَرَقَتْ تَفَانَتْ :: وَلَكِنْ كُلَّمَا احْتَرَقَتْ تَعُودُ
كَأَهْلِ النَّارِ إِذَا نَضِجَتْ جُلُودٌ :: أُعِيدَتْ لِلشَّقَاءِ لَهُمْ جُلُودُ

١٣٠ - ابوبكر والبي - ديوان مجنون ليلى - صفحة ٨٠ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩ م -

١٣١ - أيضاً - صفحة ٦١ -

١٣٢ - أيضاً - صفحة ٦٢ -

۱۳۳ - عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۰۳ - قطعہ ۳۱۰ - قاہرہ - مصر -

عبدالستار أحمد فراج نے اِن اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "اِن أشعار اور ان پر مبنی واقعات میں نہ صرف تکلف، بلکہ من گھڑت بھی ہیں" -

هَنِيئاً مَرِيئاً مَا أَخَذْتِ وَلَيْتَنِي :: أَرَاهَا وَأُعْطِي كُلَّ يَوْمٍ ثِيَابِيَا

وَلَيْتَهَا تَدْرِي بِأَنِّي خَلِيلُهَا :: وَأَنِّي أَنَا الْبَاكِي عَلَيْهَا بُكَائِيَا

۱۳۴ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۳۱ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۳۵ - عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۶ - قطعہ ۲۹۹ - قاہرۃ - مصر -

بِرَبِّكَ هَلْ ضَمَمْتَ إِلَيْكَ لَيْلَى :: قُبَيْلَ الصُّبْحِ وَهَلْ قَبَّلْتَ فَاهَا

وَهَلْ رَفَّتْ عَلَيْكَ قُرُونُ لَيْلَى :: رَفِيفَ الأُقْحُوَانَةِ فِي نَدَاهَا

۱۳۶ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۲۴ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۳۷ - أیضاً - صفحہ ۲ -

۱۳۸ - ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۹۶۸ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء -

كِلَانَا مُظْهِرٌ لِلنَّاسِ بُغْضاً :: وَكُلٌّ عِنْدَ صَاحِبِهِ مَكِينُ

تُبَلِّغُنَا الْعُيُونُ بِمَا أَرَدْنَا :: وَفِي الْقَلْبَيْنِ ثَمَّ هَوًى دَفِينُ

۱۳۹ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۱۶ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۴۰ - أیضاً - صفحہ ۱۸ -

۱۴۱ - ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۷، ۶۳ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۳۹ء -

۱۴۲ - ابوالفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد دوم - صفحہ ۹۳ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۲۷ء -

۱۴۳ - عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۵ - قطعہ ۷ - قاہرۃ - مصر -

فَوَاللَّهِ ثُمَّ اللَّهِ إِنِّي لَدَائِبٌ :: أُفَكِّرُ مَا ذَنْبِي وَأَعْجَبُ

وَوَاللَّهِ مَا أَدْرِي عَلَامَ قَتَلْتِنِي :: وَأَيَّ أُمُورِي فِيكِ يَا لَيْلَ أَرْكَبُ

أَأَقْطَعُ حَبْلَ الْوَصْلِ فَالْمَوْتُ دُونَهُ :: أَمْ أَشْرَبُ كَأْساً مِنْكُمْ لَيْسَ يُشْرَبُ

أَمْ أَهْرُبُ حَتَّى لَا أَرَى لِي مُجَاوِراً :: أَمْ أَفْعَلُ مَاذَا ؟ أَمْ أَبُوحُ فَأُغْلَبُ

فَأَيُّهُمَا يَا لَيْلَ مَا تَفْعَلِينَهُ :: فَأَوَّلُ مَهْجُورٍ وَآخِرُ مُعْتَبُ

(۱۴۴) أیضاً - صفحہ ۱۸۵ - قطعہ - ۱۷۰ -

تَهَارِي نَهَارُ النَّاسِ حَتَّى إِذَا بَدَا :: لِيَ اللَّيلُ هَزَّتْنِي إِلَيْكِ الْمَضَاجِعُ
أُقَضِّي نَهَارِي بِالْحَدِيثِ وَبِالْمُنَى :: وَيَجْمَعُنِي وَاللَّيْلِ بِالْهَمِّ جَامِعُ

١٣٥ - أيضاً - صفحه ٢٦٤ - قطعه : ١٧١ -

يُسَمُّونَنِي الْمَجْنُونَ حِينَ يَرَوْنَنِي : نَعَمْ بِيَ مِنْ لَيْلَى الْغَدَاةَ جُنُونُ

١٣٦ - ابوالفرج أصفهاني - كتاب الأغاني - جلد دوم - صفحه ٨٧ - قاهرة - مصر - ١٩٢٧ م -

١٣٧ - أيضاً - صفحه ١٥ -

١٣٨ - أيضاً - صفحه : ٢١ -

١٣٩ - أيضاً - صفحه ٣٧ -

فصلِ سوم

لیلیٰ مجنوں جدید عربی شاعری میں

قدیم عربی ادب میں قصہ لیلیٰ مجنوں کی طرف وہ توجہ نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق تھا۔ قیس اور لیلیٰ کی حقیقت کے بارے میں ردّ و بدل کے علاوہ کسی شاعر یا ادیب نے یہ کوشش گوارا نہیں کی کہ قصۂ لیلیٰ مجنوں کو اپنے ادبی کام کا موضوع بنائے۔ اور اس کو ادبی جامہ پہنائے ـــــ اگر اس پر کوئی کام ہوا بھی تو صرف اتنا کہ اسے تاریخِ ادب کی کتابوں میں درج کر دیا گیا۔ اور بارہ صدیوں تک یہ معاملہ جوں کا توں رہا۔

بیسویں صدی عیسوی میں عرب شعراء کے سرخیل أحمد شوقی نے اس قصہ کو سن ۱۹۳۱ء میں ڈرامے کی شکل میں نظم کر کے ادبی شکل عطا کی ـــ اگلے صفحات میں ہم اِن شاء اللہ أحمد شوقی کے اس ڈرامے کا خلاصہ اور تجزیاتی مطالعہ پیش کریں گے۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۷۰ء تک کے عرصے میں کسی اور شاعر یا أدیب نے قصے کی طرف توجہ نہیں دی۔ ۱۹۷۰ء میں مصر کے مشہور شاعر صلاح عبد الصبور نے أحمد شوقی کے ڈرامہ مجنون لیلیٰ سے فائدہ اٹھا کر لیلیٰ و مجنون کے نام سے اپنا ایک ڈراما لکھا جس میں اس نے ۱۹۶۷ء کی مصر کی اسرائیل کے ہاتھوں شکست کے نتیجے میں مصری نوجوانوں پر مرتب ہونے والے اثرات ڈرامے کی صورت میں بیان کیے ـــــــ

ـــــ ان شاء اللہ ہم آگے چل کر اس ڈرامے کا بھی خلاصہ پیش کریں گے۔

مجنون لیلیٰ : أحمد شوقی

أحمد شوقی اپنے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" کا آغاز حجاز کے ماحول اور حجاز سے شام میں دار الخلافت [اموی دور میں] کے منتقل ہونے کے بعد حجاز کے سیاسی حالات پر گفتگو کرنے سے کرتا ہے۔ وہ یوں ہے کہ قیس بن ذریح شاعر مجنوں کی طرف سے پیغام لے کر لیلیٰ کے ہاں حاضر ہوتا ہے۔ اس دوران جو گفتگو ہوتی ہے اس سے حجاز کے سیاسی حالات واضح ہو جاتے ہیں: ـ

۰۰ لیلیٰ :ـ ابن ذریح! ہم تو گوشہ نشینی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی

آپ سے کچھ صورتِ حال معلوم کرے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے ؟! -

○○ آپ بتائیے کہ رسولِ پاک صلعم کے شہر کا کیا حال ہے ؟ - اور اس میں معاملات کو کس طریقے سے چلایا جارہا ہے ؟! -

○○ ابن ذریح :- اے لیلیٰ ! میں دیارِ رسول صلعم کو اس حال میں چھوڑ کر آرہا ہوں کہ وہ نہایت مضبوط اور مستحکم ہے - اور اس پر ایک نہایت طاقت ور حکمران حکومت کر رہا ہے -

○○ یثرب [مدینہ] میں لوگوں کی گفتگو ہمارے خوف کے سرگوشیوں کی مانند زیرِ لب ہے - اور ان کے قدم نہایت احتیاط سے اُٹھتے ہیں -

○○ لیلیٰ :- ابن ذریح ! بات کو بڑھاؤ نہیں - اور حقیقت بتاؤ - بنو مروان کی امیدیں بڑے اونچے پہاڑوں جیسی ہیں - اور وہ اپنے شہر میں حکومت کی بنیاد مضبوط کر رہے ہیں - بس ابتدا میں طاقت اور زبردستی کی ضرورت کبھی پیش آتی ہے -(۱)

اس گفتگو کے دوران لڑکے اور لڑکیاں جمع ہو جاتی ہیں - اور سب قیس اور اس کی شاعری کے بارے میں گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں - ان میں سے کوئی مذاق اُڑاتا ہے - کوئی طنز و مزاح کرتا ہے اور کوئی سنجیدہ باتیں کرتا ہے - اس کے بعد ابن ذریح اپنے اس مقصد کے بارے میں باتیں کرنے لگتا ہے جس کی خاطر وہ لیلیٰ کے ہاں حاضر ہوا ہے:

○○ ابن ذریح :- [لیلیٰ سے] : مجھے قیس نے بھیجا ہے - کاش کہ تم بتاؤ کہ اس سے التفات کب کرو گی -

○○ ہمیں تو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کی مصیبت بڑھ نہ جائے - اور یہاں تک بڑھ کہ بس سے باہر ہو جائے -

○○ حالانکہ اے لیلیٰ ! اگر تم انکار نہ کرو تو قیس نوجوانوں کا حسن و جمال ہے - اور قبیلے کے سردار کا شہزادہ ہے -(۲)

بشر نامی ایک لڑکا یہ سن کر ابن ذریح کا مذاق اُڑاتا ہے :-

○○ ہائے ہائے ! ابن ذریح منگنی کرنے آیا ہے ! -

○○ ابن ذریح :- چپ رہو - تم مروت کے لائق نہیں -

○○ لیلیٰ [غصے میں] :- ابن ذریح ! یہ کیا بات کر رہے ہو ؟ -

○○ ابن ذریح :- اے لیلیٰ ! اللہ کا خوف کرو اور [قیس سے] زیادتی کو لگام دو -

○○ لیلیٰ [قیس کے بارے میں] :- میں اس سے زیادہ قریب ہوں اور مجھے اس پر بہت ترس آتا ہے۔
○○ اے کاش! اس کا علاج میرے رحم اور شفقت سے ہو سکتا ہوتا۔
○○ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ قیس کے لیئے میرے دل میں کتنی محبت پوشیدہ ہے۔
○○ میرا اور قیس کا حال محبت میں یکساں ہے۔ جو جام محبت قیس نے پیا ہے وہی میں نے پیا ہے۔
○○ مگر میں دو چیزوں کے درمیاں گھر گئی ہوں۔ اور وہ دونوں آگ کی طرح ہیں۔ لہٰذا مجھ پر ظلم نہ کرو، بلکہ میری مدد کرو۔
○○ ایک یہ کہ مجھے اپنی عزت بہت عزیز ہے۔ دوسری یہ کہ میں اپنے محبوب کو کھونا نہیں چاہتی۔
○○ بچپن ہی سے میں نے حتیٰ المقدور اپنی محبت کو عیاں ہونے سے محفوظ رکھا۔ جبکہ وہ [قیس] بے پروا ہے۔ اور اس نے میرا خیال نہیں رکھا۔ (۳)

اس کے بعد لیلیٰ قیس کی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے جو قیس نے وادیٔ غیل کا ذکر کرتے ہوئے اس کے متعلق کہی تھی :-

○○ لیلیٰ :- قیس نے اپنی شاعری میں وادیٔ غیل کا گیت گایا۔۔۔ اور کیا ہوا تھا وادیٔ غیل میں میرے اور قیس کے درمیاں ؟!-
○○ صرف یہی کہ اس نے سلام کیا اور میں نے جواب دیا۔ اور یہ سب کچھ ہوا میری سہیلیوں کے کانوں اور نگاہوں کے سامنے۔
○○ اور یہ کہ میں راہ گذر میں اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنا راستہ لیا۔ اور میں نے اپنی راہ لی۔ (۴)

اس کے بعد لیلیٰ غصے میں آکر اپنی خوابگاہ میں داخل ہو جاتی ہے۔
اور ابن ذریح اپنی کوشش میں ناکام ہونے کی بناپر واپس چلا جاتا ہے۔

پس یہی وہ واقعہ ہے جو قیس کی لیلیٰ سے شادی نہ کرنے کی ایک اہم وجہ بنی ہے۔ وہ یوں تھا کہ جب قیس نے اپنے اشعار میں واقعۂ وادیٔ غیل کا ذکر کیا۔ اور اس کا چرچا لوگوں میں ہو گیا تو لیلیٰ کا والد غصے میں آگیا۔ اور اس نے قیس کی لیلیٰ سے شادی سے انکار کر دیا۔ درج ذیل مکالمہ ملاحظہ فرمائیں جو قیس اور لیلیٰ کے والد کے درمیاں ہوا :-

○○ قیس :- چچا جاں! میں نے کیا قصور کیا ؟!-
○○ لیلیٰ :- قیس کا کیا قصور ہے ؟!-

٥٥ مہدی [لیلیٰ کا باپ] :- کیا تم بھول گئی کہ لوگ کیا کہتے ہیں ؟!-

٥٥ قیس :- وہ جھوٹ بولتے ہیں چچا جان -

٥٥ مہدی : وادئ غیل میں تم کس وقت ملے - دن کو یا رات کو ؟!-

٥٥ وادئ غیل میں کیا ہوا جس کے بعد تم عشقیہ اشعار کہنے لگے !-

قیس :- نہ لیلیٰ اکیلی تھی ، نہ میں اکیلا تھا - بلکہ لڑکے اور لڑکیاں وہاں خاصی تعداد میں تھیں -

٥٥ ہمیں اکٹھا کر دیا رات کے وقت وادئ غیل کے سبزہ زار نے ، جیسے چوپال اکٹھا کر دیتا ہے رات کے وقت قصہ کہنے اور سننے والوں کو -(۵)

قیس نے صحرا کا رخ کیا جہاں وہ اپنے دوست زیاد کے ساتھ رہنے لگا -

قیس کی ماں کو پتہ چلا تو وہ وہاں اس کے لیئے کھانا بھیجنے لگی - مگر قیس کھانے سے انکار کرتا تھا -

اس زمانے میں عمرو بن عبدالرحمٰن بن عوف کا گذر وہاں سے ہوا جس کو خلیفۂ وقت نے زکات کی وصولی کے لیئے اپنا نمائندہ مقرر کیا تھا - جب اس نے قیس کو دیکھا تو زیاد سے پوچھا کہ یہ کون ہے - تو زیاد نے جواب دیا :-

٥٥ یہ ہے عاشقوں کا سردار قیس !-

٥٥ ابن عوف : کونسا قیس ہے - قیس تو بہت ہیں - اور ہر ایک کی اپنی اپنی کہانی ہے -

٥٥ زیاد : درست ہے مگر یہ جیسے آپ دیکھ رہے ہیں ان سب سے زیادہ بلند مقام ہے - اور اس کی شہرت سب سے اچھی ہے -

٥٥ ابن عوف : شاید یہ وہی قیس ہے جس سے ہم واقف ہیں - اس کے اشعار جیسا کہ دوسرے سناتے ہیں میں بھی سناتا ہوں -

٥٥ لیکن اس کا سایہ : زیاد ، وہ کہاں ہے ؟-

٥٥ زیاد : میں ہوں وہ زیاد - میں ہوں وہ جو اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے جہاں بھی وہ جاتا ہے -

٥٥ ابن عوف : لیکن وہ [قیس] ننگے پاؤں کیوں چل رہا ہے - اور دشت میں پھٹے ہوئے کپڑوں میں کیوں مارا مارا پھر رہا ہے -

٥٥ اے نُصَیبْ [ابن عوف کا غلام] ! میری یہ چادر لے کر اسے پہنا دو - کہیں اسے ننگا ہونے سے

اذیت نہ پہنچے -

○○زیاد :- اے امیر ! اپنی چادر اپنے پاس رہنے دیجیے، کیونکہ قبیلے کے سردار کے شہزادے [قیس]

کو اس کی ضرورت نہیں -

○○ اس کے اتنے عمدہ کپڑے ہیں کہ عمر بھر کے لیئے کافی ہیں اور زمانہ انہیں خراب نہیں کرسکتا -

○○ابن عوف [اپنے آپ سے] :- یا اللہ ! میرا دل اگرچہ سخت ہے - مگر نہ جانے وہ قیس

کے لیئے کیوں نرم اور اداس ہوگیا ہے -

○○ قیس بیٹے !

○○زیاد : جناب ! وہ فرطِ محبت میں بے ہوش پڑا ہے ... اور میرا خیال

ہے کہ اسے ابھی تک افاقہ نہیں ہوا -(۶)

اس کے بعد زیاد نے ابن عوف کو قیس کی لیلیٰ سے محبت کے بارے میں

بتایا کہ قیس پر محبت کی اتنی گرفت ہے کہ اس کے اقربا اسے حج پر لے گئے تھے تاکہ وہاں یہ

دعا کریں کہ اللہ قیس کو لیلیٰ کی محبت سے شفا بخش دے - مگر بے سود - کیونکہ خود

قیس نے وہاں جا کے اللہ سے یہ دعا مانگی :-

○○... - اے اللہ ! خیر اور شر تیرے ہاتھوں میں ہے -

○○ اگر لیلیٰ کی محبت شر ہے تو اس شر میں مجھے مبتلا کر -

○○ اگر لیلیٰ کی محبت جادو ہے تو اسے ناکارہ نہ کر -

○○ اے اللہ ! میرے سوا ہر ایک کو صبر و سکون دے -

○○ مگر اے اللہ ! مجھے مرضِ محبت کی موت دینا - کوئی اور موت نہ دینا - (۷)

تھوڑی دیر بعد قیس کو ہوش آیا ہے - چنانچہ ابن عوف نے اس کو مطمئن

کرتے ہوئے اس بات کا وعدہ کیا کہ وہ اس کی شادی لیلیٰ سے کرنے کے معاملے میں حتیٰ المقدور

کوشش کرے گا :-

○○ابن عوف :- اے قیس ! اب جاؤ اور کپڑے پہن لو - ان پھٹے پرانے کپڑوں کو اتار دو -

○○ صبح کے وقت تم میرے ساتھ اور میرے ساتھیوں کے ساتھ لیلیٰ کے محلے میں داخل ہو جاؤ گے -(۸)

قیس یہ سن کر بہت خوش ہوگیا - پھر اس نے ابن عوف کے ساتھ جانے

کے لیئے تیاریاں شروع کردیں - جب ابن عوف لیلیٰ کے محلے میں داخل ہوا - اور قبیلہ والوں کو

پتہ چلا کہ قیس ابن عوف کی معیت میں آیا ہے تو انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی خاطر تلواریں سونت لیں۔ قیس نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے غش کھا کر منہ کے بل گر پڑا۔ چنانچہ اسے محلے سے دور لے جایا گیا۔ اور ابن عوف اکیلا لیلیٰ کے خاندان والوں کے پاس سفارش کرنے چلا گیا :-

○○ابن عوف :- صبح بخیر لیلیٰ کے والد۔

○○مہدی : صبح بخیر ابن عوف۔

○○ابن عوف :- ان لوگوں سے کہو کہ ہتھیار ڈال دیں۔ یہ تو خوف وہراس کا مقام نہیں۔

○○محلے کی طرف سے ایک آواز :- اے ابن عوف! اے امیر! ایسا کرنا حکمرانوں کا شایانِ شان نہیں۔

○○ تم ایسے آدمی کی حمایت کرتے ہو اور اسے کیسے پناہ دیتے ہو جو عزتوں کو پامال کرتا ہے۔(۹)

پس لیلیٰ کے قبیلہ والوں میں اس معاملے میں اختلاف کھڑا ہو گیا کہ وہ قیس کو قتل کریں یا نہ کریں؟۔ کیا وہ ابن عوف سے لڑیں یا نہیں؟۔ یا کیا وہ قیس کو لیلیٰ کا رشتہ دیں یا نہ دیں؟ — یہ موقع پا کر قیس کا رقیب منازل لوگوں میں گھس گیا اور لوگوں کو قیس کے قتل کرنے پر اکسانے لگا۔ کیونکہ منازل بھی لیلیٰ سے محبت کرتا تھا۔ مگر لیلیٰ اسے نہیں، بلکہ قیس کو چاہتی تھی۔ چنانچہ منازل نے یہ سوچا کہ کیوں میں اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاؤں، اور قیس کو قتل کروا کے اس سے نجات ہمیشہ کے لیئے حاصل کروں؟! اب دیکھیئے وہ لوگوں کو قیس کے قتل کرنے پر کس طرح آمادہ کر لیتا ہے :-

منازل لوگوں کے سامنے آ کر ان سے مخاطب ہوتا ہے :-

○○ اے قبیلہ والو! بلاشبہ قیس ہمارا بھائی ہے اور چچا زاد بھی ہے۔ کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟!۔

○○آوازیں :- نہیں! ربِّ کعبہ کی قسم نہیں!۔

○○منازل : میری بات سنو! اس کے بعد پھر جو گمان بھی مجھ پر کرنا چاہتے ہو کرو۔

○○ قیس بلاشبہ اس صحرا کا وہ شاعر ہے جس کا ہمسر کوئی نہیں۔ کیا تم اس کے منکر ہو؟!۔

○○آوازیں :- نہیں! ربِّ کعبہ کی قسم نہیں!۔

○○منازل : میری بات سنو۔ اس کے بعد پھر جو گمان بھی مجھ پر کرنا چاہتے ہو کرو۔

○○ قیس تو بنو عامر کا سردار، اور سرداروں کا بیٹا ہے۔ کیا تم اس بارے میں مشکوک ہو؟!۔

○○آوازیں : نہیں! ربِّ کعبہ کی قسم نہیں!۔

∞ منازل :- میری بات سنو - اس کے بعد پھر جو گماں بھی مجھ پر کرنا چاہتے ہو کرو -

∞ قیس نے تمہارا نام بنایا اور نجد کا بھی - کیا تم قیس کی خدمات کا انکار کرتے ہو ؟! -

∞ آوازیں :- نہیں ربِّ کعبہ کی قسم نہیں ! -

∞ منازل :- میری بات سنو - اس کے بعد پھر جو گماں بھی مجھ پر کرنا چاہتے ہو کرو -

∞ قیس عقل و شعور میں کامل ہے - کیا تم نے اس میں کبھی جنون یا دیوانگی کی قسم کی کوئی شے پائی ؟! -

∞ آوازیں :- نہیں ربِّ کعبہ کی قسم نہیں ! -

∞ منازل :- میری بات سنو - اس کے بعد پھر جو گماں بھی مجھ پر کرنا چاہتے ہو کرو -

∞ میں کسی شاعر کو قیس کا ہم پلہ نہیں ٹھہراتا - نہ صرف میں، بلکہ تم بھی کسی کو اس کا ہم پلہ نہیں سمجھتے -

∞ مجھے قیس سے محبت ہے اور اس پر فخر ہے کہ قیس کے شعروں کو فخر سے سنانے والے اس محبت کے معاملے میں میرے قریب نہیں آ سکتے -

∞ اس کی شاعری ہمیشہ رہے گی - جبکہ دوسروں کی شاعری مٹ جائے گی - اور ہر شاعری کی روایت صدی بہ صدی نہیں ہوتی -

∞ قیس کی شاعری بے نظیر اور ہمیشہ رہنے والی ہے - کاش کہ اس میں بے حیائی شامل نہ ہوتی -

∞ اگر قیس کے سوا اور شاعر بے حیائی کے شعر کہنے والا ہوتا تو اتنی مصیبت نہ ہوتی -

∞ [لیلیٰ کے بارے میں] اس نے بہت سے اشعار کہے جن کا چرچا صحرائی بدوؤں نے کیا - اور پھر شہر والوں نے ان کو گیت بنایا -

∞ مجھے ڈر ہے کہ اس کی بدنامی تم ہی پر نہ آپڑے - بہت سی ایسی بدنامیاں ہوتی ہیں جن کو سالہا سال بھی مٹا نہیں سکتے -

∞ لیلیٰ تنگ آگئی - اس کے ماں باپ کو بھی تشویش ہوئی - اور اس کے رشتہ داروں کو بھی دکھ پہنچا -

∞ کل بنو عامر کا کوئی بھی نوجوان جب لوگوں سے ملے گا تو اس کی پیشانی جھکی ہو گی -

∞ کافی آوازیں :- ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے کہا -

∞ منازل :- تو پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم کو نہ کوئی جوش آیا ہے نہ غصہ -

∞ یہ ہے قیس جو امیر کی معیت میں تمہاری نظروں کے سامنے تمہارے محلے میں داخل ہو رہا ہے -

∞ اور لیلیٰ کا باپ جیسا کہ مجھے معلوم ہے رقیق القلب ہے - اور مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دے گا -

∞ دیکھ لینا ! زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ وہ لوگ کوئی چال تمہارے ساتھ چلیں گے - اور لیلیٰ کو اپنے

ساتھ لے جائیں گے۔

○○ دوستو! وہ وقت آگیا ہے کہ اب تم جان لو کہ قیس نے لیلیٰ کے محفوظ حجاب کو چاک کر دیا ہے۔

○○ قیس نے لیلیٰ کی کوئی عزت نہیں چھوڑی۔ اب تم قیس کا کیا کرو گے ؟!۔

○○ ایک آواز :۔ وہ بے حیا ہے۔ اس کی گوشمالی کرنا ضروری ہے۔

○○ ایک اور آواز :۔ یقیناً بے حیاؤں کا علاج ڈنڈا ہی ہے۔

○○ ایک آواز :۔ ہم محلے میں اس کا داخلہ بند کر دیں۔

○○ ایک اور آواز :۔ اور ہم لیلیٰ کے آگے اس کی حفاظت کے لیئے قلعہ بن جائیں۔

○○ منازل :۔ خلیفہ نے پہلے ہی قیس کا خون تمہارے لیئے حلال کر دیا ہے۔ اب تم کس انتظار میں ہو ؟!۔

○○ ایک آواز : خلیفہ ہمارے لیئے قیس کا خون حلال کر چکا ہے۔

○○ اور آوازیں :۔ ہم قیس کو مار ڈالیں گے۔ (۱۰)

پھر زیاد نے، جو قیس کا دوست تھا، لوگوں کو بتایا کہ منازل قیس کو اس لیئے مروا رہا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ لیلیٰ سے خود شادی کر لے ــــ یہ سن کر لوگ منازل پر سخت ناراض ہوئے۔ اور زیاد بھی اسے مارنے کے لیئے آگے بڑھا۔ لیکن لوگوں میں یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ وہ قیس کا رشتہ قبول کریں یا نہ کریں۔ یا پھر لیلیٰ کی شادی اُس آدمی سے کر دی جائے جس کا رشتہ قبیلہ بنو ثقیف سے آیا ہے۔ بالآخر یہ معاملہ ابن عوف اور لیلیٰ کے والد پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ جیسے مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔ مگر فیصلہ خود لیلیٰ نے کیا ہے ــــ وہ یوں تھا کہ لیلیٰ کا باپ "مہدی" ابن عوف کو لے کر خیمے کے اندر چلا گیا۔ اور دونوں نے قیس کے بارے میں باہم مشورہ کیا۔ پھر لیلیٰ کی رائے معلوم کرنے کے لیئے اسے بلایا گیا۔ اور بات یوں چلی !۔

○○ مہدی :۔ اے لیلیٰ ! یہ (ابن عوف) ہیں ہمارے مہمان۔ ان کے لیئے لاؤ کھجوریں۔ بھنا ہوا گوشت۔ اور تازہ دودھ۔

○○ یہ مہمان نہیں عام مہمانوں جیسا۔ یہ سردار ہے، سخی ہے۔ اور شریف النسب ہے۔

○○ لیلیٰ (پردے کے پیچھے سے) :۔ حضور ! بصد آداب۔

○○ ابن عوف : نہیں۔ ذرا ٹھہرو۔ مجھے ابھی نہ پیاس ہے نہ بھوک۔

○○ مجھے پتہ ہے کہ مہمان نوازی تمہارا رواج ہے اور تمہارا والد سارے عرب کا سخی مرد ہے۔

○○ مگر میرا کھانا ...

○○ مھدی :۔ کیا ارشاد ہے ؟

○○ ابن عوف :۔ قاصد کا کھانا مقصد کو پہنچنا ہے ۔

« لیلیٰ پردے کے پیچھے سے ان کے سامنے آتی ہے »

○○ مھدی: تو پھر لیلیٰ ! ٹھہرو ۔ قریب آؤ ۔ آگے بڑھو اور مہمان کو خوش آمدید کہو ۔

○○ ابن عوف ہمارے گھر تشریف لائے ہیں ۔

○○ لیلیٰ :۔ کیسا محترم اور پیارا مہمان ہے ۔

○○ ہمارے ہاں ابرِ سخا آیا ہے ۔ تو مبارک ہو اس بارانِ کرم کو ۔(۱۱)

اس کے بعد انہوں نے قیس سے شادی کرنے کے بارے میں لیلیٰ کی رائے

پوچھی تو لیلیٰ نے جواب دیا :۔

○○ وہ [قیس] میرے دل کی تمنا ہے اور اس کا سب کچھ ۔

○○ مگر اے ابنِ عوف ! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ میری عزت پر حرف آئے ۔ اور میرے بارے میں بدگمانیاں پھیلیں ۔

○○ اور میرے والد کہیں جائیں تو ان کو سر جھکانا پڑے ۔ اور ذلت کی وجہ سے نظریں نیچی کرنی پڑیں ۔

○○ کیا صرف میری وجہ سے ان کی سرداری کی عزت پس پردہ چلی جائے ۔

○○ بخدا مجھے قیس کی حماقت اور لاپرواہی کی خاطر کتنی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں ۔

○○ میں رسوا ہوگئی اس کی وجہ سے حجاز کے پہاڑی علاقے میں ، اور نجد کے پہاڑوں اور میدانوں میں ۔

○○ لہٰذا اے میرے سردار ! قیس کو اپنی پناہ میں لے لیں ۔ اور اس کی حفاظت کا بندوبست کریں ۔

○○ مگر وہ مجھ سے شادی کے بارے میں نہ سوچے گا خواہ خود خلیفہ مروان اس کا قاصد ہی بن کر کیوں نہ آجائے ۔

○○ ابن عوف :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم قیس کو قبول نہیں کرو گی اور اسے اپنے خاوند بنانے پر راضی نہیں ہوں گی ۔

○○ تو لیلیٰ ! میری تمام کوششیں رائیگاں گئیں ۔ اور میرا مقصد ناکام رہا ۔

○○ لیلیٰ :۔ پھر بھی میں تمہاری شکر گذار ہوں ۔ اور میں آپ کا یہ احسان نہیں بھولوں گی ۔

○○ میری آپ سے درخواست ہے کہ قیس کا خیال کرنا ، کیونکہ تم ہی احسان کرنے کے اہل ہو ۔

○○ قیس کو جب بھی پناہ کی ضرورت ہو تو اے سردار ! تم اسے پناہ مہیا کرنا ۔(۱۲)

پھر اسی نشست میں لیلیٰ نے اس آدمی کو قبول کر لیا جو قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا، اور اپنے رشتے کے لئے آیا تھا۔ اور ابن عوف غصے کے مارے ان سے اجازت لے کر چلا گیا۔

ابن عوف کی سفارتی مساعی کی ناکامی کے بعد قیس صحراؤں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ اس عرصے میں زیاد بھی اس کے ساتھ تھا جو اس کے سائے کی طرح اسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اور جو کچھ قیس کہتا تھا زیاد حفظ کر کے اس کی روایت کرتا تھا۔ گھومنے پھرنے کے دوران قیس کو کبھی کبھی لیلیٰ سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس کو لیلیٰ سے بات کرنے کا موقع ملا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب لیلیٰ کی قبیلہ ثقیف کے آدمی ورد سے شادی کر دی گئی تھی۔ اس ملاقات میں جو گفتگو قیس اور لیلیٰ کے درمیان ہوئی تھی اس کا ترجمہ درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:-

○○ قیس :- میری لیلیٰ ! میرے دل کی لیلیٰ !

○○ لیلیٰ :- قیس ! یہ مجھ کیا ہو رہا ہے - زمین میرے گرد گھوم رہی ہے۔ اور میرا حال خراب ہے۔

○○ قیس :- لیلیٰ ! تم پر میرا دل اور میری دولت قربان ، خدا کرے کہ تمہیں کسی قسم کی کمزوری اور بیماری لاحق نہ ہو -

○○ لیلیٰ !- آؤ ! جدائی اور فراق کا جو شکوہ کرنا ہے مجھ سے کر لو۔ اور اپنے بازو میرے خیال اور بے وقعت وجود پر ڈال دو -

" لیلیٰ اس سے ہاتھ ملاتی ہے محبت کے ساتھ "

○○ لیلیٰ :- کیا یہ حقیقت ہے اے میری جان ! کہ تم میرے ساتھ ہو۔ کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔ یا پھر بیداری کی حالت میں ہیں -

○○ کیا ہم اپنی جائے ولادت سرزمین بنو عامر کے بعد ، بنو ثقیف کے پردیس علاقے میں آگئے ہیں۔

○○ قیس :- کوئی بات نہیں لیلیٰ - کسی عاشق اور اس کے محبوب کا اپنا علاقہ وہی ہوتا ہے جہاں ان کی ملاقات ہو -

○○ جو شہر مجھ تم سے قریب کر دے وہی میری رہائش گاہ ہے۔ اور جس جگہ پر تم موجود ہو وہی میرا وطن ہے

○○ لیلیٰ :- تو پھر تمہارے گال آنسوؤں سے کیوں بھیگے ہوئے ہیں - کیا کسی خوشی کے باعث تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں ؟! -

○○ قیس :- لیلیٰ ! تم پر میری جان فدا ہو اس چیز سے کہ جس نے تمہیں بیماری اور کمزوری میں مبتلا کر دیا ہے -

○○ لیلیٰ :- قیس ! تو تمہارا خیال ہے کہ میں کمزور ہو گئی ہوں ؟! - مجھے یہ کمزوری کسقدر پسند ہے. اور وہ شخص بھی جو میری اس کمزوری کا سبب بنا ہے -

○○ قیس :- لیلیٰ ! یہ (کمزوری) تو زیادہ سوچنے کی وجہ سے ہوتی ہے - تم کس کے بارے میں سوچتی ہو ؟! -

○○ لیلیٰ :- اس شخص کے بارے میں جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے -

○○ قیس :- جو ہوا سو ہوا -

○○ لیلیٰ :- قیس ! کیا تمہیں اب پتہ چلا ہے کہ ہم دونوں ایک ہی تیر کے دو شکار ہیں - اور دونوں تیر محبت کے ھدف ہیں ؟! -

○○ قیس ! ہم دونوں کو ذبح کیا گیا ہے - اور ہمارے ماں باپ نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا ہے -

○○ ہم دونوں کو رسم و رواج اور اوہام پرستی کی تیغ نے زخمی کر ڈالا ہے -

○○ مجھے ایسے شخص کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا جو میرے ذوق و مزاج سے مطابقت نہ رکھتا تھا (۱۳)

اس وقت قیس نے لیلیٰ کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ بھاگ چلے تاکہ اس خاوند سے نجات پائے جس سے وہ محبت نہیں کرتی - تاکہ وہ دونوں کہیں جاکر محبت کی دنیا کو آباد کر سکیں - مگر لیلیٰ نے انکار کر دیا جس کی وجہ سے قیس نے غصے میں آ کر لیلیٰ کو چھوڑ دیا - اور پھر سے صحرا کی طرف رخ کیا -

لیلیٰ پر حزن و غم چھا جانے لگا - اور اس کو محسوس ہونے لگا کہ بیماری اس کے جسم کے تمام جوڑوں میں سرایت کر گئی - مرض بڑھتا گیا - اور تھوڑے عرصے میں لیلیٰ مر گئی -

لوگ لیلیٰ کے والد کے پاس تعزیت کے لیئے آئے ہیں - ورد بھی اس سے تعزیت کرنے آیا ہے - اور لیلیٰ کے والد نے ورد کا شکریہ ادا کیا ہے کہ اس نے لیلیٰ کے ساتھ حسن سلوک کیا - اور اچھا وقت گذارا -

دوسری طرف قیس زیاد کو ساتھ لیئے صحرا میں گھومتا رہا - ان دونوں کو حالات کا کچھ پتہ نہ چلا - جس دن لیلیٰ مر گئی، اس دن دونوں "توباد" کے پہاڑ پر بیٹھے تھے - اور قیس کو لیلیٰ کے ساتھ بیتی ہوئی یادیں آرہی تھیں کہ بشر نامی ایک

لڑکا قبیلے کی طرف سے آیا ہوا نظر آیا :۔

○○ بشر :- قیس! إنا للّٰہ وإنا الیہ راجعون -

○○ قیس :- بشر!

○○ بشر :- ہاں!

○○ قیس :- تم کس کی تعزیت کر رہے ہو ؟! -

○○ اے بشر! موت تو میری ہوئی ہے اگرچہ ابھی تک مجھے دفن نہیں کیا گیا -(۱۴)

اب بشر پر واضح ہوا کہ قیس کو لیلیٰ کی موت کی کوئی اطلاع نہیں ہے - چنانچہ وہ چپ ہو گیا - مگر قیس نے اس سے قبیلہ بنو عامر، اپنے خاندان، اپنے اہل محلہ، اور محلے کی ہر چیز کے بارے میں، یہاں تک کہ عام درختوں اور کھجور کے درختوں اور گھوڑوں تک کے بارے میں سوالات کیئے - اور بشر ان کا جواب دیتا رہا - پھر بھی قیس کو شک ہو گیا کہ بشر نے کوئی خبر چھپائی ہے - اور نہیں چاہتا کہ وہ کسی کو بتائے - لہٰذا قیس نے بشر سے پوچھا کہ وہ کیا چھپا رہا ہے کیونکہ اس کے آثار اس غم والم سے ظاہر ہو رہے تھے جو اس کے چہرے پر تھے —— لیکن بشر انکار کر گیا - اس کے باوجود قیس اصرار کرتا رہا کہ جو کچھ اس کے سینے میں پوشیدہ ہے اس کو واضح کر دے - قیس کہتا ہے :-

○○ نہیں - تردد نہ کرو - کچھ نہ چھپاؤ ---- اے بشر! مجھے کسی ناگہانی حادثے کا احساس ہو رہا ہے -(۱۵)

مگر بشر معذرت کرتے ہوئے کہتا ہے :-

○○ معاف کرنا - معاف کرنا - بخدا جو کچھ میں آپ کو بتانے والا ہوں تم اس کو برداشت نہیں کر سکو گے -

○○ قیس :- کیا وہ مر گئی ؟ -

○○ بشر :- ہاں - وہ کل چل بسی -

○○ قیس بے ہوش ہوتے ہوئے : ہائے میری لیلیٰ -

○○ بشر :- یا اللہ ! تقدیر کتنی ظالم ہے -(۱۶)

قیس بے ہوش ہو کر گر پڑا - پھر کچھ دیر بعد اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس کا دوست زیاد خوش ہو کر کہنے لگا :-

○○ اے میرے پروردگار! تیرا شکر کہ قیس کو افاقہ ہوا۔ اس کی آنکھیں کھلیں۔ اور اس کے کان سننے لگے۔

○○ اے قیس! تم ہمارے پاس واپس آگئے۔

○○ قیس:۔ ہیہات، ہیہات! جو شخص عالمِ نزع میں جاتا ہے واپس نہیں آتا۔

○○ اب اس چراغ میں تو روشنی کی ایک لرزش باقی ہے۔ وہ اسے دے کر بجھ جائے گا۔ اور

پھر کبھی بھی روشن نہیں ہوگا۔

○○ اے زیاد! کل ہوگی ملاقات دکھ کے مارے ہوؤں کی۔ اور مقامِ ملاقات ہوگا وہ قبرستان۔۔

۔۔۔ (قبروں کی طرف اشارہ کرتا ہے) ۔(۱۷)

اس کے بعد قیس لیلیٰ کی قبر کی طرف روانہ ہوگیا:۔

○○ قیس:۔ میری آنکھو! یہ ہے جگہ رونے کی۔ اے میرے آنسوؤ! یہ ہے جگہ تمہارے بہنے کی۔

○○ یہاں ہے جسم لیلیٰ کا۔ یہاں ہے اس کی نشانی۔ یہاں ہے میری زندگی زمین کے اندر رکھی ہوئی۔

○○ یہاں ہے لیلیٰ کا دہنِ شیریں، خوشبو والا اور ہنسنے والا۔ لگتا ہے کہ فنا کے پردے سے وہ ابھی

چمک اٹھے گا۔

○○ یہاں ہے آنکھوں کا جادو جسے مٹی نے چھپا لیا۔ اور جس کا توڑ کسی تعویذ اور منتر سے

ممکن نہ تھا۔

○○ یہاں جوانی کی کتاب بند ہوگئی۔ اب قبرستان اسے نہیں کھولے گا۔

○○ یہاں دفن ہیں محبت کے حادثے اور میٹھی آرزوئیں۔ اور اے لیلیٰ! لذیذ دکھ۔

○○ اے تقدیر کے ٹھکرائے ہوئے شخص! تمہیں کون ہے پناہ دینے والا اور بچانے والا، سوائے

موت کے۔

○○ زندگی تقدیر کی طاقت کے آگے جھک جاتی ہے۔ مگر خود تقدیر موت کی طاقت کے سامنے

سر جھکا دیتی ہے۔

○○ اے تقدیر کے ٹھکرائے ہوئے شخص! کیا تم کو قرار نہیں ملے گا۔ کیا تم آرام نہیں کروگے۔

کیا تم کو سکون کی دولت ہاتھ نہیں آئے گی۔

○○ کیوں نہیں! تم پہنچ گئے ہو پناہ گاہ تک۔ اور یہ مٹی ہی ہے تمہاری پناہ گاہ۔ (۱۸)

قیس لیلیٰ کی قبر کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔ اتنے میں ایک ہرن

اس کے پاس سے گزرا تو قیس اس سے مخاطب ہوا:۔

○○ اے ہرن ! اس شخص کو رُلا ! جس نے اپنی دولت دے کر تجھے اس وقت آزاد کرا دیا جب کہ تو مصیبت میں گرفتار تھا۔ اور تجھے کبھی خریدا جاتا، اور کبھی بیچا جاتا تھا۔

○○ یہ وہی ہے جس نے تیرے بچوں کو اس وقت کھانا پینا دیا جبکہ وہ صحرا میں بھوکے اور پیاسے تھے۔

○○ اے وادی ! تو میری لاش کو اُٹھانے والی چارپائی بن جا۔ میرا کفن بن۔ اور اے وادی ! میرا سوگ منا۔

○○ میرا جنازہ اُٹھانے کے لئے ہرنوں کو بلا۔ آہ ! کیا کسی نے کسی میت کو دیکھا جس کا جنازہ ہرنوں کے گروہ اُٹھائے جا رہے ہوں !۔

○○ آہ ! کیا میں ایسا ہی تنہا مروں گا جیسا کہ میں زندگی میں تنہا تھا۔ میرے پاس نہ گھر والے ہیں اور نہ دوست۔

○○ میری رات تنہا ہو گئی۔ وہاں میرے رفیق نہ یہ درندے ہوں گے اور نہ چرنے والے ہرن۔ (۱۹)

پھر قیسؔ کی ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں تو زیادؔ نے اسے اپنے سینے سے لپٹا لیا۔

اس وقت ابن ذریح لیلیٰ کی قبر کے پاس آ گیا۔ وہ حزن و غم کی تصویر بنے ہوئے لیلیٰ کے لئے گریہ کناں ہو گیا۔ اور لیلیٰ کے بارے میں اس نے ایک مرثیہ کہا۔ پھر قیسؔ کی موجودگی محسوس کر کے اس سے مخاطب ہو کر کہا :۔

○○ اے قیسؔ ! ہوش کرو۔ آنکھیں کھولو۔ اور نگاہ ڈالو آسمان کے حسن و جمال کی جانب۔ (۲۰)

قیسؔ نے جواب دیا :۔

○○ کہاں آسمان اور کہاں وہ شخص جس پر نزع طاری ہے۔ اور وہ مرنے کے قریب ہے۔ اور زمین نے اس کی قبر تیار کر دی ہے۔

○○ بے خوابی نے مجھے عذاب میں ڈال دیا تھا۔ اور یہ نیند کا ایک جھونکا ہی ہے جس کی بدولت میں اس بے خوابی سے شفا پاتا ہوں۔

○○ جو شخص مجھے جنت کی خوشخبری دے میں اس سے کہوں گا کہ میں جنت میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔

○○ اگر لیلیٰ میرے ساتھ ہے تو پھر جنت ہو یا دوزخ۔ میرے لئے دونوں برابر ہیں۔

○○ ساری جنت تو لیلیٰ ہے۔ اور میں نے اس کو پا لیا ہے۔ لہٰذا اب نجد کی مٹی میں ہم دونوں سوئیں گے۔

○○ مجھے اپنے وطن سے محبت ہے۔ اور میں اسے حقیقی جنت پر بھی ترجیح دیتا ہوں خواہ مجھے یہاں

تکالیف ہی کیوں نہ پیش آئیں -(۲۱)

پھر قیس کو یوں لگا جیسے قبر سے ایک دھیمی سی آواز ابھری۔اور

اس نے قیس کو پکارا :۔

○○آواز :۔ قیس !

○○قیس :۔ یہ کس کی آواز ہے... اُف کیا مجھ پر کوئی جادو ہو گیا ہے ۔

○○آواز :۔ قیس !

○○قیس :۔ اے زیاد! سنو ! ---- اے بشر ! تم بھی سنو !۔

○○آواز :۔ قیس !

○○قیس :۔ لیلیٰ مجھے بلا رہی ہے... اپنی قبر کے اندر سے --- میرا نام لے کر---

○○ اے لیلیٰ ! حاضر ہیں میرا جسم اور میری روح دونوں ---

پھر قیس نزع کی آخری حالت میں پہنچ گیا :۔

○○قیس :۔ کیا موت ہمارے زخموں کو مندمل کرے گی ۔ کیا ہماری منزل قریب کرے گی۔ اور

جدا ہونے والوں کو اکٹھا کرے گی ؟! ۔

○○آوازیں :۔ قیس ! لیلیٰ !۔

○○قیس :۔ ایک گونج ہے میرے کانوں میں ۔ صحرا دہرا رہے ہیں قیس اور لیلیٰ

کا نام ۔

○○ ہم دونوں اسی دنیا میں موجود ہیں اگرچہ تم ہمیں نہیں دیکھتے ۔ نہ لیلیٰ مری ہے اور نہ

قیس -(۲۲)

أحمد شوقی اور ڈراما

ڈرامے کا فن ایک ایسا فن ہے جو دورِ جدید میں مغربی ادبیات سے ادب عربی میں منتقل ہوا ہے ۔ اس ضمن میں احمد شوقی کو پہلا شخص سمجھا جاتا ہے جس نے عربی ادب میں اس نوزائیدہ فن کی ترقی کے لیئے بہت کام کیا جس کی بدولت ادب کا ایک ایسا نیا میدان کھل گیا جس میں شعرائیں سے ہر ایک حسبِ توفیق سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں رہا ۔

مغربی ڈراموں کے طرز پر عربی ڈرامے نظم کرنے کا خیال أحمد شوقی کے دل میں اس وقت پیدا ہوا جب ابھی وہ فرانس میں قانون و أدب کی تعلیم حاصل کر رہا تھا[۲۳] فرانس میں احمد شوقی ڈراموں کے مشاہدہ کرنے کے لیئے اکثر تھیئٹر جایا کرتا تھا ۔ اس طریقے سے اس کو ان کلاسیکی ، رومانوی اور جدید طرز کے ڈراموں کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا جو اس وقت تھیئٹروں میں پیش کیئے جاتے تھے ۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود اُحمد شوقی فطری طور پر ایک جدت پسند شاعر تھا ۔ چنانچہ اس جدت پسندی نے اسے سن ۱۸۹۳ء میں ڈرامے کے فن میں اولین کوشش کی طرف راغب کیا ۔ اور فرانس ہی میں اس نے اپنا پہلا ڈراما : "علی بیک الکبیر : بڑا علی بیگ " لکھ کر مصر بھجوا دیا ۔ مگر اس ڈرامے کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہوسکی جس کے خواب احمد شوقی دیکھ رہا تھا ۔ اس کے باوجود یہ ڈراما مصر میں منظوم ڈراموں کی بنیاد سمجھا جاتا ہے[۲۴]

جب احمد شوقی اپنی تعلیم مکمل کرکے یورپ سے مصر لوٹا تو اس نے ڈراموں کو منظوم کرنے کی اپنی سوچ کو پسِ پشت ڈال دیا ۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس وقت مصر میں ڈرامائی شاعری کی بہ نسبت ، غنائی شاعری زیادہ رواج پذیر تھی ۔ اس پر یہ مستزاد کہ ڈرامائی شاعری کرنے کے لیئے کثرتِ مطالعہ ، لگاتار محنت اور صبر آزما کام درکار ہوتا ہے ۔

اس کے باوجود احمد شوقی منظوم ڈرامے لکھنے کے بارے میں کبھی کبھی سوچتا تھا ۔ خصوصاً جب وہ اپنے بیٹے [حسین] سے ملنے کی غرض سے پیرس جایا کرتا تھا جو اس وقت فرانس میں زیرِ تعلیم تھا ـــــ حسین روایت کرتا ہے کہ ان کے والد جب بھی ان کے ہاں پیرس میں آتے تھے تو وہ کامیڈی فرانسیز تھیئٹر : LA-COMEDIE FRAÇAISE جایا کرتے تھے جو کلاسیکی ڈراموں کا سب سے اعلیٰ معیار اور بین الأقوامی تھیئٹر شمار کیا جاتا تھا ۔

پس وہ اس وقت منظوم ڈرامے لکھنے کے بارے میں سوچتے تھے ۔(۲۵)

یہ بھی ایک مسلمہ بات ہے کہ احمد شوقی کو عربی زبان کے علاوہ فرانسیسی زبان پر بھی پورا عبور حاصل تھا ۔ اور وہ انگریزی بھی خوب جانتا تھا ۔ پھر جب اسے مصر سے وطن بدر کیا گیا تو اس نے ہسپانوی زبان بھی سیکھنا شروع کر دی ۔ اس کے علاوہ احمد شوقی کو ترکی زبان پر بھی پوری دسترس حاصل تھی ۔ اور ان کے ذاتی کتبخانے میں ترکی زبان کی کتابوں کا بڑا ذخیرہ موجود تھا ۔(۲۶)

احمد شوقی نے سن ۱۹۲۷ء سے منظوم ڈرامے لکھنا شروع کر دیا ۔ اور سالِ وفات ، یعنی ۱۹۳۲ء تک منظوم ڈرامے ہی لکھتا رہا ۔ اس عرصے میں اس نے پانچ منظوم ڈرامے لکھے ۔ ساتھ ہی اس نے پہلے ڈرامے (علی بیک الکبیر) کو از سرِ نو لکھا جو ۱۸۹۳ء میں پہلی دفعہ فرانس میں لکھا گیا تھا ۔ اس کے علاوہ اس نے ایک نثری ڈراما بھی لکھا ۔ یوں سمجھیئے کہ احمد شوقی نے مجموعی طور پر سات ڈرامے لکھے ہیں :۔

۱۔ علی بیک الکبیر : بڑا علی بیگ
۲۔ مصرع کلیوباترا : قلوپطرہ کی موت
۳۔ مجنون لیلیٰ
۴۔ عنترۃ
۵۔ قمبیز
۶۔ أمیرۃ الأندلس : اندلس کی شہزادی
۷۔ الست ھدیٰ : ھدیٰ بیگم

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ احمد شوقی نے ان سات ڈراموں میں سے چھ کو شاعری ہی میں لکھا ، یعنی علی بیگ الکبیر ، مصرع کلیوباترا ، مجنون لیلیٰ ، عنترۃ ، قمبیز ، اور الست ھدیٰ — اور ایک کو نثر میں لکھا ، یعنی أمیرۃ الأندلس (۲۷)

أحمد شوقی کے ڈراموں پر فرانسیسی ادب کے اثرات :—

اس میں کوئی شک نہیں کہ احمد شوقی کے ڈراموں پر فرانسیسی ادب کا نہایت گہرا اثر پڑا ہے ۔ اس کی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ احمد شوقی فرانسیسی زبان اچھی طرح جانتا تھا ۔ دوسری یہ کہ اسے فرانس میں قیام کرنے ، وہاں کے تھیٹر میں جانے ،

اوران میں پلیش کیئے جانے والے ڈراموں کو دیکھنے کا موقع ملا - اور پھر فرانس میں قیام کے دوران بڑے بڑے فرانسیسی ادباء سے ملاقاتیں بھی میسر ہوئیں -

احمد شوقی نے پیرس میں دو سال تک قیام کیا - اس زمانے میں واقعیت REALISM کی تحریک امیل زولا E. ZOLA اور اس کے مقلدین کی بدولت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی جس سے احمد شوقی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا - (۲۸)

أحمد شوقی کے مجنون لیلیٰ پر واقعیت کی تحریک کے اثرات :

واقعیت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ ادیب تاریخی حقائق و واقعات کا مکمل علم رکھتا ہو - اور وہ ان حقائق و واقعات سے سر مو انحراف نہ کرے - صرف یہی نہیں ، بلکہ ادیب کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ ان حقائق و واقعات میں کوئی تصرف کرے - البتہ وہ انہیں اس طریقے سے ترتیب دے سکتا ہے جس کے ذریعے سے ماضی کے کسی تاریخی واقعہ کے پلیش کرنے سے خود ادیب کے رجحانات اور اس کے اجتماعی مقاصد پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجائیں -(۲۹)

پس واقعیت کے اس اُصول کا اثر احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں کئی جگہ دکھائی دیتا ہے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ڈرامے میں احمد شوقی نے مختلف کتابوں ، اور بالخصوص ابو الفرج اُصفہانی کی کتاب "الأغانی" میں وارد شدہ روایات کو نقل کیا ہے - اس کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے اُس زمانے کے عرب ماحول کی تصویر کشی بھی کرتا ہے

اس ضمن میں احمد شوقی قیس کے حالات کو تاریخی حقائق کے پیش نظر لکھتے ہوئے واقعیت کے اس اصول کی پیروی کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے - اگرچہ اس اُصول « یعنی تاریخی حقائق سے انحراف نہ کرنے » کا اُحمد شوقی پر ایک منفی اثر یہ رہا کہ اس نے اپنے ڈرامے کے کرداروں کے گہرے تجزیئے کی طرف وہ توجہ نہیں دی جس کا وہ مستحق تھا -

بہر حال واقعیت کا اُحمد شوقی پر محض سطحی اثر رہا - ایسا سطحی اثر جو اس کے سطحی مطالعے ، اور واقعیت کے اُصول پر مبنی ڈرامے دیکھنے ، یا ان کے متعلق پڑھنے کا نتیجہ تھا - کیونکہ واقعیت کے اُصول صرف اس بات تک محدود نہیں ، بلکہ تاریخی ڈراموں میں

صرف تاریخی حقائق کو مدِّ نظر رکھا جائے، بلکہ ان کا دائرہ اس سے بڑھ کر ہے۔(۳۰)

احمد شوقی کے مجنون لیلیٰ پر کلاسیکی تحریک کے اثرات : ــــــ

کلاسیکی تحریک کے علمبرداروں کے ایک اصول یہ ہے کہ ڈراما نگار اپنے ڈرامے کا آغاز وہاں سے کرے جہاں پلاٹ کا عقدہ اپنے عروج کو پہنچا ہوا ہو(۳۱)۔ اس اصول کا اثر احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں کئی مقامات پر نمودار ہوا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈرامے کا آغاز اس واقعے سے ہوتا ہے جس میں مجنوں کی سفارش کے لئے قیس ابن ذریح لیلیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔ گویا جب پلاٹ اپنے عروج پر تھا۔

کلاسیکیت کا یہ بھی اصول ہے کہ سارے ڈرامے منظوم صورت میں ہوں۔ کیونکہ کلاسیکیت کے علمبرداران کے ہاں نثری ڈراموں کا کوئی تصور موجود ہی نہیں(۳۲)۔ اور یہ واضح بات ہے کہ "مجنون لیلیٰ" کا ڈراما منظوم صورت میں ہے، نثر میں نہیں۔

کلاسیکیت کا تیسرا اُصول یہ ہے کہ ادبائے کلاسیکی اپنے ڈراموں میں نفسیاتی اور باطنی کشمکش کا سہارا لیں۔ یہ خالصتاً ایک انسانی کشمکش ہوتی ہے۔ اس سے ہی ڈراما اپنی تمام قوت حاصل کرتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے سے اس میں جان پیدا ہوتی ہے۔ یہ کلاسیکی کشمکش بعض اُوقات ایسے جذبات کے درمیان ہوتی ہے جو اپنے منشأ اور نتائج کے لحاظ سے متضاد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ کشمکش باغیانہ جذبات اور شرف وعزّتِ نفس کے درمیان ہوتی ہے۔ کبھی کبھار جذبے اور فرض کے درمیان بھی ہوتی ہے۔ اور آخر کار فرض ہی غالب آجاتا ہے۔(۳۳)

جہاں تک احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں نفسیاتی کشمکش کا تعلق ہے تو یہ ہمیں اس واقعے میں دکھائی دیتی ہے جہاں لیلیٰ نے قیس سے شادی کرنے سے انکار کردیا حالانکہ وہ اس سے بے حد محبت کرتی تھی ــــــ اس واقعے میں جذبہ پر فرض غالب معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ اس کشمکش میں فرض کو جو غلبہ حاصل ہوا ہے وہ محض ظاہری غلبہ ہے، حقیقی نہیں۔ کیونکہ اس غلبہ کے باوجود بھی لیلیٰ پر جذبات کا تسلط رہتا ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ دونوں بنیادی کرداروں، یعنی قیس اور لیلیٰ، پر جذبات پورے طور پر حاوی نظر آتے ہیں۔ اور یہ درحقیقت رومانویت کا اثر ہے جس کے مطابق جذبہ ہی وہ واحد راستہ ہے

جس پر چل کر بلند پایہ حقائق تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے (۳۴)

احمد شوقی پر کلاسیکی تحریک کا بنیادی اثر یہ ہے کہ اس نے بالعموم اپنے المیوں کے لیئے تاریخی میدان کا انتخاب کیا۔ اور اپنے ڈراموں کو کسی نہ کسی اخلاقی مقصد کا ہدف بنایا۔ اس پر مستزاد یہ کہ احمد شوقی نے اپنے اکثر ڈراموں کی زبان، کلاسیکی تحریک کے اصول کے مطابق، شاعری ہی کو بنایا اگرچہ یہ بات قابلِ تعجب ہے کہ اس نے اپنا ایک تاریخی المیہ (یعنی: أميرة الأندلس) نثر میں لکھا، جبکہ اپنا ایک طربیہ "یعنی الست هدى" شاعری میں لکھا۔ حالانکہ تاریخی المیہ کے لیئے شاعری مناسب تھی، اور معاصر طربیہ کے لیئے نثر۔

اس کے باوجود احمد شوقی نے کلاسیکی مکتب فکر اور اس کے اصولوں کی پورے طور پر پیروی نہیں کی۔ بلکہ اس نے کبھی کبھار کلاسیکیت کے اصولوں سے بغاوت بھی کی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے زمان و مکان کے نظریے کا التزام نہیں کیا۔ اور اس اصول کا بھی التزام نہیں کیا جس کے مطابق المیہ کے تمام واقعات غمناک اور دکھوں اور مصیبتوں سے بھرے ہوں۔ ان میں مضحکہ خیز واقعات کی کوئی مداخلت نہ ہو ـــــ اور طربیہ کے تمام واقعات مضحکہ خیز اور طنز و مزاح سے عبارت ہوں۔ ان میں غم دکھ اور اداسی کا کوئی شائبہ تک بھی نہ ہو ـــــ ـــــ اس کے علاوہ احمد شوقی نے اس اصول کا بھی التزام نہیں کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ المیہ کا انجام افسوسناک، اور طربیہ کا خوش کن ہونا چاہیئے۔(۳۵)

احمد شوقی اس معاملے میں کامیاب نظر آیا ہے جب اس نے اپنے ڈرامے میں خود قیس کے اشعار کی تضمین کی۔ اور یہی چیز ہے جس نے ڈرامے کے پلاٹ کو حقیقت کے قریب کر دیا ہے۔ اور قاری کے دل کو بھی موہ لیا ہے ـــــ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ احمد شوقی کبھی قیس کے اشعار کے معنی کو مدِ نظر رکھ کر واقعے کو نظم کیا کرتا تھا۔ اور کبھی قیس کے اشعار کی بعینہ تضمین کر لیا کرتا تھا ـــــ احمد شوقی کا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے:۔

٥٥ نماز پڑھتے وقت جبکہ لوگ قبلہ کا رخ کرتے ہیں، میں اُس [لیلیٰ] کے گھر کو اپنا قبلہ بناتا ہوں (۳۶)

اس شعر کا مفہوم قیس کے درج ذیل شعر سے اخذ کیا گیا ہے:۔

٥٥ میں جب بھی نماز پڑھتا ہوں تو میں اپنا رخ اُس [لیلیٰ] کی طرف کرتا ہوں خواہ قبلہ میرے پیچھے کی طرف ہی کیوں نہ ہوتا۔(۳۷)

اس کے علاوہ ڈرامے میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جو بعینہ قیس کے اشعار ہیں

احمد شوقی کے درج ذیل اشعار وہی قیس کے اشعار ہیں۔ البتہ احمد شوقی نے پوری غزل نقل نہیں کی۔ اور دوسرے شعر کے پہلے مصرع کو تبدیل کر دیا ہے :-

"میں نے ایک ایسے ہرن کو دیکھا تھا جو کسی مرغزار کے وسط میں گھاس چرتا تھا۔ تو میں نے یہ خیال کیا کہ گویا مجھے دن کے وقت لیلیٰ نظر آگئی ہے۔

"میں نے اس ہرن سے کہا کہ اے ہرن! کسی حادثے کا خوف نہ کر۔ کیونکہ تو میرا پڑوسی ہے۔ زمانے کا خوف نہ کر۔

"پس اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اپنی ڈاڑھوں اور پنجوں سے ہرن کو پکڑ لیا۔

"تو میں نے اپنی ترکش سے تیر نکالا۔ اور بھیڑیے کو نشانہ بنایا۔ پس تیر بھیڑیے کے دل اور گردن میں جا لگا۔ (۳۸)

دیوانِ مجنون اور کتاب الأغانی میں دوسرے شعر کا مصرع اس طرح آیا ہے :-

" اے ہرن! گھاس کھا اور خوش رہ، اور نہ ڈر "

آخر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر احمد شوقی نے لیلیٰ و مجنون کے قصے کو منظوم نہ کیا ہوتا تو ادب میں اس قصے کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔ اور یہی چیز احمد شوقی کے اس ڈرامے کو جدید ادبِ عربی میں اہمیت عطا کرتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں دیکھا ہے أحمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" کا دار و مدار اس قصے پر ہے جو ابوالفرج أصفہانی کی کتاب "الأغانی" یا ادب کی دوسری کتابوں میں آیا ہے۔ مگر صلاح عبدالصبور کا ڈراما، جس کا خلاصہ ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے، اس سے سراسر مختلف ہے۔

صلاح عبدالصبور کے ڈرامے "لیلیٰ والمجنون" میں احمد شوقی کے ڈرامے کی حیثیت ایک پس منظر کی سی ہے۔ کیونکہ لیلیٰ و مجنون ڈراما لکھنے سے صلاح عبدالصبور کا ایک مقصد یہ بتانا اور دکھانا تھا کہ بیسویں صدی عیسوی میں، اور ۱۹۶۷ء میں اسرائیل سے شکست خوردہ مصر کے نوجوانوں کا کیا حال ہے۔ کیا وہ اس طرح آپس میں محبت کر سکتے ہیں جس طرح لیلیٰ اور قیس ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

صلاح عبدالصبور کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ وطن کی عظمت اور بڑائی پر روشنی ڈالی جائے۔ اس غرض کے لیئے صلاح عبدالصبور نے قصہ لیلیٰ و مجنون کو ایک علامتی ڈرامے کی شکل میں پیش کیا ہے جس میں لیلیٰ مصر کی علامت ہے۔ مصر ایک ایسا وطن ہے جو سب مصریوں سے محبت کرتا ہے، شریف مصریوں سے بھی اور غیر شریفوں سے بھی۔ وطن اپنی اولاد سے محبت کرتا رہتا ہے خواہ وہ اس کو اذیت تک بھی کیوں نہ پہنچائے ـــــ پس ڈرامے میں لیلیٰ وہی مصر ہے۔ لہٰذا صلاح عبدالصبور نے اس ڈرامے کا نام "لیلیٰ والمجنون" رکھا ہے اور أحمد شوقی کے تتبع میں "مجنون لیلیٰ" نہیں رکھا۔ اور سعید، زیاد، حسان، حسام، سلویٰ اور حنان سب مصری عوام کی علامت ہیں۔ ان میں وطن سے محبت کرنے والے بھی ہیں اور اس کو تباہ و برباد کر دینے والے بھی۔ مگر لیلیٰ سب سے محبت کرتی ہے۔ پس لیلیٰ کو ان سب سے صرف محبت کی ضرورت ہے۔ اور وطن بھی عوام سے اسی چیز کا (محبت) تقاضا کرتا ہے۔ مگر جب عوام نفسیاتی قلق و اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے وطن کے لیئے اظہارِ محبت سے خائف دکھائی دیتے ہیں۔

۱۹۶۷ء میں مصر کو اسرائیل کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس شکست کے نتیجے میں مصری نوجوان نا امیدی کا شکار ہو گئے ـ ان کی نفسیات برباد ہو گئی۔ اور وہ محبت کو بھول جانے لگے۔ اور یہ بات طے ہے کہ جب عوام کے حالات بگڑ جاتے ہیں تو ان کا وطن پر ضرور منفی اثر پڑتا ہے۔

اب آئیے صلاح عبدالصبور کا ڈراما پڑھیں۔ اور پھر اس کا تجزیاتی مطالعہ کریں ـــــ

لیلیٰ والمجنون : صلاح عبدالصبور

ڈرامے کا آغاز ایک انقلابی اخبار میں ہوتا ہے جو مصر میں سن ۱۹۵۲ء کے انقلاب سے پہلے نکلتا تھا۔ ڈرامے کے سارے کردار: سعید، لیلیٰ، زیاد، حنان، حسان اور سلویٰ اس اخبار میں کام کرتے ہیں۔ وہ سب پریشان نظر آتے ہیں۔ بڑے غصے اور درشت انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ ان کی رائے اور مزاج میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپس میں محبت کرنے سے عاجز نظر آتے ہیں۔ ان کی یہ گفتگو ملاحظہ فرمائیں جو ان کے درمیان اخبار کے دفتر میں ہوتی ہے :۔

○○حسان :۔ باتوں کے علاوہ ہمیں کسی اور چیز کا تجربہ کرنا چاہیئے۔

○○سعید :۔ باتوں کے علاوہ ہمارے پاس اور ہے ہی کیا ؟! ۔ کیا اس سے بہتر ہمارے پاس کچھ اور ہے؟!

○○حسان :۔ اے حضرتِ شاعر ! ۔۔۔ جو شے تمہارے پاس ہے "یعنی شاعری"، وہ تو ایک چھوٹے بچے کو ایک نوالہ بھی مہیا نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی ایک پیاسے کو پانی کا ایک قطرہ پلا سکتی ہے ۔۔۔ ایک بے لباس بڑھیا، جس کے جسم پر رات کی ہوائیں تھپیڑے مار رہی ہیں، اس کو کپڑے پہنانے پر بھی قادر نہیں ۔۔۔ اب گولیاں چلانے، نیزے مارنے اور دھماکے کرنے کی ضرورت ہے ۔۔۔ میں تو اپنی جیب میں یہ رکھتا ہوں [قلم نکالتا ہے] ۔۔ تاکہ تمہارے ساتھ الفاظ کے باغوں میں گزارا کروں ۔۔۔۔ مگر میرے پاس دوسری جیب میں یہ بھی ہے [پستول نکالتا ہے]۔

○○حنان :۔ اے حسان ! اس پریشان کن چیز کو میری آنکھوں سے دور رکھو ۔۔۔۔ اور شاعری ہی کے بارے میں گفتگو کرنے دو ۔۔۔ شاعری تو سب سے کم نقصان دینے والی چیز ہے ۔

○○زیاد :۔ لیلیٰ ! خوش آمدید !

○○لیلیٰ : بیٹھے ہوئے :۔ خوش آمدید ۔۔۔ اے مستقبل کے شاہسوارو ! ۔۔۔ کیا حال ہے ؟!۔

○○حسان :۔ نہیں نہیں ! ۔۔۔۔ یہ تو عجائب گھر کے شاہسوار ہیں!

○○زیاد :۔ ٹھہرو حسان ! ۔۔۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تو انقلاب ہے ۔۔۔۔ اور انقلاب عوام ہی کے ذریعے سے ممکن ہے ۔

○○حسان :۔ کیا ؟! ۔۔۔ عوام ؟! ۔۔۔۔ میں تو اس لفظ کا کوئی معنی نہیں سمجھتا۔ ۔۔ میں تو گھر، کپڑے اور روٹی کے بارے جانتا ہوں ۔۔۔۔ میں تو اس بڑھیا کی پریشانی

سمجھتا ہوں جو پگھلے ہوئے دل کے ساتھ اُس وقت کا انتظار کر رہی ہے جب اس کا سرپرست، حکومت کے چاہ سے کسی ڈول کے ذریعے باہر نکل آئے۔--- یا پھر جیل کا دروازہ جمائی لے (یعنی کھل جائے) - اور اس کے قیدی بیٹے کو [جیل سے] باہر نکالے -

٥٥لیلیٰ :- حسّان ! حسّام کا کیا حال ہے ؟ کیا تم حال ہی میں اس کی ماں سے ملے ہو ؟ -

٥٥حسان :- پولیس حسام سے اس طرح کھیل رہی ہے جس طرح کوئی پاگل گڑیا سے کھیل رہا ہو - اور پریشانی اس کی ماں کا دل ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہے -

٥٥سعید :- مجھے حسّام سے ملنے کا کوئی موقع نصیب نہیں ہوا -

٥٥لیلیٰ :- تم تو یہاں اسی دن آئے ہو جس دن حسّام کو گرفتار کر لیا گیا -(۲۹)

اخبار کا مدیر اعلیٰ یہ بات نوٹ کرتا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان محبت مفقود ہے - اور یہ کہ ان کی زندگیاں پیار سے عاری ہیں - ان کی زندگیوں میں تو سوائے دفتروں میں روزمرہ کے کام کرنے، کالم تیار کرنے اور اخبارات تقسیم کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں - لہٰذا مدیر اعلیٰ یہ سوچتا ہے کہ ان نوجوانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے - چنانچہ وہ یہ تجویز کرتا ہے :-

٥٥ آؤ، ہم سب مل کر گائیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں - کیونکہ اس ذریعے سے ہماری آوازیں ایک دوسری سے مل جائیں گی --- ان میں ہم آہنگی پیدا ہوگی --- اور ہم اپنے چہروں پر سے کام کے پر پیچ پردے اتار پھینکیں گے - اور اپنی کھوئی ہوئی انسانیت کی طرف لوٹ آئیں گے -(۳۰)

صحافیوں اور مدیر اعلیٰ کے درمیان کافی ردّوقدح ہوئی - اس کے بعد مدیر اعلیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ وہ سب مل کر احمد شوقی کے ڈرامے "مجنوں لیلیٰ" کو سٹیج پر پیش کریں ۔ جب وہ سب اس تجویز سے اتفاق کر لیتے ہیں تو کرداروں کا انتخاب شروع ہوتا ہے ـــــ عین اسی وقت اخبار کے چھاپہ خانے کا چپڑاسی حاجی علی ان کے ہاں آتا ہے - اور مدیر اعلیٰ کو یہ خبر دے کر کہتا ہے : حکومت نے اس کے سیاسی کالم کو سنسر کر کے ممنوع الاشاعت قرار دے دیا ہے - اس لیئے جناب بہتر یہ ہے کہ آپ سیاست کے سوا کسی اور موضوع پر لکھیں ـ یہ خبر سن کر استاد (مدیر اعلیٰ) کہتا ہے :-

٥٥ چلیئے حاج علی --- دیکھیں کیا کچھ کر سکتے ہیں --- آہ --- میں کیا لکھوں ؟! ...محبت

کے بارے میں لکھوں ! ---- پس اگر محبت خلافِ قانون نہ ہوتی ---- میرا خیال ہے کہ انہوں نے [حکومت والوں] ابھی تک محبت کو خلافِ قانون نہیں قرار دیا !! -(۴۱)

پھر حسان استاد لیلے کہتا ہے :-

○○ اے اُستاد ! محبت کے بارے میں مت لکھیں ---- کینہ اور انتقام کے بارے میں لکھیں -- .

--- یہ ہے نفرت کا زمانہ --- نہیں بھولنا --- نفرت کے بارے میں لکھیں -(۴۲)

اس کے بعد وہ کرداروں کی ادائیگی پر مشق شروع کر دیتے ہیں - مگر ان کے آپس میں سیاسی اختلافات اور جھگڑے ختم نہ ہوئے ---- اسی نشست میں انقلابی حسان زیاد پر کمزوری کی تہمت لگاتا ہے - اس سے کہتا ہے کہ وہ ضرور خیانت کرے گا کیونکہ وہ حد درجہ کمزور ہے - مگر زیاد اس تہمت کو رد کرتے ہوئے اس سے کہتا ہے :-

○○ میں تو ایسا نہیں [جو خیانت کرے گا] ، بلکہ تو ایسا ہی ہے --- ایک نہ ایک دن تو ہی خیانت کرے گا - کیونکہ تو ہی کینہ اور نفرت سے بھرا ہوا ہے -(۴۳)

اس گرما گرم بحث کو ختم کرنے کے لیئے مدیر اعلیٰ مداخلت کرتا ہے - اور انہیں کرداروں کی ادائیگی پر مشقوں کی یاد دلاتا ہے - چنانچہ وہ مشقوں میں مصروف ہو جاتے ہیں - اتنے میں حسام جیل سے رہا ہو کر واپس آجاتا ہے - حسام کو اپنے سیاسی مقالات کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا - جیل جانے سے پہلے حسام کے لیلیٰ کے ساتھ کچھ تعلقات تھے - سارے صحافی حسام کو خوش آمدید کہتے ہیں :-

اُستاد :- حسام ! خوش آمدید ! - (اسے گلے لگا لیتا ہے " --- آخر کار تم ہمارے ہاں واپس آگئے ہو ---------- مجھے کو دیکھنے دو --- نظر بھر کے دیکھنے دو ---- ہم تم سے کتنے محروم رہے - بلکہ سارے ساتھی تیری دیدار سے محروم رہے ---- تم ابھی تک ویسے ہنس مکھ اور موٹے تازے ہو جیسے پہلے تھے --- انہوں نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا ہے ؟! --- کیا وہ تمہارے کھانے سے تنگ آگئے ہیں ؟! -

○○ حسام :- دوسروں سے گلے لگاتے ہوئے :- نہیں نہیں ! --- انہوں نے مجھے جیل کے مناسب نہیں سمجھا --- لہذا نکال دیا --- اور مجھ سے اپنی اس کوتاہی کے لیئے معذرت کر لی کہ انہوں نے مجھے جیل میں دو ماہ تک قید رکھا - حالانکہ میرے بغیر بھی انقلاب کی آگ بھڑک رہی ہے (۴۴)

حسام اپنے ساتھیوں سے ایسے معصومانہ انداز میں ملاقات اور گفتگو کرتا ہے

کہ کسی کو اس کا خیال تک بھی نہ آئے کہ اس کے دل کے اندر کیا کیا کچھ ہے ۔ اور جیل میں اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جیل میں حسام کو اپنے ساتھیوں پر جاسوس بنایا جاچکا تھا کہ جیل سے رہائی کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کی جاسوسی کرے ۔

کرداروں کی ادائیگی پر مشق کرنے کے دوران سعید اور لیلیٰ کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیئے محبت پیدا ہوتی ہے ۔ مگر سعید کو اس بات میں کچھ شک ہے کہ لیلیٰ سے محبت کرتی تھی یا نہیں ۔ اور اگر واقعی کرتی تھی تو پھر ابھی تک کررہی ہے کہ نہیں ـــــ لیکن لیلیٰ اس کو اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ وہ اس سے ہی محبت کرتی ہے حسام سے نہیں ۔ اور یہ کہ اس کی زندگی میں حسام کی کوئی اہمیت نہیں رہی ۔

ایک دفعہ سعید، زیاد اور حسان تینوں ایک شراب خانے میں ملتے ہیں ۔ وہاں وہ شراب پیتے ہیں ۔ اس دوران سعید انہیں اپنے تازہ ترین اشعار سناتا ہے ۔ پھر بات سے بات نکلتی ہے اور محبت کی باتیں آجاتی ہیں ۔ تو حسان، سعید کی توجہ اس طرف دلاتا ہے کہ ان دنوں میں حسام لیلیٰ کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کی کوشش کررہا ہے ۔ اور لیلیٰ بھی حسام کے لیئے کچھ میلان رکھتی نظر آرہی ہے ۔ نیز یہ بتاتا ہے کہ ویسے حسام، عورت کے جذبات کو ابھارنا اچھی طرح جانتا ہے ۔

اچانک زیاد رو پڑتا ہے تو حسان اور سعید اس سے رونے کی وجہ پوچھتے ہیں ۔ مگر زیاد بتانا نہیں چاہتا ۔ حسان اسے مطمئن کرکے اس سے کہتا ہے :-

٥٥ کیابات ہے ؟! -

٥٥ زیاد :- حسام جاسوس ہے !! -

٥٥ حسان :- کیا ؟! -

٥٥ زیاد :- اسے جیل ہی میں ہم پر جاسوس بنایا گیا ہے ۔ (۴۵)

زیاد، سعید اور حسان کو بتاتا ہے کہ اسے یہ پتہ چلا کہ حسام اپنے سارے ساتھیوں کی رپورٹ پولیس والوں کو لکھ کر دیتا ہے ۔ اور یہ معاملہ لکھنے کی حد تک نہیں، بلکہ خفیہ پولیس والوں کے ساتھ بھی فون کے ذریعے اس کا رابطہ رہتا ہے ۔ اور وہ انہیں اپنے ساتھیوں کے خلاف کارروائی کرنے پر اکساتا ہے ۔ وہ پولیس والوں کو بتاتا ہے کہ تم سب دہشت گرد ہو ۔

... حسام بڑے غصے میں آکر زیاد سے پوچھتا ہے :-

٥٥ جب حسام نے میرا نام لیا تو حکومت کے نمائندے کو کیا کہا ؟ -

٥٥ زیاد :- یہ کہا کہ تم دہشت گرد ہو -

٥٥ حسان :- اس نے غلط نہیں کہا --- اور میں سب سے پہلے اپنی دہشت گردی کا مزا اسے ہی چکھاؤں گا --- کل صبح تمہیں اس کی خبر آئے گی -(۴۶)

حسان غصے میں اٹھتا ہے۔ پھر سڑک کی طرف چلا جاتا ہے - اور براہ راست حسام کے گھر چلا جاتا ہے - وہاں وہ حسام سے پوچھ گچھ کرتا ہے کہ کیا واقعی وہ ان کی جاسوسی کرتا ہے - مگر حسام ان ساری باتوں سے انکار کر دیتا ہے اور زیاد پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگاتا ہے - حسان، حسام کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنا پستول نکالتا ہے - حسام حسان کی منت سماجت کرتا ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے - مگر وہ اسے نہیں چھوڑتا - جب حسان گولی چلانے لگتا ہے تو دروازے کی گھنٹی کی آواز آتی ہے جس کی وجہ سے حسان گولی چلانے میں ایک لمحہ کے لیئے ٹھہرتا ہے ــــ پس حسام اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حسان کو دھکا دے کر اس کے ہاتھ سے پستول چھیننے کی کوشش کرتا ہے - لیکن اس کی یہ کوشش ناکام ہو جاتی ہے - اور حسان گولی چلاتا ہے - مگر حسام کو نہیں لگتی - چنانچہ حسام دروازے کی طرف دوڑتا ہے - عین اسی وقت سعید اور زیاد پہنچ جاتے ہیں - اور اسی وقت بھی گولی چلنے کی آواز سن کر، لیلیٰ نیم عریاں لباس میں گھر کے اندرونی کمرے سے فوراً باہر آجاتی ہے -

حسان، حسام کے پیچھے چلا جاتا ہے - اور سعید گھر میں رہتا ہے - جب سعید، لیلیٰ کو [حسام کے گھر میں] اسی حالت میں دیکھتا ہے تو اسے بڑا صدمہ ہوتا ہے - وہ سمجھ جاتا ہے کہ حسام، لیلیٰ سے زیادتی کرنے کی کوشش کر رہا تھا - لیکن لیلیٰ اس کو یہ بتاتی ہے کہ وہ خود حسام کے ہاں آئی ہے - اور اس نے اس سے شادی کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے - جب سعید یہ سب کچھ لیلیٰ سے سنتا ہے تو وہ اس صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے - لیلیٰ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتی ہے - آخر کار اسے افاقہ ہو جاتا ہے - وہ ایک کرسی کے ساتھ اپنی پشت لگائے ہوئے بیٹھتا ہے - اپنا سر لیلیٰ کے بازوؤں پر ڈالتا ہے - اور دونوں باتیں کرنے لگ جاتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ اس واقعے سے سعید کو بہت صدمہ پہنچا ہے - اور وہ حسام اور لیلیٰ کے تعلقات کی وجہ سے بدگمانی کا شکار ہے - مگر اس کے باوجود لیلیٰ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی

ہے - چنانچہ وہ ان دنوں کی یاد کرتے ہیں جب وہ لیلیٰ ومجنوں کے ڈرامے کے کرداروں کی ادائیگی پر مشق کیا کرتے تھے -

سعید کا غصہ ختم ہوجاتا ہے - لیلیٰ اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے - اتنے میں حسام آتا ہے - اور سعید کو لات مارنے لگتا ہے - چنانچہ سعید غصے میں آکر اٹھتا ہے - ایک چھوٹی سی مورتی اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتا ہے - اور حسام کو اس سے اتنا مارتا ہے کہ وہ غش کھا کر گر پڑتا ہے -

پس سارے ساتھی ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے ہیں —— حسام کو ہسپتال میں داخل کرا دیا جاتا ہے - سعید اور حسان کو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے - سلویٰ گرجے میں جاکر گوشہ نشینی اختیار کر لیتی ہے - اور زیاد اور حسان دونوں کسی نرسری سکول میں بچوں کو پڑھانا شروع کر دیتے ہیں -

ان واقعات کے بعد اُستاد (اخبار کا مدیر اعلیٰ) کو یہ یقین آتا ہے کہ ان ساتھیوں کے مابین رشتۂ محبت اُجاگر کرنے کی اس کی ساری کوششیں ناکام رہیں - پولیس والے آتے ہیں - اخبار کو بند کر دیتے ہیں - چھاپہ خانے کو بھی ضبط کر لیتے ہیں اور ان کے لائسنس بھی منسوخ کر دیتے ہیں —— چنانچہ استاد، زیاد، حسان اور سلویٰ کو الوداع کہتا ہے - اور سعید سے ملنے کے لیے جیل چلا جاتا ہے جہاں سعید مدہوشی کی حالت میں اُس آنے والے پیغمبر کے بارے میں بات کر رہا تھا —— جو تلوار اُٹھائے ہوئے آئے گا - اور لوگوں کو امن و امان دلوائے گا - کیونکہ وہ خود (سعید) قلم اُٹھانے والا پیغمبر بن کر آیا مگر ناکام رہا -

لیلیٰ بھی سعید سے ملنے کے لیے جیل جاتی ہے - اس کے کپڑوں پر جلنے کے نشانات موجود تھے - لیلیٰ اور سعید کے درمیان یہ گفتگو ہوتی ہے :-

"لیلیٰ :- سعید ! -

"سعید :- جب تم نے اپنے دل کو گوشت کے ایک ٹکڑے کی طرح کوؤں کے چونچوں میں دے دیا تو تمہیں کپڑوں کے جلنے سے سزا دی گئی -

"لیلیٰ :- - - - - - - - - - - خاموش رہتی ہے -

"سعید :- تم اُس (حسام) کی طرف کچھ مائل ہوگئیں تھیں ؟ ! - - - اس بات کا خوف نہ

کیجیئے کہ میں غصے میں آجاؤں گا۔

٥٥ لیلیٰ :- ---------------- خاموش رہتی ہے۔

٥٥ سعید :- ایک نہ ایک دن تم ایک اور آدمی سے بھی محبت کروگی ------ وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو اچھی طرح جانتا ہوگا کہ تمہارا نام لیلیٰ ہے ------ اور تمہیں تمہارے نام ہی سے پکارے گا ------

میں ---- نہیں ------ میں دو وقتوں کے درمیان ایک کھویا ہوا وقت ہوں ---- میں (کسی) آنے والے (پیغمبر) کا انتظار کر رہا ہوں --- (٤٧)

ڈراما ختم ہوتا ہے۔

صلاح عبدالصبور کا یہ ڈراما ایک علامتی ڈراما ہے جس میں اس نے قدیم عربی ادب کے ایک قصہ (لیلیٰ مجنوں) سے استفادہ کیا - اور اس کے ذریعے ایک مخصوص عرصے میں مصر پر گذرے ہوئے واقعات کے نتیجے میں، مصری نوجوانوں پر جو اثرات مرتب ہوئے ان کا نقشہ اس نے اپنے ڈرامے میں پیش کیا -

صلاح عبدالصبور نے یہ ڈراما سن ۱۹۷۰ء میں، یعنی ۵ جون سنہ ۱۹۶۷ء کی مصر اسرائیل جنگ کے کم وبیش تین برس بعد لکھا - مصر کی یہ فوجی شکست ایک ایسا سانحہ تھا جس نے مصری نوجوانوں کی ہمت کو پست، ان کی نفسیات کو تباہ وبرباد کر دیا - اور انہیں زندگی اور مستقبل سے مایوس کر دیا - چنانچہ صلاح عبدالصبور نے نوجوانوں کے اس ہیجان واضطراب کی اس کیفیت کو ڈرامے کی صورت میں پیش کیا - لیکن اس نے احمد شوقی کے ڈرامے سے صرف چند علامتیں اور کچھ رموز اور اشعار اخذ کیے - باقی ڈرامے کی حیثیت اس کے ڈرامے میں ایک پس منظر کی سی رہی -

صلاح عبدالصبور نے احمد شوقی کے ڈرامے لیلیٰ مجنوں کے سارے واقعات کو پس پشت ڈال کر اپنے ڈرامے کی پلاٹ کی بنیاد نت نئے واقعات اور مختلف زمان ومکان پر رکھی - چنانچہ ان کے ہاں جائے واقعات مصر ہے - اور زمانہ واقعات بیسویں صدی عیسوی ہے -

صلاح عبدالصبور کے ڈرامے میں کرداروں کی حیثیت بھی چند علامتوں کی سی ہے —— لیلیٰ وہی مصر ہے اور وطن ہے - سعید یا مجنوں ان شریف مصریوں کی علامت ہے جو اپنے وطن کی خدمت کرتے ہیں - اور اس سے محبت رکھتے ہیں - وہ زندگی میں مشقتوں اور سخت مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں - لہذا وہ مایوس اور ناامید نظر آتے ہیں - اسی وجہ سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جب بھی مصر کو ان کی طرف سے محبت کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ محبت مصر کو میسر نہیں آتی - کیونکہ وہ مصر سے محبت رکھتے تو ضرور ہیں - مگر اس کے اظہار سے خائف ہیں ——

جب لیلیٰ (مصر)، سعید (مصری عوام) سے مستقبل کے بارے میں گفتگو کرتی ہے - اور اس کو یہ سمجھاتی ہے کہ اگر اسے ماضی میں غم وحزن، دکھ درد اور اداسی وپریشانی سے دوچار ہونا پڑا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مستقبل میں بھی ایسا ہوگا —— ہوسکتا ہے کہ مستقبل

ماضی سے بہتر ہو ۔ مگر سعید (مصری عوام) کو ابھی تک ماضی (سامراجی تسلط) کے واقعات کی کڑواہٹ کا احساس ہے جب وہ اپنے باپ کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگیا ۔ اسے سوتیلے باپ کا ظلم وستم سہنا پڑا ۔ اور ذلت ورسوائی کا منہ دیکھنا پڑا ۔

اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہی تو وہی سعید ہے جو حسام کو قتل کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے جب حسام اس کی بے عزتی کرتا ہے ——— اور یہی ہے قوموں کا طرۂ امتیاز کہ جب انہیں بے عزتی کا سامنا ہوتا ہے تو وہ ہر آنے والے سیلاب کا رخ موڑ دیتے ہیں اور ظالموں، ستمگروں اور سامراجیوں کو پچھاڑ دیتے ہیں ۔

صلاح عبدالصبور کے ڈرامے میں حسام ایک علامت ہے اس بد دیانت شہری کی، جو کمزور اور خائن ہوتا ہے ۔ دشمنوں کے لالچ میں آجاتا ہے ۔ اور بہت ہارے ہوئے ان کے جال میں آسانی سے پھنس جاتا ہے ——— یہ وطن اور اہلِ وطن، دونوں کا خائن ہوتا ہے ۔ اس کے باوجود وطن، ماں کی مانند ہوتا ہے ۔ وہ اس خائن شہری کو بھی اپنی محبت سے نوازتا ہے ۔ حالانکہ یہ خائن اس سے جو کچھ ناجائز فائدہ حاصل کرسکتا ہے کرتا ہے اور متمتع ہوتا ہے ۔ پس وطن اس لیئے اس کی سرزنش نہیں کرتا کہ اس نے اس کے ساتھ جڑے رہنے کا وعدہ کیا ہے ۔(حسام لیلیٰ سے شادی کرے)[۴۸] مگر ایک بار پھر وہ وطن کو دھوکا دیتا ہے ۔ اور جاسوس ہی رہتا ہے ۔

جہاں تک استاد کا تعلق ہے تو وہ تاریخ کی علامت ہے ۔ ایسی تاریخ جو ہمیں واقعات بتاتی ہے اور ہمارے لیئے سامانِ عبرت مہیا کردیتی ہے ۔

زیاد بھی ایک علامت ہے سیدھے سادے شہریوں کی ۔ ایسے شہری جو حیران وسرگرداں ہیں ۔ اور تکلیف دہ واقعات میں انہیں اپنے حقیقی تشخص کا سراغ نہیں ملتا ۔ تو گویا وہ ان روحوں کی طرح ہیں جو کچھ ایسے جسموں کی تلاش میں ہوں جنہیں وہ اپنا مسکن بنا سکیں ۔

بہرحال صلاح عبدالصبور کا ڈراما " لیلیٰ والمجنون " ایک بڑا ادبی کام ہے جو مستقل اور مفصّل بحث کا محتاج ہے ——— مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ صلاح عبدالصبور نے اپنے ڈرامے لیلیٰ ومجنون " میں احمد شوقی کے ڈرامے " مجنون لیلیٰ " کو ایک نقطۂ آغاز اور پس منظر بنا کر، اور بہت کامیابی سے اور فنی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر مصر اور اہلِ مصر کے ایک نازک دور کی ترجمانی کی ہے ۔

صلاح عبدالصبور

صلاح عبدالصبور کا شمار ، مصر میں بیسویں صدی عیسوی کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے - وہ سن ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوا - اور ۱۹۸۱ء میں اس کی وفات ہوئی ۔ صلاح عبدالصبور کی شاعری مصر میں جدید نظم کی تحریک کا آغاز سمجھی جاتی ہے - اس کے بہت سارے شعری کارنامے ہیں جن میں سے ہم کچھ درج کرتے ہیں :-

(۱) : الناس في بلادى	ديوان شعر	القاهرة	۱۹۵۷م
(۲) : أقول لكم	ديوان شعر	بيروت	۱۹٦۱م
(۳) : أحلام الفارس القديم	ديوان شعر	بيروت	۱۹٦٤م
(٤) : مأساة الحلاج	مسرحية شعرية	القاهرة	۱۹٦٤م
(۵) : مسافر ليل	مسرحية شعرية	بيروت	۱۹٦۹م
(٦) : الأميرة تنتظر	مسرحية شعرية	بيروت	۱۹۷۰م
(۷) : ليلى والمجنون	مسرحية شعرية	القاهرة	۱۹۷۰م
(۸) : بعد أن يموت الملك	مسرحية شعرية	بيروت	۱۹۷۰م
(۹) : تأملات في زمن جريح	ديوان شعر	بيروت	۱۹۷۰م
(۱۰) : شجر الليل	ديوان شعر	بيروت	۱۹۷۲م
(۱۱) : الابحار في الذاكرة	ديوان شعر	القاهرة	۱۹۷۹م

(۱) : أفكار قومية	مقالات	القاهرة	۱۹٦۰م
(۲) : أصوات العصر	مقالات	القاهرة	۱۹٦۱م
(۳) : حتى نقهر الموت	مقالات	بيروت	۱۹٦٦م
(٤) : وتبقى الكلمة	مقالات	بيروت	۱۹۷۰م
(۵) : رحلة على الورق	مقالات	القاهرة	۱۹۷۱م
(٦) : مدينة العشق والحكمة	مقالات	القاهرة	۱۹۷۲م
(۷) : قصة الضمير المصرى الحديث	مقالات	القاهرة	۱۹۷۲م
(۸) : النساء حين يتحطمن	مقالات	القاهرة	۱۹۷٦م

(٩) : كتابة على وجه الريح — مقالات — القاهرة — ١٩٨٠م

(١٠) : على مشارف الخمسين — مقالات — القاهرة — ١٩٨٣م

اسی طرح ان کے کتابی صورت میں مضامین بھی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں :-

(١) : أفكار قومية — مقالات — القاهرة — ١٩٦٠م

(٢) : أصوات العصر — مقالات — القاهرة — ١٩٦١م

(٣) : حتى نقهر الموت — مقالات — بيروت — ١٩٦٦م

(٤) : وتبقى الكلمة — مقالات — بيروت — ١٩٧٠م

(٥) : رحلة على الورق — مقالات — القاهرة — ١٩٧١م

(٦) : مدينة العشق والحكمة — مقالات — القاهرة — ١٩٧٢م

(٧) : قصة الضمير المصرى الحديث — مقالات — القاهرة — ١٩٧٢م

(٨) : النساء حين يتحطمن — مقالات — القاهرة — ١٩٧٦م

(٩) : كتابة على وجه الريح — مقالات — القاهرة — ١٩٨٠م

(١٠) : على مشارف الخمسين — مقالات — القاهرة — ١٩٨٣م

حواشی

فَأَيْنَ ظِلُّهُ زِيادُ؟

(زياد):

أَنَا ذَا :: أَنَا الَّذِي يَتْبَعُهُ حَيْثُ مَشَى

(ابن عوف):

مَا بَالُهُ يَطَأُ التُّرَابَ حَافِياً :: وَيَقْطَعُ الْبِيدَ مُمَزَّقَ الرِّدَا

خُذْ يَا نَصِيبُ بُرْدَتِي فَغَطِّهِ :: لَا يَلْحَقَنَّهُ مِنَ الْعُرْيِ الْأَذَى

(زياد):

إِحْفَظْ عَلَيْكَ الْبُرْدَ يَا أَمِيرُ لَا :: فَقْرَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ سَيِّدِ الْحِمَى

إِنَّ لِقَيْسٍ مِنْ ثِيَابِ الْوَشْيِ مَا :: يُغْنِي بِهَا الْعُمْرَ وَمَا يُحْيِي الْبِلَى

(ابن عوف مُنَاجِياً نَفْسَهُ):

يَا وَيْحَ قَلْبِي مَا خَلَا مِنْ قَسْوَةٍ :: مَا بَالُهُ رَقَّ لِقَيْسٍ وَرَثَى

قَيْسٌ بُنَيَّ، (زياد)، هُوَ فِي إِغْمَاءَةٍ :: مِنْ وَجْدِهِ وَمَا أَظُنُّهُ صَحَا

٧- أيضاً - صفحة: ٣٩ -

وَلَكِنْ قَالَ يَا رَبِّ :: مَلَكْتَ الْخَيْرَ وَالشَّرَّا

فَهَاتِ الْخَيْرَ إِنْ كَانَ :: هَوَى لَيْلَى هُوَ الْخَيْرَا

وَإِنْ كَانَ هُوَ الشَّرُّ :: فَلَا تُبْطِلْ لَهَا سِحْرَا

وَيَا رَبِّ هَبْ لِي مَوْتَةَ الْمُضْنَى :: بِهَا، لَا مِيتَةً أُخْرَى

٨- أيضاً - صفحة ٤٢ -

الْآنَ قَيْسُ إِذْهَبْ فَبَدِّلْ حُلَّةً :: وَتَرَدَّ غَيْرَ ثِيَابِكَ الْأَخْلَاقِ

فَالصُّبْحُ تَدْخُلُ حَيَّ لَيْلَى قَيْسُ فِي :: رَكْبِي وَبَيْنَ بِطَانَتِي وَرِفَاقِي

٩- أيضاً - صفحة ٤٨ -

(ابن عوف):

عِمْ أَبَا لَيْلَى صَبَاحَا :: (المهدي):

عِمْ صَبَاحَا يَا ابْنَ عَوْفٍ

(ابن عوف):

قُلْ لَهُمْ يُلْقُوا السِّلَاحَا :: لَيْسَ ذَا مَوْطِنَ خَوْفٍ

(صوت من الحي):

يَا ابْنَ عَوْفٍ يَا أَمِيرُ :: لَيْسَ ذَا شَأْنُ الْوُلَاةِ

كَيْفَ تَحْمِي وَتُجِيرُ :: مُسْتَبِيحَ الْحُرُمَاتِ

١٠- أيضـــا - صفحة ٤٩ تا ٥٢-

(منازل يستقبل الجميع خطيباً):

إنّ قيساً معشر الحيّ أخٌ :: وابنُ عمٍ، أفمنه تبرأون؟

(أصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّــونْ

إنّ قيساً شاعر البيد الذي :: لا يُجارَى، أفأنتم تنكرونْ ؟

(أصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّــونْ

إنّ قيساً سيّدٌ من عامرٍ :: وابنُ ساداتٍ، أفيه تمتــرونْ

(أصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّونْ

إنّ قيساً قد بنى المجد لكمْ :: ولِمَجدٍ أبقيسٍ تكفــــرونْ

(اصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّــونْ

إنّ قيساً كاملٌ في عقلِه :: أو أنتم على قيسٍ الجنــونْ

(اصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّــونْ

أنا لم أعدل بقيسٍ شاعراً :: لا ولا أنتم بقيسٍ تعدلــونَ

(أصوات):

لا وربّ البيتِ، (منازل):

إصغوا لي إذنْ :: ثمّ ظنّوا كيف شئتم بيَ الظنّــونَ

أنا في ودّي وإعجابي به :: لا يدانيني الرواة المعجبو ن

شعره يبقى ويفنى غيره :: ليس كل الشعر ترويه القــرونْ

شعر قيسٍ عبقريٌ خالدٌ :: ليته لم يتخلّله المجــونَ

وَلَوْ أَنَّ الْمُتَجَنِّي شَاعِرٌ :: غَيْرَ قَيْسٍ أَوْشَكَ الْخَطْبُ يَهُون
رُبَّ شِعْرٍ قَالَ فِي لَيْلَى بِهِ :: هَتَفَ الْبَدْوُ وَضَجَّ الْحَاضِرُون
إِنَّنِي أَخْشَى عَلَيْكُمْ عَارَهُ :: رُبَّ عَارٍ لَيْسَ تَمْحُوهُ السِّنُون
ضَجِرَتْ لَيْلَى وَضَجَّتْ أُمُّهَا :: وَأَبُوهَا وَتَأَذَّى الْأَقْرَبُون
وَغَدًا كُلُّ فَتًى مِنْ عَامِرٍ :: حِينَ يَلْقَى النَّاسَ مَحْنِيَّ الْجَبِين

(أصوات كثيرة):

هُوَ مَا قُلْتَ

(منازل):

إِذَنْ مَا بَالُكُمْ :: لَمْ تَثُورُوا، مَا لَكُمْ لَا تَغْضَبُون
هُوَ ذَا قَيْسٌ مَعَ الْوَالِي أَتَى :: يَطَأُ الْحَيَّ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُون
وَأَبُو لَيْلَى امْرُؤٌ أَدْرِي لَهُ :: رِقَّةَ الْقَلْبِ وَأَخْشَى أَنْ يَلِين
بَعْدَ حِينٍ يَعْتُبُ الْقَوْمَ بِكُمْ :: وَمِنَ الْحَيِّ بِلَيْلَى يَخْرُجُون
آنَ يَا قَوْمُ لَكُمْ أَنْ تَعْلَمُوا :: أَنَّ قَيْسًا هَتَكَ الْخِدْرَ الْمَصُون
قَيْسُ لَمْ يَتْرُكْ لِلَيْلَى حُرْمَةً :: مَا الَّذِي أَنْتُمْ بِقَيْسٍ فَاعِلُون؟

(صوت):

مَاجِنٌ لَا بُدَّ مِنْ تَأْدِيبِهِ :: (صوت آخر):

إِنَّ بِالسَّوْطِ يُرَبَّى الْمَاجِنُون

(صوت):

نَأْخُذُ الْحَيَّ عَلَيْهِ، (آخر):

وَلْنَقِفْ :: دُونَ لَيْلَى وَحِمَاهَا كَالْحُصُون

(منازل):

حَلَّ السُّلْطَانُ بِالْأَمْسِ لَكُمْ :: دَمُ قَيْسٍ، مَا الَّذِي تَنْتَظِرُون؟

(صوت):

حَلَّ السُّلْطَانُ بِالْأَمْسِ لَنَا :: دَمَهُ، (أصوات أخرى):

إِنَّنَا بِقَيْسٍ فَاتِكُون

١١- أيضاً - صفحة ٦٥،٦٤.

(المهدي):

هُوَ الضَّيْفُ يَا لَيْلَى هَاتِ الرُّطَبْ :: وَهَاتِي الشِّوَاءَ وَهَاتِي الْحَلَبْ
وَهَاتِي مِنَ الشَّهْدِ مَا يَشْتَهِي :: وَمِنْ سَمْنَةِ الْحَيِّ مَا يَطْلُبْ

فَمَا هُوَ ضَيْفٌ كَكُلِّ الضُّيُوفِ :: وَلَكِنْ أَمِيرٌ كَرِيمُ الْحَسَبْ

(ليلي من وراء حجاب):

أَبِي أَلْفَ لَبَّيْكَ، (ابن عوف):

لَا بَلْ قِفِي :: فَمَا بِي ظَمَأٌ وَلَا سَغَبْ

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْقِرَى دِينُكُمْ :: وَأَنَّ أَبَاكِ جَوَادُ الْعَرَبْ

وَلَكِنَّ طَعَامِي، (المهدي):

مَاذَا؟ إِقْتَرِحْ :: (ابن عوف):

طَعَامُ الرَّسُولِ بُلُوغُ الْإِرَبْ

(المهدى):

إِذَنْ قِفِي لَيْلَى قَرِّبِي :: تَقَدَّمِي وَرَحِّبِي

حَلَّ ابْنُ عَوْفٍ دَارَنَا :: (ليلي):

أَكْرِمْ بِهِ وَأَحْبِبْ

قَدْ زَارَنَا الْغَيْثُ فَأَهْلاً :: بِالْغَمَامِ الصَّيِّبِ

١٢- أيضا - صفحه: ٦٧، ٦٨ -

(ليلي):

.... إِنَّهُ :: مِنِّي الْقَلْبُ أَوْ مُنْتَهَى شُغْلِهِ

وَلَكِنْ أَتَرْضَى حِجَابِي يُذَالُ :: وَتَمْشِي الظُّنُونُ عَلَى سِدْلِهِ

وَيَمْشِي أَبِي فَيَغُضَّ الْجَبِينَ :: وَيَنْظُرُ فِي الْأَرْضِ مِنْ ذُلِّهِ

يُدَارِي لِأَجْلِي فُضُولَ الشُّيُوخِ :: وَيَقْتُلُنِي الْغَمُّ مِنْ أَجْلِهِ

يَمِيناً لَقِيتُ الْأَمَرَّيْنِ مِنْ :: حَمَاقَةِ قَيْسٍ وَمِنْ جَهْلِهِ

فُضِحْتُ به في شعاب الحجاز :: وفي حزن نجد وفي سهله

فَخُذْ قَيْسَ يَا سَيِّدِي فِي حِمَاكَ :: وَأَلْقِ الْأَمَانَ عَلَى رَحْلِهِ

وَلَا يَفْتَكِرْ سَاعَةً بِالزَّوَاجِ :: وَلَوْ كَانَ مَرْوَانُ مِنْ رُسْلِهِ

(ابن عوف):

إِذَنْ لَنْ تَقْبَلِي قَيْساً :: وَلَنْ تَرْضِي بِهِ بَعْلاً

إِذَنْ أَخْفَقَ مَسْعَايَ :: وَخَابَ الْقَصْدُ يَا لَيْلَى

(ليلى):

عَلِيٌّ أَنَّكَ مَنْذُورٌ :: وَلا أُنْسَى لَكَ الْفَضْلا

وَأُوصِيكَ بِقَيْسِ الْخَيْرِ :: لا زِلْتَ لَهُ أَهْلا

لَقَدْ يَعُوزُهُ حَامٍ :: فَكُنْهُ أَيُّهَا الْمَوْلَى

١٣- أيضا - صفحة : ٩٣، ٩٥ -

(قيس):

لَيْلاي، لَيْلَى الْقَلْبِ، (ليلى):

قَيْسُ مَالِي :: دَارَتْ بِيَ الأَرْضُ وَسَاءَ حَالِي

(قيس):

فِدَاكِ لَيْلَى مُهْجَتِي وَمَالِي :: مِنَ السَّقَامِ وَمِنَ الْهُزَالِ

تَعَالِي اشْكِي لِيَ النَّوَى تَعَالِي :: أَلْقِي ذِرَاعَيْكِ عَلَى خَيَالِ

(تصافحه بشوق)

(ليلى):

أَحَقٌّ حَبِيبَ الْقَلْبِ أَنْتَ بِجَانِبِي :: أَحُلْمٌ سَرَى أَمْ نَحْنُ مُنْتَبِهَانِ

أَبَعْدَ تُرَابِ الْمَهْدِ مِنْ أَرْضِ عَامِرٍ :: بِأَرْضِ ثَقِيفٍ نَحْنُ مُغْتَرِبَانِ

(قيس):

حَنَانَيْكِ لَيْلَى، مَا لِخِلٍّ وَخِلِّهِ :: مِنَ الأَرْضِ إِلاَّ حَيْثُ يَجْتَمِعَانِ

فَكُلُّ بِلادٍ قَرَّبَتْ مِنْكِ مَنْزِلِي :: وَكُلُّ مَكَانٍ أَنْتِ فِيهِ مَكَانِي

(ليلى):

فَمَا لِي أَرَى خَدَّيْكَ بِالدَّمْعِ بُلِّلا :: أَمِنْ فَرَحٍ عَيْنَاكَ تَبْتَدِرَانِ

(قيس):

فِدَاؤُكِ لَيْلَى الرُّوحُ مِنْ شَرِّ حَادِثٍ :: رَمَاكِ بِهَذَا السُّقْمِ وَالذَّوَبَانِ

(ليلى):

تَرَانِي إِذَنْ مَهْزُولَةً يَا قَيْسُ؟ حَبَّذَا :: هُزَالِي وَمَنْ كَانَ الْهُزَالَ كَسَانِي

(قيس):

هُوَ الْفِكْرُ لَيْلَى، (ليلى): فِيمَنِ الْفِكْرُ،

فِي الذِي :: تَجَنَّى، (قيس):

كَفَانِي مَا لَقِيتُ كَفَانِي

(ليلى):

أَأَدْرَكْتَ أَنَّ السَّهْمَ يَا قَيْسُ وَاحِدٌ :: وَأَنَّ كِلَيْنَا لِلْهَوَى هَدَفَانِ

كِلَانَا يَا قَيْسُ مَذْبُوحٌ :: قَتِيلُ الأَبِ وَالأُمِّ
طَعِينَانِ بِسِكِّينٍ :: مِنَ العَادَةِ وَالوَهْمِ
لَقَدْ زُوِّجْتُ مِمَّنْ لَمْ :: يَكُنْ ذَوْقِي وَ لَا طَعْمِي

١٤- أيضاً - صفحة ١١٢ -

(بشر):
عَزَاءً قَيْسُ، (قيس):
مَنْ؟ بِشْرُ!
.... :: (بشر):
أَجَلْ، (قيس):
فِيمَنْ تُعَزِّينِي

أَنَا المَيِّتُ يَا بِشْرُ :: وَإِنْ آخَرَ تَكْفِينِي

١٥- أيضاً - صفحة: ١١٧ -

(قيس):
لَا، لَا تَجُمْ، وَلَا تَخَفْ شَيْئاً :: أَنَا يَا بِشْرُ بِالفَجِيعَةِ شَاعِرُ

١٦- أيضاً - صفحة: ١١٧

(بشر):
إِعْفِنِي، إِعْفِنِي، بِرَبِّكَ مَا أَنْتَ :: عَلِيٌّ مَا أَقُولُهُ لَكَ قَادِرُ
(قيس):
أَمَاتَتْ؟ ، (بشر):
أَجَلْ قَفَتْ أُمِّي، (قيس وهو يغمى عليه):
وَالَيْلَاهُ :: (بشر):
لِلَّهِ، مَا أَشَدَّ المَقَادِرُ

١٧- أيضاً - صفحة: ١١٨ -

(زياد):
تَبَارَكْتَ يَا رَبِّ قَيْسُ أَفَاقَ :: صَحَتْ عَيْنُهُ وَصَحَا المَسْمَعُ
رَجَعْتَ لَنَا قَيْسُ، (قيس):
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ :: مَنْ كَانَ فِي النَّزْعِ لَا يَرْجِعُ
لَقَدْ بَقِيَتْ خَفْقَةٌ فِي السِّرَاجِ :: سَيَلْفِظُهَا ثُمَّ لَا يَسْطِعُ
زِيَادُ، غَداً يَلْتَقِي المُوجَعُونَ :: وَمَوْعِدُنَا ذَلِكَ البَلْقَعُ

١٨ - أيضاً - صفحة : ١١٩ -

(قيس):

أَعَيْنَيَّ هَذَا مَكَانُ البُكَا	::	وَهَذَا مَسِيلُكِ يَا أَدْمُعُ
هُنَا جِسْمُ لَيْلَى، هُنَا رَسْمُهَا	::	هُنَا رَمْقِي فِي الثَّرَى المُودَعُ
هُنَا فَمُ لَيْلَى الزَّكِيُّ الضَّحُوكُ	::	يَكَادُ وَرَاءَ البِلَى يَلْمَعُ
هُنَا سِحْرُ جَفْنٍ عَفَاهُ التُّرَابُ	::	وَكَانَ الرُّقَى فِيهِ لَا تَنْفَعُ
هُنَا مِنْ شَبَابِي كِتَابٌ طَوَاهُ	::	وَلَيْسَ بِنَاشِرِهِ البَلْقَعُ
هُنَا الحَادِثَاتُ، هُنَا الأَمَلُ الحُلْوُ	::	يَا لَيْلُ وَالأَلَمُ المُمْتِعُ
طَرِيدَ المَقَادِرِ هَلْ مَنْ يُجِيرُكَ	::	مِنْهَا سِوَى المَوْتِ أَوْ يَمْنَعُ
تَذِلُّ الحَيَاةُ لِسُلْطَانِهَا	::	وَلِلْمَوْتِ سُلْطَانُهَا يَخْضَعُ
طَرِيدَ الحَيَاةِ أَلَا تَسْتَقِرُّ	::	أَلَا تَسْتَرِيحُ، أَلَا تَهْجَعُ
بَلَى قَدْ بَلَغْتَ إِلَى مَفْزَعٍ	::	وَهَذَا التُّرَابُ هُوَ المَفْزَعُ

١٩ - أيضاً - صفحة : ١٢٢ -

(قيس):

يَا ظَبْيُ بِكَّ مَنِ افْتَدَاكَ بِمَالِهِ	::	إِذْ أَنْتَ عَانٍ تُشْتَرَى وَتُبَاعُ
وَأَبَاحَ طِفْلَكَ مَاءَهُ وَطَعَامَهُ	::؟؟	إِذْ هُنَّ عَطْشَى بِالفَلَاةِ جِيَاعُ
يَا قَاعُ كُنْ نَعْشِي، وَكُنْ كَفَنِي، وَكُنْ	::	قَبْرِي، وَقُمْ فِي مَأْتَمِي يَا قَاعُ
وَاجْمَعْ لِتَشْيِيعِي الظِّبَاءَ، وَمَنْ رَأَى	::	مَيْتاً بِأَسْرَابِ الظِّبَاءِ يُشَاعُ
أَتُرَى أَمُوتُ كَمَا حَيِيتُ مُشَرَّداً	::	لَا الأَهْلُ مِنْ حَوْلِي وَلَا الأَتْبَاعُ
وَأَبِيتُ وَحْدِي لَا الوُحُوشُ أَوَانِسٌ	::	حَوْلِي هُنَاكَ وَلَا الظِّبَاءُ رِتَاعُ

٢٠ - أيضاً - صفحة : ١٢٣ -

(ابن ذريح):

أَصَحَّ قَيْسُ، إِنْتَبِهْ وَاطْرَحْ بِعَيْنَيْكَ فِي	::	بَهْجِ السَّمَاءِ وَحُسْنِ مَا تُبْدِي

٢١ - أيضاً - صفحة : ١٢٤ -

(قيس):

أَيْنَ السَّمَاءُ، وَأَيْنَ مُحْتَضَرٌ	::	طَلَعَتْ عَلَيْهِ الأَرْضُ بِاللَّحْدِ
السُّهْدُ عَذَّبَنِي وَذِي سِنَةٌ	::	أَجِدُ الشِّفَاءَ بِهَا مِنَ السُّهْدِ
وَلَقَدْ أَقُولُ لِمَنْ يُبَشِّرُنِي	::	بِالْخُلْدِ مَا أَنَا دَاخِلٌ وَحْدِي

لَوْ أَنَّ لَيْلَىٰ فِي النَّعِيمِ مَعِي :: أَوْ فِي الْجَحِيمِ تَسَاوَيَا عِنْدِي
لَيْلَىٰ النَّعِيمُ وَقَدْ ظَفِرْتُ بِهَا :: فَالْيَوْمَ نَرْقُدُ فِي ثَرَىٰ نَجْدِ
إِنِّي أُحِبُّ وَإِنْ شَقِيتُ بِهِ :: وَطَنِي وَأُوثِرُهُ عَلَىٰ الْخُلْدِ

٢٢- أيضـــاً - صفحه ١٢٤، ١٢٥-

(الصوت):
قَيْسُ ، (قيس):
مَنِ الصَّوْتُ ؟ :: وَيْحِي أَبِيَ سِحْرُ

(الصوت):
قَيْسُ ، (قيس):
زِيادُ اسْمَعْ :: وَاصْغِ يَا بِشْرُ

(الصوت):
قَيْسُ، (قيس):
سَمِعْتُ إِسْمِي :: يَلْفِظُهُ الْقَبْرُ

(الصوت):
قَيْسُ ، (قيس):
تُنَادِينِي :: مِنْ قَبْرِهَا بِاسْمِي
لَبَّيْكِ لَيْلَىٰ :: بِالرُّوحِ وَالْجِسْمِ

- - - - - - - -

(قيس):
هَلْ أَسَا الْمَوْتُ جِرَاحَنَا وَهَلْ :: قَرَّبَ الدَّارَ وَهَلْ لَمَّ الشَّتَاتِ

(أصوات):
قَيْسُ ، لَيْلَىٰ ، (قيس):
رَنَّةٌ فِي أُذُنِي :: رَدَّدَتْ قَيْسُ وَلَيْلَىٰ الْفَلَوَاتُ
نَحْنُ فِي الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ تَرَنَا :: لَمْ تَمُتْ لَيْلَىٰ وَلَا الْمَجْنُونُ مَاتْ

٢٣- مقدمه ديوان « الشوقيات - صفحه ٨ - قاهرة - ١٨٨٩ء-

٢٤- ڈاکٹر أحمد هيكل - الأدب القصصي والمسرحي في مصر - صفحه ٣٠١، ٣٠٢ - قاهرة - مصر ١٩٨٣ء-

٢٥- حسين شوقي - أبي شوقي - صفحه ١١٠ - قاهرة - مصر - ١٩٤٧ء

٢٦- أيضـــاً - صفحه: ٤٣، ٤٤-

٢٧- ڈاکٹر أحمد هيكل - الأدب القصصي والمسرحي في مصر - صفحه: ٣٠٢ - قاهرة - مصر - ١٩٨٣ء-

٢٨- ڈاکٹر محمد غنیمی ہلال - لیلیٰ والمجنون بین العربیۃ والفارسیہ - صفحہ ٧٧ - بیروت - لبنان - ١٩٨٠ء -

٢٩ - ڈاکٹر محمد غنیمی ہلال - دور الأدب المقارن فی توجیہ دراسات الأدب العربی المعاصر - ص ١٥٠ - قاہرۃ - مصر ١٩٦١ء -

٣٠ - أیضاً - صفحہ ٥٢ -

٣١ - ڈاکٹر محمد غنیمی ہلال - لیلیٰ والمجنون بین العربیۃ والفارسیۃ - صفحہ ٨٢ - بیروت - لبنان - ١٩٨٠ء -

٣٢ - ڈاکٹر محمد غنیمی ہلال - دور الأدب المقارن - صفحہ ٥٣ - قاہرۃ - مصر - ١٩٦١ء

٣٣ - أیضاً - صفحہ : ٥٧ -

٣٤ - أیضاً - صفحہ : ٥٧ -

٣٥ - ڈاکٹر أحمد ہیکل - الأدب القصصی والمسرحی فی مصر - صفحہ ٣٠٣ - قاہرۃ - مصر - ١٩٨٣ء -

٣٦ - أحمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ٣٦ - قاہرۃ - مصر - ١٩٨٢ء -

إِذَا النَّاسُ شَطْرَ الْبَيْتِ وَلَّوْا وُجُوهَهُمْ :: تَلَمَّسْتُ رُكْنِي بَيْتِهَا فِي صَلَاتِيَا

٣٧ - عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ٢٩ - قاہرۃ - مصر

أَرَانِي إِذَا صَلَّيْتُ يَمَّمْتُ نَحْوَهَا :: بِوَجْهِي وَإِنْ كَانَ الْمُصَلَّى وَرَائِيَا

٣٨ - أحمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ : ١٣ - قاہرۃ - مصر - ١٩٨٢ء - اور

عبدالستار أحمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ١٧١ - قطعہ ١٥٧ - قاہرۃ - مصر -

رَأَيْتُ غَزَالًا يَرْتَعِي وَسْطَ رَوْضَةٍ :: فَقُلْتُ أَرَى لَيْلَى تَرَاءَتْ لَنَا ظُهْرَا

فَقُلْتُ لَهُ يَا ظَبْيُ لَا تَخْشَ حَادِثًا :: فَإِنَّكَ لِي جَارٌ وَلَا تَرْهَبِ الدَّهْرَا

فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَذِئْبٌ قَدِ انْتَحَى :: فَأَعْلَقَ فِي أَحْشَائِهِ النَّابَ وَالظُّفْرَا

فَفَوَّقْتُ سَهْمِي فِي كَتُومٍ غَمَزْتُهَا :: فَخَالَطَ سَهْمِي مُهْجَةَ الذِّئْبِ وَالنَّحْرَا

٣٩ - صلاح عبدالصبور - لیلیٰ والمجنون - صفحہ ١٠ تا ١٣ - قاہرۃ - مصر - ١٩٨٦ء -

حسان : لنجرب شیئاً غیر الکلمات

سعید : ماذا نملك إلا الکلمات ؟ ...... هل نملك شیئاً أفضل ؟

حسان : ما تملکه یا مولای الشاعر

لایطعم طفلاً کسرۃ خبز

لایسقی عطشاناً قطرۃ ماء

لایکسو عریٰ عجوز تلتفّ علیٰ قامتها المکسورۃ ریح اللیل

لابد من الطلقة والطعنة والتفجير
إني أحمل هذا في جيب ....(يخرج قلماً)
حتىٰ أتسكع معكم بين رياض الكلمات إلى أن يأتي الوقت
لكني أحمل هذا في جيب آخر ..... (يخرج مسدساً)

حسان : إرفع هذا الشيءُ المزعج عن عيني يا حسان
ولنتحدث في الشعر
فالشعر أخف الأضرار

زياد : أهلاً ... ليلى

ليلىٰ : (وهي تجلس) : أهلاً ... كيف الحال أيا فرسان المستقبل

حسان : لا ... بل هم فرسان المتحف

زياد : رفقاً حسان
ما تذكره ليس هو الثورة
الثورة أن تتحرك بالشعب

حسان : ماذا .... الشعب .....
إني لا أعرف معنىٰ هذي الكلمة
لكني أعرف معنى البيت ،ومعنى الثوب ،ومعنى اللقمة
أعرف معنى وجد امرأة هرمة
تنتظر بقلب ذائب
أن يرتفع الدلو بعائلها من بئر السلطة
أو أن يتثاءب باب السجن عن الولد الغائب

ليلىٰ : حسان
ما أخبار حسام ؟
هل زرت قريباً أمه ؟

حسان : تلهو الشرطة بحسام كما يلهو المجنون بدمية
والقلق يحطم أمه

سعيد : لم يسعدني الحظ بلقاء حسام

ليلىٰ : جئت هنا في اليوم التالي للقبض عليه

٣ - أيضاً - صفحة : ٢٠

الأستاذ : ستغني مجموعتنا كي نتعارف.
إذ تندمج الأصوات وتتآلف
نلقي عن أوجهنا أقنعة العمل المعقودة
ونعود إلى بشريتنا المفقودة

٤١- أيضاً - صفحة: ٢٥ -

الأستاذ : هيا يا حاجّ عليّ
لنرى ما يمكننا عمله
هيه ..... ماذا أكتب؟
فلأكتب في الحب
إلا إن كان الحب مثيراً لحساسية القانون
لا أتوقع أنهموا قد منعوه بعد.

٤٢- أيضاً - صفحة: ٢٦ -

حسان : يا أستاذ.
لاتكتب في الحب
أكتب في النقمة والبغضاء
هذا عصر البغضاء
لاتنس .... أكتب في البغضاء

٤٣- أيضاً - صفحة: ٣٠

زياد : بل أنت
يوماً ما ستخون لأنك مملوء بالحقد وبالبغضاء

٤٤- أيضاً - صفحة: ٣٢، ٣٥ -

الأستاذ : أهلاً بحسام ... (يعانقه).
وأخيرا عدت الينا
دعني أنظرك
دعني أملأ عيني منك

فلكم كنا نفتقدك

كل الزملاء

ما زلت كما أنت ضحوكاً وسميناً

لم تركوك ؟

هل ضاقوا بطعامك ؟

حسام وهو يصافح الآخرين معانقاً : بل لم يجدوني أهلاً للسجن فطردوني

واعتذروا عن غفلتهم إذ حبسوني شهرين

لمّا وجدوا الثورة تشتعل بدوني

٧٥- أيضاً - صفحة: ٨٠ -

حسان : زياد ... لا تبك

حدثني ،أسمعني صوتك

ما الموضوع ؟

زياد : حسام جاسوس

حسان : ماذا ؟

زياد : جُنِّدَ في السجن

٧٦- أيضاً ، صفحة : ٨٥

حسان : ماذا قال لمندوب السلطة ؟

لمّا ذكر اسمي

زياد : أنك إرهابي

حسان : لم يخطئ فيما قال

وسأبدأ وطأة إرهابي به

الأخبار ستوافيكم في صباح الغد .

٧٧- أيضاً - صفحة : ١٢٦، ١٢٧

ليلى : سعيد

سعيد : عوقبت بحرق ردائك

حين تركت فؤادك لحماً في منقار الغربان

ليلىٰ : ....

سعيد : هل كنت تحبينه ؟

ليلىٰ : ....

سعيد : هل كنت تحبينه ؟

ليلىٰ : ....

سعيد : ملتِ إليه قليلاً

لاتخشي أن أغضب

ليلىٰ : ....

سعيد : يوماً ما ستحبين سواه

رجلاً يعرف أن اسمك ليلىٰ

ويناديك باسمك

أنا .... لا .....

أنا وقت مفقود بين الوقتين

أنا

أنا أنتظر القادم

۴۸- ڈاکٹر مصطفی صادق الجوینی - الأدب والفن - صفحہ ۱۲۶ - قاہرہ - مصر - ۱۹۸۳ء -

باب دوم

فارسی اور ترکی شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں

فصلِ اوّل

لیلیٰ مجنوں فارسی شاعری میں

عرب سے لیلیٰ مجنوں کی کہانی فارسی ادب میں منتقل ہوئی۔
یہ انتقال کہانی کے حق میں اچھا ثابت ہوا، اس لیئے کہ اس قصے کو قدیم عرب ادب میں کسی
شاعر یا أدیب نے ادبی تشکل عطا نہیں کی کہ اس سے ادبی لذت قاری کو نصیب ہو سکتی۔
بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ قصے کے تاریخی وجود کی لڑائی میں خود قصہ طاقِ نسیاں کی زینت
بنا رہا۔

چنانچہ قدیم عربی ادب میں ادیبوں کے اس قصے کے بارے میں یہ کشمکش رہی
کہ کیا اس قصے کا حقیقت سے کوئی تعلق ہے یا نہیں؟! - کیا واقعی یہ قصہ انسانی واہمہ کی اختراع محض ہے
تاکہ اُموی دور میں فنِّ غزل کی عمارت مضبوط ہو جائے؟؟ - ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا موٌقف یہی تھا۔
لیکن جب اس قصے کو فارسی ادب کا جامہ پہنایا گیا تو وہ ادب کے میدان
میں شعراء کی توجہ کا محور بنا۔ مثنویوں اور قصوں کی شکل میں انسانی دانش اس سے بہت لطف اندوز
ہوئی۔ البتہ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ فارسی ادب میں، اور پھر ترکی ادب میں بھی، اس قصے پر تصوف
کا رنگ چڑھادیا گیا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ یہ قصہ فارسی ادب میں اس حیثیت سے داخل ہو گیا گویا
یہ ہے ہی تصوف کا قصہ ـــــ اس تصور کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائی ہجری صدیوں میں عرب صوفیائے
کرام نے اس قصے پر تصوف کے اشارات وتلمیحات کا اضافہ کر کے اسے تصوف کا رنگ دے دیا۔

لہٰذا اگر ہم اس قصے کے فارسی، یا پھر ترکی، ادب میں منتقل ہونے کے
اسباب کا جائزہ لیں تو ہمیں اس بات کا تسلیم کرنا پڑے گا کہ تصوف ہی اس کا أصل سبب تھا۔ البتہ اس میں
اسلامی فتوحات کے زمانے سے عرب اور ایرانیوں کے تاریخی، مذہبی اور ثقافتی تعلقات کا بہت عمل
دخل رہا ـــــــــ اگر اس بات کو کچھ تفصیل سے بیان کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلم عربوں
کی طرف سے ایران کا فتح کیا جانا، دونوں قوموں [عربوں اور ایرانیوں] کے لیئے ایک نئے عہد کا پیش
خیمہ تھا۔ اس میں سیاسی طور پر ایرانی عربوں کے تابع رہے۔ اور اسلام ایران میں بہت تیزی سے پھیلا
- جس کے نتیجے میں ایران میں عربی زبان سرکاری اور قومی زبان بن گئی (۱)۔ مسلمانوں کی فتح کے بعد
ایرانیوں نے اپنے پرانے رسم الخط کو [جسے وہ اپنی زبانوں کی کتابت میں استعمال کیا کرتے تھے] چھوڑ
کر عربی رسم الخط کو اپنایا۔ کیونکہ یہ نیا رسم الخط زیادہ آسان تھا۔ (۲)

پس ایران میں عربی رسم الخط کے استعمال سے ایرانی تعلیم یافتہ لوگوں
کے لیئے عربی زبان وأدب سیکھنے میں آسانی ہوگئی۔ نتیجۃً عربی الفاظ وتراکیب ایرانیوں کی زبان پر

چڑھ گئیں - وہ عربی تصنیفات کا مطالعہ کرنے لگے - اور ان سے متأثر ہونے لگے - چنانچہ ایرانیوں ہی سے عربی زبان وأدب کے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے جن کے عربی زبان وادب پر، عربی زبان میں تصنیف کرنے کی وجہ سے، بڑے احسانات ہیں ـــــ اس کے علاوہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ فارسی زبان کے اولین اُدباء اور شعراء دو زبانوں والے تھے [یعنی عربی اور فارسی] - لہٰذا اسلامی فتح کے بعد فارسی زبان وادب کا عربی زبان وأدب سے متأثر ہونا کچھ بعید نہ تھا - یہ تأثر صرف الفاظ وتراکیب تک محدود نہ رہا - بلکہ اس کا دائرۂ اثر، بلاغت، اندازِ بیان اور ان خیالات وافکار اور مضامین تک بھی پھیل گیا جو دونوں زبانوں میں مستعمل تھے -

پس جب تصوف وجود میں آیا تو عربی اور فارسی ادب کے رشتے اور زیادہ مضبوط ہوگئے جو دونوں زبانوں میں مضامین کے انتقال اور تصنیفات کے ترجموں کی شکل میں رونما ہوا -

اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اولین صوفیائے کرام کا نصب العین صرف نفس کی ریاضت اور حسی ومادی لذتوں سے دور رہنا تھا تاکہ فیضِ الٰہی کا نور ان کے دلوں کو منور کرے جیسا کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کو، نفس کی ریاضت کے نتیجے میں نصیب ہوا -

مختصر یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے اصول حصولِ پرہیزگاری، دنیاوی خواہشات اور مادی لذتوں سے اجتناب کرنے تک محدود تھے - اور ان اعمال سے ان کا مقصد وحید قربتِ الٰہی تھا - لیکن جلد ہی یہ اصول تبدیل ہوگئے - زیادہ پیچیدہ بن گئے - اور اولیائے سابقین کے سادہ اور سہل اُصولوں سے مختلف ہوگئے - نتیجتہً چند نئے رجحانات وجود میں آگئے جن میں: تجرد کی دعوت، ازدواجی زندگی سے اجتناب، اور اللہ کی محبت میں وارفتہ ہونا شامل تھا - (۳)

متصوفین نے شادی کو ترک کرنے کی دعوت دی ہے - صرف یہی نہیں، بلکہ انہوں نے شادی نہ کرنے کو فضائل میں شمار کیا - تدریجاً یہ معاملہ ان کے عقائد میں سے ایک عقیدت کی حیثیت اختیار کرگیا - اس ضمن میں انہوں نے قرآنِ پاک کی چند آیات اور چند ایسی احادیث کا سہارا لیا جو اُن کے نزدیک مسلم ہیں - (۴)

جہاں تک اللہ سے محبت کا تعلق ہے تو رابعہ بصریہ، متوفی ۱۸۵ھ اس دعوت کے بانیوں میں سے سمجھی جاتی ہے - کہتی ہے

"" میں تجھ سے دو محبتیں کرتی ہوں - ایک تیری ذات کے لیۓ - اور ایک اس لیۓ کہ تو اس کے لائق ہے -

○○ جہاں تک تیری ذات کی محبت کا تعلق ہے تو میں اس میں کھو چکی ہوں - اس محبت میں وارفتگی نے تیرے غیر کے ذکر سے غافل کر دیا -

○○ اور جہاں تک اس محبت کا تعلق ہے جس کا تو سزاوار ہے تو وہ اس لیئے کہ تو نے میری آنکھوں کے آگے سے پردے اُٹھا لیئے ہیں - اور میں تیری دیدار سے مشرف ہو گئی ہوں -

○○ پس نہ تو پہلی محبت میں میرا کوئی کمال ہے ، اور نہ ہی دوسری میں - بلکہ دونوں محبتوں میں تیرا ہی کمال ہے ۔(۵)

یہ عشقِ الہیٰ جس کی رابعہ بصریہ نے دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ سے خالص محبت سے عبارت تھا - اس میں مادّے کا کوئی عمل دخل نہ تھا - دوسرے معنوں میں یہ محبت وہی محبت تھی جس کا قرآنِ پاک میں ذکر آیا ہے - مگر اس میں کچھ وسعت پسندی تھی(۶) - البتہ رابعہ بصریہ نے اپنی محبت کی تصویر اور بیان میں ایسی تمثالوں (IMAGES) سے مدد لی ہے جو انسانی محبت اور محبتِ الہیٰ پر صادق آسکتی تھی - اس پر مستزاد یہ کہ صوفیائے کرام اللہ کی محبت میں وارفتگی کو مکمل ایمان کی ایک نشانی قرار دیتے تھے جیسا کہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ " بندہ ایمان کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اس نوبت پر نہ پہنچ جائے کہ لوگ اسے مجنوں سمجھنے لگ جائیں " ——

—— مگر بتدریجاً اُن صوفیائے کرام نے مجازی عشق کو حقیقی عشق کا ذریعہ بنایا جس پر افلاطونی فلسفہ کا اثر پڑا تھا - ان کی رائے میں کائنات کا جمال اللہ کے جمال کا عکس ہے - یہ حضرات تخلیقِ کائنات کی وجہ اللہ کا جمال بتاتے ہیں - کیونکہ جمال کی بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ خود نمائی ، ظہور اور دوسروں کو متاثر کرنے کا خواہاں رہتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے : " میں پوشیدہ اور نہاں خزانہ تھا - میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں - تو میں نے کائنات کی تخلیق کی - چنانچہ میری پہچان ہوئی "۔ (۷)

پس صوفیائے کرام مخلوقات کے جمال میں تفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے جمال سے قریب تر ہو جاتے ہیں - اور وہ جس قدر انسانی جمال میں فکر کرتے ہیں ، ان کو وہ بھرپور شعور حاصل ہوتا ہے جس میں محویت کے باعث حالتِ وجد طاری ہو جاتی ہے ——

—— شروع میں یہ سارے اُصول سچی نیت اور عقیدت رکھنے والوں کے ہاں خرافات سے مأمون تھے - یہ اعلیٰ مقاصد ان لوگوں کو دنیا کی دلفریب خواہشات سے دور رکھتے تھے - کیونکہ

وہ محبت جو نفسانی خواہشات کا دروازہ کھولتی ہے حیوانی ہے اور انسانی فضیلتوں سے عاری ہوتی ہے ۔ یہاں سے پاکیزہ عشق کی کہانیاں صوفیائے کرام کے دلوں میں اپنا راستہ بنانے لگیں ۔

پس پوری دوسری اور تیسری صدی ہجری کے ایک حصے تک صوفیانہ عشق ، یا محبت الٰہی ، انسانی محبت سے منفرد رہی ۔ مثال کے طور پر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں حلاج ، جو بڑا متصوف سمجھا جاتا ہے ، غیر عورتوں کو دیکھنا حرام قرار دیتا تھا۔ اس کی رائے میں محبت ، اللہ سے قریب ہونے کا ذریعہ صرف اس وقت بن سکتی جب وہ اپنے مبدأ اور غایت کے لحاظ ، بلا واسطہ طور پر صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لیئے ہو ۔ (٨)

اس کے بعد ایک نظریہ وجود میں آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسانی محبت بعض اوقات عاشق کی روح کو رفعتوں سے ہمکنار کر دیتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے حسن وجمال کی یاد دلاتی ہے ۔ نتیجتاً عاشق ، انسانی محبت کی اعلیٰ منزل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے ۔ اور عاشقِ الٰہی بن جاتا ہے ۔ اور صوفیائے کرام کے بقول ، اس پر وجد اور وارفتگی کے حالات طاری ہو جاتے ہیں ۔

اس میں شک نہیں کہ اس نظریے کو چند معاصرین اور ان کے بعد کے آنے والے مذہبی گروہ کی طرف سے شدید تنقید و اختلاف کا سامنا پڑا ۔ اس نظریے کی طرف جاحظ نے (متوفی ٢٥٥ھ) اشارہ کرتے ہوئے اسے نشانۂ تنقید بنایا تھا(٩) مگر محمد بن ابراہیم ابوحمزہ صوفی (متوفی ٢٦٩ھ / ٨٨٢ء) پہلا آدمی سمجھا جاتا ہے جس نے اس نظریے کی تشریح کر کے اس کی تائید کی(١٠) اس نظریے کی مکمل تشریح ہمیں " رَسَائِلِ إِخْوَانُ الصَّفَا " میں ملتی ہے جسے پڑھ کر یہ پتہ چلتا ہے کہ انسانی جمال پر فریفتگی کے ذریعے سے عشقِ الٰہی کا یہ نظریہ " رسائل اخوان الصفا " میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ۔ اس کے اصول مقرر کیئے گئے ۔ اور فلسفے پر اس کی بنیاد رکھی گئی(١١)

اس نظریے کا صوفیائے کرام کے ادبیات میں بڑا اثر تھا ۔ اور بالخصوص اُن صوفی شعراء پر جنہوں نے اپنے خیالات اور جذبوں کا اظہار اپنے کلام میں کیا ۔ اور جمال کے معنوں میں نئے اضافے کیئے ——— اس نئے ادب کو سمجھنے کے لیئے محیی الدین بن عربی کو بطورِ مثال لیا جا سکتا ہے ۔ اس نے ایک حجازی لڑکی سے عشق کیا ۔ اور تصوف کے مفہوم کے مطابق ، اس میں غزل کہی ۔ چنانچہ وہ جسمانی حسن وجمال میں روحانی محبت کا عکس دیکھتا تھا ۔ اور اس جسمانی جمال کو خیر مطلق ، اور قیل وقال سے مبرا جمال تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیتا تھا(١٢)

پس اگر ہم اپنے موضوع کی طرف لوٹیں، یعنی لیلیٰ مجنوں، تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف کا مذکورہ بالا نظریہ مجنوں لیلیٰ کے قصے کو مسلم شہروں کے صوفیائے کرام کے ہاں مقبول بنانے کا سبب بنا ہے۔ پھر فارسی شعراء کو پسند آگیا۔ تو انہوں نے اسے منظوم کر کے ادبی شکل عطا کی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ دوسری عشقیہ کہانیوں کی بہ نسبت اس کی طرف زیادہ توجہ دی۔ لہٰذا فارسی شعراء کے ہاں لیلیٰ مجنوں کے قبول عام ہونے پر ہمیں کوئی تعجب نہیں۔ انہوں نے اس بنا پر اسے ادبی جامہ پہنایا ہے کہ یہ قصہ انسانی عشق کا ایک قصہ ہے جو عشقِ الٰہی تک پہنچانے کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔

اب ہم اُس قصے کا خلاصہ پیش کریں گے جسے فارسی زبان کے بڑے شعراء نے منظوم کیا۔ ان شعراء میں سے جو زیادہ مشہور ہیں وہ مندرجہ ذیل حضرات ہیں:۔

نظامی گنجوی - خسرو دھلوی - عبدالرحمٰن جامی - مکتبی شیرازی - ہاتفی

مگر قصہ پیش کرنے سے پہلے ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتے ہیں کہ جب اس قصے کو مسلم شہروں کے صوفیائے کرام کے ہاں قبولِ عام حاصل ہوا تو انہوں نے اس میں چند ایسے واقعات کا اضافہ کیا جو اسے صوفیائے کرام کے دلوں کے زیادہ قریب کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں مجنوں جانوروں کا گوشت کھانے سے اجتناب کرتا ہے۔ سبزیوں پر گزارہ کرتا ہے۔ اسے لوگوں سے علیحدگی، اور جانوروں اور درندوں کے ساتھ رہنا پسند ہے۔ اور وہ ہرنیوں کو شکاریوں کے جال سے آزاد کروا دیتا ہے ـــــــ یہ سارے اضافے صوفیائے کرام کے عقائد کو واضح کرتے ہیں۔ لہٰذا مجنوں لیلیٰ کا موضوع صوفی شعراء کے ہاں زیادہ مرغوب رہا۔

لیلیٰ مجنوں

نظامی گنجوی (۱۳)

تمہید کے بعد نظامی اپنے قصے کا آغاز یوں کرتا ہے کہ عربوں کا ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اس کی دولت لا محدود تھی۔ اس کی سلطنت وسیع اور مضبوط تھی۔ مگر وہ بے اولاد تھا۔ لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا مانگتا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تمنا پوری کر دی۔ اور اس کو ایک بہت خوبصورت فرزند عطا فرمایا جس کا نام بادشاہ نے قیس رکھا۔ جب یہ بچہ دس سال کا ہو گیا تو والد نے اسے مکتب میں داخل کرا دیا ــــ مکتب میں قیس کے ساتھ بڑی شخصیتوں کے بچے اور بچیاں بھی پڑھتی تھیں جن میں ایک خوبصورت بچی شامل تھی۔ اور اس کا نام لیلیٰ تھا۔

قیس نے جب لیلیٰ کو مکتب میں دیکھا تو اس کے دل میں اس کے لیے محبت پیدا ہوئی۔ اور اسی طرح لیلیٰ کے دل میں بھی!۔

٥٥ شد قیس بجلوہ گاہ غنجش	نارنج رخ از غم ترنجش
٥٥ پردہ ز دماغ دوستان رنج	خوشبوئی آن ترنج و نارنج
٥٥ چون یک چندی برایں برآمد	افغان ز دو نازنیں برآمد
٥٥ عشق آمد و کرد خانہ خالی	برداشتہ تیغ لا اُبالی
٥٥ غم داد دل از کنارشان برد	وز دل شدگی قرارشان برد
٥٥ زان دل کہ بیکدگر نہادند	درمعرض گفتگو فتادند
٥٥ این پردہ دریدہ شد زہر سوی	وآن راز شنیدہ شد بہر کوی
٥٥ زین قصہ کہ محکم آیتی بود	در ہر دہنی حکایتی بود
٥٥ کردند بس بہم مدارا	تاراز نگر در آشکارا
٥٥ بند سر نافہ گرچہ خشک است	بوی خوش او گواہ مشک است (۱۴)

قیس اور لیلیٰ دونوں کی محبت کا لوگوں میں چرچا ہو گیا۔ ان کے بارے میں افواہیں پھیلنے لگیں۔ لہٰذا لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا گیا۔ اور قیس اس کی جدائی میں اتنا غمگین اور اداس ہو گیا کہ وہ صحرا میں سرگرداں پھیرنے لگا۔

٥٥ چوں شمع بترک خواب گفتہ	ناسودہ بروز وشب نخفتہ

○○ میگشت ز درد خویشتن را　　میجست دوای جان وتن را

○○ میکند بدان امید جانی　　میکوفت سری بر آستانی

هر صبحدمی شدی شتاباب　　سر پای برهنه در بیاباب (۱۵)

لوگوں نے بادشاہ کو بتایا کہ اس کا لڑکا لیلیٰ نامی ایک لڑکی کے دامِ محبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اور بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ قیس کی لیلیٰ سے شادی کر دے ـــــ بادشاہ اپنے رعایا کے ہمراہ بڑی دھوم دھام کے ساتھ لیلیٰ کے گھر گیا۔ لیلیٰ کے گھر والوں نے بادشاہ اور ہمراہیوں کی بڑے اچھے طریقے سے مہمان نوازی کی۔ جب بادشاہ نے لیلیٰ کے والد سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اور اس سے قیس کے ساتھ لیلیٰ کی منگنی کی درخواست کی:۔

○○ گفتا که مرادم آشنا ئیست　　آنهم ز پی دو روشنا ئیست

○○ وانگه پدرِ عروس را گفت　　کآراسته باد جفت با جفت

○○ خواهم بطریقِ مهر و پیوند　　فرزند ترا ز بهر فرزند

○○ کاین تشنه جگر که ریگزا ده است　　بر چشمهٔ تو نظر نهاده است (۱۶)

تو لیلیٰ کے والد نے منگنی کی اس درخواست کو رد کرتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ قیس پاگل ہے اس لیئے بجائے شادی کے اس کا علاج معالجہ کروانا چاہیئے:۔

○○ فرزندِ تو گرچه هست پدر ام　　فرخ نبود چو هست خودکام

○○ دیوانگئی همی نما یـــد　　دیوانه حریفِ ما نشا ید

○○ اول بدعا عنایتی کن　　وآنگه ز وفا حکایتی کن

○○ تا او نشود درست گوهر　　این قصه نگفتنی است دیگر (۱۷)

پس قیس نے اس صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنا رخ صحرا کی طرف کیا۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ اس کی مثال اس لنگڑے شکار کی سی تھی جو آسانی سے جال میں پھنس گیا - اور بھاگ نہ سکا:۔

○○ ترکی که شکار لنگ او یم　　آما جگه خدنگ او یم (۱۸)

لوگ قیس کو مجنوں کہہ کر پکارنے لگے۔ کیونکہ قیس ان کی نظر میں دیوانہ ہو چکا تھا۔ اور لیلیٰ کے قبیلہ والوں کی نظر میں شیطان جیسا بن گیا

قیس بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ بیماری سخت ہو گئی تو

اس کا علاج معالجہ شروع ہو گیا - قیس کے قبیلے والے اس بات پر متفق ہو گئے کہ قیس کو کعبے کی زیارت کے لیئے لے جایا جائے - اور وہاں اس کی شفا کے لیئے دعا مانگی جائے ——— کعبے کے پاس جا کر قیس، بجائے اس کے کہ وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہونے کی دعا مانگے ۔ وہ الٹا یہ دعا مانگنے لگا کہ : اے اللہ! میری اس محبت میں اضافہ کردے :-

٥٥ گویند ز عشق کن جدائی	این نیست طریق آشنائی
٥٥ من قوت ز عشق میپذیرم	گر میرد عشق من بمیرم
٥٥ پروردۂ عشق شد سرشتم	جز عشق مباد سر نوشتم
٥٥ آن دل کہ بود ز عشق خالی	سیلاب غمش براد حالی
٥٥ یارب بخدائی خدائیت	وانگہ بکمال پادشائیت
٥٥ کز عشق بغایتی رسانم	کو ماند اگرچہ من نمانم
٥٥ از چشمۂ عشق دہ مرا نور	وین سرمہ مکن ز چشم من دور
٥٥ گرچہ ز شراب عشق مستم	عاشق تر ازین کنم کہ هستم
٥٥ گویند کہ خو ز عشق وا کن	لیلیٰ طلبی ز دل رہا کن
٥٥ یارب تو مرا بروی لیلی	هر لحظہ بدہ زیادہ میلی
٥٥ ز عمرِ من آنچہ هست برجای	بستان و بعمر لیلیٰ افزای (۱۲)

جب قیس کے والد نے یہ دعا سنی تو اسے یقین ہو گیا کہ اس کے بیٹے کا مرض لاعلاج ہے - چنانچہ وہ اسے واپس لے گیا - اس کے بعد قیس صحراؤں اور جنگلوں میں مارا مارا پھرنے لگا - خزانوں کی طرح وہ لوگوں کی نظروں سے دور اور پنہاں رہا - اور خود غرضی ، اور نفس کے قید سے نجات پائی -

قیس کے والد نے اسے نصیحت کرنے کی کوشش کی - مگر بے سود ۔ اس لیئے کہ قیس یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس معاملے میں مجبور ہے - اور تقدیر کے ہاتھوں بے بس ہے :-

٥٥ زین پند خزینہ ای کہ داری	برسوختہ مرهمی نہاری
٥٥ لیکن چہ کنم منم سیہ روی	کافتادہ بخود نیم درین کوی
٥٥ زین رہ کہ نہ برقرار خویشم	دانی نہ باختیار خویشم

۰۰ من بستہ و بندم آھنین است — تدبیر چہ سود قسمت اینست
۰۰ این بند بخود گشاد نتوان — وایں بار زخود نہاد نتوان(۲۰)

جہاں تک لیلیٰ کا تعلق ہے تو وہ بڑی خوبصورت تھی۔
اور بڑے اچھے شعر کہتی تھی۔ ایک دفعہ موسم بہار میں وہ باغ کی سیر کے لیے گئی۔ وہاں اسے
ایک خوبصورت نوجوان نے دیکھا۔ یہ نوجوان اپنی قوم میں ذی عزت اور ذی شان تھا۔
چنانچہ وہ دیکھتے ہی لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس نے لیلیٰ سے شادی کی غرض سے
لیلیٰ کے والد کو پیغام بھیجا۔ تو والد نے لیلیٰ کی اس سے شادی کر دینے کا وعدہ کیا۔

۰۰ در رہ ز بنی اسد جوانی — دیدش چو شگفتہ گلستانی
۰۰ شخصی ہنری بسنگ وسایہ — در چشم عرب بلند پایہ
۰۰ بسیار قبیلہ و قرابات — کارش ہمہ خدمت و مراعات
۰۰ گوش ہمہ خلق بر سلامش — بخت ابن سلام کردہ نامش
۰۰ ہم سیم خدا و ہم قوی پشت — خلقی سوی او کشیدہ انگشت
۰۰ از دیدن آن چراغ تابان — در چارہ چو باد شد شتابان
۰۰ آگہ نہ گرچہ گنج بازد — با باد چراغ در نسازد
۰۰ چون سوی وطنگہ آمد از راہ — بودش طمع وصال آن ماہ
۰۰ مہ را نگرفت کس در آغوش — این نکتہ مگر شدش فراموش
۰۰ چارہ طلبید و کس فرستاد — در جستن عقد آن پریزاد
۰۰ تا لیلیٰ را بہ خواستاری — در موکب خود کشد عماری
۰۰ چون رفت میان بجی سخنگوی — در جستن آن نگار دلجوی
۰۰ خواہش گری بدست بوسی — می کرد ز بہر آن عروسی
۰۰ ہم مادر و ہم پدر نشستند — و امید در آن حدیث بستند
۰۰ گفتند سخن بجای خویش است — لیکن قدری درنگ پیش است
۰۰ کاین تازہ بہار بوستانی — دارد عرض ز ناتوانی
۰۰ چون ما ز بہش باز خندیم — شکرانہ دہیم و عقد بندیم
۰۰ این عقد نشان سود باشد — ان شاء اللہ کہ زود باشد

○○ اما نہ ہنوز روزکی چند — می باید بوعدہ فرسند

○○ تاغنچۂ گل شگفتہ گردد — خار از در باغ رفتہ گردد

○○ گردنش بطوق زر در آریم — باطوق زرش بتو سپاریم (۲۱)

قیس نے صحرا کا رخ کیا۔ اور صحرا نوردی کرتا رہا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ نوفل نامی ایک بادشاہ اس کے پاس سے گذرا جو شکار کرنے کے لئے نکلا تھا۔ جب نوفل بادشاہ نے قیس کو دیکھا اور اس کی خبر سنی۔ تو اسے قیس پر رحم آیا۔ اور اس نے قسم کھالی کہ وہ قیس کی آرزو کو پورا کرے گا :۔

○○ نوفل چو شنید حالِ مجنون — گفتا کہ زمردمی است اکنون

○○ کاین دل شدہ را چنانکہ دانم — کوشم کہ بکام دل رسانم (۲۲)

چنانچہ قیس نے عمدہ لباس پہنا۔ اور بادشاہ کے ساتھ ہولیا۔ نوفل بادشاہ ایک سو مسلح آدمیوں کو لے کر لیلیٰ کے والد کے گھر گیا۔ اور لیلیٰ کے والد سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی لیلیٰ کی شادی قیس سے کردے۔ مگر لیلیٰ کے والد نے انکار کیا۔ جس کے نتیجے میں جنگ چھڑ گئی ——— شروع میں نوفل اور اس کے آدمی شکست کھانے والے تھے۔ مگر حسنِ اتفاق سے نوفل کو کمک پہنچی۔ اور لیلیٰ کے والد اور اس کے حامیوں پر نوفل نے غلبہ حاصل کرلیا۔

جب لیلیٰ کے والد نے شکست کھائی تو اس نے نوفل بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ قیس کی شادی لیلیٰ سے نہ کی جائے۔ کیونکہ ایسی شادی میں اس کی بڑی رسوائی ہوگی :۔

○○ آمد پدرِ عروس غمناک — چون خاک نہادہ روی برخاک

○○ کای در عرب از بزرگواری — در خوردسری و تاجداری

○○ مجروحم و پیر و دل شکستہ — دور از تو بروز بد نشستہ

○○ اما ندھم بدیو فرزند — دیوانہ ببند بہ کہ در پیند

○○ سر سامی و نوز چون بود خوش — خاشاک ونعوذ باللہ آتش

○○ این شیفتہ رای ناجوانمرد — بے عاقبت است و رائیگان گرد

○○ خود کردہ بکوہ و دشت گشتن — جولان زدن و جہان نبشتن

٥٥ با نام شکستگان نشستن / نام من و نام خود شکستن

٥٥ در اهلِ هنر شکسته کامی / به زانکه بود شکسته نامی

٥٥ در خاک عرب نمانده بادی / کز دختر من نکرده یادی

٥٥ گر هیچ رهی مرا بفریاد / آزاد کنی که بادی آزاد

٥٥ ورنه به خدا که باز گردم / وز ناز تو بی نیاز گردم

٥٥ برّم سر آن عروس چون ماه / در پیش سگ افگنم درین راه (۲۳)

نوفل نے لیلیٰ کے والد کی یہ بات مانی۔ اور قیس کی لیلیٰ سے شادی کرانے کا ارادہ ترک کر دیا جس کے نتیجے میں قیس کو بہت غصہ آیا۔ اور صحرا کی طرف چلا گیا جہاں وہ ہرنیوں کو شکاریوں کے جال سے چھڑانے میں مصروف رہا۔ رفتہ رفتہ اس کی حالت یہ ہوگئی کہ اسے ہرنیوں میں لیلیٰ کی تصویر نظر آنے لگی۔

دوسری طرف جب لیلیٰ کو سارے معاملے کا پتہ چلا تو وہ بہت اداس ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد ابن سلام کی منگنی لیلیٰ سے ہوئی۔ اور لیلیٰ جیسی چاند کی سی لڑکی کی رخصتی ابن سلام جیسے بدفطرت اور بدنما لڑکے سے ہوگئی:

٥٥ بر کردن آن عمل رضا داد / مه را بدهان اژدها داد (۲۴)

ابن سلام لیلیٰ کو لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ وہاں اس نے بقول نظامی، لیلیٰ کے گالوں کے پھول توڑنے کی کوشش کی۔ تو لیلیٰ نے اسے تھپڑ مارا۔ اور اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے اس کے قریب آنے کی کوشش کی تو وہ اپنے آپ کو اس کی تلوار سے قتل کر دے گی:-

٥٥ با نخل رطب چو گشت گستاخ / دستی برطب کشید بر شاخ

٥٥ زان نخل رونده خورد خاری / کز درد نخفت روزگاری

٥٥ لیلیش طپانچه ای چنان زد / کافتاد چو مرده مرد بی خود

٥٥ گفت ار دگر این عمل نمائی / از خویشتن و ز من برآئی

٥٥ سوگند به آفریدگارم / کاراست بصنع خود نگارم

٥٥ کز من غرض تو بر نخیزد / ور تیغ تو خون من بریزد (۲۵)

ایک دن قیس صحرا میں گھوم رہا تھا کہ ایک

بدو نے آکر اسے لیلیٰ کی شادی کی خبر سنائی - قیس یہ سن کر بے ہوش ہو گیا - اور زمین پر گر پڑا - بدو کو قیس کی یہ حالت دیکھ کر افسوس ہوا ـــــــ جب قیس ہوش میں آیا تو اس بدو نے اس سے معذرت چاہی - اور اسے یقین دلایا کہ اگرچہ لیلیٰ کی شادی کسی اور سے ہوئی - مگر وہ ابھی تک اس کی محبت میں ثابت قدم ہے - اور اس نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی :-

۰۰ آمد بہزار عذر در پیش — کای من خجل از حکایت خویش

۰۰ گفتم سخن دروغ و بد رفت — عفوم کن کانچہ رفت خود رفت

۰۰ گر با تو یکی مزاح کردم — بر عذر تو جان مباح کردم

۰۰ آن پردہ نشین روی بستہ — ہست از قبل تو دل شکستہ

۰۰ شویش کہ ورا حریف و جفتست — سر با سر او شبی نخفتست

۰۰ گرچہ دگری نکاح بستش — از عہد تو دور نیست دستش

۰۰ جز نام تو بر زبان نیارد — غیر تو کس از جہان ندارد

۰۰ یکدم نبود کہ آن پریزاد — صد بار نیاورد ترا یاد

۰۰ سالیست کہ شد عروس و بنشست — با مہر تو و بمہر خویشست

۰۰ گر بی تو ہزار سال باشد — برخوردن او محال باشد (۲۶)

جہاں تک قیس کے والد کا تعلق ہے تو وہ رفتہ رفتہ بڑھاپے کے امراض میں مبتلا ہو گیا - اس نے اپنے بیٹے کو دیکھنے ، اور اسے گھر واپس لانے کی تمنا کی - چنانچہ وہ صحرا میں قیس کے پاس گیا - شروع میں قیس اپنے والد کو نہ پہچان سکا :-

۰۰ مجنون چو گشاد دیدہ را باز — شخصی بر خویش دید مساز

۰۰ در روی پدر نظارہ می کرد — نشناخت و زاو کنارہ می کرد

۰۰ آن کو خود را کند فراموش — یاد دگران کجا کند گوش

۰۰ گفتا چہ کسی ز من چہ خواہی — ای من رہی تو از چہ راہی

۰۰ گفتا پدر توام بدین روز — جویان تو با دل جگر سوز

۰۰ مجنون چو شناختش کہ او کیست — در پای وی اوفتاد و بگریست

۰۰ از ہر دو سرشک دیدہ بگشاد — این بوسہ بدان وآن بدین داد (۲۷)

جب قیس کو والد کی پہچان ہوئی تو والد نے اس کی بہت منت سماجت کی کہ وہ گھر واپس آجائے۔ لیکن قیس نے ایک نہ سنی۔ اور کہا کہ اب جبکہ وہ عقل ودانش کی حدود کو پھلانگ چکا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ دوبارہ اسے اس کا پابند بنادیا جائے:-

٭٭ گفت ای نفس تو جان فزایم	اندیشۂ تو گرہ گشایم
٭٭ مولای نصیحت تو ھوشم	در حلقۂ بند گیت گوشم
٭٭ پندِ تو چراغ جان فروزیست	نشنیدن من ز تنگ روزیست
٭٭ فرمانِ تو کردنی است دانم	کوشم کہ کنم نمیتوانم
٭٭ بر من ز خرد چہ سکہ بندی	بر سکۂ کار من چہ خندی
٭٭ ھر یاد کہ بود رفت بر باد	جز فرمشیم نماند بر باد
٭٭ امروز مگو چہ خوردہ ای دوش	کآن خود سخنی بود فراموش
٭٭ گر زانچہ رود در این زمانم	پرسی کہ چہ میکنی ندانم
٭٭ دانم پدری تو من غلامت	وآگاہ نیم کہ چیست نامت
٭٭ تنہا نہ پدر ز یاد من رفت	خود یاد من از نہاد من رفت
٭٭ در خود غلطم کہ من چہ نامم	معشوقم و عاشقم کدامم (۲۸)

والد نے جب یہ سنا تو وہ مایوسی کے عالم میں گھر کی طرف چل دیا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد اس کی موت واقع ہوگئی ـــــ جب مجنوں کو اپنے والد کی موت کا علم ہوا تو اس نے والد کے مزار پر حاضری دی۔ بہت آنسو بہائے۔ پھر صحرا کی طرف چلا گیا جہاں وہ درندوں کے ساتھ مل جل کر ان کی طرح صحرا کے سبزہ وگیاہ کھانے لگا۔

جنگلی جانور، قیس سے اتنا مانوس ہوچکے تھے کہ وہ ایک لشکر کی صورت میں ہروقت اسے گھیرے رہتے تھے۔ جب بھی مجنوں کہیں جاتا تھا تو وہ اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے رہتے تھے۔ مسافروں کا جب بھی مجنوں کے پاس گزر ہوتا تھا تو وہ یہ منظر دیکھ کر بہت حیران ہوتے تھے۔ وہ مجنوں کے لئے طرح طرح کے کھانے لاتے تھے۔ تو وہ اس میں سے تھوڑا خود کھاتا، اور باقی درندوں چرندوں کو ڈال دیتا تھا۔

ایک دن لیلیٰ کا قاصد محبت کا پیام لے کر مجنوں کے

پاس آیا۔ اس نے مجنوں کو لیلیٰ کے سارے احوال بتائے اور کہا کہ لیلیٰ ہزاروں دیوانوں کی دیوانگی سے بھی زیادہ دیوانہ ہو چکی ہے۔ اس کی حالت آپ کی حالت سے کہیں زیادہ بدتر ہو گئی ہے۔ وہ اس لیئے کہ آپ کو تو کہیں بھی جانے کی آزادی ہے۔ مگر وہ تو ایک طرح سے قید و بند میں ہے۔ اور اپنی رسوائی کی ڈر سے باہر قدم بھی نہیں رکھ سکتی :-

٥٥ لیلیٰ بودم ولیکن اکنون — مجنون ترم از ہزار مجنون
٥٥ زان شیفتۂ سیہ ستارہ — من شیفتہ ترہزار بارہ
٥٥ او گرچہ نشانہ گاہ درد است — آخر نہ چو من زنست مرد است
٥٥ در شیوۂ عشق ہست چالاک — کز ہیچکسی نیایدش پاک
٥٥ چون من بشکنجہ در نگاہد — آنجا قدمش رود کہ خواہد
٥٥ مسکین من بیکسم کہ یکدم — باکس نزنم دمی درایں غم
٥٥ ترسم کہ ز بیخودی و خامی — بیگانہ شوم ز نیکنامی
٥٥ زہری بدہن گرفتہ نوشم — دوزخ بگیاہ خشک پوشم
٥٥ از یک طرفم غم عزیبان — وز سوی دگر غم رقیبان (۲۹)

قاصد نے مجنوں کو لیلیٰ کا محبت نامہ دیا جو لیلیٰ کی محبت کے بیان، اس کے والد کی ماتم پرسی، اور صبر و تحمل کی نصیحت پر مشتمل تھا۔ مجنوں نے لیلیٰ کے پیغام کا جواب لکھ کر قاصد کے حوالے کیا۔ اپنے اس خط میں مجنوں نے لیلیٰ کی شدتِ محبت کا شکوہ کیا اور کہا کہ باوجود اس کے کہ مجھے تمہاری پاکیزگی کا یقین ہے، مگر میں تجھ پر غیرت کھاتا ہوں :-

٥٥ ای نیک و بد مزاجم از تو — دردم ز تو و علاجم از تو
٥٥ ہر چند حصارت آہنین است — لؤلؤی ترت صدف نشین است
٥٥ و ز حلقۂ زلف پر شکنجت — در دامن اژدہاست گنجت
٥٥ دانی کہ ز دوستداری خویش — باشد دل دوستان بداندیش
٥٥ بر من ز تو صد ہوس نشیند — گر بر تو یکی مگس نشیند (۳۰)

مجنوں کا ایک ماموں تھا جس کا نام سلیم عامری تھا۔ وہ جنگل میں ایک دفعہ مجنوں سے ملنے آیا تو اس نے قیس کو درندوں چرندوں کے ساتھ

بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے مجنوں کو کپڑے پہنانا اور کھانا کھلانا چاہا۔ مگر مجنوں نے کپڑے پہننے سے انکار کیا۔ اور کھانا درندوں کے آگے ڈال دیا۔ پھر ماموں سے کہنے لگا کہ میری خوراک کے لیئے گھاس اور پودے کافی ہیں جو جنگلی ہرنیاں کھاتی ہیں۔ تب ماموں کو پتہ چلا کہ قیس کا گزارہ صرف گھاس ہی پر ہے۔

دوسری دفعہ جب اس کا ماموں اسی کے پاس آیا تو اس کی والدہ کو بھی ساتھ لایا۔ ماں نے بیٹے سے گھر آنے کی بہت منت سماجت کی۔ مگر اس نے اس سے معذرت کی اور کہا کہ اس کی اصلاح اب ناممکن ہے۔ کیونکہ اب وہ عشق کا قیدی بن چکا ہے:۔

ہ گفت ای قدم تو افسر من	رنج صدف تو گوھر من
ہ گر زانکہ مرا بعقل رہ نیست	دانی کہ مرا در این گنہ نیست
ہ کار من اگر چنین بد افتاد	این کار مرا نہ از خود افتاد
ہ کوشیدن ما کجا کند سود	کاین کار فتادہ بودنی بود
ہ عشق بچنین بلا وزاری	دانی کہ نباشد اختیاری
ہ تو در پی آنکہ مرغ جانم	از قالب این قفس رہانم
ہ در دام کشی مرا دگر بار	تا در دو قفس شوم گرفتار (۳۱)

چنانچہ ماں مجنوں سے رخصت ہو کر چلی گئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد انتقال کر گئی۔ جب مجنوں کو ماں کی وفات کی خبر ملی تو اس کا دکھ، کرب اور بڑھ گیا۔

جہاں تک لیلیٰ کا تعلق ہے تو وہ اپنے خاوند کے گھر میں ایسی ہی منغعل رہتی تھی جیسے یاقوت ایک بے جان پتھر میں بند ہوتا ہے۔ شوہر لیلیٰ کا دل نہ جیت سکنے کی وجہ سے روز بروز غمگین اور اداس ہوتا چلا گیا۔ وہ ہر وقت اس کے انتظار میں رہتا تھا۔ لیکن لیلیٰ اب اس نوبت پر پہنچ چکی تھی کہ وہ اپنی محبت کو چھپا نہ سکی۔ اور اس نے کھلے بندوں اپنی محبت کا اظہار شروع کر دیا۔ شوہر لیلیٰ کے اس رویئے کو برداشت نہ کر سکا۔ چنانچہ وہ اس صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے بیمار پڑ گیا۔ اور جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور لیلیٰ اس کے گھر سے ایسے بھاگ کھڑی ہوئی جیسے ایک شکار جال سے آزاد ہو کر نکلتا ہے۔

لیلیٰ ظاہر میں اپنے شوہر کی وفات پر روتی نظر آتی تھی
حالانکہ حقیقت میں وہ مجنوں کی محبت میں اپنی قسمت پر رو رہی تھی۔ جب سوگ کے
دن ختم ہوئے، تو لیلیٰ اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ اور مجنوں کی طرف قاصد بھیجا۔
جب مجنوں کو لیلیٰ کے شوہر کی وفات کا پتہ چلا تو وہ بیک
وقت رویا بھی اور ہنسا بھی: رویا اس لیئے کہ اس بے چارہ شوہر کو بھی لیلیٰ کی محبت
میں ایسی ہی مصیبتوں کا سامنا ہوا جیسے کہ اس کو ہوا —— اور ہنسا اس لیئے کہ لیلیٰ
کے وصال کے راستے کی ایک رکاوٹ دور ہو گئی۔

اس کے بعد جلد ہی مجنوں درندوں کی فوج کی معیت میں
لیلیٰ سے ملنے گیا جہاں درندوں نے لیلیٰ اور مجنوں کو ایسے گھیرے میں لیا ہوا تھا کہ گویا
لوگوں کی نظروں کے ایک حجاب ہے تاکہ وہ ان کو دیکھ نہ سکیں —— لوگ لیلیٰ و مجنوں
کو یکجا دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ اور ان کی نظروں میں عشق کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔
پھر ملاقات کے بعد لیلیٰ اور مجنوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

موسمِ خزاں میں لیلیٰ بیمار پڑ گئی۔ بیماری دن بدن زور
پکڑتی گئی۔ تو لیلیٰ نے اپنی ماں کو یہ وصیت کی کہ: تم مجھے اچھی طرح سنوارو۔ مجنوں
سے ملاقات کے لیئے مجھے تیار کرو —— اور یہ بھی وصیت کی کہ: تم قیس کو بتاؤ کہ لیلیٰ
اس کی محبت میں وفا کر کے چل بسی۔ اب لیلیٰ دوسری دنیا میں اس کا انتظار کرے گی اور وہاں
اس کی آنکھیں اس کے انتظار میں اس کی راہ تکتی رہیں گی:۔

٭٭ آں دل کہ نیابلش بجوئے	وآں قصہ کہ دانیش بگوئے
٭٭ من داشتہ ام عزیز دارش	تو نیز چو من عزیز دارش
٭٭ گو لیلیٰ ازیں سرای دلگیر	آں لحظہ کہ می برید زنجیر
٭٭ در مہر تو تن بخاک میداد	بر یاد تو جان پاک میداد
٭٭ در عاشقی تو صادقی کرد	جان در سر کار عاشقی کرد
٭٭ احوال چہ پرسیم کہ چون رفت	با عشق تو از جہان برون رفت
٭٭ تا داشت دراین جہان شماری	جز باغم تو نداشت کاری
٭٭ وآن لحظہ کہ درغم تو میمرد	غمہای تو راہ توشہ می برد

۰۰ وامروز کہ در نقاب خاکست   ہم در ہوس تو دردناکست

۰۰ چوں منتظران دریں گذرگاہ   ہست از قبل تو چشم بر راہ

۰۰ می باید تا تو در پی آیی   سر باز پس است تا کی آیی

۰۰ یک رہ برہاں از انتظارش   در خز بخزینۂ کنارش (۳۲)

جب مجنوں کو لیلیٰ کی وفات کا علم ہوا تو وہ بے حد رویا - اتنے آنسو بہائے کہ مٹی بھیگ گئی - اور لیلیٰ کی قبر کے اردگرد سرخ رنگ کے پھول کھل گئے -

اس کے بعد مجنوں نے درندوں کی ہمراہی میں دوبارہ صحرا کی طرف اپنا رخ کیا - مگر شدتِ شوق نے اسے وہاں بیٹھنے نہ دیا - اور پھر لیلیٰ کے مزار پہ آگیا - وہاں گریہ وزاری کردی - اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ اسے عذاب سے نجات دلائے - اور اسے قرب نصیب کرے [یعنی اسے موت دے] - اس کے بعد قیس نے لیلیٰ کے مزار کی مٹی کو اپنی آغوش میں لیا - اور جان، جاں آفریں کے سپرد کردی -

۰۰ برداشت بسوی آسماں دست   انگشت کشادہ و دیدہ بر بست

۰۰ کای خالق ہر چہ آفریدہ است   سوگند بہر چہ برگزیدہ است

۰۰ کز محنت خویش وا رہانم   در حضرت یار خود رسانم

۰۰ آزاد کنم زسخت جانی   وآباد کنم بسخت رانی

۰۰ ایں گفت و نہاد بر زمیں سر   وآں تربت را گرفت در بر

۰۰ چوں تربت دوست در بر آورد   ای دوست بگفت و جاں بر آورد

۰۰ او نیز گذشت ازایں گذرگاہ   وآں کیست کہ نگزرد برایں راہ

۰۰ راہیست عدم کہ ہر چہ ہستند   از آفت قطع او نرستند (۳۳)

درندوں اور چرندوں نے قیس کی وفات کے بعد، قیس کا ساتھ نہ چھوڑا - اس کی نعش کے اردگرد رہے - اور آس پاس کے لوگ، درندوں کے اس منظر کو دیکھتے رہ گئے - اور مجنوں کی لاش نہ دیکھ سکے یہاں تک کہ ایک عرصہ بعد ہواؤں نے مجنوں کی لاش کے ٹکڑے فضاؤں میں بکھیر دیئے - بعد ازاں مجنوں کے ایک رشتہ دار کا، وہاں سے گذر ہوا - تو اس نے مجنوں کی ہڈیاں پہچان لیں - چنانچہ اس نے

لوگوں کو خبر دی۔ تو مجنوں کے بہت سارے رشتہ دار، اور کئی متقی اور پرہیزگار لوگ جمع ہوئے۔ انہوں نے مجنوں کے غم میں بہت آنسو بہائے۔ سوگ منایا۔ اس کے بعد قیس کو لیلیٰ کے پہلو میں دفن کیا۔

پس لیلیٰ ومجنوں کا مزار مریدوں کی زیارت گاہ بنا۔

جو حاجت مند بھی اپنی حاجت وہاں لے کر آتا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا۔

مجنوں کا ایک دوست تھا جس کا نام تھا زیاد۔ زیاد بھی اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرتا تھا۔ اور اس کا اپنی شاعری میں اس نے ذکر کیا تھا۔ تو اس سے اس کی شادی نہ ہوسکی۔ زیاد اکثر لیلیٰ کے لیئے قیس کا قاصد بن کر آیا کرتا تھا۔ اور قیس کی دوستی میں زیاد کی وفاداری ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک دن زیاد کو مجنوں اور لیلیٰ کی یاد آئی۔ تو اس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ کیا اب وہ [لیلیٰ اور مجنوں] قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں یا جنت کے باغوں میں بیٹھے ہوئے ہیں —— رات کے وقت زیاد نے خواب دیکھا کہ دو مبارک اور خوبصورت فرشتے جنت میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں سر سے پاؤں تک سراپا نور ہی نور تھے۔ ان کی ہتھیلیوں پر شراب کے پیالے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے ارد گرد بہار کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہر ایک فرشتہ دوسرے فرشتے کو اپنا قصہ سنا رہا تھا۔ کبھی دونوں شراب کے پیالوں کو اپنے ہونٹوں سے چھوتے تھے۔ اور کبھی ایک دوسرے کے بوسے لیتے تھے۔ کبھی سرگوشیاں کرتے تھے، اور کبھی سو جاتے تھے —— دونوں فرشتوں کے سرہانے ایک بزرگ تھا جو دونوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ اور ہر وقت سونے سے ہاتھ بھر کر دونوں کے سر پر بکھیرتا تھا۔

زیاد نے اس بزرگ سے ان فرشتوں کے بارے میں پوچھا جو بڑے خوبصورت تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں شراب کے پیالے تھے کہ جنت میں ان کے کیا نام تھے؟ ۔ اور یہ بڑا مقام انہیں کس طرح حاصل ہوا؟ —— بزرگ نے زیاد کے سوالات کا یہ جواب دیا کہ یہ دونوں عاشق محبت میں ایک ہوگئے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ یہ عاشق عالم وفا کا بادشاہ ہے اور اس کا لقب مجنوں ہے۔ اور یہ معشوق نازنینوں اور حسینوں کا چاند ہے اور اس کا نام لیلیٰ ہے۔ یہ گویا محبت

اور وفا کی ڈبیا میں ایسی دو موتی ہیں جن کو ہاتھ نہ لگایا گیا ہو - دنیا میں تو انہیں آرام نہ مل سکا - لیکن یہاں وہ اپنی مراد کو پہنچے - اب دوبارہ وہ کبھی رنج و اُلم کا سامنا نہیں کریں گے -

مجنون لیلیٰ

امیر خسرو دہلوی (۳۴)

خسرو دہلوی اپنی مثنوی "مجنون لیلیٰ" کا اس طرح آغاز کرتا ہے جس طرح نظامی گنجوی کرتا ہے - یعنی اللہ سے مناجات کرکے رسول پاکؐ کی نعت لکھتا ہے - پھر واقعۂ اسراء و معراج کو شعروں میں بیان کرتا ہے - اس کے بعد وہ اس دن کا ذکر کرتا ہے جب مجنوں کے والد کو ایک بیٹا عطا کیا گیا جس کا نام قیس رکھا گیا تھا - یہ بیٹا والد کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا -

جب قیس کچھ بڑا ہو گیا تو اسے مکتب میں داخل کروایا گیا - قیس بہت خوبصورت لڑکا تھا - مکتب میں اس کی، لیلیٰ سے ملاقات ہوئی - اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا - اور لیلیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگی -

قیس اور لیلیٰ کے بارے میں افواہیں پھیلنے لگیں - اور لیلیٰ کی ماں کو اپنی بیٹی لیلیٰ کی محبت کا علم ہوا - چنانچہ اس نے لیلیٰ کو بٹھا کر نصیحت کی - اور لیلیٰ رونے لگ گئی :-

"گفت اے دل و دیدۂ مرا نور — از روئے تو باد چشم بد دور

"دانی کہ جہاں فریب ناک ست — آسودگیش غم و ہلاک ست

٥٥ ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد	پنہاں بنوالہ زہر دارد
٥٥ ہر سرخ گلے کہ در بہاریست	در دامنِ او نہفتہ خاریست
٥٥ تو سادہ مزاجی و تنگ دل	وز نیک و بدِ زمانہ غافل
٥٥ چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست	زایشاں طلبِ وفا روا نیست
٥٥ القصہ شنیدہ ام کہ جائے	داری نظرے بر آشنائے
٥٥ ترسم کہ چو گردد این خبر فاش	بدنام شوی میانِ اوباش
٥٥ عشق ارچہ بود بصدق و پاکی	خالی نبود ز شرمناکی
٥٥ آوازہ چو گشت درجہاں عام	صرفہ نہ کند کسے بدشنام
٥٥ گردم نہ زنند کار داناں	چوں باز رہی ز بدگماناں
٥٥ نیک از دلِ نیک راز دارد	بدراز گماں کہ باز دارد
٥٥ مادر بحدیث نیک خواہی	لیلیٰ بہلاک و سینہ کاہی
٥٥ بر زانوے درد سر نہادہ	لب بستہ و خونِ دل کشادہ (۳۵)

جب ماں نے یہ محسوس کیا کہ نصیحت کام نہ آئی تو اس نے باپ کو سارا معاملہ بتا دیا۔ اور باپ نے حکم دیا کہ لیلیٰ دوبارہ مکتب نہ جائے اور گھر بیٹھی رہے۔

اُدھر قیس نے لیلیٰ کا بہت انتظار کیا۔ جب پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو اس نے گھر چھوڑ کر صحرا کی طرف رخ کیا —— اب جو بھی اسے نصیحت کرتا۔ اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ چنانچہ اس نے اپنے کپڑے چاک کر دیئے۔ اس بات کا لوگوں میں چرچا ہوگیا تو لوگوں نے اسے مجنوں کہنا شروع کر دیا :۔

٥٥ زیں غم ہمہ درگزار گشتند	گریاں بقبیلہ باز گشتند
٥٥ رازش بزبانِ عام کردند	مجنونِ زمانش نام کردند (۳۶)

قیس کا والد اپنے بیٹے کے پیچھے گیا۔ اسے ڈھونڈ لیا۔ اس کے بعد اس نے اسے نصیحت کی :۔

٥٥ اے جانِ پدر بخانہ باز آئے	وے مرغ در آشیانہ باز آئے
٥٥ بشتاب کہ تا دریں غم آباد	پیش از اجلم رسی بفریاد

۰۰ زیں پس کہ بجستم شتابی ۔۔۔ جوئیم لبسے ولے نہ یابی

۰۰ واں مادرِ تو کہ در نقاب ست ۔۔۔ او ہم ز غمت چو من خراب ست

۰۰ آخر پدرِ توام، نہ اغیار ۔۔۔ بیگانہ چنیں مشو بہ یک بار

۰۰ بیمار اگرچہ دردناک ست ۔۔۔ بیمار پرست در ہلاک ست

۰۰ زاں جا کہ یکے ست خون و پیوند ۔۔۔ مرگِ پدر ست رنج فرزند

۰۰ ہرچند کہ عشق جملہ دردست ۔۔۔ نے روشکنِ سلاح مردست

۰۰ لیکن مشو آں چناں زبوں نیز ۔۔۔ کاتش چو درون زنی بروں نیز

۰۰ آں مہ کہ دلت از و خراب ست ۔۔۔ لیلیٰ ست نہ آخر آفتاب ست (۳۷)

مگر والد نے یہ دیکھا کہ نصیحت کا قیس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

۰۰ با پیر بہ شرم گفت گریاں ۔۔۔ کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں

۰۰ از من بہ من ارچہ یک گزندست ۔۔۔ دانم کہ ترا ہزار چند ست

۰۰ لیکن چہ کنم کہ نفسِ خودکام ۔۔۔ از حیلہ و دم نمی شود رام

۰۰ خود گیر کہ از بلا گریزم ۔۔۔ از بندِ قضا کجا گریزم (۳۸)

چنانچہ اس نے اسے یہ لالچ دیا کہ وہ اس کی شادی لیلیٰ سے کروائے گا۔ اور اسے اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ مگر لیلیٰ کے والد نے یہ کہتے ہوئے مجنوں کے والد کی طرف سے منگنی کی پیش کش کو ٹھکرا دیا:-

۰۰ شخصے کہ ز نفسِ نا سرانجام ۔۔۔ مارا بقبیلہ کرد بدنام

۰۰ دیوانہ وشست و لا اُبالی ۔۔۔ وز مردمیِ زمانہ خالی (۳۹)

نتیجۃً قیس دیوانہ ہو گیا۔ اس کے بعد قیس کے والد نے نوفل بادشاہ سے مدد مانگی کہ وہ قیس کی لیلیٰ سے شادی کروا دے۔ مگر جب لیلیٰ کے والد نے نوفل بادشاہ کی بات بھی نہ مانی تو دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس کے فوراً بعد قیس نے بادشاہ [نوفل] سے درخواست کی کہ وہ براہِ کرم جنگ بند کر کے خونریزی سے دستکش ہو جائے:-

۰۰ بگرفت عنانِ مرکبش سخت ۔۔۔ می سوخت ز خامکاریٔ بخت

۰۰ گفت اے ہمہ مرہمِ تو آزار ۔۔۔ باز آر دل از ستیزہ باز آر

٥٥ کان دوست کہ بہر اوست این رنج	ماندہ است ازین شغب بلا سنج
٥٥ تیرے چہ زنی کہ بر من آید	بر جان ز دریچہ تن آید
٥٥ بر خصم ملش بکینہ جوئے	تیغے کہ بخونِ دوست سوئے
٥٥ آن نیزہ مزن بہ دشمنان بیش	کز وے دلِ دوستان کنی ریش
٥٥ چون جامۂ بختِ من کبود ست	از کوششِ مردمان چہ سود ست
٥٥ ادبار فروشدہ بہ کارم	اقبال ترا چہ رنجہ دارم
٥٥ روزِ بد من مراست از پس	تو کردی از آنِ خویشتن بس (۴٠)

چنانچہ نوفل اس معاملے سے دستبردار ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا۔ اور قیس نے صحرا کی راہ لی۔

ایک بار پھر قیس کا والد قیس کے پاس گیا۔ اس سے اس کے ساتھ گھر واپس جانے کی منت سماجت کی۔ بہر حال اس دفعہ قیس کے والد کو قیس کی باتوں سے کچھ یہ اندازہ ہو گیا کہ اگر محلے میں کوئی مناسب لڑکی مل جائے جس سے قیس کی شادی کر دی جائے تو وہ گھر واپس آجائے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس کی عقل بھی ٹھیک ہو جائے۔

پس والد نے گھر جاکے اپنی بیوی کو سارا معاملہ سنایا۔ اور قیس کی شادی کے لئے تیاری میں مصروف ہو گیا۔ منگنی بھی ہو گئی۔ اور قیس کو رخصتی مکمل کرنے کے لئے بلا یا گیا۔ قیس آکر اپنی دلہن کے ساتھ ایک ہی رات ٹھہرا۔ اس کے بعد اس نے اسے چھوڑ کر دوبارہ صحرا کا رخ کیا ——— جب لیلیٰ کو قیس کی شادی کا علم ہو گیا تو اس نے اسے عتاب نامہ لکھا :-

٥٥ پروردۂ غم شد ست جانم	فرسودۂ محنت استخوانم
٥٥ تا بستر تو زمین شنیدم	من نیز ہمان زمین گزیدم
٥٥ گر حلہ برآری از حریرم	بینی ہمہ نسخۂ حصیرم
٥٥ در کوی دگر ہمیز نگام	با یارِ دگر ہمیکشد جام
٥٥ گر یارِ نو آمدت در آغوش	از یارِ کہن مکن فراموش
٥٥ بیگانہ مشو چنین بہ یکبار	آخر حق صحبتے نگہدار

°° بختِ من اگر زمن شد آزاد — آن را کہ رسید یار او باد
°° با این ہمہ دوستدار و یارم — با یارِ تو نیز دوستدارم
°° او گرچہ کہ دشمنے ست در پوست — از دوستیت گرفتمش دوست
°° دردِ تو رفیقِ جانِ من باد — ہمخوابۂ خاکدانِ من باد(۴۱)

قیس نے خط کا جواب لکھ کر اس سے وضاحت کی کہ وہ اسے کبھی نہیں بھول سکتا :-

°° با غیر چہ کار تا تو ہستی — در قبلہ خطا ست بت پرستی
°° عشق از دو صنم بود عنان تاب — چون دین ز توجہ دو محراب
°° جان رفتہ ز سینہ دیر شد دیر — نبود بہ یکے میان دو شمشیر
°° در سینۂ من کہ می کند سیر — اندیشۂ نیست نے غم غیر
°° بنشاند مرا چنین بر آور — حکم پدر و رضائے مادر
°° مہرے کہ بسینہ داشت رویم — بر روئے پدر چگونہ گویم
°° زان مہ کہ چو شب رمیدم از نور — جز یک نظرش ندیدم از دور
°° ہر چند بعقد بود جفتم — نادیدہ رخش طلاق گفتم(۴۲)

پھر مجنون درندوں چرندوں کے ساتھ اپنی نئی زندگی میں مصروف ہوگیا - ایک دن قیس کے دو رشتہ دار اس کے پاس صحرا میں گئے - انہوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے ساتھ گھر واپس جائے - مگر اس نے انکار کیا - اور انہیں بتایا کہ اس کو لوگوں سے ملنے کی بہ نسبت جانوروں کے ساتھ رہنا زیادہ پسند ہے :-

°° گفت ای شب و روزِ تان ہمہ سور — باد اشبِ تان ز روزِ من دور
°° من کز عمل جہان شدم فرد — بازم بجہان چہ چارۂ نادرد
°° ویرانۂ من اگرچہ زشت ست — چون خوے گرفتہ ام بہشت ست
°° زان گونہ ببانگِ بوم شادم — کز بلبل مست نیست یادم
°° در دست چنان خوش ست خارم — کز باغ کسان خبر ندارم
°° غولے کہ بد شت خو پذیرد — در باغ بریش جا نہ گیرد
°° آن را کہ خیالِ یار باشد — با سرو و گلشن چہ کار باشد(۴۳)

ایک رات لیلیٰ نے خواب میں یہ دیکھا کہ مجنوں اس سے ملنے آیا۔ اور یہ کہ اس نے مجنوں کے زخموں کو اپنے آنسوؤں سے دھویا۔ اور قیس نے اتنی شکایت کی کہ اس نے اس کے سینے کو آنسوؤں کے ہیروں سے چیر دیا —— جب لیلیٰ خواب سے بیدار ہوئی تو وہ فوراً اونٹنی پر سوار ہوگئی۔ اور قیس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ آخر میں اسے پتھروں اور کانٹوں کے اوپر گرا ہوا پایا۔ لیلیٰ نے قیس کے جسم کے اوپر سے گرد و غبار صاف کیا۔ اور اس کے سر کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔ اس وقت مجنوں جاگ اٹھا۔ اور لیلیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے پایا —— دونوں نے محبت کی باتیں کیں۔ ہر ایک نے دوسرے کی خیریت پوچھی۔ اور محبت کی شکایت کی۔ اس کے بعد لیلیٰ چلی گئی۔

لیلیٰ اپنے عاشق کی حالت پر بہت اداس رہی۔ ایک دفعہ اس کی سہیلیاں اس سے ملنے، اور اس کے ساتھ گلشن میں سیر و تفریح کرنے آئیں۔ وہاں وہ بیٹھی ہوئی پھول جیسی نظر آتی تھیں۔ اس وقت ان کے پاس سے ایک نوجوان گذرا۔ اور اس کا ان سے تعارف ہوا۔ پھر اس نوجوان نے قیس کے چند اشعار پڑھے تو لیلیٰ نے اس سے قیس کے بارے میں پوچھا۔ مگر نوجوان نے جھوٹ موٹ کہا کہ قیس تو مر گیا:-

٥٥ گفت ای ز وفا سرشتہ جانت	قاصر ز حدیثِ دل زبانت
٥٥ آں یار کہ بہر اوست ایں گفت	دل زاندہ او ببایدت رُفت
٥٥ کز تو شدہ بود و دور و مہجور	دور از تو خویش نیز شد دور
٥٥ دل را بتو دادہ بود آزاد	جاں نیز بہ بیدلی ترا داد
٥٥ تا زیست نظر بسوئے تو داشت	چوں مرد ہم آرزوئے تو داشت
٥٥ زاں رہ چو گذشت بے جمالت	بہرہ نشدش مگر خیالت
٥٥ چوں با تو نگشت دوش بادوش	با خاکِ سیاہ شد ہم آغوش (۴۴)

لیلیٰ یہ سن کر فوراً اس چڑیا کی طرح بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی جس کا سر اس کے تن سے جدا کر دیا گیا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر نوجوان بہت پچھتایا۔ بعد میں لیلیٰ کو اٹھا کر گھر لایا گیا۔ اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں

بستر پر دراز ہو گئی - لیلیٰ نے اپنی ماں کو یہ وصیت کی کہ وہ اسے اچھی طرح سنوار کر دوسری دنیا میں قیس سے شادی کرنے کے لیئے تیار کرے - اور یہ بھی وصیت کی کہ اسے قیس کے قدموں کے پاس دفن کیا جائے -

مجنون کو جب لیلیٰ کی بیماری کا علم ہوا تو وہ اس کی عیادت کرنے آیا - مگر جونہی وہ پہنچا تو لیلیٰ کا جنازہ جا رہا تھا - چنانچہ صدمے کی تاب نہ لا کر قیس بھی راہیٔ ملک عدم ہو گیا -

لیلیٰ و مجنون

عبدالرحمان جامی (۴۵)

عبدالرحمان جامی کی مثنوی کا خلاصہ یہ ہے کہ قیس صحرا میں رہنے والے بدّووں کا ایک خوشحال، خوبصورت، اپنے گھر والوں میں ناز نخرے والا، اور اپنی قوم قبیلے میں شان والا نوجوان تھا - وہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اور زبان پر پوری دسترس رکھتا تھا -

اس زمانے کے امیر صحرائی نوجوانوں کی طرح اس کے پاس فارغ وقت گزارنے کے لیئے کوئی خاص مشغلہ نہ تھا - لہٰذا یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اس وقتِ فرصت کو صرف کرنے کی کوشش کرے - ویسے قیس فطری طور پر سچے محبت کے لیئے موزوں طبیعت رکھتا تھا :-

٥٥ سر تا قدم از ادب سرشتہ	بر دل رقم ادب نوشتہ
٥٥ طبعش زسخن بہوشکافی	مشغوف بشعر باقی
٥٥ چوں لعل لبش خموش بودی	بر روزن راز گوش بودی

۰۰ چون غنچهٔ تنگ او شگفتی — سنجیده هزار نکته گفتی

۰۰ کلکش ز سواد طرهٔ حور — صد نقش زدی بلوح کافور

۰۰ هر حرف که بر ورق کشیدی — بر نغز خطان ورق دریدی

۰۰ با طائفهٔ ز خرد سالان — چون او همه مشک بو غزالان

۰۰ هموارهٔ هوای گشت کردی — طواف کوه و دشت کردی

۰۰ گه باز زدی بکوه دامان — با کبک دری شدی خرامان

۰۰ گه بنشستی ز طرف وادی — بر رود زدی نوای شادی

۰۰ گه رو سوی چشمه سار کردی — وز چشمه ز دل غبار بردی

۰۰ گه رخت بمرغزار بردی — وز دل غم روزگار بردی

۰۰ میزد قدمی بهر بهانه — فارغ ز حوادث زمانه

۰۰ نه در جگرش ز عشق تابی — نه بر مژه اش ز شوق آبی

۰۰ نه جامهٔ صابری دریده — نه نالهٔ عاشقی کشیده

۰۰ شب خواب فراغتش ربودی — بر بستر عافیت غنودی

۰۰ روزش در آرزو گشادی — در هر تک و پوی رو نهادی

۰۰ کامی که عنان کش دلش بود — بر وفق مراد حاصلش بود

۰۰ بینا نظر پدر بحالش — خرم دل مادر از جمالش (۲۶)

قیس کا ایک اونٹ تھا جس پہ وہ سوار ہو کر کہیں بھی سفر کرتا تھا۔ اور ہر قبیلے کی طرف وہ رخ کرتے ہوئے ہر حسین اور خوبصورت لڑکی کی تلاش کرتا تھا ———— ایک دفعہ قیس نے چند لڑکیاں دیکھیں جن میں کریمہ نامی ایک لڑکی تھی۔ قیس کا کریمہ سے تعارف ہوا۔ اور وہ اسے پسند کرنے لگا۔ دونوں کے درمیان محبت کی باتیں ہونے لگیں۔ اتنے میں دور سے ایک اور نوجوان نظر آیا۔ تو یہ خوبصورت لڑکیاں اس سے ملنے گئیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سب اس نوجوان کی آمد سے خوش تھیں۔ لہٰذا قیس کو ان سب پر غصہ آیا۔ اور انہیں چھوڑ کر سرگرداں پھرنے لگا۔

۰۰ روزی بهمین طریقه می گشت — ناگه بیکی قبیله بگذشت

۰۰ میکرد بهر طرف نگاهی — از دور بدید جلوه گاهی

خوبان چو ستاره حلقه بسته ‌ ‌ ‌ ماهی بمیانشان نشسته
ماهی نه که روشن آفتابی ‌ ‌ ‌ در هر دل ازو فتاده تابی
شد جانبشان سلام گویان ‌ ‌ ‌ زان ماه نشان و نام جویان
گفتند کریمه نام دارد ‌ ‌ ‌ اصل و نسب از گرام دارد
دستور چو بسوی او راند ‌ ‌ ‌ در ساحت او شتر بخواباند
زانوی شتر ببست و بنشست ‌ ‌ ‌ بنهاد بزانوی ادب دست
دزدیده بسوی او نظر کرد ‌ ‌ ‌ در جان وی آن نظر اثر کرد
خندان خندان شکرشکن شد ‌ ‌ ‌ با او بکرشمه در سخن شد
از لب بسخن شکر همی ریخت ‌ ‌ ‌ لؤلؤ ز عقیق تر همی ریخت
او هم بخوشی جواب میداد ‌ ‌ ‌ وز ساغر لب شراب میداد
قیس از سخنش ز دست می شد ‌ ‌ ‌ ناخورده شراب مست میشد
از جام هم آن دو باده پیمای ‌ ‌ ‌ رفتند بیک دو جرعهٔ از جای
بودند بدین صفت زمانی ‌ ‌ ‌ کز دور پدید شد جوانی
سروی ز ریاض زندگانی ‌ ‌ ‌ پوشیده لباس ارغوانی
بر ناقهٔ تیزگام راکب ‌ ‌ ‌ رخشنده رخی چو نجم ثاقب
بیخواست شدند سوی او باز ‌ ‌ ‌ بگشاده بخیر مقدم آواز
در نغمه بساقشان خلاخل ‌ ‌ ‌ چون در کف مطربان جلاجل
آن شیوه چو دید قیس از ایشان ‌ ‌ ‌ برخاست ز جای خود پریشان(۲۷)

تلاش کے دوران میں قیس کو یہ بتایا گیا کہ فلاں قبیلہ میں ایک حسینہ ہے جس کا نام لیلیٰ ہے — پس قیس نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر قبیلۂ لیلیٰ کا رخ کیا - وہاں لیلیٰ کے خاندان والوں نے اس کا خوب استقبال کیا۔ جب قیس نے لیلیٰ کو دیکھا تو دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔

ایک دفعہ لیلیٰ نے قیس کی محبت کا امتحان لینا چاہا تاکہ اسے قیس کے سچے جذبوں کا یقین آ جائے — چنانچہ ایک دفعہ جب قیس لیلیٰ سے ملا تو لیلیٰ نے اس کی طرف توجہ نہ دی جس کی وجہ سے قیس نے بہت شکستہ خاطر ہو کر کہا:

٥٥ کان رونق کار و بار من کو — وان حرمت اعتبار من کو

٥٥ خوش آنکه چو لیلیم بدیدی — از صحبت دیگران بریدی

٥٥ با من بودی بمن نشستی — با من زسخن دهن نبستی

٥٥ زو خواستمی بروزگاران — عذر گنہ گناهکاران

٥٥ کو با همہ بی گناهی من — یک تن پی عذرخواهی من

٥٥ گر می نشود شفیع من کس — این اشک چو خون شفیع من بس[۴۸]

جب لیلیٰ کو قیس کا محبت سچا ہونے کا یقین آیا تو اس نے قیس سے یہ عہد و پیمان کیا کہ وہ اس کی ہی رہے گی :-

٥٥ شد در رخ او زلطف خندان — گفت ای شہ خیل دردمندان

٥٥ ماهر دو دو یار مہربانیم — وز زخمۂ عشق در فغانیم

٥٥ بیگانۂ تنیم و آشنا دل — پر چنگ زبان و پر صفا دل

٥٥ چین در ابرو اگر فکندم — تا ظن نبری کہ کین پسندم

٥٥ بر روی گره میان مردم — باشد گره زبان مردم

٥٥ عشقت کہ بود ز نقد جان بہ — چون گنج ز دیدها نہان بہ[۴۹]

اس کے بعد قیس کی حالت بدلنے لگی - اور وہ اپنی محبت پر ناز کرنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ اسے مجنون کہنے لگے :-

٥٥ در وصل چو قیس جهد او دید — وین عہد وفا بعهد او دید

٥٥ وسواس محبتش فزون شد — وآن وسوسہ عاقبت جنون شد

٥٥ آمد بجنون ز پرده بیرون — مجنون لقبش نہاد گردون

٥٥ طی گشت بدین لقب سرانجام — از نامۂ دهر قیس را نام

٥٥ در هر محفل کہ جاش کردند — مجنون مجنون نداش کردند

٥٥ او نیز بدین خطاب خوش بود — زین تازه ترانہ ذوق کش بود[۵۰]

مجنون نے لوگوں سے علیحدگی اختیار کی - شروع میں اس کے قبیلے کے لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا - مگر بعد میں اس کی محبت کا راز ان پر ظاہر ہوگیا ——— قیس کے والد نے قیس کو نصیحت کی کہ وہ محبت سے باز آجائے

بالخصوص اس لیئے کہ لیلیٰ اس کی ہم پلہ نہیں - اور دونوں قبیلے، یعنی لیلیٰ اور قیس کے، ایک دوسرے کے دشمن ہیں - مگر قیس نے صوفیانہ انداز میں اپنے والد کو جواب دیتے ہوئے بتایا کہ وہ عشق ہی کی خاطر زندہ ہے - نیز یہ کہ سچا عشق اس دنیا سے نجات حاصل کرنے کا راستہ ہے :-

گفتی کہ شدی زعشق مفتون　　وزجذبۂ عاشقی دگرگون
آری نزنم نفس زانکار　　عشق است مرا درین جہان کار
حاشا کہ درین رہ ایستم من　　جز زندہ بعشق نیستم من
ہر کس کہ راہ عشق ورزد　　در مذہب من جوی نیرزد
عشقت خلاصی دل مرد　　از گردش چرخ بازگون گرد (۵۱)

قیس کے خاندان والے قیس کی کسی دوسری لڑکی سے شادی کی فکر کرنے لگے تاکہ وہ لیلیٰ کو بھول جائے - والد نے قیس کو اس فیصلے سے آگاہ کیا - مگر قیس نے پھر صوفیانہ لہجے میں اپنے کو جواب دیا کہ وہ ایسا دل رکھتا ہے جو دنیا سے نفرت کرتا ہے - اور اس جیسے آزمائشوں کے شکار کے لیئے بہتر یہی ہے کہ جب تک وہ نیلے آسمان تلے زندہ ہے، شادی سے اجتناب کرے - کہتا ہے :-

دارم دلی از جہان رمیدہ　　آن بہ کہ من بلا رسیدہ
تا در خم این رواق باشم　　ز آمیزش جفت طاق باشم
دیوانہ ام از بلند رائی　　دیوانہ چو مرد کدخدائی
من بار خود افگنم زگردون　　در بار کسان چرا دہم تن
جز من نسزد رفیق من کس　　تنہائی من رفیق من بس (۵۲)

چنانچہ مجنون نے لیلیٰ سے ایسے وصال پر اکتفا کیا جو محض بات چیت تک محدود ہے - اور اس نے شادی کے بارے میں نہیں سوچا صرف یہی نہیں، بلکہ اس نے اس معاملے پر ادائے شکر کے لیئے حج بھی کیا - حج کے دوران وہ اکثر لیلیٰ ہی کا ذکر کرتا رہا - کیونکہ یہ محبوب ابدی تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ ہے :-

جب قیس کو لیلیٰ سے ملنے سے منع کیا گیا تو وہ بہت اداس اور غمگین ہو گیا - پھر بھی وہ امر واقعہ کو تسلیم کر کے اپنے آپ کو دلاسا دیتا رہا -

٥٥ کای دل پس ازین صبور میباش   وزهرچه نه صبر دور میباش
٥٥ گر رد تو کرد یار غم نیست   آنروز قبول غیر کم نیست
٥٥ هجری که بود مراد دلبر   وصل است وزوصل نیز خوشتر
٥٥ هرکس که نه بر رضای جانان   دارد هوس لقای جانان
٥٥ در دعوی عشق نیست صادق   نتوان لقبش نهاده عاشق
٥٥ عاشق که بود زخویش رسته   برخود در آرزو ببسته
٥٥ افتاده بخاک نامرادی   خالی زغم وتهی زشادی
٥٥ فارغ زامید وایمن از بیم   بنهاده سری بخط تسلیم
٥٥ ازمحنت روزگار بیغم   با هرچه رسد زیار خرم (۵۲)

قیس اپنی ایک پڑوسن سے لیلیٰ کے احوال واخبار حاصل کرنے لگا - مگر لیلیٰ کے والد کو اس کا پتہ چل گیا تو اس نے پڑوسن کو محلہ بدری کی دھمکی دی - چنانچہ پڑوسن نے قیس کو متنبہ کیا کہ وہ دوبارہ اس کے پاس نہ آئے۔
جب لیلیٰ کا باپ قیس سے تنگ آگیا تو اس نے اس کی خلیفہ سے شکایت کی جس کی بنا پر خلیفہ نے قیس کو قتل کرنے کا حکم دیا - اور یہ حکم نامہ قیس کی موجودگی میں، اور اس کے اہل قبیلہ کے سامنے پڑھا گیا :-

٥٥ کز لیلیٰ وعشق او زند لاف   بیرون ننهد قدم ز انصاف
٥٥ زین پس پی کار خود نشیند   برخاک دیار خود نشیند
٥٥ لیلیٰ گویان غزل نخواند   لیلیٰ جویان جمل نراند
٥٥ یا باز کشد زجست وجویش   لب مهر کند زگفت وگویش
٥٥ برخاک درش وطن نسازد   وز ذکروی انجمن نسازد
٥٥ نی بردمنش ترانه گوید   نی برطلش فسانه گوید
٥٥ منزل نه کند بر آستانش   محفل ننهد ز داستانش
٥٥ آتش نزند بعود هستی   نامش نه کند سرود مستی
٥٥ ور زانکه خلاف این کند کار   باشد بهلاک خود سزاوار
٥٥ هرکس که کند بقتلش آهنگ   برشیشهٔ هستیش زند سنگ

٥٥ بروی دیت وقصاص نبود — سرکوب عام وخاص نبود(۵۴)

جب جدائی کی آگ نے قیس کے دل کو جلایا تو اس نے اپنے والد سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کی شادی لیلیٰ سے کردے۔ چنانچہ قیس کا والد اپنے بزرگان قبیلہ کے ساتھ لیلیٰ کے والد کے پاس گیا۔ اور لیلیٰ کا رشتہ مانگا۔ مگر لیلیٰ کے والد نے یہ کہتے ہوئے شادی سے انکار کردیا:۔

٥٥ گفت این چہ خیال نادرستست — چون خانۂ عنکبوت سست
٥٥ گر این طلب از نخست بودی — درکیش خرد درست بودی
٥٥ امروز کہ حیز زمانہ — پرشد ز نوای این ترانہ
٥٥ یک گوش نماند درجہان باز — خالی ز سماع این سرآواز
٥٥ طفلان کہ بہم فسانہ گویند — این قصہ بکنج خانہ گویند
٥٥ رندان کہ بنای ونوش کوشند — پیمانہ بدین خروش نوشند
٥٥ ناصح کہ نہد اساس تعلیم — از صورت حال ما کند بیم
٥٥ رسوائی ازین بتر چہ باشد — باشد بتر این زہر چہ باشد
٥٥ حاشا کہ پذیرد این تلافی — از پردۂ شعر حیلہ بافی
....
٥٥ خیزید ودر طلب بہ بندید — زین گفت وشنود لب بندید
٥٥ عاری دگرم بسر میارید — من بعد مرا بمن گذارید
٥٥ بر ہرزہ چرا کنم من این کار — بیہودہ کجا برم من این عار
٥٥ آن خس کہ بدیدہ خست خارم — چون دیدۂ خود بدو سپارم
٥٥ زآن کس کہ بدل نشاند تیرم — چون دعوی دل دہی پذیرم(۵۵)

پس اس انکار نے قیس کا آرام چھین لیا۔ اور قیس آنسوؤں کا سیلاب بہانے لگا:۔

٥٥ لیلیٰ جانست ومن تن او — یارب بروان روشن او
٥٥ کانکس کہ مرا از وجدا ساخت — کاری بمراد من نپرداخت
٥٥ در ہر نفسیش باد مرگی — وز زندگیش مباد برگی
٥٥ وانکس کہ دلم فگار کردست — دورم ز دیار و یار کردست

٥٥ جانش چو دلم فگار بادا — وآواره بهر دیار بادا
٥٥ وانکس که زحصلت پلنگی — زد سنگ فراقم از دورنگی
٥٥ پا میخ شکاف سنگ بادش — سر در دهن نهنگ بادش
٥٥ رو بر دل من چو دور خاتم — شد تنگ فراخنای عالم
٥٥ وا کنده به تنگنای این دور — رویم چو نگین بناخن جور
٥٥ بادش ناخن جدا ز انگشت — دستش کوته ز خارش پشت (۵۶)

پھر قیس نے صحرا کا رخ کیا - اور وہاں زندگی گزارنے لگا - ایک دفعہ جب قیس صحرا میں ریت پر بیٹھا لیلیٰ کا نام لکھتا اور آنسوؤں سے مٹاتا تھا، ایک شریف النفس بادشاہ نوفل نامی کا اُدھر سے گذر ہوا - جب نوفل کو قیس کا حال معلوم ہوا تو اس نے قسم کھالی کہ وہ حتیٰ المقدور قیس کی مدد کرے گا - اور اس کی شادی لیلیٰ سے کر دے گا ـــــ چنانچہ نوفل خود لیلیٰ کے والد سے ملنے گیا - اور قیس کے لیئے لیلیٰ کا رشتہ مانگا - مگر لیلیٰ کے والد نے پھر انکار کیا جس کی وجہ سے نوفل کو اس پر غصہ آیا - اور اس نے اس سے جنگ کرنے کی دھمکی دی - پھر بھی لیلیٰ کے والد نے بات نہ مانی اور کہا:-

٥٥ گفتا پدر عروس کای شاه — برتاب عنان خویش ازین راه
٥٥ هرچند که ما نه مرد جنگیم — از جنگ نه آن چنان به تنگیم
٥٥ روزی که زنی تو کوس و نای — ما نیز زنیم دست و پای
٥٥ گر زانکه شویم بر تو فیروز — عیدی باشد خجسته آنروز
٥٥ از پیچش پنجهٔ تو رستیم — وز رنج شکنجهٔ تو جستیم
٥٥ ور زانکه ترا ظفر دهد دست — ما را علم ظفر شود پست
٥٥ پوشم تن آن عروس چالاک — در پردهٔ خون و حجلهٔ خاک
٥٥ واسوده زیم درین غم آباد — از نام عروس و ننگ داماد
٥٥ در خاک نهفته به نگاری — کافتاده بدست خاکساری
٥٥ پوشیده بآن گهر بسنگی — کاید بوی از سفال تنگی (۵۷)

اس کے بعد نوفل کے موقف میں نرمی آگئی - اور اس نے

جنگ کرنے کا خیال چھوڑ دیا جس کی وجہ سے قیس لیلیٰ کے وصال سے مایوس ہو گیا۔ اور نوفل پر غصہ کھا کے کہا :-

°° با نوفل گفت کای ستمگر — ای وعدهٔ تو سراب یکسر

°° رنج از دل من بگفت رفتی — گفتی و نکردی آنچه گفتی

°° لیکن نه ز تست از منست این — بر هر که نه کور روشنست این

°° نامقبلیم علم بر افراخت — واقبال ترا علم بیفراخت

°° من که وسرود عیش سازان — من که وفسون عشوه بازان

°° چون می نکند فسون مرا به — آشفتگی وجنون مرا به (۵۸)

پھر صحرا کا رخ کیا جہاں وہ ہرنیوں سے سرگوشیاں کرنے لگا۔

جہاں تک لیلیٰ کا تعلق ہے تو وہ ایک دفعہ حج کے لیئے گئی - وہاں بنو ثقیف کے ایک امیر آدمی نے اس کو دیکھا تو وہ اسے پسند آ گئی - پس اس آدمی نے لیلیٰ سے شادی کرنے کا پیغام بھیجا جو منظور ہو گیا۔ اور پھر رخصتی بھی ہو گئی - اس کے باوجود ، تمام شعراء کی مثنویوں کے مطابق ، لیلیٰ باکرہ ہی رہی ہے - اس نے اپنے خاوند کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا :-

°° سوگند بصنع صانع پاک — اعجوبه نگار تختهٔ خاک

°° کت بار دگر اگر ببینم — دست آورده به آستینم

°° بر روی تو آستین فشانم — بر فرق تو تیغ کین برانم

°° بر کین تو گر نباشدم دست — خود دست بکشتن خودم هست

°° خود را بکشم بتیغ بیداد — وز دست جفات گردم آزاد (۵۹)

اس بے اعتنائی اور بے توجہی کے باعث رفتہ رفتہ لیلیٰ کا شوہر بیمار رہنے لگا - اور بالآخر قضا کر گیا -

بہر حال لیلیٰ کو قیس سے ملنے اور خط و کتابت کرنے کا موقع کبھی کبھار ملتا رہا - پھر وہ وقت آیا کہ یہ سلسلہ بھی باقی نہ رہا - جس کے نتیجے میں قیس کلی طور پر ہوش و حواس کھو بیٹھا - اور صحرا ہی میں رہنے بسنے لگا۔

آخر میں ایک بدوی نے، جو قیس کی تلاش میں صحرا میں آیا تھا، قیس کو ایک سفید ہرن کو آغوش میں لیئے ایک گڑھے میں پڑا دیکھا۔ اور اس کے ارد گرد درندوں چرندوں کا بڑا ہجوم تھا جو ماتم کر رہے تھے — چنانچہ بدوی نے قیس کو دفن کیا - اور پھر لیلیٰ کے ہاں چلا گیا - اور اس کو قیس کی موت کی خبر دی :-

٥٥ مجنون ز غم تو مرد مسکین — وز هجر تو جان سپرد مسکین
٥٥ کرد دست غزالی اندر آغوش — بر یاد تو شربت اجل نوش
٥٥ جز دام و ددش کسی بسر نه — وز لب کسیش غمی بتر نه
٥٥ من مرده بسر رسیدم اورا — تنها و غریب دیدم اورا
٥٥ رفتم بدیارش از سر سوز — با اهل قبیله اش هم امروز
٥٥ جان خاک ره وفاش کردیم — بردیم و بخاک جاش کردیم
٥٥ این گرد نشسته بر جبینم — راه آورد یست زان زمینم (٦٠)

جب لیلیٰ کو قیس کی موت کا علم ہوا تو وہ حد درجہ دل شکستہ ہوئی - اور اپنی سہیلیوں کی طرف سے قیس کو بھول جانے کی تلقین کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا —— وہ سوکھے پتوں کی طرح مرجھا گئی - پھر بیمار پڑ گئی اور اپنی ماں کو یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد اسے قیس کے ساتھ ایک ہی لحد میں دفن کیا جائے :-

٥٥ ای مریم مهر مهرجوئی — بلقیس سبای نیکخوئی
٥٥ یک لحظه بمهر باش مایل — کن دست بگردنم حمایل
٥٥ روی شفقت بنه برویم — بگشا نظر کرم بسویم
٥٥ زین پیش بگفت وگوی مردم — بر من نامد ترا ترحم
٥٥ نگذاشتیم بدوست پیوند — تا فرقت وی بمرگم افکند
٥٥ مرد او ز غم فراق و من نیز — دل بنهاده ام بمرگ و تن نیز
٥٥ روزم بی او بشب رسیده — جانم محمل بلب کشیده
٥٥ محمل چو به بندد از لبم هم — بهرم فکنی بساط ماتم

٥٥ بین عزقہ بخون نشیمنم را — وز سیل مژہ بشو تنم را
٥٥ از خلعت عصمتم کفن کن — رنگش ز سرشک لعل من کن
٥٥ زان رنگ ببخش رو سفیدیم — کانست علامت شہیدیم
٥٥ از آتش سینہ مجمرم ساز — وز دود جگر معطرم ساز
٥٥ بر بند عصابۂ نیازم — زان ساز بعشق سرفرازم
٥٥ بر رخ داغم زدود غم کش — زان نیل سعادتم رقم کش
٥٥ یاد آر حریف مقبلم را — واراستہ ساز محملم را
٥٥ روی سفرم بخاک او کن — جایم بمزار پاک او کن
٥٥ بشکاف زمین زیر پایش — زن حفرہ بقبر دلگشایش
٥٥ نہ بر کف پای او سرم را — ساز از کف پایش افسرم را
٥٥ تا حشر کہ در وفاش خیزم — آسودہ ز خاک پاش خیزم(۹۱)

لیلیٰ کی رحلت کے بعد کے مراحل کو جامی یوں بیان کرتا ہے :-

٥٥ خاکش بجوار دوست کندند — در خاک چو گوہرش فکندند ...
٥٥ پہلوی ہم آن دو گوہر پاک — خفتند فراز بستر خاک
٥٥ شد روضۂ آن دو کشتۂ غم — سر منزل عاشقان عالم(۹۲)

لیلیٰ و مجنون
مکتبی شیرازی (۶۳)

مکتبی شیرازی کے ہاں لیلیٰ مجنوں کا قصہ اس طرح ہے کہ عربوں کا کوئی بادشاہ تھا جس کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ مگر اولاد نہ تھی۔

۰۰ از هرچه کرم کند خداوند — بودش همه چیز غیر فرزند (۶۴)

بادشاہ نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خوبصورت فرزند عطا فرمایا :۔

۰۰ آمد بسر لیش چون فرشته — از قالب جان تنش سرشته (۶۵)

بچے کا نام قیس رکھا گیا۔ جب قیس دس سال کا ہو گیا تو اس کو مکتب میں داخل کیا گیا جہاں لیلیٰ بھی پڑھتی تھی۔ لیلیٰ بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔ جب قیس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہو گیا :۔

۰۰ چون دیده قیس دید رویش — شد عاشق صورت نکویش

۰۰ رفت آتش دل بهر رگ و پی — چون شعله سوزناک در نی

۰۰ تخم غم عشق شد دل او — از رگ زده ریشه در گل او (۶۶)

رفتہ رفتہ اس محبت کا راز کھل گیا۔ اور لیلیٰ کی ماں کو بھی اس کی خبر معلوم ہوئی۔ چنانچہ ماں نے لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا جس کی وجہ سے لیلیٰ کو بہت غم ہوا —— جب ماں نے اپنی بیٹی لیلیٰ کی یہ حالت دیکھی تو اس نے اسے نصیحت کی اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی کہ وہ اس کے والد کو سب کچھ بتا دے گی۔ چنانچہ لیلیٰ نے رو رو کر ماں سے کہا :۔

۰۰ ای مادر مهربان بیندیش — این سوخته را مسوز ازین بیش

۰۰ برخار کشیدنم نشستی — خار دگرم بدل شکستی

۰۰ خستی چو بنیش خارم اندام — جلاد شمارمت نه حجام

۰۰ نتوان بفسون زعشق رستن — بر مرده چه سود زخم بستن

۰۰ آتش بنشانم از توانی — نی آنکه بر آتشم نشانی

۰۰ زین بحر بر آر چون حبابم — نی آنکه فرو بری در آبم (۶۷)

دوسری طرف جب قیس لیلیٰ کو دیکھنے سے محروم ہو گیا تو اس نے صحرا کا رخ کیا۔ اور لوگ اسے مجنوں کہہ کر پکارنے لگے :-

"زاشفتگی دل خرابش | مجنوں شدہ در جہان خطابش (۹۸)

اس کے بعد قیس کا والد اپنے بیٹے قیس کی لیلیٰ سے شادی کر دینے کی خاطر لیلیٰ کے والد کے پاس گیا۔ اور اپنا مدعا بیان کرنے لگا :-

"گفت این گہر ستودہ من | قیس هنر آزمودہ من
"گر زانکہ پسندہ تو باشد | داماد نہ، بندہ تو باشد
"دانی کہ کم از تو نیست گنجم | وزہر چہ طلب کنی نرنجم
"گر محترمم کنی بپیوند | فرزند مرا دهی تو فرزند (۹۹)

لیکن لیلیٰ کے والد نے یہ کہتے ہوئے اس شادی سے انکار کر دیا:-

"فرزند تو ہست دیو سرکش | با دیو فرشتہ چون بود خوش
"صد جغد بہر خرابہ یابی | جا کردہ خراب در خرابی
"بر دختر خویش چون پسندم | کورا بخرابہ حجلہ بندم ؟
"آنکہ بخدای خورد سوگند | کین رشتہ نمیرسد بپیوند
"جولاہ کہ رشتہ سخت بستہ | از سوی دگر شود گسستہ
"دختر ندہم، اگر برابر در | باکوہ زرم کنی برابر (۷۰)

اس انکار کے بعد قیس کی حالت مزید بگڑ گئی۔ چنانچہ اس کا والد اسے ایک بزرگ فقیر کے پاس لے گیا تاکہ اس فقیر سے قیس کی اس محبت سے شفا پانے کے لئے دعا کروائے۔ لیکن جب دونوں اس بزرگ فقیر کے پاس گئے۔ اور قیس کے والد نے اس کو سارا قصہ سنایا تو فقیر کانپ گیا۔ اور اس بات سے انکار کر دیا کہ قیس کی شفا کے لئے دعا کرے :-

"زاهد چو حدیث عشق بشنید | لرزید چنانکہ کوہ لرزید
"از گریہ کہ سنگ کوہ را رفت | نی کوہ کہ سنگ خارہ را سفت
"گفتا زمن این دعا روا نیست | کامین کسیش در قفا نیست
"در عشق کہ آتشیست معلم ؟ | با داست فسون ہر دو عالم

٥٥ گر جملہ سپہر باد گیرد — قندیل ستارگان نمیرد
٥٥ زنجیری عشق بایدش بود — کین سلسلہ میرسد بمقصود
٥٥ پروانہ کہ شمع برق نور است — از سوزش عشق غرق نور است (۴۱)

پھر مجنوں کے لیئے دعا کی :-

٥٥ گفت این وفتاد دیدہ پر خون — با قد چو نون بپای مجنون
٥٥ بگریست کہ یارب این جوانمرد — ھرگز مدھش خلاص از این درد
٥٥ سوز ابدی دہ از عطایش — وانگہ بعدم فکن دوایش
٥٥ سوزی کہ از او حیات خیزد — تن سوزد واستخوان بریزد
٥٥ در عشق بہر دلش گران کن — بروی دل یار مہربان کن (۴۲)

چنانچہ جب مجنوں نے بزرگ کی یہ دعا سنی تو لاشعوری طور پر آمین کہہ اٹھا :-

٥٥ مجنون ز دعای آن شہ دین — برجست زجا زبان پر آمین (۴۳)

اور پھر صحرا کا رخ کیا جہاں وہ مارا مارا پھرتا رہا۔
کچھ عرصے بعد جب اس کا والد اس کے پاس گیا تو قیس اس کو پہچان نہ سکا۔ چنانچہ والد بہت متفکر اور حزین ہوا۔ آخر میں اسے یہ ترکیب سوجھی کہ مجنوں کو کعبہ کی طرف لے جایا جائے۔ وہاں اس کے لیئے دعا کی جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرمائے۔
کعبہ میں حاضر ہو کر والد نے قیس سے کہا :-

٥٥ گفت این در کعبہ است برخیز — در حلقہ زلف کعبہ آویز
٥٥ گو یارب ازین بلا رہانم — وز دست دلم ستان عنانم
٥٥ از تیرہ شب غم سیہ روز — زین روز مرا چراغ افروز
٥٥ ثابت قدمم کن از اقامت — زین تفرقہ ام دہ استقامت
٥٥ از محنت لیلیم برون آر — مجنونیم از دماغ بردار (۴۴)

تو مجنوں نے کیا دعا کی !!

٥٥ مجنون چو بکعبہ دید خیلی — رو کرد سوی دیار لیلی
٥٥ گفتا منشان ز لطف یارب — چون اخگر از استخوانم این تب

٥٥ در دل غم لیلیم فزون کن — جز مہروی از دلم برون کن
٥٥ ہر کس کہ ز لیلیم دہد پند — از قفل عدم زبان او بند(۷۵)

اور پھر صحرا کا رخ کیا۔

دوسری طرف لیلیٰ مجنوں کی جدائی میں بیمار پڑ گئی۔ اس کے والد اور والدہ بہت متفکر ہوئے۔ انہوں نے اس کے لیئے بڑے ماہر طبیب کی تلاش کی۔ جب طبیب آیا اور لیلیٰ کا معائنہ کیا تو اس کو پتہ چل گیا کہ یہ بیماری عشق ہے۔ چنانچہ اس نے لیلیٰ کے بارے میں پوچھا۔ اور اس کا سارا قصہ سنا۔ پس وہ صحرا میں قیس کے پاس گیا۔ اور اس کو لیلیٰ کی بیماری کی خبر دی تو قیس نے اس کو لیلیٰ کے لیئے ایک گلدستہ دے کر یہ پیغام بھیجا:۔

٥٥ کای سوز تنت عذاب جانم — درد تو جراحت نہانم
٥٥ شربت بلبت حیات جان باد — درد تو نصیب دوستان یاد
٥٥ آب خضری، مباد گردت — درمان دلی، مباد دردت
٥٥ خواہم بعیادت آیمت پیش — لیکن ندہد رہم بد اندیش
٥٥ زان تب کہ ز شوق در تو پیوست — در سینۂ من ہم آتشی ہست(۷۶)

جب لیلیٰ نے قیس کا گلدستہ دیکھا تو اسے پکڑ کر سونگھا۔ اور فوراً ہی صحت یاب ہوگئی:۔

٥٥ لیلیٰ کہ گلش بدید در دست — از بستر تب چو شعلہ برجست
٥٥ آن دستۂ گل گرفت و بو کرد — در دم گل سرخ شد، گل زرد(۷۷)

ایک دفعہ لیلیٰ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں گئی۔ وہاں ابن سلام نامی ایک نوجوان نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ اس پر عاشق ہوگیا۔ پھر ابن سلام کے والد نے لیلیٰ کا رشتہ مانگا۔ اور منظور ہوگیا۔ مگر رخصتی چند دن کے لیئے لیلیٰ کی مکمل طور پر صحت یابی تک ملتوی کر دی گئی۔

نوفل نامی ایک عظیم الشان بادشاہ نے جب مجنوں کی حکایت سنی۔ اور اس کو یہ پتہ چلا کہ لیلیٰ کی شادی مجنوں سے نہیں، ابن سلام سے ہونے والی ہے تو وہ بہت رویا۔ اور یہ قسم کھائی کہ وہ قیس کی بھرپور مدد کرے گا۔

اور پھر مجنوں کی طرف چلا گیا۔

نوفل بادشاہ کی قیس سے ملاقات ہوگئی۔ اور پھر نوفل قیس کو ساتھ لے گیا۔ اور لیلیٰ کے والد کو پیغام بھیجا کہ لیلیٰ کی قیس سے شادی کردی جائے مگر لیلیٰ کے والد نے پھر انکار کردیا جس کی وجہ سے نوفل بادشاہ اور لیلیٰ کے والد کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ مگر مجنوں کو یہ گوارا نہیں ہوا کہ اس کی لیلیٰ کے قبیلے والوں کے خون بہہ جائیں۔ چنانچہ وہ خود لیلیٰ کے قبیلہ والوں کے پاس گیا تاکہ ان سے درخواست کرے کہ وہ جنگ بند کردیں۔ مگر جب لیلیٰ کے قبیلہ والوں نے اس کو دیکھا تو اسے گرفتار کرلیا۔ اور زنجیروں سے بند کردیا۔ جب صبح ہوئی۔ اور فریقین جنگ کے لیے پھر تیار ہوگئے تو لیلیٰ کے قبیلہ والے قیس کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے نوفل کے پاس لے گئے۔ اور اس کو صلح پر مجبور کردیا۔ اور پھر جنگ بند ہوگئی۔ اور قیس نے دوبارہ صحرا کا رخ کیا۔

دوسری طرف لیلیٰ کی رخصتی ابن سلام کے ساتھ ہوگئی۔ اور قیس کی حالت مزید بگڑ گئی۔ پھر تھوڑے عرصے بعد مجنوں کا والد مر گیا جس کی وجہ سے مجنوں کا غم دوگنا ہوگیا۔ وہ صحرا ہی میں زندگی بسر کرتا رہا۔

مجنوں کا ایک ماموں تھا جس کا نام سلیم تھا۔ سلیم اس کے پاس گیا۔ اور اس کو نصیحت کی۔ اور اس کو ماں کی یاد دلائی:۔

؎ کای خار کنان دشت وکہسار	در بارگہ تو نقش دیوار
؎ ای از پی خضر عقل ناگاہ	غول هوست ربودہ از راہ
؎ تا چند بدن بسنگ سائی	بر سنگ سبوی آزمائی
؎ بیچارہ پدر بداغ کشتی	هم نرم نگشتی از درشتی
؎ اکنون زغمت چو دود مادر	تا فرق سرست غرق آذر
؎ زان رشتہ کہ صبح وشام رلیسد	مشکل کہ کفن تمام رلیسد
؎ باز ای کہ زندگی سر آرد	جان با تو وتن بگل سپارد(۷۸)

پھر خود قیس کی ماں اس کے پاس گئی۔ اور اس کی منت سماجت کی کہ وہ گھر واپس آجائے۔ مگر مجنوں نے ماں کا یہ جواب دیا:۔

٥٥ مجنون بجواب مادر پیر — گفتا چہ کنم چو رفت تقدیر
٥٥ جرمم از تو نہ از من حزین بود — کز بطن تو سر نوشتم این بود

٥٥ من بالغ عشق روی یارم — مادر چہ کنم ، نہ شیر خوارم
٥٥ شیر تو مرا چہ سود در دشت — چون زہر فراق کارگر گشت

٥٥ من غرقہ تو در کنار این آب — دور است زگرد آب گرداب
٥٥ این زاری حال بر ز پیشم — بگذار بحال زار خویشم
٥٥ من شیفتہ جمال یارم — پروای کس دگر ندارم (۷۹)

مجنوں یہ کہہ کر صحرا کی طرف چلا گیا۔ اور ماں ملول وحزین گھر لوٹ آئی۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد ماں بھی وفات پا گئی جس کے باعث قیس کی حالت اور دگرگوں ہو گئی :-

٥٥ بگریست کہ ای خجستہ مادر — نادیدہ برفتی از برابر
٥٥ غمخوار من از جہاں تو بودی — رفتی و غمم بغم فزودی (۸۰)

دوسری طرف جب ابن سلام لیلیٰ کے وصال سے محروم رہا۔ اس نے یہ دیکھا کہ لیلیٰ اس سے نہیں ، بلکہ قیس ہی سے محبت کرتی ہے تو وہ غیرت سے جل گیا۔ اور قیس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ قیس کو قتل کرنے کے لیئے ابن سلام صحرا چلا گیا جہاں درندوں نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور قیس اس سازش سے بچ گیا۔ اور پھر لیلیٰ سے ملاقات کرنے کے لیئے لیلیٰ کے پاس گیا جہاں دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے دل کی بات سنائی :-

٥٥ لیلیٰ بگریست پیش مجنون — کای زخمگہ جفای گردون
٥٥ ای ہر رگ تن عذاب جانت — دندان اجل بر استخوانت

٥٥ زین غصہ کہ ماہ وسال داری — چونی وچگونہ حالی داری
٥٥ از روز وشب ستارہ سوزت — چون میگذرد شبان و روزت

٥٥ بی یاد توام چو کشت بی آب — با نام توام چو باغ سیراب
٥٥ بیروی تو نام ہر کہ خوانم — نام تو برآید از زبانم

٥٥ خواهم که چو سایه روز و شبها	با تو سر و پا نهم بیکجا
٥٥ در باغ زمانه تا دم مرگ	باشیم بسایه یکی برگ
٥٥ پیچیم بهم چو طفل و دایه	خوش نیست یکی تن و دو سایه (۸۱)
٥٥ مجنون چو شنید گفت لیلیٰ	از گریه بخون تپید خیلی
٥٥ گفتا ای گل باغ زندگانی	سرمایه عیش جاودانی
٥٥ ای کرده بعرصه حیا تم	از بازی غائبانه ما تم
٥٥ گفتی که چگونه؟ چه گویم	برخود بکدام مرگ مویم
٥٥ عشق تو مرا جان بر آورد	بنیاد من از جهان بر آورد
٥٥ رخسار تو جان من تبه کرد	خورشید تو روز من سیه کرد
٥٥ هجران تو منجنیق غم ساخت	و زهر دو جهان برونم انداخت
٥٥ از زلف تو رو بکوهسارم	زنجیری حلقه های مارم (۸۲)

پھر دونوں جدا ہو گئے - ایک عرصے بعد لیلیٰ بیمار پڑ گئی - اور بالآخر مر گئی:-

٥٥ لیلی بگذشت ازین گذرگاه	صد قافله جان خلق همراه
٥٥ بگذشت چو آفتاب گردون	جان بر لب و لب بیاد مجنون (۸۳)

جب قیس کو لیلیٰ کی وفات کا علم ہوا تو روتے روتے لیلیٰ کے گھر گیا - وہاں اس نے لیلیٰ کی نعش کو آغوش میں لے لیا - اور یہ کہتے ہوئے جان دے دی:

٥٥ بی تو بجهان خزان دلسوز	وندر عدم از رخ تو نوروز
٥٥ آن تیر اجل که بر تو خوردست	در من بتر از تو کار کردست
٥٥ شادم که بوصلت ای دل افروز	نزدیکترم کنون که هر روز
٥٥ زین ره که شدی و واپسم من	تا چشم بهم زدی رسم من
٥٥ گفت این و جنازه پوش بگشاد	رخ بر قدمش نهاد و جان داد (۸۴)

لیلیٰ و مجنون

عبداللہ ہاتفی (۸۵)

عبداللہ ہاتفی اپنی مثنوی میں یہ قصہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ عربوں کا ایک بادشاہ تھا جو بوڑھا اور بے اولاد تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرکے اسے ایک بچہ عطا فرمایا جس کا نام قیس رکھا گیا۔

بچپن سے قیس اپنی دایہ کے پاس چین سے نہیں بیٹھتا تھا۔ اس کے پاس وہ ہمیشہ روتا رہتا تھا۔ اور کسی کو اس کے رونے کا کوئی سبب معلوم نہ تھا۔ ایک دن، ایک نہایت حسین لڑکی نے قیس کو اٹھایا تو قیس نے رونا بند کردیا۔ اس حسینہ نے اسے اپنے منہ سے قریب تر کردیا تو قیس بہت مسرور ہوا —— پس قیس کا دل اس کے ساتھ لگا۔ اور وہ اب نہیں چاہتا تھا کہ اپنی دایہ کے پاس واپس جائے۔ لہٰذا لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ قیس کو خوبصورت چہروں سے تسکین ملتی ہے۔ اور جس کسی نے قیس کو دیکھا اس نے یہ اندازہ لگالیا کہ آئندہ چل کر یہ بچہ محبت کی وجہ سے دیوانہ ہوجائے گا۔

جب قیس کچھ بڑا ہوگیا تو اسے مکتب میں داخل کرادیا گیا۔ مکتب میں لیلیٰ نامی ایک لڑکی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ لیلیٰ بڑی خوبصورت تھی۔ چنانچہ قیس نے لیلیٰ کو جب دیکھا تو اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اسی طرح لیلیٰ بھی قیس سے محبت کرنے لگی:۔

"لیلیٰ نامی سمن عذاری   غنچہ دہنی سخن گذاری

"باروی گل و بموی سنبل   خندان چمنی ز سنبل و گل

"شیرین حرکات و عشوہ انگیز   از خندۂ شکرین شکر ریز

"چشمی و ہزار ناز با او   صد گونہ کرشمہ اش در ابرو

"از شکر لب شکرستانی   وز سنبل زلف بوستانی

"بادام دو چشم آب سمن بر   گردیدہ نہال ناز را بر

"آن ہر دو ہلال ابروان نام   از وسمہ دو برگ سبز بادام

"رشک سمن آمدش بر و پشت   چون غنچۂ زنبق ہر انگشت

"ہر ناخن ان نگار رعنا   چون برگ شقایق زحنا

٥٥ رخسارهٔ دلفریبش آبی — گوئی ذقنش بران حبابی

٥٥ شد خال که زد ز نیل بر رو — نیلوفر باغ عارض او

٥٥ زان پای که در نگار بسته — سرویست زلاله زار رسته

٥٥ آن دلبر شوخ چشم زیبا — آراسته از پرند و دیبا

٥٥ از معجز و موی آن دلفروز — در عالم دلبری شب و روز

٥٥ آن گلشن حسن را به یک بار — شد قیس بنقد جان خریدار

٥٥ لیلیٰ چو رفیق خویش دیدش — او نیز بمهر دل خریدش

٥٥ عشق آمد و در دو سینه جا کرد — خود را به دو یار آشنا کرد

٥٥ دادند دل آن دو یار باهم — گردید بنای عشق محکم

٥٥ در خانهٔ صبر آتش افتاد — شد خرمن ننگ و نام برباد

٥٥ گشتند ز جام عاشقی مست — دادند عنان عقل از دست (۸۶)

رفتہ رفتہ قیس اور لیلیٰ کی محبت کا راز لوگوں پر کھل گیا:۔

٥٥ هر طفل که شب شدی بخانه — میگفت به مادر آن فسانه

٥٥ آن گوهر راز سفته گردید — آن سر نهفته گفته گردید

٥٥ آن راز نهان علامتی شد — وز بهر دو تن ملامتی شد

٥٥ از ترس زبان عیب گویان — بودند نهان وصال جویان

٥٥ نظارهٔ هم نه فاش کردی — بیگانه صفت معاش کردی

٥٥ کردی بهزار حیله گاهی — در دیدهٔ بیکدیگر نگاهی

٥٥ ایشان غم دل بکس نگفتند — راز خود از ین و آن نهفتند

٥٥ لیک آه و فغان صبحگاهی — میداد بران سخن گواهی

٥٥ زان گلشن عشق آن دو دلجوی — میبرد صبا بهر طرف بوی (۸۷)

تو لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا گیا:۔

٥٥ زین پس بنشین بخانهٔ خویش — بدنام مکن مرا ازین بیش

٥٥ بربند ز خواندن سبق لب — زین بیش مرو دگر بمکتب

٥٥ گر پای نهی ز خانه بیرون — گویم که پدر بریزدت خون (۸۸)

اب قیس لیلیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ اس نے صحراؤں اور پہاڑوں کی طرف رخ کیا۔ اور کسی کی، گھر واپس آنے کی نصیحت نہ مانی۔ قبیلہ کے بزرگوں نے یہ مشورہ دیا کہ قیس کی لیلیٰ سے شادی کر دی جائے۔ مگر لیلیٰ کے باپ نے شادی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں قیس دیوانہ ہے:۔

گفتش بجواب مرد عاقل	کای مهتر و بهتر قبایل
گویم سخنی اگر بسنجی	باید که ز راستی نرنجی
فرزند تو زشت و تند خویست	دیوانه و تند و هرزه گویست
هر کس که دمی باو نشیند	او نیز سزای خویش بیند
دانی که مرا نه با تو جنگ است	نه از تو و خویشی تو ننگ است
این کار ولی نه کار سهل است	دیوانهٔ تو نه یار اهل است
در نوش تو صد هزار نیش است	وین مرهم تو بلای ریش است
اصلاح پذیر نیست مجنون	از ورطهٔ عقل رفته بیرون
مجنون ترا نه آب رویست	بازیچهٔ طفلکان کویست
در شهر بود بیاوگی فاش	منزل شده در میان اوباش (۸۹)

چنانچہ منگنی کی اس نشست میں قیس کو بلایا گیا تاکہ لیلیٰ کے لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ اور انہیں یقین آجائے کہ قیس کوئی پاگل نہیں، بلکہ بڑا عقلمند اور سمجھدار شخص ہے۔

پس قیس کو بلایا گیا۔ وہ بڑے وقار کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ اور بڑی عقلمندی کی باتیں کرنے لگا۔ اچانک لیلیٰ کا کتا مجلس میں آگیا۔ تو قیس نے جلدی سے سگ لیلیٰ کو آغوش میں لے لیا۔ اور اس سے سرگوشیاں کرنے لگا:۔

ناگه سگی از سگان لیلی	زان سو بگذشت با طفیلی
مجنون چو بدید کان سگ کیست	زد نعره و زار زار بگریست
برجست ز جای خویش آزاد	از شوق بدست و پایش افتاد
مالید به پشت پای او روی	کین پای گذشته است از ان کوی
آورد بجرمتش در آغوش	خارید بنا خنش سر و گوش

۰۰ کای شیر خصال اژدها فر — هستی همه منفعت سراسر
۰۰ فریاد و فغان تو سحرگاه — شد رهبر کاروان گمراه
۰۰ آمد ز میان آفرینش — چشم تو چهار بهر بینش
۰۰ داری بگدا ازان سبب جنگ — کز بهر شکم چرا کشد ننگ
۰۰ ای من سگ تو تو شیر زاده — در گردن من دست قلادہ (۹۰)

چنانچہ لوگ ہنس پڑے۔ اور نتیجۃً منادی کی کوششیں ناکام ہوگئیں۔

دوسری طرف ابن سلام نامی ایک آدمی نے اپنے بیٹے کے لیے لیلیٰ کو پیغام بھیجا جو منظور ہوا۔ اور پھر اسی لڑکے کے ساتھ لیلیٰ کی رخصتی ہوگئی ـــ شوہر نے لیلیٰ کے قریب آنے کی کوشش کی۔ مگر لیلیٰ نے انکار کرتے ہوئے اسے برا بھلا کہا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اس نے اس کے منہ پر زبردست تھپڑ مارا:

۰۰ آمد بسوی عروس داماد — باخاطر خرم و دل شاد
۰۰ در پہلوی آن نگار بنشست — میخواست کہ سوی او برد دست
۰۰ بر روی زدش طپانچۂ سخت — زان گونہ کہ در فتاد از تخت
۰۰ گفتش چہ خیال خام داری — گل بوی مکن ز کام داری
۰۰ در میوۂ من مبین تو گستاخ — کین میوہ امانتست بر شاخ
۰۰ این مرغ نمیشود ترا رام — وین کار نمیرسد بانجام
۰۰ این تخت مقام تاج داریست — وین خطبہ بنام شہریاریست
۰۰ زین بیش مکن شکنجہ خود را — بیہودہ مساز رنجہ خود را
۰۰ گر کوزہ کند فلک ز خاکم — دستت نرسد بدست پاکم
۰۰ برخیز تو فکر کار خود کن — اندیشۂ روزگار خود کن
۰۰ خلوتگہ من ترا حرم نیست — مجنون من از تو کم نیست
۰۰ دہقان بخشیدہ میوۂ باغ — خواہد کہ برایگان خورد زاغ
۰۰ آن سوختہ در نیاز مندی — لیلیٰ بمقام خود پسندی
۰۰ ہر چند کہ سعی کرد داماد — آن در بکلید سعی نکشاد

٥٥ حاصل چو نشد از و مرادش — آخر ز غضب طلاق دادش (۹۱)

قیس کو جب لیلیٰ کی شادی کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بڑا اداس اور غمگین ہوگیا۔ پھر اس نے لیلیٰ کو خط لکھا :-

٥٥ کای مہر سپہر بی وفائی — پیمان شکن این چنین چرائی

٥٥ کو تاج وفا ترا تبارک — دلدار نوت بود مبارک

٥٥ کو آن ہمہ عہد و قول و سوگند — کو شرط طریق مہر و پیوند

٥٥ گر عہد شکست و گر وفا رفت — حق نمک از میان کجا رفت

٥٥ ہرچند شدی بغیر دمساز — ما را ز نظر چنین مینداز

٥٥ یار نو اگرچہ دلپذیر است — از یار کہن کجا گزیر است

٥٥ گر سرخ گلست حسن گلزار — باشد خس و خار نیز در کار

٥٥ دانی بمنت چہ وعدہا بود — ہرگز بتو این گمان کجا بود

٥٥ بنگر زغمت چہا کشیدم — بہر تو چہ طعنہا شنیدم

٥٥ آخر ز تو بہرہ دیگری برد — وز نخل تو میوہ دیگری خورد

٥٥ در کار تو رفت عقل و دینم — آخر ز تو بود بہرہ اینم

٥٥ گاہم بہ سخن فریب دادی — با وعدہ گہی شکیب دادی

٥٥ ای کج سخن دروغ وعدہ — وی دلبر بی فروغ وعدہ

٥٥ نہ از تو و یاریت امیدی — نی بر تو چو عمر اعتمیدی

٥٥ گر انیست ترا وفا روا نیست — عمری تو و عمر را وفا نیست

٥٥ رفتی بعبث نگارم از دست — از دست رود نگار پیوست

٥٥ من در غم تو بجان گدازی — تو با دگری بدلنوازی

٥٥ از ہجر توام بسوخت سینہ — در سینہ ترا ہزار کینہ

٥٥ لعل تو بکام غیر شکر — ہست از پی سوزش من اخگر

٥٥ من بی تو گرفتہ ام کناری — آسودہ تو در کنار یاری

٥٥ یک ذرہ ترا وفا نباشد — آئین تو جز جفا نباشد (۹۲)

لیلیٰ نے بھی اسے اس کا جواب دیا :-

ای عاشق دردمند چونی   وی بی دل مستمند چونی

عهدی که نخست با تو بستم   آن عهد بجاست تا که هستم

تهمت زده گر شدم ز دونی   نگرفت بمن ولی فسونی

این لب که شراب لاله گون است   بر هر که بغیر توست خون است

ناسفته بود در ثمینم   ننشسته مگس بر انگبینم

افسانهٔ کس نکرده ام گوش   پس ماندهٔ کس نگشته این نوش

دانی که مرا نبود باری   در بستن عقد اختیاری

چیزی که باختیار من بود   زان مدعیت نگشت خوشنود

یک دم نرود غمت ز یادم   تا ظن نبری که بی تو شادم

از طعنهٔ تلخ لب مکن تر   زهرم مچشان بطعم شکر

چندین گلهای طعنه آمیز   بر ریش دلم شود نمک ریز

از آتش آه تست سوزم   وز دود دلت سیاه روزم

من هم ز غم تو ناتوانم   وز هجر بلب رسید جانم

گر هست دوای ریش مرهم   اندر سر ریش میرود هم

یاری و چه یار مهربانی   اما چه کنم که بدگمانی

رنجیده شوی ز هیچ ناگاه   با خوی تو چون کند کسی آه

چندین چه زنی ز طعنه تیغم   من کشته شدم بجور دریغم

کم کن ز عتاب شرمسارم   من خود ز تو انفعال دارم (۹۴)

قیس نے صحرا کا رخ کیا جہاں وہ گھومتا پھرتا رہا۔

ایک دن نوفل نامی ایک بادشاہ کا گذر قیس کے پاس سے ہوا تو اس نے اس کا حال معلوم کیا۔ پس جب قیس کے حالات نوفل کو معلوم ہوئے تو نوفل کو اس پر رحم آیا۔ چنانچہ اس نے قیس کے لیئے لیلیٰ کے والد کے پاس سفارش کرنے کا ارادہ کیا کہ لیلیٰ سے قیس کی شادی کر دی جائے۔ مگر لیلیٰ کے والد نے پھر بھی انکار کر دیا جس کی وجہ سے فریقین، یعنی نوفل اور لیلیٰ کے والد، کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں نوفل بادشاہ کو لیلیٰ کے والد پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور ساتھ ہی لیلیٰ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

جب نوفل نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ اور یہ سوچنے لگا کہ قیس کو لیلیٰ سے محروم کر کے وہ خود لیلیٰ سے شادی کرے۔ چنانچہ نوفل نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ زہر کا ایک پیالہ تیار کرے — غلام نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک پیالہ تیار کیا۔ مگر قیس کے بجائے خود نوفل نے غلطی سے زہر کا پیالہ پی لیا۔ اور مر گیا :-

٥٥ از گردش بی ثبات گردون — لیلیٰ شده بود اسیر مجنون

٥٥ نوفل چو بدید روی لیلیٰ — گفت این صنمست بامن اولیٰ

٥٥ زو پای دلش بماند در گل — شد عاشق زار او بصد دل

٥٥ گفتا اگرش دهم بمجنون — با این دل زار چون کنم چون

٥٥ ور عقد ز بهر خویش بندم — مردم همه سرزنش کنندم

٥٥ آن به که بزهر کار مجنون — سازم که رهم ز بار مجنون

٥٥ آن خار چو بر نخیزد از راه — این کار نمیشود بدلخواه

٥٥ فرمود که شربت هلاهل — سازند ز بهر مرد غافل

٥٥ چون محرم شاه شربت زهر — آورد بمجلس از سر قهر

٥٥ آن قصه که بود رفتش از یاد — آن کاسهٔ زهر را به شه داد

٥٥ شاه از سر سهو خورد زهری — زان نوش نديد هيچ بهری [۹۴]

اس کے بعد لیلیٰ اپنے والد کے گھر واپس گئی۔ اور قیس نے صحراؤں اور پہاڑوں کی طرف ایک بار پھر اپنا رخ کیا —— زندگی کا پہیہ چلتا رہا۔

ایک دفعہ لیلیٰ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا مجنون مر گیا ہے :-

٥٥ یک شب بهزار عشوه و ناز — در خواب شدن آن عروس طناز

٥٥ دید آن بت سرو قد موزون — در خواب که مرده است مجنون

٥٥ از غایت اضطراب آن شب — بیدار شد آن نگار در تب

٥٥ لیلیٰ که یگانهٔ زمان بود — با مهر سپهر توامان بود

٥٥ در اوج گرفت آفتابش — وز تابش تب نماند تابش

٥٥ تبخاله بران لبان چون نوش — با خال سیاه شد هم آغوش
٥٥ از آتش تب چو عارضش سوخت — همچون گل آتشین برافروخت
٥٥ افروخت ز تاب تب عذارش — آتشکده گشت لاله زارش (۹۵)

لیلیٰ اس خواب کی وجہ سے اتنی گھبرا گئی کہ یہ اس کی موت کا سبب بنا۔ مرنے سے پہلے لیلیٰ نے وصیت کی کہ قیس سے یہ کہا جائے:-

٥٥ لیلیٰ ز غم تو رفت در خاک — پاک آمد و رفت همچنان پاک
٥٥ گور است کنون طرب سرایش — خشت لحد است متکایش
٥٥ هر شمع که بر مزار سوزد — از آتش مهر تو فروزد
٥٥ لوحی که نهاده بر سر خاک — گردیده زبان حال آن پاک
٥٥ تا با تو کند دمی حکایت — وز جور جهان کند شکایت
٥٥ سنگیش که بر سر مزار است — از کوه غم تو یادگار است
٥٥ هر داغ که بر دلش نهان است — مهری ز نگین مهربان است

- - - - - - - - - - - - - - -

٥٥ بر بستر خاک بی ملامت — همخوابه شویم تا قیامت
٥٥ من زان توام تو زان من باش — من جان توام تو جان من باش (۹۶)

جب قیس کو لیلیٰ کی موت کی خبر معلوم ہوئی تو وہ اس کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گیا -

عذری [پاکدامن پر مبنی] محبت کی دوسری کہانیوں کے برعکس، لیلیٰ و مجنوں کی کہانی فارسی ادب میں منتقل ہوگئی - فارسی زبان کے بڑے بڑے شعراء کے ہاں اسے حد درجہ مقبولیت حاصل ہوئی - بلکہ عربی ادب میں اس قصے کی طرف جو توجہ دی گئی، وہ فارسی ادب کے مقابلے میں بمراتب ہیچ ہے ـــــ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن بڑے شعراء نے اس قصے کو فارسی ادب کا جامہ پہنایا تھا، وہ صوفی تھے - انہیں لیلیٰ مجنوں کی کہانی میں ایسی خصوصیات نظر آئیں جو عذری محبت کی دیگر کہانیوں میں نہ مل سکیں - کیونکہ عذریوں میں سے مجنوں سب سے زیادہ محروم عاشق رہا - اس نے لیلیٰ سے محبت کی - اس کا ذکر اپنی شاعری میں کیا - نتیجتہً اسے لیلیٰ سے محروم کر دیا گیا - اور بقیہ زندگی وہ لیلیٰ کی تلاش میں سرگرداں رہا -

راہِ عشق میں ان صعوبتوں اور محرومیوں کے نتیجے میں قیس کے احساسات و جذبات بلند سے بلند تر ہوگئے - اور وہ صوفیائے کرام کے لیے ایک اچھا نمونہ بن گیا جس کی وجہ سے صوفی شعراء کی قوت متخیلہ کے لیے مجنوں کے اشعار و اخبار میں وسیع میدان نظر آیا -

فارسی ادب میں قصۂ لیلیٰ مجنوں کی بڑی خصوصیت یہ رہی کہ اسے تصوف کا جامہ پہنایا گیا - اس کے باوجود عربی ادب کا اثر اس پر بہت حد تک رہا - چنانچہ قصے کا ڈھانچہ وہی رہا جو عربی ادب میں تھا - اس کے علاوہ لیلیٰ و مجنوں پر اپنی گفتگو کے دوران فارسی شعراء نے عربی ادب سے بہت استفادہ کیا - اور ساتھ ہی ادبی خیالات و افکار بھی اپنائے، خواہ یہ خیالات "مجنون لیلیٰ" کے حالات سے اُخذ کیے گئے ہوں یا عذریوں کی دیگر کہانیوں سے - یا پھر عام عربی ادب سے (۹۷)

جہاں تک ان بنیادی واقعات کا تعلق ہے جو فارسی شعراء کے ہاں اس قصے کے ڈھانچے کی بنیاد بنے تو وہ درج ذیل ہیں :-

۱- قیس اور لیلیٰ کے درمیان سچی اور اٹوٹ محبت کا پیدا ہونا -

۲- جب لوگوں میں لیلیٰ و مجنوں کی محبت کی شہرت ہوئی تو لیلیٰ کا قیس سے روپوش کر دیا جانا -

۳- لیلیٰ کے والد کا مجنوں سے اپنی بیٹی کی شادی سے انکار کر دینا -

۴- مجنوں کا جنگلوں اور صحراؤں میں مارے مارے پھرنا -

۵ - بعض اُمراء کا لیلیٰ کے والد سے مجنوں کے لیئے سفارش کرنا -

۶ - پھر لیلیٰ کی کسی دوسرے شخص سے شادی ہو جانا۔[۹۸] جس کی وجہ سے سارا المیہ جلد ختم ہوگیا - کیونکہ دونوں عاشق شدید مایوسی کا شکار ہوکر مر گئے - پہلے لیلیٰ کی وفات ہوئی۔ اور بعد ازاں اس صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے مجنوں بھی چل بسا - یا یہ کہ پہلے مجنوں مرا اور پھر لیلیٰ -

پس عربی ادب میں بھی یہی بنیادی واقعات ہیں - البتہ فارسی شعراء نے واقعات میں کچھ تغیر و تبدل کیا - ہر ایک شاعر نے اپنے قصے کے لیئے عربی ادب سے اپنی پسند کی روایت اخذ کی جو اپنے اُس مقصد سے مطابقت رکھتی ہے جس کے لیئے اس نے اس قصے کو منظوم کرنے کا ارادہ کیا -

مگر حقیقت میں، نظامی گنجوی کو "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کو ادبی رنگ دینے میں سبقت حاصل ہے - اس نے اس قصے کو ایسی ادبی شکل عطا کی کہ جس نے اس کو ادب میں بہت بلند مقام دلا دیا ——— نظامی کے بعد یہ قصہ عام طور پر شعراء، اور خاص طور پر صوفی شعراء کے خیال کا محور رہا - لیکن نظامی کو پہلا شاعر سمجھا جاتا ہے جس نے اس قصے کو فارسی شاعری میں منظوم کیا ——— واضح رہے کہ نظامی نے "لیلیٰ مجنوں" کو سن [۵۸۴ھ] مطابق [۱۱۸۸ء] میں منظوم کیا -

نظامی گنجوی کے بعد اس قصے کا سب سے زیادہ مشہور منظوم کرنے والا شاعر امیر خسرو دہلوی [م ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء] ہے - پھر عبدالرحمن جامی [م ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء] ہے - پھر مکتبی شیرازی اور پھر ہاتفی [م ۹۲۷ھ/ ۱۵۲۰ء] ——— نظامی گنجوی نے اس قصے کو تصوف کے نقطۂ نظر سے منظوم کیا - اسے عشقِ الٰہی کے اسرار و رموز کے مطابق شاعری کے ڈھانچے میں ڈھالا -

نظامی کی پیروی میں تقریباً اٹھارہ [۱۸] شاعروں نے اسی [تصوفی] غرض کے لیئے اسے منظوم بھی کیا[۹۹] ——— نظامی کی "لیلیٰ مجنوں" اس کے خمسہ کا ایک منظومہ ہے - یہ منظومہ تقریباً چار ہزار [۴۰۰۰] اشعار پر مشتمل ہے - اسی طوالت کے باوجود نظامی نے، جیسا کہ وہ خود کہتا ہے، اسے چار ماہ سے کم عرصے میں منظوم کیا - اور اگر اُس وقت اس کی اتنی مصروفیات نہ ہوتیں تو وہ اس قصے کو، اس کے قول کے مطابق، چودہ راتوں کے اندر مکمل

کر سکتا تھا (۱۰۰)

پھر بھی اگر ہم نظامی کی لیلیٰ مجنون* پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے اور عربی ادب کی لیلیٰ و مجنوں کے درمیاں واضح فرق نظر آئے گا ـــــ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ عربی ادب میں یہ قصہ بدویت کا عکس ہے ۔ جبکہ فارسی ادب میں یہ مدنیت کا مظہر ہے ـــــ عربی ادب میں قیس اور لیلیٰ کا تعارف اس وقت ہوتا ہے جب کہ دونوں اپنے اپنے قبیلوں کے مویشی چرایا کرتے تھے ۔ مگر فارسی ادب میں دونوں کا تعارف تحصیلِ علم کے دوران مکتب میں ہوجاتا ہے ۔

مزید برآں اس باغ کا عربی ادب میں کوئی تذکرہ نہیں ہے جس کا فارسی مثنویوں میں ذکر موجود ہے ۔ ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ نظامی کے ہاں لیلیٰ کا شوہر مرجاتا ہے ۔ جبکہ عربی ادب میں یہ بات نہیں ۔

نظامی کے ہاں نوفل بادشاہ اور لیلیٰ کے قبیلے کے درمیان جنگ کے بیان میں بہت مبالغے سے کام لیا گیا ہے جبکہ کتاب الاغانی* میں یہ آیا ہے کہ نوفل، لیلیٰ کے والد کے قبیلے کے پاس تو گیا ۔ لیکن کسی جنگ وغیرہ کی نوبت نہیں آئی ۔

مگر دونوں قصوں [یعنی نظامی کا قصہ اور عربی ادب میں قصہ] کے درمیاں سب سے بڑا فرق جو نظر آتا ہے وہ ہے تصوف کا وہ رنگ جو فارسی ادب میں اس قصے کو دیا گیا ـــــ

اس کے باوجود ہم ڈاکٹر طٰہٰ ندا کی اس رائے سے متفق نہیں جس میں وہ نظامی کے قصے پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ اضافے جو نظامی نے قصے میں کیئے محض پر گوئی اور مبالغہ آرائی ہے (۱۰۱) ـــــ ہم اس قول کو اس لیئے رد کرتے ہیں کہ نظامی نے جب اس قصے کو منظوم کیا تو اس کے پیشِ نظر تصوف تھا ۔ لہٰذا ہمیں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے جب لیلیٰ اس کے قصے میں باکرہ ہی رہتی ہے اگرچہ کسی اور آدمی سے اس کی شادی ہوجاتی ہے ـــــ یہ سارے واقعات محض پر گوئی اور مبالغہ آرائی نہیں، بلکہ یہ نظامی کے مقصد کو پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں ـــــ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نظامی اپنی مثنوی میں کبھی کبھی قصے کے اصل واقعات سے ہٹ جاتا تھا ۔ اور ضمنی قصے شروع کردیتا تھا جیسا کہ اس نے مرو کے ایک بادشاہ کا قصہ بیان کیا (۱۰۲)

یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے کہ نظامی کو ماحول کے بیان میں کچھ بھول لاحق ہو جاتی تھی۔ وہ عرب ماحول کے پہاڑوں اور صحراؤں کے برعکس فارسی ماحول کے باغوں، گلشنوں، پھولوں اور پرندوں کا وصف بیان کرنے لگ جاتا تھا۔ حالانکہ قصے کے شروع میں اس نے یہ بتایا کہ اس قصے کا تعلق عربوں کے ایک قبیلہ سے ہے جس کے نتیجے میں عرب ماحول کا نقشہ ذہن میں واضح نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود نظامی کے قصے میں عربی ماحول کا اثر ضرور دیتا ہے۔

جہاں تک تصوف کے اس رنگ کا تعلق ہے جس میں پورا قصہ رنگا ہوا ہے۔ تو یہ فارسی ادب میں اس قصے کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ کیونکہ در حقیقت، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، یہ قصہ فارسی ادب میں تصوف کے ایک قصے کی حیثیت سے منتقل کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فارسی ادب میں منتقل ہونے سے پہلے عربی ادب میں اس قصے کا کوئی صوفیانہ پہلو نہیں تھا۔ بلکہ اس کے برعکس عربی ادب میں اس مسئلے کی جانب اشارے ملتے ہیں، اور بالخصوص صوفیائے کرام کے اقوال میں ——— ——— مثال کے طور پر مشہور صوفی محی الدین بن عربی کے اس قول کو لیں جس میں وہ کہتے ہیں:
"حکایت کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ لیلیٰ قیس سے ملنے گئی تو قیس نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:۔ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ تمہاری محبت نے تمہارے بارے میں سوچنے سے میری توجہ ہٹا دی۔"(۱۰۳)

ظاہر ہے کہ یہاں ابن عربی کی یہ مراد نہیں کہ واقعی لیلیٰ کی محبت نے اس کے بارے میں سوچنے سے قیس کو روک دیا۔ بلکہ ابن عربی کے اس قول سے تصوف کا ایک نکتہ عیاں ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قیس کے نزدیک لیلیٰ معشوق الٰہی کی علامت بن گئی تھی۔ لہٰذا وہ لیلیٰ ہی کی شکل میں اس معشوق الٰہی کو دیکھتا ہے۔ اور اس کے بارے میں ہی سوچتا ہے نہ کہ لیلیٰ کے بارے میں ———

چنانچہ یہ ایک حتمی بات ہے کہ بیشتر اس کے کہ قیس کے حالات فارسی ادب میں منتقل ہوں، ان پر تصوف کا کچھ نہ کچھ رنگ چڑھا ہوا تھا۔

اب جب ہم نظامی کے قصے کو چھوڑ کر دوسرے فارسی شعراء کے ہاں اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان شعراء نے نظامی ہی کی پیروی کی۔ اور اس کے قصے کا چربہ اُتارا۔ البتہ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہر شاعر کے ہاں کچھ نہ

کچھ اختلاف ضرور ہے۔

نظامی گنجوی کی پیروی کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ مشہور شاعر امیر خسرو دہلوی ہے۔ خسرو دہلوی نے نظامی کے "خمسہ" کا جوابی خمسہ بھی لکھا جو باوجود چند اختلافات اور تفصیلات کے، اس سے مطابقت رکھتا ہے۔ بہر حال امیر خسرو دہلوی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس پر نظامی گنجوی کا بڑا احسان ہے(١٠٣)۔ چنانچہ لیلیٰ و مجنون کے ضمن میں بھی خسرو نے نظامی کی تقلید کی۔ وہ قصے میں کوئی نئی بات نہیں لایا۔ البتہ اس نے ایک نئی بات یہ بیان کی کہ قیس کا والد خود نوفل بادشاہ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ لیلیٰ کے والد کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ اپنی بیٹی لیلیٰ کا نکاح قیس سے کردے۔

نظامی کے قصے کے برعکس خسرو کے قصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لیلیٰ کے برعکس قیس کی شادی ہو جاتی ہے ——— پھر تیسری بات یہ ہے کہ خسرو دہلوی کے قصے میں تصوف کی بہ نسبت ادبی رنگ زیادہ جھلکتا ہے۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف کے لحاظ سے دوسرے قصوں کی بہ نسبت خسرو دہلوی کے قصے میں صوفیانہ رنگ یا اثر کم نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس میں مصنف نے زیادہ توجہ مجنوں کے عشق کے معانی کی تشریح پر نہیں دی، بلکہ قصے کے واقعات کو ادبی ڈھانچے میں ڈھالنے پر نظر مرکوز کر دی۔ اس کے باوجود قصے کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خسرو کا عشق کے بارے میں نقطۂ نظر، وہی ہے جو نظامی کا ——— اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خسرو نے "مجنون لیلیٰ" کے بارے میں عربی ادب سے لیئے ہوئے حالات کو بہت حد تک مختصر کر دیا۔ اور اپنی طرف سے کچھ اضافے بھی کیئے۔

عبد الرحمٰن جامی نے بھی اس قصے کو منظوم شکل میں پیش کیا۔ اس وقت اس کی عمر ستر برس کے لگ بھگ تھی۔ مقدمے میں وہ اعتراف کرتا ہے کہ اس نے "لیلیٰ مجنون" کا قصہ لکھنے سے پہلے اس کے بارے میں دو منظوموں کا مطالعہ کیا جن میں سے ایک نظامی گنجوی کا، اور دوسرا خسرو دہلوی کا تھا(١٠٥)۔

عبد الرحمٰن جامی کے اس اعتراف سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں شعراء [نظامی اور خسرو] کا اس پر کتنا اثر رہا۔ اس کے باوجود جامی کے قصے میں اس کی شخصیت، ان افکار و خیالات کی شکل میں بڑی نمایاں نظر آتی ہے جنہیں اس نے

اپنے قصے میں پرو دیا - چنانچہ بڑھاپے میں جامی کی شخصیت پر قنوطیت کا جو غلبہ ہو گیا تھا وہ اس قصے میں ظاہر ہے -

علاوہ ازیں جامی نے مجنوں کی شخصیت کی آڑ میں اپنی صوفیانہ آراء و خیالات کا اظہار بھی کیا — اس معاملے میں اس کا نقطۂ نظر وہی صوفیائے کرام کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ دل ہے نہ کہ عقل -

جامی کے بقول ، وہ اپنے دونوں پیشروؤں [نظامی اور خسرو] سے متاثر ہوا ہے - مگر درحقیقت نظامی کی بہ نسبت خسرو کا اثر اس پر کسی حد تک کم رہا - اس کا یہ تاثر قصے میں پھیلے ہوئے چند خیالات اور محاوروں تک ہی محدود رہا ———— اس کے باوجود جامی نے واقعات کی ترتیب میں بہت حد تک خسرو اور نظامی دونوں کی مخالفت کی - چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جامی نے عربی ادب کی اس مشہور روایت کو منتخب نہیں کیا جس میں یہ کہا گیا کہ قیس کو بچپن ہی میں لیلیٰ سے محبت ہو گئی تھی جبکہ ابھی وہ دونوں اپنے اپنے قبیلوں کی مویشی چراتے تھے - بلکہ اس نے دوسری روایت کا انتخاب کیا جس میں یہ کہا گیا کہ قیس لیلیٰ پر جوانی میں فریفتہ ہوا تھا - اور اس نے لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہو جانے سے پہلے کسی دوسری لڑکی سے محبت کی تھی -

واضح رہے کہ جامی کے اس روایت کے انتخاب کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس روایت کی بدولت اسے قصے کے کرداروں کے نفسیاتی تجزیے کا موقع مل سکا -

دوسرا اختلاف یہ بھی ہے کہ قیس کی لیلیٰ سے شادی کردینے کے لئے سفارش کے ضمن میں جب نوفل بادشاہ اور لیلیٰ کے قبیلے کے مابین جنگ چھڑ گئی تو خود قیس نے نوفل سے یہ درخواست کی کہ وہ جنگ بند کر دے - حالانکہ نوفل اس کی خاطر میدان جنگ میں کود پڑا تھا ———— ایک اور اختلاف یہ بھی ہے کہ نظامی کے قصے کے برعکس جامی کے قصے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیس اپنے والدین کی موت سے پہلے ، اور لیلیٰ کی کسی اور سے شادی کے بعد صحرا میں مرجاتا ہے - اور پھر لیلیٰ جوانی ہی میں مرجاتی ہے - [اور یہ بات عربی ادب میں قیس کے حالات کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے] - اور اسے قیس کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا جاتا ہے ———— مزید برآں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جامی کی "لیلیٰ مجنوں" میں دوسرے فارسی شعراء کی "لیلیٰ مجنوں" کی بہ نسبت عربی ماحول ، اور اس کے قدرتی مناظر کی تصویر زیادہ نمایاں

نظر آتی ہے — اس کے ساتھ ساتھ جامی قیس کے قبیلے اور صحرا میں اس قبیلے کی زندگی کی حالت بھی بیان کرتا ہے۔

جن شعراء نے "لیلیٰ و مجنوں" کے قصے کو منظوم کیا ان میں سے مکتبی شیرازی بھی قابلِ ذکر ہے۔ مکتبی شیرازی ایک طبعزاد فارسی شاعر ہے۔ اور نویں صدی ہجری میں زندہ تھا [۹۰۳ھ رنگ بھگ] — مکتبی شیرازی نے نظامی کی تقلید میں "خمسہ" بھی لکھا جس میں سب سے بہتر "لیلیٰ و مجنوں" کا منظومہ ہے (۱۰۶) — منظومے کے مقدمے اور آخر میں مکتبی شیرازیؒ اس بات کا اعتراف کیا کہ اس نے اس قصے میں نظامی اور خسرو سے اثر قبول کیا:—

"وین طرفہ کہ پنج گنج از در | خواہم بکف تہی کنم پر
"نی نی کہ بزر ندارم آہنگ | گوہر چو میسر است بی سنگ
"آن کور نیم کہ چون گہر داشت | افکند بخاک و سنگ برداشت
"زان مرغ سخن گرفت پستی | کش سنگ طمع بپای بستی (۱۰۷)

بہر حال قصے میں مکتبی کی جدت پسندی اور ابتکار کامیدان بہت محدود رہا۔ اور جیسے کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، اس نے نظامی اور خسرو دھلوی سے بڑی حد تک اثر قبول کیا۔ اس کے باوجود اس کے قصے میں ایک نئی بات یہ ہے کہ قیس بچپن میں خوبصورت اور حسین لڑکیوں کی طرف بہت مائل رہا ہے۔ اور جب اس کی دایہ اسے اٹھاتی تھی تو وہ روپڑتا تھا:—

"زان آتش دل کہ داشت مادام | چون جان نگرفت باکس آرام
"تا روی پری رخی ندیدی | از گریہ دمی نیارمیدی
"مادر پدرش نجست و خویشان | میخواست کسی بغیر ایشان (۱۰۸)

قیس کے حق میں لیلیٰ کے والد سے نوفل کی سفارش کو مکتبی اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب جنگ فریقین [یعنی نوفل بادشاہ اور لیلیٰ کے والد کے قبیلہ] کے درمیان چھڑ جاتی ہے تو قیس اس جنگ کو سخت ناپسند کرتا ہے — اور وہ خود فریقین سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ جنگ بند کردیں۔ [واضح رہے کہ ہاتفی نے ان دونوں واقعات میں مکتبی شیرازی سے کافی حد تک اثر قبول کیا —

مکتبی کے قصے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب لیلیٰ کی شادی ابن سلام سے کی جاتی ہے۔ اور وہ شوہر کی فرمانبرداری سے کتراتی ہے۔ تو ابن سلام لیلیٰ کو اس کے گھر تک پہنچاتا ہے اس امید پہ کہ لیلیٰ کی محبت سے اس کی خلاصی ہو جائے۔ مگر وہ لیلیٰ کی محبت میں بدستور گرفتار رہا۔ اسے غیرت آجاتی ہے تو وہ قیس کو قتل کرنے کے لئے صحرا کا رخ کرتا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ قیس کو اذیت پہنچا سکے، درندے اس کو کھا جاتے ہیں:۔

٥٥ برداشت رہ هلاک مجنون	بر تیغ کمر، چو دور گردون
٥٥ چون ترک شکارجوی در دشت	تیری بکمان نهاده میگشت
٥٥ تا یافت چو سیل برده شاخی	افتاده تنش بسنگلاخی
٥٥ دل چون جگر آتش از زمانه	خونابه ز دیده اش روانه
٥٥ مشتی دده چون سگان قصاب	خونین دم از آن سرشک خوناب
٥٥ راند ابن سلام تیغ چون برق	تا چون شفقش بخون کند غرق
٥٥ زانسو چو درندگانش دیدند	گرد آمده ازهش دریدند
٥٥ هر پاره از او چو میش قصاب	از چنگ درندهٔ بغلاب (۱۰۹)

جہاں تک ہاتفی کے قصۂ لیلیٰ مجنون کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ہاتفی کو سب سے بہتر شاعر سمجھا جاتا ہے جس کے قصے میں فارسی شعراء کے لیلیٰ مجنون کے قصے کو منظوم کرنے کے مقاصد زیادہ واضح انداز میں نظر آتے ہیں (۱۱۰) — دوسرے شعراء کی طرح اس نے نظامی کی تقلید بھی کی۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی اپنے ماموں جامی کے قصے سے متاثر ہوا۔ دوسرے فارسی شعراء کی بہ نسبت، ہاتفی کے قصے میں عربی ماحول کی جھلک کم نظر آتی ہے۔ پھر بھی عربی ماحول کا کچھ نہ کچھ رنگ ضرور موجود ہے۔

ہاتفی اپنے قصے میں مکتبی شیرازی کے "لیلیٰ ومجنون" سے بہت متاثر نظر آتا ہے۔ البتہ وہ یہ جدت پیدا کرتا ہے کہ جب نوفل اور لیلیٰ کے والد کے قبیلے کے درمیان جنگ چھڑ جاتی ہے۔ اور لیلیٰ کو بھی گرفتار کر لیا جاتا ہے تو نوفل بادشاہ یہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ خود لیلیٰ سے شادی کرے اور قیس کو قتل کر دیا جائے۔ لہٰذا نوفل زہر کا پیالہ تیار کرواتا ہے تاکہ قیس پی کر مر جائے۔ مگر بھول کر خود پی بیٹھتا ہے۔

مندرجہ بالا شعراء کے علاوہ فارسی ادب میں بھی

ایسے شعراء ملتے ہیں جنہوں نے اگرچہ "لیلا و مجنون" کا پورا قصہ تو منظوم صورت میں پیش نہیں کیا ۔ مگر انہوں نے اپنے ادبی کارناموں میں "لیلیٰ و مجنوں" کو کچھ نہ کچھ حصہ ضرور دیا ۔ ان شعراء میں مولانا رومی کا نام سرفہرست ہے ۔ اس نے اپنی "مثنوی معنوی" میں کئی مقامات پر "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اور فارسی اور پھر اردو شعراء نے مولانا کی مثنوی میں شامل چند حکایات کو اپنی مثنویوں میں شامل کر لیا ۔ درج ذیل حکایت ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ ہمچو مجنوں کو سگے را مینواخت	بوسہ اش میداد پیشش میگداخت
٥٥ گرد او میگشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
٥٥ ہم سرو پایش ہمی بوسید و ناف	ہم جلاب شکرش میداد صاف
٥٥ بوالفضولے گفت کای مجنون خام	این چہ شیداست اینکہ مے آری مدام ؟
٥٥ پوز سگ دائم پلیدی میخورد	مقعد خود را بلب مے استرد
٥٥ عیب ہائے سگ بسے او مے شمرد	عیب دان از غیب دان بوئے نبرد
٥٥ گفت مجنون تو ہمہ نقشی و تن	اندر آو بنگر تو از چشمان من
٥٥ کاین طلسم بستۂ مولیست ایں	پاسبان کوچۂ لیلاست ایں
٥٥ ہمتش بین و دل وجان وشناخت	کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
٥٥ او سگ فرخ رخ کہف من ست	بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من ست
٥٥ آن سگے کہ گشت در کویش مقیم	خاک پایش بہ ز شیران عظیم
٥٥ آن سگے کہ باشد اندر کوئے او	من بشیران کے دہم یک موئے او
٥٥ آنکہ شیران مر سگانش را غلام	گفتنی امکان نیست خامی والسلام (۱۱۱)

مندرجہ بالا قصے کو اکثر فارسی اور اردو شعراء نے اپنی لیلائی مجنون کی مثنویوں میں نقل کر دیا ہے ۔ مولانا رومی کی مثنوی معنوی سے ایک اور حکایت :-

٥٥ گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی	کز تو مجنوں شد پریشان وغوی
٥٥ از دگر خوبان تو افزون نیستی	گفت خامش چون تو مجنوں نیستی
٥٥ دیدۂ مجنوں اگر بودی ترا	ہر دو عالم بی خطر بودی ترا
٥٥ با خودی تو لیک مجنوں بی خود است	در طریق عشق بیداری بد است

٥٥ چو کہ بیدار است او در خواب تر   ہست بیداریش از خوابش بتر (۱۱۲)

یہ قصہ نہ صرف اردو اور فارسی شعرا کی لیلیٰ مجنوں کی مثنویوں میں ملتا ہے۔ بلکہ سعدی شیرازی کی گلستان میں بھی آیا ہے جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

" شاہانِ ملکِ عرب سے ایک بادشاہ کے حضور مذکور لیلیٰ و مجنوں کا ہوا۔ اور شورشیں احوال کی اس کے سمع مبارک میں پہنچیں کہ باوجود اس فضل و بلاغت کے، بے اختیار دیوانہ وار صحرا و کوہسار میں پھرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو حضور میں حاضر کریں۔ جبکہ باریاب ہوا مذمت و ملامت بہت سی کی کہ انسان کی شرافت کے بیچ کیا نقصان دیکھا تو نے جو خو بو حیوانوں کی سیکھی اور معاشرت و صحبت انسانوں سے چھوڑ دی ـــــ قیس نے ایک نالہ کیا اور کہا:

بیت:- ٥٥ ملامت کن ہیں مجھ کو دوست اکثر حب لیلیٰ میں ؞

مجھے معذور رکھتے دیکھتے جو ایک دن اس کو

قطعہ:- ٥٥ جتنے ہیں عیب جو مرے اے کاش ؞ دیکھتے شکل تیری اے دلبر

تا تری دید میں بجا ہے ترنج ؞ اپنے ہاتھوں کو کاٹتے یک سر

تو یہ حالت میرے دعویٔ محبت پر گواہی دیتی ہے۔ بادشاہ کے جی میں آیا کہ لیلیٰ کو بھی دیکھیئے کہ کیا حسن و ادا رکھتی ہے کہ سبب اتنے فتنہ و فساد کا ہوئی۔ ارشاد کیا کہ اس کو بھی لائیں ـــــــــ فی الفور کئی شخص گئے۔ اور قبائل عرب میں بہت سا پھرے۔ غرض بکمال جستجو لیلیٰ کو بھی لاکر سرا ئچے کے صحن میں کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے اس کے قد و قامت پر جو نگاہ کی دیکھا کہ ایک عورت سانولی اور دبلی سی ہے۔ حضرت کی نظر مبارک میں حقیر لگی۔ اس سبب سے کہ محل کی خواصوں میں ادنیٰ اس سے حسن میں برتر اور زینت میں خوشتر تھی۔ مجنوں نے اس بات کو پاکر عرض کیا کہ اے حضرت سزاوار یہ ہے کہ جمال لیلیٰ کو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھیئے تو بھید اس کے دیدار کا آپ پر ظاہر ہو۔ مثل مشہور ہے کہ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید:-   قطعہ

٥٥ ذکر مقام دوست جو میرے سینے میں آیا ہے یاراں ؞

سینے جو اس کو کبوتر گلشن ساتھ میرے ہونالہ کناں

٥٥ دوستو کہ دو بیدردوں سے اس کو نہیں پانے کے کبھو ؞

صاحب دردوں کے جو ہے جی میں تم پہ نہ ہووے گا عیاں

نظم

○○ درد گھائل کا نہ ہوگا تندرستوں کے تئیں ∴

درد جز ہم درد کے ہرگز مجھے کہنا نہیں

○○ ماہیت زنبور کی کہنی اسی سے خوب ہے ∴

لگ گیا ہو ڈنک جس کے ایک ذرہ بھی کہیں

○○ اک کہانی ہے تیرے آگے یہ اپنی سرگزشت ∴

حال تب جانے مرا جب ہووے تو مجھ سا غمیں

○○ میرے سوز و درد کو نسبت نہ دے تو اور سے ∴

ہاتھ میں ہے لون اس کے میں ہوں مجروح و حزیں (۱۱۳)

اس کے باوجود اس قصے کے مماثل عربی ادب میں بھی ایک قصہ ملتا ہے جسے مولانا رومیؒ کے قصے کا مصدر و منبع سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ یوں ہے:۔ کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان سے روایت کی جاتی ہے کہ اس نے ایک دفعہ عزّہ [ایک مشہور عربی عاشق "کُثیّر" کی معشوقہ] سے کہا کہ واقعی تو وہی لڑکی ہے جس میں کثیّر کہتا ہے :۔

○○ لِعَزَّةَ نَارٌ مَا تَبُوخُ كَأَنَّهَا ∴ إِذَا مَا رَمَقْنَاهَا مِنَ الْبُعْدِ كَوْكَبُ

○○ عزّہ اس آگ کی مانند ہے جسے اگر دور سے دیکھا جائے تو اس پر ستارے کا گمان ہوتا ہے۔

تو عزّہ نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ خلیفہ نے کہا : کثیّر کو تیری کونسی ادا پسند آئی ہے تو عزّہ نے کہا : اے امیر المؤمنین ! بخدا ، میں کثیّر کی نظر میں ٹھنڈی رات میں آگ سے بھی بہتر ہوں۔

یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ عزّہ نے کہا کہ کثیّر کو مجھ سے وہ کچھ پسند آیا جو کچھ لوگوں کو آپ [خلیفہ سے] سے پسند آیا تھا جبکہ انہوں نے آپ کو خلیفہ مقرر کر دیا (۱۱۴)

ایک اور روایت میں یہ بات آتی ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے یہی سوال بثینہ [ایک مشہور عربی عاشق "جمیل" کی معشوقہ] سے کیا تھا۔ تو بثینہ نے جواب میں وہ کچھ کہا جو عزّہ نے کہا تھا۔ (۱۱۵)

بہر حال مولانا رومیؒ کی "مثنوی معنوی" میں یہ حکایت بھی آئی :۔

○○ ابلہان گفتند مجنوں را از جہل ∴ حسن لیلیٰ نیست چنداں ہست سہل

°° بہتر از وے صد ہزاران دل ربا — ہست ہمچون ماہ در شہرائے کیا

°° نازنین تر زد ہزاران حورش — ہست بگزین زان ہمہ یک یار خوش

°° وار ہان خود را و مارا نیز ہم — از چنین سودائے زشت متہم

°° گفت صورت کوزہ است وحسن مے — مے خدایم می دہد از ظرف وے

°° مر شما را سرکہ داد از کوزہ اش — تا نباشد عشق او نان گوش کش

°° از یکے کوزہ دہد زہر وعسل — ہر یکے را دست حق عز وجل

°° کوزہ می بینی ولیکن آن شراب — روئے ننماید بچشم ناصواب

°° زہر باشد مار را ہم قوت وبرگ — غیر اورا زہر او درد است ومرگ (۱۱۶)

سعدی شیرازی نے اپنی بوستان میں بھی لیلیٰ مجنوں کے بارے میں درج ذیل حکایت شامل کی :-

°° بمجنون کسی گفت کای نیک پی — چہ بودت کہ دیگر نیائی بحی

°° مگر در سرت شور لیلیٰ نماند — خیالت دگر گشت ومیلے نماند

°° چو بشنید بیچارہ بگریست زار — کہ ای خواجہ دستم ز دامن بدار

°° مرا خود دل دردمند ست خیز — تو نیزم نمک بر جراحت مریز

°° نہ دوری دلیل صبوری بود — کہ بسیار دوری ضروری بود

°° بگفت ای وفادار فرخندہ خوی — پیامی کہ داری بلیلیٰ بگوی

°° بگفتا مبر نام من پیش دوست — کہ حیف ست ذکر من آنجا کہ اوست (۱۱۷)

فارسی ادب میں ہمیں بھی [وحشی بافقی] شاعر کا نام ملتا ہے۔ وہ کرمان کے ایک شہر [بافق] میں پیدا ہوا تھا۔[م ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء] - وحشی بافقی نے اپنے قصے "خسرو شیرین" میں ایک چھوٹے سے قطعے میں "لیلیٰ مجنون" کا ذکر کیا ہے۔ یہ قطعہ اس طرح ہے :-

°° بہ مجنون گفت روزی عیب جوئی — کہ پیدا کن بہ از لیلیٰ نکوئی

°° کہ لیلیٰ گرچہ در چشم تو حوریست — بہر جزوی ز حسن او قصوریست

°° ز حرف عیبجو مجنون برآشفت — در آن آشفتگی خندان شد و گفت

°° اگر در دیدۂ مجنون نشینی — بغیر از خوبی لیلیٰ نبینی

۰۰ تو کسی دانی که لیلیٰ چون نکو بیست | کزو چشمت همین بر زلف و روییست

۰۰ تو قد بینی و مجنون جلوهٔ ناز | تو چشم و او نگاه ناوک انداز

۰۰ تو مو بینی و مجنون پیچش مو | تو ابرو، او اشارت ہای ابرو

۰۰ دل مجنون ز شکر خنده خونست | تو لب می بینی و دندان که چونست

۰۰ کسی کو را تو لیلیٰ کرده ای نام | نه آن لیلیٰ ست کز من برده آرام

۰۰ اگر میبود لیلیٰ بد نمی بود | ترا رد کردن او حد نمیبود

۰۰ بوادی قیامت خانه سازم | در آن وادی بلیلیٰ عشق بازم (۱۱۸)

اس قصے کے مطالعے سے ہمیں عربی ادب میں مجنوں کے چند ایسے اشعار یاد آئے ہیں جن میں لوگ مجنوں کے سامنے لیلیٰ کے عیب گنتے ہیں۔ اور قیس اس سے دفاع کرتا ہے۔ کہتا ہے :-

* يَقُولُ لِيَ الْوُشَاةُ لَيْلَى قَصِيرَةٌ :: فَلَيْتَ ذِرَاعًا عَرْضُ لَيْلَى وَطُولُهَا
* وَإِنَّ بِعَيْنَيْهَا لَعَمْرُكَ شُهْلَةٌ :: فَقُلْتُ كِرَامُ الطَّيْرِ شُهْلٌ عُيُونُهَا
* وَجَاحِظَةٌ فَوْهَاءُ، لَا بَأْسَ إِنَّهَا :: مُنَى كَبِدِي بَلْ كُلُّ نَفْسِي وَسُولُهَا
* فَدُقَّ صِلَابَ الصَّخْرِ رَأْسَكَ سَرْمَدًا :: فَإِنِّي إِلَى حِينِ الْمَمَاتِ خَلِيلُهَا (۱۱۹)

۰۰ رقیب مجھ سے کہتے ہیں کہ لیلیٰ پست قد کی ہے۔ اے کاش لیلیٰ کی قد وقامت ایک گز کے برابر ہوتی۔

۰۰ اور یہ کہتے ہیں کہ تیری زندگی کی قسم! اس کی آنکھوں کے کالے میں نیلا رنگ ملا ہوا ہے۔ تو میں نے کہا کہ اعلیٰ قسم کے پرندوں کی آنکھیں ایسی ہوتی ہیں۔

۰۰ ان کا قول یہ بھی ہے کہ لیلیٰ کی آنکھیں باہر کی طرف ابھری ہوئی ہیں۔ اور اس کا منہ بہت بڑا ہے۔ یہ میرے لئے کوئی بات نہیں کیونکہ وہ میرا دل، بلکہ میری جان ہے۔ اور میری جان کی تمنا ہے۔

۰۰ تم اپنا سر پیٹ ڈالو۔ میں تو مرتے دم تک اس کا محب رہوں گا۔

حواشی

۱- یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ فارسی زبان ایران میں خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے تک "خراج" کے امور میں مستعمل رہی - پھر سنہ ۷۰ھ میں عربی زبان نے اس کی جگہ لے لی -

بلاذری - فتوح البلدان - صفحہ ۳۰۸-۳۰۹ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۰۰ء

۲- ڈاکٹر: محمد غنیمی ھلال - لیلیٰ والمجنون بین العربیۃ والفارسیۃ - صفحہ ۱۴۸ - بیروت - ۱۹۸۰ء

۳- ایضاً - صفحہ: ۱۵۸

۴- ان آیتوں میں سے ایک آیت ہے: "إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ"

اسی طرح ایک اور آیت ہے: (أَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا). سورۃ کہف (۴۶)

ترجمہ: مال اور اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے - اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں، اور انہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں -

مولانا مودودی - ترجمۂ قرآن مجید - صفحہ ۷۶۳ - لاہور - طبع نہم ۱۹۹۱ء

اسی طرح صوفیائے کرام امام حسن البصری کے اس قول کا بھی سہارا لیتے ہیں: (إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْغَلْهُ بِأَهْلٍ وَلَا وَلَدٍ).

۵- ڈاکٹر عبد الرحمن بدوی - شہیدۃ العشق الإلہی رابعۃ العدویۃ - صفحہ ۵۳ - القاہرۃ - مصر -

* أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ، حُبَّ الْهَوَىٰ :: وَحُبًّا لِأَنَّكَ أَهْلٌ لِذَاكَ
* فَأَمَّا الَّذِي هُوَ حُبُّ الْهَوَىٰ :: فَشُغْلِي بِذِكْرِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ
* وَأَمَّا الَّذِي أَنْتَ أَهْلٌ لَهُ :: فَكَشْفُكَ الْحُجُبَ حَتَّىٰ أَرَاكَ
* فَلَا الْحَمْدُ فِي ذَا وَلَا ذَاكَ لِي :: وَلَٰكِنْ لَكَ الْحَمْدُ فِي ذَا وَذَاكَ

۶- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵ - قاہرۃ - مصر - قرآن پاک کی جن آیتوں میں محبت کا ذکر آیا ہے ان میں سے یہ آیت ہے:- (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ) . آل عمران: ۳۱

اسی طرح یہ آیت ہے:- (فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ) . مائدہ: ۵۴ .

۷- (كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا، فَأَرَدْتُ أَنْ أُعْرَفَ، فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ فَبِي عَرَفُونِي) . صوفیائے کرام کے ہاں اس حدیث کی بڑی اہمیت ہے - اس کے متعلق ابن تیمیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں سے نہیں - اور اس کا نہ سند صحیح، اور نہ ہی سند ضعیف معلوم ہے

اسی طرح مولانا علی القاری نے فرمایا : مگر اس حدیث کا معنیٰ صحیح ہے اور اس آیت سے نکلا ہے:
(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ) ۔ ذاریات : ۵۶ ؛ ترجمہ : میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں ۔ امام علی قاری فرماتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق " لیعبدون " کا مطلب " لیعرفون " : مجھے پہچاننے کے لیئے ۔

اسماعیل بن محمد العجلونی ۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس ۔ صفحہ ۱۳۲ ۔ قاهرة ۔ مصر

۸ ۔ ڈاکٹر محمد الغنیمی هلال ۔ لیلیٰ والمجنون بین الفارسية والعربية ۔ صفحہ ۱۷۵ ۔ بیروت ۱۹۸۰ء ۔

۹ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۱۸۲ ۔

۱۰ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۱۸۳

۱۱ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۱۹۱

۱۲ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۲۰۳

۱۳ ۔ حکیم ابو محمد الیاس بن مؤید نظامی سن ۵۳۵ھ / ۱۱۴۰ - ۱۱۴۱ء میں ، گنجہ شہر میں پیدا ہوا ۔ نظامی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ گنجہ ہی میں صرف کیا ۔ وہ زیادہ وقت خلوت وتنہائی میں گذارتا ۔ اور کبھی کبھار ہی بادشاہوں کے دربار کا رخ کرتا ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حالات وواقعات کے متعلق کوئی مصدقہ اطلاع نہیں ملتی ۔ نظامی کی " پنج گنج " کو جو مقبولیت اور شہرت نصیب ہوئی وہ کچھ ایسی تھی کہ اس کے بعد بھی سینکڑوں سال تک زبان فارسی کی نظم رو میں اس کی تقلید ہوتی رہی ۔ جہاں کہیں بھی کسی شاعر نے کسی داستان کو نظم کرنے کا ارادہ کیا اس کی یہی کوشش رہی کہ وہ اس کے " خمسہ " یا کم از کم دو منظوموں کے معیار تک پہنچ سکے ۔ خمسۂ نظامی کے نام یہ ہیں : ۔ (۱) : مخزن اسرار [۵۶۱ھ / ۱۱۶۵ء - ۱۱۶۶ء] ۔ (۲) ۔ خسرو شیریں [۵۷۱ھ / ۱۱۷۵ء] ۔ (۳) : لیلیٰ مجنون [۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء - ۱۱۸۹ء] (۴) ۔ اسکندر نامہ [۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء] ۔ (۵) ۔ هفت پیکر [۵۹۵ھ / ۱۱۹۸ء - ۱۱۹۹ء] ۔ نظامی کی وفات ۵۹۹ھ / ۱۲۰۳ء میں ہوئی ۔

۱۴ ۔ حکیم نظامی گنجوی ۔ کلیہ خمسہ ۔ لیلیٰ ومجنون ۔ صفحہ ۴۶۸ ۔ تہران ۔ ۱۳۴۱ ۔

۱۵ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۷۰ ۔

۱۶ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۷۵ ۔

۱۷ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۷۵ ۔

۱۸ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۷۷ ۔

۱۹ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۸۲ ۔

۲۰ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۸۹ ۔

۲۱ ۔ أيضاً ۔ صفحہ ۴۹۸ ۔ ۴۹۹ ۔

۲۲- أيضاً - صفحہ: ۵۰۰-

۲۳- أيضاً - صفحہ: ۵۱۰ - ۵۱۱ -

۲۴- أيضاً - صفحہ: ۵۲۵-

۲۵- أيضاً - صفحہ: ۵۲۶-

۲۶- أيضاً - صفحہ: ۵۲۹-۵۳۰.

۲۷- أيضاً - صفحہ: ۵۳۴-

۲۸- أيضاً - صفحہ: ۵۳۸-

۲۹- أيضاً - صفحہ: ۵۵۵-۵۵۶-

۳۰- أيضاً - صفحہ: ۵۶۴-

۳۱- أيضاً - صفحہ: ۵۶۹-

۳۲- أيضاً - صفحہ: ۵۹۰-

۳۳- أيضاً - صفحہ: ۵۹۳-

۳۴- امیر خسرو دہلوی ہندوستان میں سن ۶۵۱ھ/۱۲۵۲ء میں پیدا ہوا- وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا، بلکہ ادیب، انشاپرداز اور تاریخ دان بھی تھا- اس کو نثر نویسی میں بھی خاص دسترس حاصل تھی - وہ موسیقی میں بھی مہارت رکھتا تھا- "خمسہ" بھی "پنج گنج" نظامی کی طرز پر لکھی گئی - اور وہ مجموعی طور پر دو سال میں مکمل ہوئی- "خمسہ" خسرو یہ ہے: (۱) مطلع الأنوار - (۲) شیریں وخسرو - (۳) لیلیٰ ومجنوں - (۴) آئینۂ سکندری - (۵) ہشت بہشت - اس کے علاوہ اس کی زندگی کے ہر دور سے متعلق پانچ دیوان فارسی میں ہیں- جن کے نام یہ ہیں: تحفۃ الصغر- وسط الحیات، غرۃ الکمال، بقیۂ نقیہ اور نہایۃ الکمال- یہ دیوان قصائد، غزلیات، قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہیں - کہا جاتا ہے کہ خسرو دہلوی نے فارسی کی طرح ہندی زبان میں بھی کئی دیوان لکھے- کچھ شعر اس نے عربی زبان میں بھی کہے - خسرو کی وفات دہلی میں سن ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء میں ہوئی-

۳۵- حضرت امیر خسرو دہلوی - مثنوی مجنون لیلیٰ - صفحہ ۴۶-۴۷- علی گڑھ- انڈیا- ۱۹۱۷ء-

۳۶- أيضاً - صفحہ: ۵۱-

۳۷- أيضاً - صفحہ: ۵۴-۵۵-

۳۸- أيضاً - صفحہ: ۵۷-

۳۹- أيضاً - صفحہ: ۶۴-

۴۰ - أیضاً - صفحہ : ۶۹-۷۰ .

۴۱ - أیضاً - صفحہ : ۹۰، ۹۱، ۹۲-

۴۲ - أیضاً - صفحہ : ۹۴ - ۹۵-

۴۳ - أیضاً - صفحہ : ۱۰۲ - ۱۰۳-

۴۴ - أیضاً - صفحہ : ۱۴۳ -

۴۵ - عبدالرحمٰن جو بعد میں نورالدین اور عمادالدین کے القاب سے مشہور ہوا، ۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء میں، جام کے قصبہ خرجرد میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں باپ کے ہمراہ ہرات آگیا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق اس نے عربی، فنونِ بلاغت اور علومِ شرعی کی تعلیم مشہور اساتذۂ وقت سے حاصل کی۔ بعد میں حکمت کی طرف راغب ہوا۔ اور بڑے انہماک کے ساتھ حکمت کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ وہ اپنا بیشتر وقت مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں گزارتا۔ اس نے شعری دواوین اور مختلف مثنویوں کے علاوہ متعدد موضوعات پر بہت سی کتابیں اور رسائل تحریر کیے۔ تقریباً چالیس پچاس سے زائد کتابیں اور رسائل اس سے منسوب ہیں جو علم نحو، عروض، قافیہ، معما، فقہ، حدیث، تفسیر اور علم کلام کے موضوعات پر ہیں۔ وفات سے ایک سال پہلے اس نے اپنے دواوین امیر خسرو کی طرح تین جلدوں میں مرتب کیے۔ جوانی کے اشعار پر مشتمل فاتحۃ الشباب، درمیانی عمر کے اشعار پر مبنی واسطۃ العقد اور زندگی کے آخری سالوں کے اشعار پر حاوی خاتمۃ الحیات ہے۔ جامی نے ۸۱ سال کی عمر میں سن ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۴۶ - عبدالرحمٰن جامی - مثنوی ہفت رنگ/ لیلیٰ ومجنون - صفحہ: ۷۶۵ - ایران - ۱۳۳۷ خورشیدی۔

۴۷ - أیضاً - صفحہ : - ۷۶۶ - ۷۶۷ .

۴۸ - أیضاً - صفحہ : ۷۷۹ -

۴۹ - أیضاً - صفحہ : ۷۷۹ -

۵۰ - أیضاً - صفحہ : ۷۸۲ -

۵۱ - أیضاً - صفحہ : ۷۸۶ -

۵۲ - أیضاً - صفحہ : ۷۸۹ -

۵۳ - أیضاً - صفحہ : ۸۰۰ -

۵۴ - أیضاً - صفحہ : ۸۰۶ -

۵۵ - أیضاً - صفحہ : ۸۱۳ -

۵۶ - أیضاً - صفحہ : ۸۱۵ -

۵۷ - أیضاً - صفحہ : ۸۱۸ -

۵۸- أیضاً - صفحہ: ۸۲۱-

۵۹- أیضاً - صفحہ: ۸۵۰-

۶۰- أیضاً - صفحہ: ۸۹۸-

۶۱- أیضاً - صفحہ: ۹۰۲-۹۰۳-

۶۲- أیضاً - صفحہ: ۹۰۴-

۶۳- مکتبی شیرازی فارسی زبان کا ایک مشہور شاعر تھا - سنہ ۸۹۵ھ میں فوت ہوا
مکتبی شیرازی نے نظامی گنجوی کی تقلید میں خمسہ بھی لکھنا شروع کیا تھا - مگر معلوم
نہیں ہے کہ اس نے خمسہ مکمل کیا - پھر یہ ضائع ہو گیا - یا مکمل کرنے سے پہلے فوت ہوا -
بہر حال اب اس خمسہ سے صرف اس کی مثنوی "لیلیٰ مجنون" ملتی ہے -

۶۴- مکتبی شیرازی - لیلیٰ مجنون - صفحہ: ۲۲ - ایران -

۶۵- أیضاً - صفحہ: ۲۲-

۶۶- أیضاً - صفحہ: ۲۶ -

۶۷- أیضاً - صفحہ: ۲۹ -

۶۸- أیضاً - صفحہ: ۳۱-

۶۹- أیضاً - صفحہ: ۳۸ -

۷۰- أیضاً - صفحہ: ۳۹ -

۷۱- أیضاً - صفحہ: ۴۲-

۷۲- أیضاً - صفحہ: ۴۲ -

۷۳- أیضاً - صفحہ: ۴۲ -

۷۴- أیضاً - صفحہ ۴۷-

۷۵- أیضاً - صفحہ ۴۷-

۷۶- أیضاً - صفحہ : ۵۶- ۵۷ -

۷۷- أیضاً - صفحہ : ۵۷ -

۷۸- أیضاً - صفحہ : ۱۲۲ - ۱۲۳ -

۷۹- أیضاً - صفحہ : ۱۲۸ -

۸۰- أیضاً - صفحہ : ۱۳۱ -

۸۱- أیضاً - صفحہ : ۱۳۸- ۱۳۹ -

۸۲- أیضاً - صفحہ : ۱۴۱ -

۸۳- أیضاً - صفحہ : ۱۴۴ -

۸۴- أیضاً - صفحہ : ۱۴۸- ۱۴۹ -

۸۵- عبداللہ ہاتفی فارسی زبان کا ایک مشہور شاعر تھا - ہرات میں پیدا ہوا - اور سنہ ۱۵۲۱ء میں فوت ہوا - عبداللہ ہاتفی، مولانا عبدالرحمٰن جامی کا بھانجا تھا - صنف مثنوی پر اسے بڑی مہارت حاصل تھی - اس نے نظامی گنجوی کی تقلید میں خمسہ بھی لکھنے کی کوشش کی تھی - اس خمسہ میں سے لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، ھفت منظر اور ظفر نامہ مکمل ہوئے --- شاہ اسماعیل صفوی کی فرمائش پر ہاتفی نے (شاہنامہ حضرت شاہ اسماعیل) کے عنوان سے ایک شاہنامہ لکھنا شروع کیا - مگر یہ مکمل نہیں ہو سکا -

۸۶- عبداللہ ھاتفی - لیلیٰ ومجنون - صفحہ ۲۶ - دانش کدۂ دولتی تاجیکستان - ۱۹۶۲ء -

۸۷- ایضاً - صفحہ: ۲۸- ۲۹ -

۸۸- أیضاً - صفحہ : - ۳۰ -

۸۹- أیضاً - صفحہ : - ۵۱ -

۹۰- أیضاً - صفحہ : - ۵۲ -

۹۱- أیضاً - صفحہ : - ۶۳- ۶۴ -

۹۲- أیضاً - صفحہ : - ۶۵- ۶۶ -

۹۳- أیضاً - صفحہ : - ۶۷- ۶۸ -

۹۴- أيضاً - صفحہ :- ۸۲ - ۸۳ -

۹۵- أيضاً - صفحہ :- ۸۹ -

۹۶- أيضاً - صفحہ :- ۹۰ - ۹۱ -

۹۷- مثال کے طور پر عبد الرحمن جامی نے اپنی مثنوی "لیلیٰ ومجنون" میں اس عنوان کے تحت :

"داستان مجنون وسواری وی بر ناقہ بچہ گذاشتہ در نواحی حی کہ چون مجنون بیخود شدی ناقہ بر گردیدی وچون بخود باز آمدی ناقہ را بر گردانیدی"، صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۸، جو حکایت مدوّن کی وہ مجنون لیلیٰ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ یہ در اصل ایک عذری شاعر اور عاشق سے متعلق ہے جس کا نام عروہ بن حزام ہے، اور اس کی معشوقہ کا نام عفراء ہے - عروہ بن حزام سن ۳۰ ھ میں فوت ہوا ہے -

۹۸- لیلیٰ مجنون کی تمام فارسی مثنویوں میں لیلیٰ کی شادی کسی اور شخص سے کردی جاتی ہے۔ مگر خسرو دہلوی کے ہاں لیلیٰ کی نہیں، بلکہ خود قیس کی شادی کسی اور لڑکی سے کردی جاتی ہے -

۹۹- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ : ۱۵۲ - قاہرۃ - مصر -

۱۰۰- أيضاً - صفحہ : ۱۵۸ -

۱۰۱- ڈاکٹر طٰہٰ ندا - الأدب المقارن - صفحہ ۱۶۶ - ۱۶۷ - قاہرۃ - مصر -

۱۰۲- نظامی گنجوی کی مثنوی "لیلیٰ مجنون" کے صفحات ۴۸۹ - ۵۴۶ - ۵۶۶ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۳- محیی الدین بن عربی - ترجمان الأشواق - صفحہ :- ۱۳۷ - قاہرۃ - مصر -

۱۰۴- خسرو دہلوی کی مثنوی "مجنون لیلیٰ" کے صفحات : ۱۹ - ۱۶۸ - ۱۶۹ - ۱۷۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۵- عبد الرحمن جامی - مثنوی لیلیٰ مجنون - صفحہ ۲۵۹ -

٥٥ چون قرعہ زدم بفال میمون	افتاد بشرح حال مجنون
٥٥ ہر چند کہ پیش ازین دو استاد	در ملک سخن بلند بنیاد
٥٥ در نکتہ وری زبان گشادند	داد سخن اندر آن بدادند
٥٥ از گنجہ چو گنج آن گہر ریز	وز هند چو طوطی این شکر ریز

۱۰۶- ڈاکٹر یوسف صلاح الدین - رسالہ کلیۃ اللغات والترجمہ - جامعۃ الأزہر - صفحہ ۱۱۵ - قاہرۃ - مصر -

۱۰۷- مکتبی شیرازی - لیلیٰ مجنون - صفحہ : ۲ - ایران

۱۰۸- أيضاً - صفحہ : ۲۴ -

۱۰۹- أیضاً - صفحہ: ۱۳۳ -

۱۱۰- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ: ۱۵۹ - قاہرۃ - مصر -

۱۱۱ - الہام منظوم - ترجمہ اردو مثنوی مولانا روم - مرتبہ مولوی فیروز الدین - دفتر سوم - صفحہ ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - لاہور - ۱۹۳۱ء -

۱۱۲ - مولانا جلال الدین رومی - مثنوی معنوی - ترجمہ قاضی سجاد حسین - دفتر اول - صفحہ ۲۷ - لاہور ۱۹۷۸ء۔

اور بانگ نای [داستانہای مثنوی مولوی] بانتخاب محمد علی جمال زادہ - صفحہ ۱۷ - انتشارات انجمن کتاب - تہران - ۱۹۵۸ء -

۱۱۳ - میر شیر علی افسوس - باغ اردو - انیسویں حکایت - صفحہ ۱۶۹ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - لاہور - ۱۹۶۲ء -
فارسی متن کے لیے گلستان سعدی - بکوشش ڈاکٹر خلیل خطیب رہبر - صفحہ ۲۸۵ تا ۲۹۰ - حکایت نمبر ۱۹ - تہران - ۱۳۴۸ خورشیدی

۱۱۴ - ابو الفرج أصفہانی - کتاب الأغانی - جلد ۹ - صفحہ ۲۷ - قاہرۃ - مصر -

۱۱۵ - أیضاً - جلد ۸ - صفحہ: ۱۲۲ -

۱۱۶ - الہام منظوم - ترجمہ اردو مثنوی مولانا روم - مرتبہ مولوی فیروز الدین - دفتر پنجم - صفحہ ۲۵۳ - ۲۵۴ - لاہور - ۱۹۳۱ء -

۱۱۷ - بوستان سعدی - باہتمام محمد عبد الرحمٰن جامی - صفحہ ۴۶ - مطبع نظامی - واقع کانپور - ۱۲۷۳ھ

۱۱۸ - دیوان وحشی بافقی - صفحہ ۵۱۳ - مؤسسہ چاپ وانتشارات امیر کبیر - تہران - ۱۳۳۸ خورشیدی

۱۱۹ - عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۸ - قطعہ: ۲۰۳ - قاہرۃ - مصر -

فصلِ دوم

لیلیٰ مجنوں ترکی شاعری میں

جب ہم ترکی ادب میں "قصۂ لیلیٰ مجنون" کی جستجو کرتے ہیں تو ہمیں بہت سے ایسے شعراء ملتے ہیں جنہوں نے اس قصے کو ادبی شکل عطا کی ہے - اور اسے منظوم کر کے ادبی رنگ میں پیش کیا ہے - یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ قصہ ترکی ادب میں فارسی ادب سے منتقل ہوا ہے - لہٰذا ترکی ادب میں "لیلیٰ مجنون" کے سب سے مشہور منظوموں کے مطالعے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ کیا کیا حذف، اور کیا کیا اضافے اس قصے میں کئے گئے۔

اگلے صفحات میں ہم ترکی ادب میں "لیلیٰ مجنون" کی دو اہم مثنویوں کا خلاصہ اور تجزیہ پیش کریں گے: ایک حمدی کی ہے، اور دوسری فضولی کی،

نوٹ:- چونکہ میں ترکی زبان سے نابلد ہوں - اس لیئے میں نے اس سلسلے میں ڈاکٹر حسین مجیب المصری کی ان تصنیفات پر انحصار کیا ہے جو "لیلیٰ مجنوں" کے موضوع پر عربی زبان میں لکھی گئیں -

"لیلیٰ مجنون"

حمدی(1)

حمدی کے قصہ "لیلیٰ مجنون" کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شریف، دولتمند، اور بے اولاد عرب تھا جسے لمبے انتظار اور بڑی التجاؤں اور دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ عطا فرمایا - والد نے اپنے بیٹے کا نام قیس رکھا - اس کی اچھے طریقے سے پرورش کی — یہ بچہ شروع ہی سے حسیناؤں کی طرف مائل ہوتا تھا - اور ہمیشہ انہیں دیکھنے کا آرزومند رہتا تھا - یہاں تک کہ جب وہ حسیناؤں سے دور ہوتا تھا تو اکثر رویا رہتا تھا -

جب قیس کچھ بڑا ہو گیا تو والد نے اسے مکتب میں داخل کرا دیا - مکتب میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے تھے - لڑکیوں میں سے ایک بڑی خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام لیلیٰ تھا — جب قیس کی لیلیٰ سے ملاقات ہوئی تو وہ اس پر فریفتہ ہو گیا - لیلیٰ بھی قیس کی محبت میں گرفتار ہو گئی - مگر دونوں اپنی محبت کو نہ چھپا سکے - چنانچہ تھوڑے عرصے ہی میں ان کا راز لوگوں پر کھل گیا - نتیجۃً جب لیلیٰ کی ماں کو اپنی بیٹی کی محبت کا علم ہوا تو اس نے لیلیٰ کو ملامت کی - اور مکتب جانے سے روک دیا -

لیلیٰ کے مکتب میں نہ آنے کی وجہ سے قیس کو بہت صدمہ ہوا۔
ایک عرصے کے بعد اس کو یہ ترکیب سوجھی کہ وہ گداگروں کا روپ دھار کر در بدر پھرتا ہوا لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گذرے تاکہ اسے لیلیٰ کا دیدار نصیب ہو۔ اور کوئی اسے پہچان نہ سکے ــــ جب قیس، لیلیٰ کے محلے میں پہنچا تو اس وقت لیلیٰ اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب قیس کو پہچانا تو اپنی ماں سے اجازت لے کر اس بہانے سے قیس کے پاس گئی کہ اسے خیرات دے۔ لیلیٰ نے قیس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ اور دونوں کی عہد محبت کی تجدید ہوگئی۔

جب قیس کا راز منکشف ہوگیا۔ اور وہ رقیبوں کی نظروں میں آگیا۔ تو اس نے دیہات کی طرف رخ کیا۔ مگر دیہات میں لوگوں نے اس کو پاگل سمجھ کر پتھر مارے۔ اور اتنا مارا کہ اسے اپنی جان بچانے کی خاطر صحرا کی پناہ لینا پڑی۔

ادھر قیس کے والد کو اپنے بیٹے قیس کا حال معلوم ہوا۔
اور وہ اس کو تلاش کرتے کرتے اس تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قیس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ اور وہ اپنے ماحول سے بالکل بے خبر ہو چکا ہے۔ مگر جب اس کے والد نے اس سے یہ وعدہ کیا کہ وہ لیلیٰ کی شادی اس سے کروائے گا تو اسے کچھ ہوش آگیا۔ چنانچہ والد اسے اپنے گھر لے گیا۔

گھر میں قیس کی ماں، قیس کی حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئی۔ اس نے قیس کو نہلا یا دھلایا۔ نئے کپڑے پہنائے۔ اور والد یہ کوشش کرنے لگا کہ قیس کا دل لیلیٰ کی محبت سے اچٹ جائے۔ مگر بے سود۔

ایک دن قیس اپنے چند دوستوں کے ساتھ دشتِ نجد کی طرف گیا جہاں لیلیٰ رہتی تھی۔ وہاں لیلیٰ کے خیمے کے سامنے، لیلیٰ سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ مگر جب لیلیٰ کے قبیلہ والوں کو قیس کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً قیس کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور قیس نے صحرا کا رخ کیا۔

آخرکار مجنوں کے والد نے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور ان سے صلاح مشورے کرنے لگا۔ بزرگانِ قبیلہ نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ وہ مجنوں کو ساتھ لے کر لیلیٰ کے قبیلہ والوں کے پاس جائے۔ اور انہیں قیس سے لیلیٰ کی شادی

کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے۔

قیس کا والد، قیس کو ساتھ لے کر لیلیٰ کے قبیلہ والوں کے پاس گیا۔ اور لیلیٰ کے والد سے اس نے اپنا مدّعا ظاہر کیا۔ مگر لیلیٰ کے والد نے اس شادی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ قیس پاگل ہے۔ اور میں اپنی بیٹی کی شادی کسی پاگل سے نہیں کر سکتا —— ابھی یہ گفت و شنید جاری تھی کہ اچانک لیلیٰ کا کتّا وہاں آ گیا۔ جونہی قیس کی نظر کتے پر پڑی تو وہ اس کی طرف دوڑ پڑا۔ اس کو اپنی آغوش میں لیا۔ اور اسے پیار کرنے لگا —— جب لیلیٰ کے گھر والوں نے قیس کی یہ حرکت دیکھی تو انہیں اس کے جنون کا یقین ہو گیا۔ اور شادی سے مکمل طور پر انکار کر دیا۔

اس کے بعد قیس نے دوبارہ صحرا کا رخ کیا۔ اور وہاں مارا مارا پھرنے لگا —— ایک عرصے کے بعد قیس کا والد اسے حج کرنے کے لئے مکہ لے گیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ قیس، لیلیٰ کی محبت بھول جائے —— مگر حرمِ کعبہ میں قیس نے اللہ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے دل میں لیلیٰ کی محبت زیادہ کر دے۔ — والد نے قیس کی یہ دعا سنی تو وہ مایوس ہو کر واپس گھر چلا آیا۔

پھر قیس کا والد اسے ایک خدا رسیدہ بزرگ کے پاس لے گیا جو ایک غار میں اللہ کی عبادت کرتا تھا تاکہ اس سے قیس کے لئے دعا کروائے۔ مگر یہ کوشش بھی بار آور نہ ہوئی۔ اور مجنوں، لیلیٰ کو نہ بھولا۔ اور اس کی محبت جوں کی توں رہی۔ اس پر مستزاد یہ کہ مجنوں اور لیلیٰ دونوں آپس میں خط کتابت کرتے تھے۔ چنانچہ لیلیٰ اکثر قیس کے ساتھ شاعری میں ہی خط کتابت کیا کرتی تھی۔ کیونکہ وہ بھی شاعرہ تھی۔ اور مجنوں بھی اس کو شعر ہی میں جواب دیتا تھا۔

ایک دفعہ لیلیٰ، باغ کی سیر کرنے گئی۔ تو وہاں اس پر ابن سلام نامی ایک خوبصورت نوجوان کی نظر پڑی۔ ابن سلام، لیلیٰ پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے لیلیٰ کے والد کے پاس منگنی کا پیغام بھیج دیا۔

ادھر قیس صحرا میں جنگلی جانوروں سے مانوس ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ رہنے سہنے لگا —— ایک دن نوفل نامی ایک با اثر شخص شکار کے دوران قیس کے پاس سے گزرا۔ جب نوفل کو قیس کا حال معلوم ہوا

تو وہ بہت اداس ہوا - اور اسے قیس پر رحم آیا - چنانچہ نوفل نے قیس سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کی شادی لیلیٰ سے کرانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا -

پس نوفل نے ایک فوج تیار کی - اور لیلیٰ کے قبیلے کی طرف چل دیا - لیلیٰ کے قبیلے پر حملہ کرنے سے پہلے نوفل نے ان کی طرف ایک پیغام بھیجا کہ وہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کر دیں - یا پھر جنگ کے لیئے تیار ہو جائیں —— مگر لیلیٰ کے والد نے نوفل کی اس پیشکش کو رد کیا - جس پر نوفل غضبناک ہو گیا - یوں ان کے درمیان جنگ کی نوبت آ گئی -

آخرِ کار نوفل نے لیلیٰ کے قبیلہ والوں کو شکست دی - اور قبیلے کے بزرگوں کو لیلیٰ کے والد سمیت گرفتار کر لیا - پھر نوفل نے انہیں معاف کر دیا - مگر یہ کوشش کرنے لگ گیا کہ لیلیٰ کے والد کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کر دے - لیکن لیلیٰ کے والد نے یہ کہتے ہوئے ٹال دیا کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا جائے تو وہ لیلیٰ کو قتل کر کے اس کی نعش کو کتوں کے آگے پھینک دے گا ——
—— ساتھ ہی نوفل کے چند دوستوں نے بھی لیلیٰ کے والد کی ہاں میں ہاں ملا دی - چنانچہ نوفل اس سارے معاملے سے دستبردار ہو گیا - جس کی وجہ سے قیس خفا ہو گیا - نوفل کو لعن طعن کرتے ہوئے پھر سے صحرا کی جانب نکل گیا - اور وہاں مارا مارا پھرتا رہا -

ایک دفعہ قیس نے ایک شکاری دیکھا جس کے جال میں ایک ہرن پھنسا ہوا تھا - اور وہ اسے ذبح کرنا چاہتا تھا - قیس نے اسے ہرن کو ذبح کرنے سے روکنے کی کوشش کی - کیونکہ ہرن کی آنکھیں اسے لیلیٰ کی آنکھوں کی یاد دلاتی تھیں —— مگر شکاری نے کہا کہ وہ غریب آدمی ہے اور کثیر الاولاد بھی - لہذا وہ ہرن کا گوشت بیچ کر اس سے کچھ نہ کچھ پیسے کمائے گا - چنانچہ قیس نے شکاری کو اپنا گھوڑا دیا - اور اس سے ہرن چھڑوا لیا -
—— اس قسم کا ایک اور واقعہ ایک اور شکاری کے ساتھ پیش آیا - اور قیس نے اس کو اپنی تلوار دے کر ہرن کو آزاد کروا دیا -

ایک دفعہ اتفاق سے قیس، لیلیٰ کے علاقے میں داخل ہوا - تو اس نے ایک بوڑھا آدمی دیکھا جس کی گردن میں زنجیر بندھی ہوئی تھی - اور ایک بڑھیا اسے لے جا رہی تھی - قیس نے عورت سے پوچھا کہ اس آدمی کی گردن میں زنجیر

کیوں بندھی ہے۔ اور وہ اسے کہاں لے جا رہی ہے؟!۔ عورت نے بتایا کہ وہ ایک غریب بیوہ ہے۔ اور یہ بوڑھا شخص گداگر ہے۔ اور وہ دونوں لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ اور جو کچھ ملتا ہے اسے آپس میں بانٹ لیتے ہیں ــــ قیس نے یہ بات سن کر لیلیٰ کو یاد کیا۔ اور اسے یہ خیال آیا کہ اگر وہ بڑھیا کے ساتھ جائے تو وہ لیلیٰ کو دیکھ سکے گا ــــــ

ــــــ چنانچہ قیس نے بڑھیا سے درخواست کی کہ وہ اس بوڑھے گداگر کے بجائے اسے ساتھ لے جائے۔ اور وہ خیرات سے حصہ نہیں لے گا۔ اس پر بڑھیا راضی ہو گئی۔ اور مجنوں کے ہاتھ باندھ دیئے۔ اس کی گردن میں زنجیر ڈال دی۔ اور پھر وہ بھیک مانگنے کی غرض سے چل کھڑے ہوئے۔ اس تدبیر سے قیس کو لیلیٰ کا دیدار نصیب ہو گیا۔

لیلیٰ کو جب معلوم ہوا کہ اس کی قوم کو نوفل نے شکست دی۔ تو وہ بہت خوش ہوئی کہ اب قیس سے ملنے کا موقع مل جائے گا۔ مگر اس کے والد نے اس کو اپنے اور نوفل کے مابین صلح کا معاملہ بتا کر اس کی خوشیوں پر پانی پھیر دیا۔ ــــ ابن سلام نے بھی لیلیٰ کے والد سے لیلیٰ سے شادی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ اس کے ساتھ جنگ کرے گا۔ لیلیٰ کے والد نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔ اور لیلیٰ کے خلافِ مرضی، اس کی شادی ابن سلام سے ہو گئی ــــ ــــ جب ابن سلام، لیلیٰ کی خوابگاہ میں داخل ہوا تو لیلیٰ نے اس کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اس کے قریب آنے کی کوشش کرے گا تو وہ اس کو قتل کر دے گی ــــ یوں خاوند سے قربت کا اندیشہ ٹل گیا۔

ادھر قیس صحرا میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دفعہ اس کے چند رشتہ دار اس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کی بہت منت سماجت کی کہ وہ ان کے ساتھ گھر واپس آجائے۔ مگر بے سود ــــ کچھ عرصے کے بعد، اتفاق یوں ہوا کہ قیس لیلیٰ کے محلے میں گیا۔ وہاں لیلیٰ کے ایک محافظ نے اسے دیکھ لیا۔ اور اسے قتل کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب اس نے تلوار اُٹھائی تو اس کے ہاتھ سن ہو گئے۔ محافظ نے قیس سے معذرت کی۔ چنانچہ قیس نے اس کو معاف کر کے یہ نصیحت کی کہ اگر اس کی یہ خواہش ہو کہ اسے کوئی دکھ نہ پہنچے تو اوروں کو بھی دکھ پہنچانے کی کوشش نہ کرے ــــ پھر قیس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ہاتھ درست ہو جانے کی دعا مانگی۔ اور ازاں بعد صحرا کی طرف چل دیا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ قیس کا ماموں اس سے ملنے گیا۔ جب ماموں نے
اس کی حالت دیکھی تو اسے بے حد افسوس ہوا۔ اور واپس جا کر قیس کی ماں کو بتایا۔ چنانچہ ماں یہ سن
کر بے قرار ہوئی، اس کے پاس پہنچ کر اس کی منت سماجت کی کہ وہ گھر واپس آ جائے۔ مگر قیس نے یہ
کہہ کر ماں سے معذرت کر لی کہ وہ محبت کے معاملے میں مجبور ہے۔

ادھر لیلیٰ کو قیس کی یاد بہت ستاتی رہی۔ اس کی دلی تمنا یہ
تھی کہ قیس سے ملاقات کرے۔ مگر شوہر کی رسوائی کے پیش نظر وہ اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔

بغداد میں ایک عاشق شاعر سلام نامی نے جب مجنوں کی خبر
سنی تو اس نے چاہا کہ قیس کی معیت اختیار کرے۔ مگر مجنوں کی رفاقت اس کے لیئے سازگار ثابت
نہ ہوئی۔ اور وہ زیادہ دیر نہ چل سکی۔ کیونکہ سلام میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ مجنوں جیسی مشکل
ترین اور پرخطر زندگی بسر کرے۔ وہ تو نعمتوں میں پلا بڑھا تھا۔ اور اسی تعیش والی زندگی کی
طرف واپس آنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف لیلیٰ نے جب ایک عاشق زید نامی کی خبر سنی،
جو اپنی ایک چچا زاد بہن زینب نامی سے محبت کرتا تھا۔ اور اس سے شادی کرنے کا خواہاں تھا، مگر
اس کے چچا نے اپنی بیٹی کی زید سے شادی سے انکار اس لیئے کر دیا تھا کہ وہ غریب اور مفلس تھا،
تو لیلیٰ نے زید کو دلاسا دیا۔ اور اس کو قیس کی طرف اپنا قاصد بنا کر بھیجا ———

جب لیلیٰ کا شوہر مر گیا تو قیس، لیلیٰ سے ملنے کے لیئے
اس کی طرف چل دیا۔ جونہی دونوں کی ایک دوسرے پر نظر پڑی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر
ہوش میں آ گئے۔ مگر قیس کا جنون اور بڑھ گیا۔ اور اس نے دوبارہ صحرا کا رخ کیا۔ اس وقت
لیلیٰ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب کبھی دوبارہ اس کا فہم وشعور بحال نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ
جدائی کے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے لیلیٰ موسم خزاں میں چل بسی۔

جب قیس کو لیلیٰ کی وفات کا علم ہوا تو وہ اس کی قبر
پر گیا۔ وہاں خوب رویا۔ اور پھر صحرا کی طرف چلا گیا۔ ایک بار پھر قبر کی زیارت کے لیئے آیا۔
وہاں اس نے اللہ سے دعا کی کہ وہ اسے اس عذاب سے نجات دے۔ اور اس کی موت واقع ہو جائے۔
——— چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ قیس اسی وقت مر گیا۔ اور لیلیٰ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن
ہو کر بامراد ہوا۔

ایک رات زبیدہ نے خواب میں یہ دیکھا کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا جنت میں بیٹھے ہوئے ہیں - دونوں کی پیشانیوں سے نور چمک رہا ہے - جب زبیدہ نے ان دونوں کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ یہ قیس اور لیلیٰ ہیں جن کو دنیا میں ایک دوسرے کی محبت میں اخلاص کے باعث یہ مقام حاصل ہوا (۲)

لیلیٰ و مجنون

فضولی بغدادی (۳)

ترکی ادبیات میں "لیلیٰ و مجنون" کے قصے کے حوالے سے جو دوسری داستان رقم ہوئی، اس کا مصنف فضولی بغدادی تھا ــــ فضولی بغدادی کی مثنوی "لیلیٰ و مجنون" کا خلاصہ یوں ہے کہ :- ایک عرب سردار تھا جس کا ، بلند مرتبت ، اور قدر و منزلت میں کوئی ہم پلہ نہ تھا - مگر بے اولاد تھا - لہٰذا اس کی زندگی اجیرن تھی - اس نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں - اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بچہ عطا فرمایا - جس کا نام قیس رکھا گیا - لیکن تعجب کی بات یہ تھی کہ یہ بچہ ہمیشہ روتا رہتا تھا - اور غم و حزن اس پر چھائے رہتے تھے -

ایک دفعہ جبکہ وہ اپنی دایہ کی گود میں تھا تو ایک حسینہ نے اسے دیکھا - اس حسینہ کو قیس کی حالت پر بڑا رحم آیا - چنانچہ اس نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا - تو بچہ خوش ہو کر ہنسنے لگا - اور رونا دھونا بند کر دیا - گویا اس حسینہ کے ساتھ اس کا دل لگ گیا - یہاں تک کہ جب وہ اس سے جدا ہوتی تو وہ بہت اداس ہو جاتا - لوگوں کو قیس کی یہ حالت دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ حسن و جمال کا عاشق ہے -

جب قیس کی عمر دس سال ہوئی تو اس کے والد نے اس کا ختنہ کروا کے ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا - اور غرباء میں اتنے پیسے تقسیم کیے کہ انہیں غربت کا کوئی کھٹکا نہ رہا ــــ اس کے بعد بچے کو مکتب میں داخل کروایا گیا جہاں اس کی لیلیٰ سے ملاقات ہوئی ــــ پس دونوں کے دلوں میں عشق نے اپنا راستہ بنا لیا - آنکھوں کی زبان سے ہر ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرتا تھا - تھوڑے عرصے کے بعد ان کا معاملہ مشتہر ہو گیا - اور زبان زد خاص و عام ہو گیا - چنانچہ لیلیٰ کی ماں کو اپنی بیٹی پر بہت غصہ آیا - اور اس نے اسے

یہ سمجھایا کہ اس کے اس رویے کی وجہ سے پورے خاندان کی بہت رسوائی ہوگی ۔

لیلیٰ اپنی ماں کی بات سن کر رو پڑی ۔ اور پھر کہا کہ تم مجھ سے عشق کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہی ہو حالانکہ مجھے اس کا کوئی علم ہی نہیں ۔ تم اس کا راز مجھے بتاؤ ۔

دوسری طرف قیس کی حالت اس قدر دگر گوں ہوگئی کہ اسے مجنوں کہہ کر پکارا جانے لگا ۔ اس نے صحرا کا رخ کیا ۔ اور جنون کا شکار ہوگیا —— جب قیس کی ماں کو قیس کی حالت کا پتہ چلا تو اس نے اس کو بہت ملامت کی ۔ اور اسے یہ بتایا کہ آخر کار یہ عشق اس کے لیئے جان لیوا ثابت ہوگا —— قیس سنی ان سنی کرکے صحرا کی طرف نکل گیا ۔ اور وہیں بود و باش اختیار کرلی ۔

قیس کا والد اس کی تلاش میں صحرا کی طرف نکل کھڑا ہوا ۔ جب قیس کو پالیا تو اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کے ہمراہ گھر واپس آجائے تو وہ جس حسینہ سے بھی شادی کرنا چاہے گا ، اس کی شادی کردی جائے گی ۔ مگر قیس نے اپنے والد کو یہ جواب دیا کہ وہ اس معاملے میں مجبور ہے ۔ اور یہ اس کا مقدر ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بدل سکتا ۔ چنانچہ والد نے یہ ضروری خیال کیا کہ قیس کے لیئے لیلیٰ کو اس کے والدین سے مانگ لیا جائے ۔ مگر لیلیٰ کے والد نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ قیس دیوانہ ہے ۔ اور وہ اپنی بیٹی کی شادی ایک دیوانے سے نہیں کر سکتا ۔ اگرچہ لیلیٰ کے والد نے قیس کے والد سے یہ وعدہ کیا کہ اگر قیس ٹھیک ہوجائے تو وہ اس کو رشتہ دینے کو تیار ہے ۔

قیس کے والد نے قیس کے علاج معالجے کے لیئے بڑی کوششیں کیں ۔ مگر وہ بار آور نہ ہوئیں ۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگیں ۔ مگر مجنوں ٹھیک نہ ہوا ۔ چنانچہ والد نے یہ سوچا کہ قیس کو حج کرنے کے لیئے لے جایا جائے تاکہ مکہ کی مقدس سرزمیں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ لیلیٰ کی محبت قیس کے دل سے چھٹ جائے ۔

جب قیس اور اس کا باپ کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو قیس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ وہ اس کے دل میں لیلیٰ کی محبت اور بڑھا دے —— والد نے قیس کی یہ دعا سنی تو وہ اس کی صحتیابی سے مایوس ہوکر لوٹ آیا ۔ —— اب تو قیس کے جنون کی کوئی حد نہ رہی ۔ وہ اسی حالت میں دوبارہ صحرا کی طرف

چلتا بنا جہاں وہ پہاڑوں اور پانی کے چشموں سے سرگوشیاں کرتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ قیس نے شکاری کی جال میں ایک ہرن پھنسا ہوا دیکھا تو اس نے شکاری سے درخواست کی کہ وہ ہرن کو آزاد کر دے۔ مگر شکاری نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس کام سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ یہ سن کر قیس نے شکاری کو اپنے کپڑے دے دیئے۔ اور ان کے بدلے ہرن کو آزاد کروادیا۔ پھر ہرن سے سرگوشیاں کرنے لگا۔ اور اس سے پیار کرنے لگا ———— اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کسی شکاری کی جال میں ایک کبوتر پھنسا ہوا دیکھا۔ تو اس نے اس سے بھی ویسی ہی درخواست کی۔

ایک دفعہ ابن سلام نامی ایک معزز آدمی شکار کے لیئے نکلا تو اس نے لیلیٰ کو دیکھا۔ اور اس پر فریفتہ ہو کر اس سے شادی کرنے کی غرض سے لیلیٰ کے والد کو اپنا پیغام بھجوایا۔ لیلیٰ کے والد نے قبول کرتے ہوئے لیلیٰ کی منگنی اس سے کردی۔

اتفاق سے بادشاہ نوفل نے قیس کے چند اشعار سنے تو اس نے پوچھا یہ اشعار کس شاعر کے ہیں ؟!۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ یہ قیس ہی کے اشعار ہیں تو وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہاں اس نے اسے پرندوں اور درندوں میں گھرا ہوا پایا۔ نوفل نے اسے دلاسا دیتے ہوئے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کی لیلیٰ سے شادی کرنے میں مدد کرے گا ———— چنانچہ نوفل نے لیلیٰ کے قبیلہ والوں کو خط لکھا کہ وہ لیلیٰ، قیس سے بیاہ دیں۔ انہوں نے اس کی یہ بات مان لی تو وہ اس کے بدلے میں بہت سارا سونا دے گا۔ اور اگر انہوں نے نہ مانا تو انہیں جنگ قبول کرنا پڑے گی۔

لیلیٰ کے قبیلہ والوں نے نوفل کو یہ جواب بھیجا کہ چونکہ قیس دیوانہ ہے لہذا وہ اپنی بیٹی، ایک دیوانے کے حبالۂ عقد میں نہیں دے سکتے۔ اور جہاں تک سونے کا تعلق ہے تو انہیں اس کی بالکل ضرورت نہیں۔ جہاں تک جنگ کا تعلق ہے تو وہ بھی جنگ کرنا جانتے ہیں ———— چنانچہ فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی ———— شروع میں لیلیٰ کے قبیلے والوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور نوفل، شکست کھانے والا ہی تھا کہ اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاید کسی ولیؒ اللہ کی بددعا کی وجہ سے اس کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد نوفل نے خوب جنگ کی۔ اور آخرکار وہ فتحیاب ہوا۔

لیلیٰ کے والد کو گرفتار کر کے نوفل کے پاس لایا گیا تو اس نے نوفل کو یہ کہا کہ چونکہ اس کی بیٹی کی پہلے سے ایک جگہ منگنی ہو چکی ہے اس لیئے اب کسی اور کے ساتھ کیسے ممکن ہے ؟ ۔ لہٰذا براہِ کرم ہمیں اس ذلت و رسوائی سے نجات دلائیں ۔۔۔ نوفل کو یہ بات منظور ہوئی ۔ چنانچہ جنگ اپنے اختتام کو پہنچی ۔ اور مجنوں غضبناک ہو کر دوبارہ صحرا کی طرف چل دیا ۔ وہاں وہ پھر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک ایسے بوڑھے آدمی پر پڑی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک شخص کو کھینچتے ہوئے جا رہا تھا ۔۔۔ قیس نے اس قیدی کے بارے میں اس بوڑھے شخص سے پوچھا تو اس نے اسے بتایا کہ قیدی اس کا دوست ہے ، دشمن نہیں ہے ۔ مگر چونکہ وہ ایک غریب آدمی ہے ۔ اس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں ۔ لہٰذا اسے یہ ترکیب سوجھی ہے کہ وہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کر کے یہ بتائے کہ یہ قاتل ہے ۔۔۔ اس نے اس کے قریبی آدمیوں کو قتل کر دیا ہے ۔ اور وہ اس سے مقتولین کی دیت وصول کرنا چاہتا ہے ۔ اس سے لوگوں کو قیدی پر رحم آئے گا ۔ اور وہ اسے کچھ نہ کچھ امداد کے طور پر پیسے دیں گے ۔ اس ترکیب سے شاید اس کی غربت کا کچھ مداوا ہو سکے ۔

یہ سن کر مجنوں نے بوڑھے سے کہا کہ بجائے اس شخص کے مجھے قیدی بنا لیجیئے ۔۔۔ بوڑھا اس پر راضی ہو گیا ۔ چنانچہ دونوں لیلیٰ کی سرزمین کی طرف چل دیئے ۔ اور وہاں لیلیٰ سے مجنوں کی ملاقات ہوئی ۔۔۔ اس ترکیب کے کامیاب ہونے کے بعد مجنوں کو ایک اور ترکیب سوجھی ۔ وہ یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اندھے گداگر کا روپ دھار لے ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ۔ لیلیٰ کے علاقہ میں پہنچ گیا ۔ اور اس دفعہ بھی لیلیٰ سے اس کی ملاقات ہو گئی ۔

جہاں تک ابن سلام کا تعلق ہے تو اسے یہ وہم تھا کہ اس کی دولت لیلیٰ کا دل اس کی طرف کھینچ لے گی ۔ اور وہ اس سے محبت کرنے لگے گی ۔ چنانچہ اس نے عمدہ نسل کے ایک ہزار گھوڑے ، ہزار لونڈی غلام ، چینی سے لدا ہوا ایک ہزار اونٹ ، اور مشک سے بھرے ہوئے ہزار برتن بطورِ تحفہ بھیجے ۔۔۔ اس کے باوجود وہ لیلیٰ کا دل نہ جیت سکا ۔ بہر حال لیلیٰ کو مجبور کر کے اس سے اس کی شادی کر دی گئی ۔

اُدھر مجنوں کا ایک دوست تھا جس کا نام زید تھا ۔ وہ بھی کسی کا عاشق تھا ۔ اور اس راہ میں اس نے بڑی مصیبتیں جھیلی تھیں ۔۔۔ زید نے مجنوں کو

لیلیٰ کی شادی کی خبر سنائی - تو مجنوں نے لیلیٰ کو ایک عتاب نامہ لکھا - لیلیٰ نے بھی اس کو جواب میں یہ لکھا کہ اس کے دل میں ابن سلام کے لیئے کوئی گوشۂ محبت نہیں - اور نہ ہی وہ اس سے کچھ حاصل کر سکے گا - وہ تو ہر وقت اسی [قیس] کی یاد میں ہے - اور جب اس [قیس] کا دیدار کرنا چاہتی ہے تو آئینہ دیکھنے لگتی ہے جس میں اسے مجنوں کی تصویر نظر آتی ہے [فناء فی الذات ہونے کی منزل] - اس کے علاوہ وہ اور کیا کچھ کر سکتی ہے - وہ تو اس بلبل کی طرح ہے جو قفس میں بند ہو -

کچھ عرصے کے بعد مجنوں کا والد اپنے بیٹے قیس کے غم میں مر گیا - قیس کو جب پتہ چلا تو وہ روتا دھوتا اپنے والد کی قبر پر آیا - خوب رویا - پھر صحراء کو لوٹ گیا - وہاں اس نے زمین پر ایک ایسی تصویر دیکھی جس میں اس نے اپنے آپ کو لیلیٰ کے ساتھ دیکھا — قیس نے لیلیٰ کی تصویر مٹا ڈالی - جب اس سے دریافت کیا گیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک حقیقت میں دوئی نہیں - اور جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ تم نے اپنی تصویر کو کیوں نہ مٹایا ، اور لیلیٰ ہی کی تصویر کو مٹایا ہے - کیا یہ بہتر نہ تھا کہ وہ اپنی تصویر مٹا دیتا - ؟! - تو قیس نے کہا کہ ضروری ہے کہ معشوق کے لیئے پردہ اور حجاب ہو - کیونکہ عاشق کی مثال جسم ، اور معشوق روح کی سی ہے - پس جسم تو نظر آتا ہے مگر روح نظر نہیں آتی -

دوسری طرف لیلیٰ کی محبت میں ناکام ہو جانے کی وجہ سے ابن سلام بیمار پڑ گیا - اور تھوڑے عرصے بعد اس کی موت واقع ہوئی - چنانچہ لیلیٰ اپنے میکے چلی گئی - وہاں ہمیشہ اس کا شغل گریہ جاری رہتا -

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ لیلیٰ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئی - اور مجنوں کے صحرا میں سے گذری - وہاں اس کی مجنوں سے ملاقات ہو گئی - دونوں کے درمیان محبت کی باتیں ہوئیں - پھر لیلیٰ نے قیس سے اس کے چند اشعار سنانے کی فرمائش کی - اس کے بعد دونوں جدا ہو گئے -

لیلیٰ کی زندگی کی بہاریں ختم ہو گئی تھیں - خزاں نے اسے گھیر لیا تھا - اب اس نے اپنے رب کے حضور یوں عرض گذار ہوئی تھی کہ اللہ اسے فنا کر دے - کیونکہ یہی اس کی ذات تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے - اللہ دعاؤں کا سننے والا

اور قبول کرنے والا ہے۔ جب لیلیٰ کو یہ محسوس ہوا کہ اس کا وقت آخر قریب آگیا ہے تو اس نے اپنی ماں کو بلا کر اس کو یہ وصیت کی کہ وہ مجنوں کے پاس جائے۔ اور اس کو یہ بتائے کہ اب لیلیٰ، خلوت کی سعادت سے بہرہ یاب ہونے والی ہے۔ اگر وہ عاشق صادق ہے تو صبر کے دامن کو چھوڑے اور اس دنیا کو خیرباد کہہ کر راہیٔ عدم ہوجائے جو امن و اخلاص کی جگہ ہے۔ اور جہاں محبت کرنے والوں کا وصال ممکن ہے۔

قیس کے دوست زید نے اس کو لیلیٰ کی موت کی خبر یہ کہتے ہوئے سنائی کہ پری اپنی جنت میں داخل ہوگئی۔ چنانچہ مجنوں لیلیٰ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا۔ وہاں اس نے بہت آنسو بہائے۔ اور پھر اللہ سے دعا کی کہ اللہ اسے لیلیٰ سے ملادے۔ ــــ اللہ نے اس کی دعا منظور کرلی۔ اور اس کی روح فوراً پرواز کرگئی۔ وہ بھی راہیٔ عدم ہوا۔ اور اسے لیلیٰ کے پہلو ہی میں دفن کردیا گیا۔

مجنوں کے دوست زید کو اس کی موت کا بہت صدمہ ہوا۔ اس نے قیس کی قبر کی مجاوری اختیار کرلی۔ اور یہ عہد کیا کہ عمر بھر قبر کا ہی خادم رہے گا۔ ـــــــــ قیس کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہوگئی۔ جہاں زائرین اپنی حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے، اور اللہ تعالیٰ مجنوں کے وسیلے سے ان کی حاجات پوری کردیتا ـــــــــ زائرین کی تعداد بڑھتی گئی۔ اور مجنوں کی کرامت کا لوگوں میں چرچا ہوگیا۔

ایک رات زید نے خواب میں ایک باغ دیکھا۔ اس باغ میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں سے نور کا ظہور ہورہا تھا۔ زید نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو اسے بتایا گیا کہ یہ باغ جنت ہے۔ اس میں یہ دو شخص لیلیٰ اور مجنوں ہیں جو اس لئے جنت میں داخل کئے گئے کہ دنیا میں ایک دوسرے سے سچی محبت کرتے تھے۔ اسی سچی محبت پر مرگئے۔ قضا و قدر پر راضی تھے۔ اور بلا پر صابر تھے (۴)

قصۂ "لیلیٰ مجنوں" فارسی ادب سے ترکی ادب میں منتقل ہوا - اور اس کی عربی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اس کی فارسی خصوصیات بھی ترکی ادب میں نمایاں رہیں - ان خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت تصوف ہے - اس ضمن میں نظامی گنجوی کی "لیلیٰ ومجنوں" کو ترکی ادب میں "لیلیٰ ومجنوں" کی مثنویوں کا مصدر ومنبع گردانا جاتا ہے جس کی ترک شعراء نے پیروی کرکے اسے ترکی ادب کا نیا جامہ پہنایا - یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نظامی کا قصہ ایک ایسا سانچہ ہے جس میں ترک شعراء نے "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ ڈھالا ہے -

ترکی ادب میں "لیلیٰ ومجنوں" کا سب سے پہلا ترتیب دینے والا میر علی شیر نوائی ہے جس کی وفات سن ۱۵۰۰ میں ہوئی (۵) علی شیر نوائی کی تصانیف کو ترکی ادب کے چغتائی لہجے کی بہترین تصانیف سمجھا جاتا ہے - نوائی نے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کو نظم کرنے کے سبب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس قصے کے مضمون نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا - اور اسے یہ قصہ مرتب کرنے پر آمادہ کرلیا - ورنہ بذاتِ خود قصہ گوئی تو ایک ضمنی چیز ہے جس سے اس کو کوئی دلچسپی نہیں - چنانچہ جب وہ اس مضمون کو پیش کرنے کے لیئے تیار ہوا تو یہ قصہ ہی اس کی نظر میں وہ واحد مناسب جامہ تھا جو اس کو پہنایا جاسکتا تھا - اور جس کے آئینے میں اس کو دیکھا جاسکتا تھا -(۶)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے نظامی کی "لیلیٰ مجنوں" کو ترکی ادب میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی - اور اس کی تقلید بھی کی گئی - مقلدین میں نوائی [متوفی ۹۰۶ھ] ، لنجالی [متوفی ۹۲۹ھ] ، اور فضولی بغدادی [متوفی ۹۶۳ھ] کے نام شامل ہیں ——— اسی طرح حمدی نامی ایک ترکی شاعر بھی ہے جو "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کا مشہور ناظم ہے ، اور جس کے منظومے کا خلاصہ ہم پہلے پیش کرچکے ہیں - اس نے اپنے منظومے کا کسی سے انتساب نہیں کیا - اور اس کے منظوم کرنے کا کوئی سبب بھی نہیں بتلا دیا - بہرحال قصے میں اس نے عشاق سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کا قصہ پڑھیں - کیونکہ ایسا قصہ محبت کی آگ بھڑکانے کے لیئے تنور کا کام دیتا ہے - اور روح کے لیئے بھی باعثِ تسکین ہے - پھر وہ اپنے دل کو یہ دعوت دیتا ہے کہ وہ ساری دنیا کو محبت کا درس دے — محبت کی

راہ میں قیس نے جو تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں، اور کوئی اس میں اس کا ہم پلہ نہیں۔[7]

حمدی نے اپنے قصے کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اس میں تصوف کے اسرار و رموز واضح ہو جائیں حتیٰ کہ قدیم ترک نقادوں میں سے ایک نقاد نے حمدی کی لیلیٰ مجنون کی عمدگی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ حمدی کی لیلیٰ مجنون سے پہلے بہت سے شعراء نے اس قصے کو منظوم کیا۔ مگر کسی کو اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ اس قصے کو ایسی خوبصورت شکل میں پیش کر سکے جس صورت میں حمدی نے پیش کیا ہے۔ اس قصے میں حمدی، خیال کی گہرائی، دقتِ وصف، اور ماہرانہ تصویر کشی کے لحاظ سے سبقت لے گیا ہے۔ (۸)

جیسا کہ پہلے نشاندہی کی جا چکی ہے فضولی بغدادی نے بھی اس قصے کو منظوم کیا تھا۔ بلکہ وہ اس سلسلے میں سب سے مشہور ہے[9]۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ فضولی کی مثنوی "لیلیٰ مجنون" ترکی زبان کی بہترین مثنوی ہے۔ اور اس سے اچھی کوئی مثنوی ترکی ادب میں نہیں لکھی گئی۔[10]

فضولی کی "لیلیٰ مجنون" میں قیس بہترین معنوں میں ایک عاشقِ الٰہی دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ دنیا کی ہر زینت سے بے نیاز نظر آتا ہے۔ فضولی اس قصے میں مجنوں کے احوال کی تفصیل لکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ زمانے کی شکایت کرتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ فضولی کی شخصیت قصے کی ابتدا سے لے کر اس کی انتہا تک نمایاں نظر آتی ہے۔

فضولی کی "لیلیٰ مجنون" کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ وہ غزلوں کی ایک بڑی تعداد پر مشتمل ہے جن کی وجہ سے قصہ پر ایک خوبصورت قسم کی غنائیت چھا جاتی ہے اگرچہ بہت سے مقامات پر قصہ بزمیہ شاعری سے خالی نظر آتا ہے جس کے باعث اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے۔

بہر حال فضولی نے اس قصے کو ۱۵۳۵ء میں نظم کیا۔ اس میں اس نے اپنے اور قصے کے کرداروں کے درمیان ایک قسم کا روحانی رشتہ محسوس کیا۔ کیونکہ اس کے دل میں بھی ایسا ہی غم و حزن تھا جو اس قصے کے کرداروں کے دلوں کو لاحق تھا۔[11]

فضولی کے قصے میں تصوف کا رنگ دوسرے ترک

شعراء کی بہ نسبت زیادہ واضح اور نمایاں دکھائی دیتا ہے - بلکہ فضولی قصے میں کئی جگہوں پر حقائقِ تصوف کا بیان کرتا ہے - اور تصوف کے عام اور ابتدائی اصولوں کا بھی ذکر کرتا ہے - ایسے اصول جو تأویل و توجیہہ کے محتاج نہیں - مثال کے طور پر مجنون کے بذاتِ خود لیلیٰ کی تصویر کو اپنے ہاتھوں مٹا دینے میں تصوف کے اس اصول کی طرف اشارہ ہے جس کو فناء فی الذات کہتے ہیں -(۱۲)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے فضولی کی لیلیٰ مجنوں" میں خود فضولی کی شخصیت بڑی نمایاں ہے - وہ اپنی ذات کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بات کرتا ہے - اسی طرح وہ ان غزلیات کے ذریعے سے اپنا حال بیان کرتا ہے جن غزلیات کو قصے کے دوران کسی کردار کے احوال کے بیان کے ضمن میں اس نے مجنون کی زبان پر جاری کیا تھا -(۱۳)

فضولی کی "لیلیٰ مجنوں" کے کردار ایک دوسرے سے مختلف، اور خصوصی انفرادیت کے حامل نظر آتے ہیں - ان کرداروں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ فضولی کو کرداروں کی تصویر کشی پر پورا پورا عبور حاصل ہے - مثال کے طور پر لیلیٰ کی ماں کا کردار لیجیۓ - یہ ماں اپنی بیٹی کی قیس کے ساتھ عشق و محبت کی وجہ سے اداس اور دلگیر رہتی ہے - اسے یہ اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ کہیں یہ محبت ان کی رسوائی کا سبب نہ بن جائے - لہذا وہ اپنی بیٹی کو ایسے اچھے طریقے سے سمجھاتی ہے جس میں ماں کی مامتا صاف جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے - یہ ماں اپنی بیٹی کو بُرا بھلا نہیں کہتی - اس کے بجائے اسے نصیحت کرتی ہے - اور اسے باپ کی ڈانٹ یاد دلاتی ہے - چنانچہ اس کی شخصیت میں بلاشبہ نسوانی کمزوری نمایاں ہوتی ہے - لہٰذا وہ اپنی بیٹی کو یہ ہدایت کرتی ہے کہ وہ گھر ہی میں رہے - اور اسے پردے کی اہمیت بتا کر یہ کہتی ہے کہ پردہ لڑکیوں کی عفت اور شرافت کا ضامن ہے -

قیس کا والد اپنے قبیلے میں ایک ذی شان، مدبّر اور اعلیٰ مقام کا حامل شخص نظر آتا ہے - وہ موروثی رسوم و رواج کا پابند نظر آتا ہے - وہ اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے جو بڑے انتظار کے بعد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے - چنانچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قیس کا والد جب بھی اس کو نصیحت کرتا ہے تو بڑے حکیمانہ انداز سے کرتا ہے - اسی طرح وہ اپنے بیٹے سے بڑے حسنِ سلوک بھی کرتا ہے - اس کی سرزنش بھی نہیں کرتا - کیونکہ اس کے نزدیک کسی سے کوئی کام بزور کروانے کی بہ نسبت اسے قائل کر لینا بہتر ہوتا ہے -

ایک اور قابلِ قدر بات یہ بھی ہے کہ ماں اور باپ دونوں کی شخصیتوں میں فرق قائم رکھنے میں فضولی کو بڑی مہارت حاصل ہے۔ چنانچہ دونوں شخصیتوں کی باتیں ان کی اپنی اپنی فطرت کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی ہیں۔

نوفل کی شخصیت بھی بہت منفرد ہے۔ یہ ایک سخی اور بامروت شخص ہے۔ اور دوسروں کی خدمت اور مدد میں پیش پیش ہے۔ مجنوں کی مدد کے سلسلے میں وہ جنگ تک کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ تمنا کرتا ہے کہ خدا کرے قیس کی اُمیدیں برآئیں — نوفل اگرچہ مضبوط اور طاقتور اُمیر ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ انصاف پسند بھی ہے۔ ظلم سے مجتنب بھی دکھائی دیتا ہے۔ حق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اپنی رائے پر، غلط ثابت ہونے کی صورت میں، اصرار اسے گوارا نہیں ہوتا۔

فضولی نے نوفل کی یہ ساری خوبیاں اپنے قصے میں گنوائی ہیں۔ خصوصاً جب نوفل کو لیلیٰ کے والد پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور لیلیٰ کا والد اس کی خدمت میں حاضر ہوکر اسے سارا ماجرا سناتا ہے۔ تو نوفل اس کی بات مان لیتا ہے۔ اور اپنی ہٹ دھرمی سے دستبردار ہوجاتا ہے۔ اور یہ اعتراف کرلیتا ہے کہ لیلیٰ کے والد کے ساتھ جنگ کرنا مستحسن نہ تھا۔ اس کے بعد وہ لیلیٰ کے والد سے معافی مانگ لیتا ہے۔ اور اللہ سے بھی معافی کا طلبگار ہوتا ہے۔

فضولی کے قصے میں زید کی شخصیت بھی نمایاں ہے۔ زید، مجنوں کا ایک پکا دوست ہے۔ وہ ایک ایسا عاشق ہے جو ہجر وجفا کے داغ سے آشنا ہے۔ اس کا مجنوں سے تعارف ہوتا ہے۔ مجنوں کو خبریں پہنچاتا ہے۔ اور اس کا پیغام بھی لیلیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

جہاں تک ابن سلام کی شخصیت کا تعلق ہے تو وہ تنگ نظر آدمی ہے۔ فضولی اس کے کردار کو ایک دولتمند آدمی کے روپ میں پیش کرتا ہے۔ وہ لیلیٰ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی دولت کے پیشِ نظر لیلیٰ کا والد شادی پر راضی ہوجاتا ہے۔ بالآخر شادی ہوجاتی ہے۔ مگر شادی کے بعد ابن سلام لیلیٰ کی محبت میں ناکام رہنے، اور لیلیٰ کا دل نہ جیت سکنے کی وجہ سے وفات پا جاتا ہے[۱۴]

فضولی نے اپنا یہ قصہ نظامی گنجوی کی تقلید میں،

بحرِ ہزج میں نظم کیا تھا - اس کی ترکی زبان پر فارسی زبان کا بڑا اثر ہے - فارسی الفاظ وتراکیب کثرت سے پائی جاتی ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ فضولی کو عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر کامل عبور تھا (۱۵)

نظامی کی بہ نسبت فضولی کے ہاں لیلیٰ کی شخصیت زیادہ گہری ہے - فضولی، لیلیٰ کی شخصیت کو اچھی طرح سمجھتا ہے - وہ نظامی کے برعکس لیلیٰ کو ہیروئن کا روپ نہیں دیتا - بلکہ اسے ایک ایسی لڑکی کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جس کے دل میں وہی خیالات آتے ہیں جو عام لڑکیوں کے دلوں میں آیا کرتے ہیں - وہ بیک وقت خوش بھی ہوتی ہے، اور اداس بھی - لہذا فضولی کے ہاں لیلیٰ کی شخصیت اپنے اندر بڑی کشش رکھتی ہے -

اسی طرح نظامی کے مقابلے میں، فضولی کے ہاں مجنوں کی شخصیت کچھ مختلف ہے - نظامی کے ہاں مجنوں یاس وناامیدی کا شکار ہوتا ہے - اور قنوطی بھی نظر آتا ہے - جبکہ فضولی اسے تصوف کے نقطۂ نظر سے [ذاتِ کامل] قرار دیتا ہے -

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف چلے جانا فضولی کے ہاں، نظامی کی بہ نسبت کچھ کم پایا جاتا ہے - چنانچہ ضمنی قصے اور واقعات فضولی کے ہاں بہت کم ہیں - وہ نظامی کی طرح بہکتا اور بھٹکتا نہیں -

آخر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فضولی کے ہاں چند ایسی خرابیاں بھی ہیں جو نظامی گنجوی کے ہاں بھی موجود ہیں ـــ قصے میں فضولی بھی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جس ماحول میں قصے کے واقعات منظرِ عام پر آرہے ہیں، وہ عربی ماحول ہے - اس نے خود قصے کے شروع میں بتایا ہے کہ یہ عربی قصہ ہے - مگر فضولی ان مناظر کو بیان کرتا ہے جن کا عربی ماحول میں کوئی وجود نہیں - چنانچہ وہ باغوں اور پہاڑوں پر پرندوں کا تذکرہ بھی کرتا ہے - یہ سب کچھ عربی ماحول میں کہاں ہے (۱۶)

حواشی

١- حمدی ایک مشہور ترکی شاعر ہے -/۱۵۰۸ء ۹۱۴ھ میں فوت ہوا -

٢- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۵ - قاہرۃ - مصر -

٣- فضولی بغدادی ترکی زبان کا ایک بہت بڑا شاعر ہے - ۱۵۵۶/۹۶۳ء میں فوت ہوا - اس نے لیلا مجنون کی مثنوی سن ۱۵۳۵ء میں لکھی - فضولی بغدادی کی ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی کہ اس نے ترکی کے علاوہ، فارسی اور عربی میں بھی شاعری کی - اس کے ساتھ ساتھ ان تینوں زبانوں میں اس کے نثری کارنامے بھی قابلِ قدر ہیں - خود فضولی نے اپنے تینوں دیوانوں کو یکے بعد دیگرے ان زبانوں میں ترتیب دیا -

ڈاکٹر/ حسین مجیب المصری - فی الأدب الإسلامی - صفحہ ۳۰۷ - قاہرۃ - مصر -

٤- ڈاکٹر/ حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ ۱۶۶ تا ۱۷۱ - قاہرۃ - مصر

٥- أیضاً - صفحہ ۱۶۰ -

٦- أیضاً - صفحہ ۱۶۰ -

٧- أیضاً - صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۲ -

٨- أیضاً - صفحہ ۱۶۵ -

٩- ڈاکٹر طٰہٰ ندا - الأدب المقارن - صفحہ ۱۷۰ - قاہرۃ - مصر -

١٠- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب الإسلامی - صفحہ ۴۵۴ - قاہرۃ - مصر -

١١- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب العربی والترکی - صفحہ ۱۶۶ - قاہرۃ - مصر -

١٢- أیضاً - صفحہ ۱۷۲ -

١٣- أیضاً - صفحہ ۱۷۳ -

١٤- ڈاکٹر حسین مجیب المصری - فی الأدب الإسلامی - صفحہ ۲۸۸ - قاہرۃ - مصر -

١٥- ڈاکٹر طٰہٰ ندا - الأدب المقارن - صفحہ ۱۷۰ - قاہرۃ - مصر -

١٦- أیضاً - صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲ -

بابِ سوم

اُردو شاعری میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں

فصلِ اوّل

لیلیٰ مجنوں
قدیم اُردو شاعری میں

جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قصۂ لیلیٰ مجنوں کی حیثیت عربی ادب میں ایک مختلف فیہ قصہ کی رہی - فارسی ادب میں منتقل ہونے سے پہلے اس پر کسی حد تک تصوف کا رنگ چڑھ گیا تھا - چنانچہ "کتاب اللمع" کا مصنف، مجنوں عامری کے بارے میں کہتا ہے:۔
"سالک جس سے محبت کرتا ہے اسی کا تذکرہ اس کے دل اور وجدان پر غالب آجاتا ہے - اس کی مثال مجنوں عامری کی ہے کہ جب بھی اس کی نظر درندوں پر پڑتی تو لیلیٰ پکار اٹھتا - اور جب پہاڑوں کو دیکھتا تو وہ بھی لیلیٰ لیلیٰ کرنے لگ جاتا - لوگوں کو دیکھتا تو لیلیٰ کہہ اٹھتا - یہاں تک کہ جب اس سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارا کیا نام ہے، اور تمہارا حال کیا ہے تو وہ جواب میں بھی لیلیٰ کہتا تھا (۱) - اس ضمن میں اس نے یہ دو شعر کہے:۔

"جب میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں، اور کبھی اُس دیوار کو۔
"اس گھر کی محبت نے میرا دل نہیں موہ لیا - بلکہ اس گھر کے مکین کی محبت نے۔ (۲)

شبلی، جو دنیائے تصوف میں ایک ممتاز صوفی کی حیثیت سے معروف ہے، مجنوں کے بارے میں کہتا ہے:۔ "اے قوم! - یہ مجنوں عامری ہے جو، جب بھی اس سے لیلیٰ کے بارے میں پوچھا جاتا تو یہ کہتا کہ: میں لیلیٰ ہوں —— وہ لیلیٰ سے لیلیٰ ہی کے ساتھ غائب ہوتا - وہ سوائے لیلیٰ کے، ہر چیز سے غائب رہتا، اور لیلیٰ کے ذریعے ہی سے ہر چیز کا مشاہدہ کرتا" (۳) —— لہٰذا صوفیائے کرام اپنی محرومی، دکھ درد، اور فراق کی ترجمانی کے لیئے مجنوں کے اشعار پڑھا کرتے، اور بطور مثال بیان کرتے تھے -

مگر جب یہ قصہ فارسی ادب میں منتقل ہوا تو یہ غالب طور پر تصوف ہی کا قصہ بن گیا —— فارسی شعراء نے اسے منظوم کر کے، ایک طرف تصوف کے نظریات کی تشریح کے لیئے استعمال کیا، تو دوسری طرف اسے ادبی مقام عطا کیا، اور وہ ایک ادبی کارنامے کی حیثیت سے سامنے آیا۔ —— بعد ازاں یہ قصہ اردو ادب میں منتقل ہوگیا - اس کو کئی شعراء نے نظم کا جامہ پہنادیا - ان شعراء میں سے قدیم دکنی شعراء سر فہرست ہیں - اور ان میں سب سے پہلے احمد دکنی کا نام آتا ہے -

سترھویں صدی کے نصف اول میں، جو محمد قلی قطب شاہ، وجہی اور غواصی کا زمانہ تھا، قدیم اردو کے ایک شاعر احمد نامی نے اس قصے کو اپنی مثنوی کا موضوع بنایا - اس کی مثنوی کے چند منتشر اوراق اردوئے قدیم کے نامور مؤرخ اور محقق حافظ محمود

خاں شیرانی کو دستیاب ہوئے تھے، اور جن کا ذکر اس نے اپنی کتاب "پنجاب میں اردو" میں کیا ہے۔ اور چند اشعار کے اقتباسات بھی دیئے ہیں۔ لیکن اب احمد کی مکمل مثنوی، اور اس کے متذکرہ اوراق دونوں ناپید ہیں ـــــ اب "پنجاب میں اردو" میں دیئے گئے اقتباسات تاحال احمد کی متذکرہ مثنوی سے متعلق قدیم اردو کے مؤرخین کی معلومات کا واحد ماخذ ہیں۔(۲) بہرحال درج ذیل احمد دکنی کی مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیئے جاتے ہیں:-

٥٥ جو منج بخت کوں فتح یاور ہوا	سو منج بخت کا سیوک ابر ہوا
٥٥ جو شہ آپ تھے آپ منج یاد کر	منجے غم کی بندگی تھے آزاد کر
٥٥ دیتے امر علی کے یہ باغ لاؤں	جو پالوں اسے شہ امریت ناؤں
٥٥ جو میں شہ کا امر سر پہ لیتا	ترت باغ لانے شتابی کیتا
٥٥ بہوتیک پریشانی روزگار	اگرچہ منجے ہے ملامت سو یار
٥٥ بہوتیک شغلاں ستیں رات دن	نتھی منج فرصت بھلر یک بن
٥٥ ولے آس دھر شہ کے فرمان پر	لگیا تن سنگارن بہو قصد دھر
٥٥ دھریں عشق کی باس اس بن کے پھول	جو اس باس پر جون بھنور جگوں بھول
٥٥ سو کچ عشق کوں اب جگت میں جگاؤں	جو گھر گھر نے لیلیٰ ومجنوں اچاؤں
٥٥ جو لیلیٰ ومجنوں تھے بوبوں پران	سو تازہ کروں اب انو کا پران
٥٥ جو اس بن چمن پر تھے گذرے پون	یوں پاس تھے باس لے سرک بن
٥٥ جو اس باغ پر شاہ کا داغ ہے	سو باغوں میں یہ باغ شہ باغ ہے
٥٥ دہنی باغ کا شاہ میں باغبان	بھنور باغ کا کیوں نہوی آسمان
٥٥ جو اس باغ مہکار تھے جگ بھرے	سو سرمست گر قدسیاں کوں دھرے
٥٥ سو کچ شہ کوں یہ بن مبارک رہو	جو اس بن تھے ہر روز نو روز ہو
٥٥ شہنشہ کے ارکان دولت جیکوی	مبارک انو پر بھی یہ باغ ہوئے
٥٥ جکوئی باغ کی باغبانی کرے	سو اس باغ تھے شادمانی کرے
٥٥ دہنی باغ کا باغبان کوں نواز	بہو مرحمت سوں کرے سرفراز
٥٥ جو احمد کرے آس دھر بن سنگار	سو اب شہ تھے پائے ستیں سنگار

مثنوی کے افتتاحیہ اشعار یہ ہیں:-

۰۰ اس اللہ کے نانوں سوں سب جگت — جو دانی دیا ونت اس کی صفت

۰۰ سرہانا سب اللہ کوں جسم قرار — جو جگ کا دہنی ہور پروردگار

۰۰ جو دنیا میں کافر مسلماں کوں — منگے من سو بخشے بہو جان سوں

شاعر نے حمد کے بعد تین مناجاتیں لکھی ہیں - دوسری مناجات سے کچھ اشعار درج ذیل ہیں :-

۰۰ رحیمی سوں رحمت کرے سو رحیم — کریمی کے سب گن دھرے سو کریم

۰۰ سبہ کچھ کوں بھر دے سو رحمت دھرے — سبہ جگ کوں انپڑے سو نعمت دھرے

۰۰ بھلے اور بُرے پر کرم راکھتا — برائی چھپا کر بھرم راکھتا

۰۰ گنہ گار کے پاپ بھجن کرے — گنہ بخش بخشش سوں پرسن کرے

۰۰ نہ وہ کچھ کسی دہاتو حاجت دھرے — جو عالم سب اس کی عبادت کرے

۰۰ ولے سب جگت کوں ہدایت دکھائے — کرم ساتھ اپنے عبادت سکھائے

۰۰ عبادت سے آپیں تو ہے بے نیاز — سو ہوئے بن عبادت کرے سرفراز

۰۰ کرے ایک نیک تو دے دس ثواب — جو لوڑے زیادہ تہ پے دے بے حساب (۵)

احمد کے بارے میں معلومات میسر نہیں - صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ اس کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں رسائی حاصل تھی - اور بادشاہ کی فرمائش پر اس نے یہ مثنوی "لیلی مجنوں" لکھنی شروع کی تھی - احمد کی ایک اور مثنوی ہے جس کا نام "مصیبت اہل بیت" ہے۔ اور بقول ڈاکٹر غلام عمر خاں کے ، اگر قیاس کی بنا پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ احمد کی "لیلی مجنوں" عہد محمد قلی ہی میں تکمیل پا چکی تھی ، تو یہ مثنوی سنہ ۱۶۱۲ء سے قبل کی تصنیف قرار پائے گی - اس طرح لیلی مجنوں کے موضوع پر احمد کی مثنوی کو اردو کی پہلی تصنیف سمجھا جائے گا ــــ واضح رہے کہ احمد کے سنہ وفات کے متعلق سوائے اس کے اور کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ "پھولبن" کی تصنیف سنہ ۱۶۵۵ء سے قبل ، وہ وفات پا چکا تھا -(۶)

احمد کے بعد عاجز کا نام دوسرے نمبر پر آتا ہے - عاجز نے لیلی مجنوں کو سن ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں منظوم کیا - عاجز کے حالات اور اس کی دوسری تصانیف ہنوز پردۂ تاریکی میں ہیں - لیکن بعض شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مثنوی ، قصے کی عام دلچسپی ، اور اپنی ادبی دلکشی کی وجہ سے زمانۂ تصنیف کے سالہا سال بعد بھی ، دکن کے علاقے ہی میں نہیں ، بلکہ دلی اور پنجاب میں بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی تھی حتیٰ کہ شاہ حاتم اور مرزا مظہر کے عہد میں ، شمالی

ہند کے ایک شاعر میر احمد نے، جب اس موضوع پر مثنوی لکھی، تو اس نے عاجز کی مثنوی کو نشانِ راہ بنایا، اور اس کے اشعار سے دل کھول کر استفادہ کیا (۷)

جنوبی ہند میں عاجز کے بعد جتنے شعراء نے قصۂ "لیلیٰ مجنوں" کو اپنی مثنویوں کا موضوع بنایا، ان سب نے عاجز کی پیروی کی، اور عاجز کی مثنوی سے بھرپور استفادہ کیا۔ چنانچہ درودی نامی ایک شاعر نے سنہ ۱۷۱۸ء میں "لیلیٰ مجنوں" کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی جو ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ادبی اعتبار سے خاصی دلچسپ ہے۔ اس مثنوی میں بھی عاجز کا اثر نمایاں ہے۔ مصرعوں کے توارد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ (۸)

عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا اثر دکن ہی تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ شمالی ہند کے شعراء تک بھی پھیل گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ میر احمد، جو غالباً میر تخلص کرتا تھا، علاقہ پنجاب کی سرحد کے قریب، ایک مقام "درنود" [قدیم نام "ھرنود"] کا رہنے والا تھا، اور سنہ ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں اس نے "لیلیٰ مجنوں" کی مثنوی لکھی ہے۔ اس طرح میر احمد، شاہ حاتم اور مرزا مظہر کے عہد کا شاعر ہے۔ اور میر حسن کی مثنوی سے تیس سال قبل اس نے یہ مثنوی تصنیف کی ہے۔ میر احمد نے عاجز کی مثنوی سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے۔ بیسیوں مقامات پر عاجز کے مصرعے اور اشعار، جوں کے توں نقل کر لیئے ہیں، یا خفیف سی تبدیلی کے ساتھ، زبان کو کسی قدر جدید بنا کر اپنی مثنوی میں شامل کر لیئے ہیں (۹)۔ مگر لطف یہ ہے کہ میر احمد نے مثنوی کے ابتدائی اشعار میں اصرار کے ساتھ صراحت کی ہے کہ اس نے اپنے خونِ جگر سے اس معجزۂ فن کی تخلیق کی ہے۔ اور کسی کا کوئی شعر سرقہ نہیں کیا:-

۵۵ بنایا اسے خونِ دل کھا کے میں	نوارنج مجنوں کے تئیں پا کے میں
۵۵ مگر میں کسی کو دکھا یا نہیں	کسی کا سخن بھی چورا یا نہیں (۱۰)

دکن کے ایک اور شاعر غلام اعزاز الدین نے بھی قصۂ لیلیٰ مجنوں کو اپنی مثنوی کا موضوع بنایا۔ غلام اعزاز الدین کا تخلص نامی تھا۔ مستقیم جنگ خطاب تھا۔ دربار ارکاٹ کا امیر الشعراء تھا۔ سنہ ۱۱۸۱ھ میں تولد ہوا اور ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا حافظ فخر حسین سے جو اپنے وقت کے ایک عالم متبحر تھا، تحصیلِ علم کیا۔ شاعری میں باقر آگاہ سے تلمذ حاصل کیا۔ عمدۃ الأمراء رئیس ارکاٹ (۱۲۱۰ھ تا ۱۲۱۶ھ) نے نامی کو اپنے دربار کا ملک الشعراء قرار دیا ہے۔ نامی اردو اور فارسی میں طبع آزمائی کرتا تھا۔ دیوان مرتب کرنے کے علاوہ کئی ایک

مثنویاں بھی لکھیں جن میں سے : لیلیٰ مجنون - شیریں خسرو - وفات بنی - قصۂ بنارس - سلیمان نامہ وغیرہ اہم ہیں (۱۱) ــــــ "لیلیٰ مجنوں" کی مثنوی میں حمد، نعت، معراج کا حال اور مناجات کے بعد نامی نے اپنے رئیس عمدۃ الأمراء کی مدح وستائش کی - اور پھر اپنے بچوں کو نصیحت کرنے کے بعد اصل داستان بیان کی ــــــ در اصل یہ مثنوی نظامی گنجوی کی فارسی لیلیٰ مجنوں کا ترجمہ ہے - اس کے پر عنوان کو دو شعر میں بیان کیا گیا ہے - اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ۱۲۱۳ھ ہے - اور تاریخ کتابت ۱۲۶۱ھ ہے۔(۱۲) ــــــ علاوہ ازیں ایک شاعر عبداللہ واعظ بن اسحاق کا نام بھی ملتا ہے - اس شاعر نے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو دکھنی زبان میں منظوم کیا - آگے چل کر اس کا خلاصہ پیش کیا جائے گا -

قدیم دکنی شعراء کے علاوہ شمالی ہند کے شعراء میں سے بھی محمد حسین تجلیؔ، محمد تقی ھوسؔ، اعظم الدولہ سرورؔ، عظیم دھلوی اور ولاؔ نے اس قصے کو نظم کیا ہے - نظیر اکبر آبادی نے مخمس ترکیب بند کی صورت میں داستان کا ایک جزو نظم کیا جو کلیات نظیر میں شامل ہے ــــــ عظیم دھلوی اور ولاؔ کی مثنویاں، جن کا ذکر گارسین دتاسی نے اپنے خطبوں میں کیا ہے، نایاب ہیں - اعظم الدولہ کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" امیر خسرو کی مثنوی "لیلیٰ ومجنوں" کی تقلید میں لکھی گئی ہے - اور ان کے مجموعہ مثنویات "سبعہ سیارہ" میں شامل ہے - "سبعہ سیارہ" بھی اب نایاب ہے - اس کا مکمل قلمی نسخہ مولانا حامد حسن قادری کے پاس موجود تھا - لیکن "لیلیٰ مجنوں" تقریباً ضائع ہوگئی - اس طرح صرف تجلی اور ہوس کی مثنویاں ایسی رہ جاتی ہیں جو دستیاب ہوتی ہیں اور فنی وادبی نقطۂ نگاہ سے قابل توجہ بھی۔(۱۳)

پنجاب یونیورسٹی لاھور کی لائبریری میں "لیلیٰ مجنوں" کی ایک مثنوی ملی ہے جو مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے - اس مثنوی کے مصنف کا نام نجیب شاہ ہے - ہم آگے چل کر اس کا خلاصہ پیش کریں گے، اور اس پر تبصرہ بھی کریں گے ــــــ اب ہم "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کا مطالعہ اور جائزہ پیش کرتے ہیں -

"لیلیٰ مجنوں"

عاجز (۱۴)

عاجز اپنی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا آغاز حمد سے کرتا ہے پھر نعت لکھتا ہے - اس کے بعد واقعۂ معراج "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرتا ہے - پھر قصہ "لیلیٰ مجنوں" شروع ہوتا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

ایک عرب بادشاہ تھا جس کے پاس اللہ کی ہر نعمت موجود تھی - مگر وہ اولاد سے محروم تھا - پیروں اور مرشدوں سے دعا کراتا تھا - تعویذ پیتا تھا - خود اللہ سے دعائیں مانگتا تھا - مگر بے سود - اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرکے اسے ایک فرزند عطا فرمایا :-

٥٥ کتے دیس شہ باج فرزند بھیا	تُخم درد کا پشت میں جم رھیا
٥٥ تھنبیا تخم زن کے رحم میں وہی	نویں ماس جن کر وو فارغ ہوئی
٥٥ کیے بھوت شادی، ہو خوش حال جم	دیے تشریفاں سب عرب تا عجم

بادشاہ بیٹے کی پیدائش پر بہت خوش ہوا - بہت سے انعامات تقسیم کیے - اور بچہ کا نام قیس رکھا گیا ـــــــ بادشاہ کے شہر میں ایک تاجر تھا جس کے بادشاہ اچھے تعلقات تھے - تاجر کی بیوی اور بادشاہ کی بیوی دونوں دوست تھیں - وہ دونوں ایک دوسری کی ہمدرد و غمخوار تھیں - اس تاجر کی ایک خوبصورت بیٹی تھی اور اس کا نام لیلیٰ تھا ـــــــ قیس ابھی بچہ ہی تھا کہ اس کا میلان لیلیٰ کی جانب ہوگیا :-

٥٥ اسے دیکھ کر قیس پکڑے قرار	نہیں تو نہ پیو درد روے زارے زار
٥٥ جسے بالپن میں سو یو خیال ہوے	جواں ہوے پر اس کا سو کیا حال ہوے
٥٥ کدھیں رو، کدھیں خوش ہو دیکھے اسے	نہ لاگے کدھیں بھوک ہور پیاس اسے (۱۵)

جب قیس دس سال کا ہوگیا تو اس کی رسم ختنہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی - پھر اس کو مکتب میں داخل کروایا گیا ـــــــ مکتب میں لیلیٰ بھی پڑھتی تھی - چنانچہ وہ دونوں [لیلیٰ اور قیس] ساتھ ہی بیٹھتے تھے - باتیں کرتے تھے - اور محبت ان کے دلوں میں گھر کر گئی ـــــ آخر محبت نے قیس اور لیلیٰ دونوں کی توجہ پڑھنے سے ہٹادی -

ایک عرصے بعد قیس اور لیلیٰ کی محبت کا راز ہم مکتب لڑکوں پر کھل گیا :-

۰۰ یو سب طفلِ مکتب میں ظاہر ہوا | چھپیا راز مکتب تیں باہر ہوا (۱۷)

مگر نہ قیس کو اس کی پروا تھی، اور نہ ہی لیلیٰ کو۔ دونوں محبت میں مگن تھے۔ جب تک وہ مکتب میں ہوتے تھے تو آنکھیں چار ہوتی رہتی تھیں۔ پھر جب مکتب سے رخصت ہو جاتے تھے تو قیس اپنی تختی کو لیلیٰ کی تختی سے تبدیل کرتا تھا تاکہ اس بہانے سے اس کو لیلیٰ کے گھر جانے کا موقع ملے ـــــ مگر آخر میں ان کی محبت کا لوگوں میں چرچا ہوگیا۔ لیلیٰ کی ماں کو اس کا علم بھی ہوگیا جس کی وجہ سے لیلیٰ کی ماں نے لیلیٰ کو بلایا اور اس سے پوچھ گچھ کی :-

۰۰ بیٹھی جا سو لیلیٰ کے نزدیک ہو | کہی کھول دکھڑا انجھو نین رو

۰۰ تیری ہور مجنوں کی گھر گھر خبر | اُٹھای شہر میں اِتا شور شور

- -

۰۰ پدر سن کرے خون ناحق ترا | نہ اندازہ ہے تج چھڑانے مرا

۰۰ ہوی مبتلا قیس پر عشق تھے | خَلق میانے بدنام ہوی فسق تھے (۱۸)

مگر لیلیٰ کو عشق کا کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔ اس کو معلوم نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ماں سے عشق کے بارے یہ پوچھا :-

۰۰ یو لیلیٰ پوچھی ماں سوں، توں کیا کہے | عشق ناؤں کس کا ہے برھا کیا اھے

۰۰ تو سچ بول مج کوں عشق ناوں ھے | توں کہہ کھول منج، بول سب سربسر

۰۰ نہ منج فہم ھے عشق کا کام کیا | یو نیکی بدی ہور بدنام کیا (۱۹)

لیلیٰ کے اس جواب سے اگرچہ ماں کو کچھ اطمینان ہوگیا۔ مگر اس نے لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا جس کی وجہ سے لیلیٰ کی صحت پر برا اثر پڑنے لگا۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اس کا چہرہ زرد ہوگیا ـــ العرض اس کی صحت بگڑ گئی۔ مگر جب کوئی اس سے اس کے بارے میں پوچھتا تھا تو وہ بہانے بناتی، اور کچھ نہ بتاتی :-

۰۰ کبھیں آہ مارے، روے زارے زار | پوچھے تو کھئی، بیچھو گیا ڈنگ مار

۰۰ کبھی کھئی درد پیٹ میانے اُٹھیا | کبھیں کھئی جو دکھنے یو سینا پھوٹیا (۲۰)

ادھر جب مجنوں مکتب گیا۔ اور وہاں لیلیٰ اس کو نظر نہ آئی تو اس کی حالت متغیر ہوگئی ـ وہ بہت پریشان ہوگیا۔ پڑھائی چھوڑ دی۔ اور پھر مکتب کو بھی خیرباد کہا۔ پس لیلیٰ کی جدائی میں اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ اپنے کپڑے چاک کرتا تھا۔ اور سر پر خاک ڈالتا تھا۔

ایک دفعہ قیس نے یہ سوچا کہ میں اندھے گداگر کا روپ کیوں نہ دھاروں اور لیلیٰ کے محلے میں جا کے اس کا دیدار کروں ــــ چنانچہ قیس نے گداگروں کا لباس پہنا۔ اور لیلیٰ کے محلے کی طرف روانہ ہوگیا:۔

٥٥ یکایک وو لیلیٰ کے در کے اوپر — پھسل کر پڑیا جا گڈھے کے بھیتر

٥٥ دیکھی جھانک لیلیٰ سو کھڑکی میں نے — پچھانی سو مجنوں کوں سد بُد سیتے

٥٥ کہی ماں سوں جا، یک گدا بے بصیر — پڑیا ہے گڈھے میں او اپنے ضرر

٥٥ کہیئے توں تو جا کاڑ اس بھیک دیوں — ثواب ہوے تج کوں رضا تج تے لیوں (۲۱)

چنانچہ لیلیٰ نے اپنی ماں سے اجازت لی۔ اور اندھے گداگر کو بھیک دینے کے بہانے سے قیس سے ملنے گئی۔ دونوں کی ملاقات ہوگئی۔ پھر جدائی کا مرحلہ آپڑا ــــ ــــ بعد ازاں قیس نے ایک موقعے پر فقیر کا روپ دھارا۔ فقیروں کا لباس پہن کر لیلیٰ کے محلے گیا جہاں اس کی لیلیٰ سے ملاقات ہوگئی۔ مگر اس دفعہ بھی قیس کا راز لوگوں پر کھل گیا:۔

٥٥ اُٹھیا سب محلے منے شور شر — پھرا بھیس قیس آیا لیلیٰ کے گھر

٥٥ خبر جا یو لیلیٰ کی ماں سوں کہے — رکھی دید بانان نہ آنے دیوے

٥٥ سمج لوگ سب شہر کے یوں کہیں — یکس پر سو وہ ایک عاشق اہیں

٥٥ نہ دیں ہرگز آنے او گھر کے ادھر — ہو مجنوں پھرے قیس سارا شہر (۲۲)

اس واقعے کے بعد مجنوں نے صحرا کا رخ کیا جہاں وہ اپنے کپڑوں کو پھاڑنے لگا۔ اپنے سر کو پتھر سے مارنے لگا اور اکیلا درندوں کے ساتھ رہنے لگا ــــ جب قیس وحشت وجنوں کے عالم میں پہلی بار گھر سے نکل کر صحرا میں کہیں غائب ہوگیا تو ماں باپ نے جو جتن کیئے، اور جو کچھ ان کے دل پر گزری، اس کی تفصیل ملاحظہ کیجیئے:۔

٥٥ پدر آ دیکھیا گھر میں مجنوں نہیں — پوچھا ہو رکھایا پچھاڑی وہیں

٥٥ اٹھا باٹ جنگل کی لیے کر چلیا — دیکھیا ایک کنج میانے مجنوں ملیا

٥٥ رکھیا پاؤں پر سیس، رونے لگیا — جلیا تھا سو جنگل بغیر مہیوں بھگیا (۲۳)

باپ جب اپنے بیٹے کے پاس گیا۔ اور اس سے بات کرنے لگا تو مجنوں اپنے باپ کو پہچان نہ سکا۔ چنانچہ مجنوں نے اپنے باپ سے پوچھا:۔

٥٥ پوچھا مجنوں، توں کون، کہہ کھول مج — کہیا، میں پدر ہوں، نہیں فام تج

٥٥ پدر کس کہیں، سو نہیں مج کوں فام　　کیا ناوں لیلیٰ کا دل میں مقام (۲۴)

باپ نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کو یقین آ گیا کہ اب قیس اس کے ساتھ گھر واپس نہیں آوے گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کو فریب دے کر ساتھ لے جانا۔ چنانچہ باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ لیلیٰ نے تجھے طلب کیا۔ میرے ساتھ چلو:

٥٥ کہیا، چل بلای ہے لیلیٰ تجھ　　بلانے کوں تج کوں سو بھیجی مجھ (۲۵)

قیس نے جب یہ سنا کہ لیلیٰ نے اس کو طلب کیا ہے تو وہ خوش ہو گیا اور اپنے والد کے ساتھ گھر چلا گیا ——— گھر میں قیس کی جدائی میں قیس کی ماں بہت اداس وحزیں تھی۔ چنانچہ جب قیس گھر واپس آیا تو ماں نے اسے گلے لگایا۔ اور رو پڑی۔ والد نے قیس کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تو یہ کیوں کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو میری بڑھاپے کی لاٹھی ہے۔ اور میرا جانشیں ہے۔ اپنے آپ کو عشق میں کیوں پریشان کر رہا ہے ——— مگر قیس پر اس نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا:

٥٥ توں لیلیٰ بدل آپس یں مجنوں کیا　　برہ کے پنجے میانے دل کوں دیا

٥٥ نہ پرواہ ھے لیلیٰ کوں تیری ذرا　　دوانا نہ ہو قیس، دل کوں پھرا

٥٥ پدر میں، نہ دشمن زیاں کار ہوں　　پسر دل کے کانوں نے سن پند توں

٥٥ نہ ہو تو دوانا سو لیلیٰ بدل　　اِتا کیا اھے خوب لیلیٰ شکل

٥٥ قبیلے میں ڈھونڈوں عرب روم وشام　　ملاؤں ترے کاج ماہ تمام (۲۶)

قیس نے اپنے والد کی اس تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا:-

٥٥ مارِیا آہ مجنوں، سنیا ناؤں غیر　　نہیں شغل دل میں سو لیلیٰ بغیر

٥٥ پدر مج نہ کہہ پند، شرمسار ہوں　　زیاں کار تیرا گنہ گار ہوں

٥٥ ولیکن نہ تقدیر مج ھات میں　　نہیں دل ھے میرا مری بات میں (۲۷)

اس کے بعد قیس نے صحرا کا رخ کیا جہاں وہ کوہِ نجد کے پہلو میں رہنے لگا۔

——— بادشاہ کے شہر میں ایک روشن ضمیر، مرد کامل اور بے نظیر پیر تھا۔ بادشاہ اپنے بیٹے قیس کے علاج کی خاطر اس پیر ومرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کو اپنے بیٹے کا سارا قصہ سنایا۔ اور اس سے درخواست کی کہ اس کے علاج ومعالجے کی کوئی تدبیر بتادے۔ چنانچہ پیر نے یہ تجویز پیش کی:-

٥٥ کہیا، یو ھنر سہل ھے کو توں جان　　کہوں میں سو خاطر منے اپنے آن

٥٥ توں لیلیٰ کے کونچے کی ماٹھی منگا　　نیں میں پنہا اُس، نہ رونے ھو چنگا

٥٥ توں لیلیٰ کے پردے کی رسڑی کٹا　　هنگا هور اس کے توں تاگے بٹا

٥٥ سلا کر او کسوت پنا قیس کوں　　رکھے گا نہ پھاڑے گا او بھیس کوں (۲۸)

اس نصیحت کے مطابق قیس کی آنکھوں میں لیلیٰ کے کوچے کی مٹی ڈالی گئی اور لیلیٰ کے پردے کی رسی اس کے گریباں میں سلائی گئی - مگر قیس پر کوئی اثر نہیں ہوا - رونا دھونا وہی رونا دھونا رہا - اور کپڑوں کا چاک کرنا برقرار رہا ـــــ جب والد نے یہ دیکھا کہ قیس ٹھیک نہیں ہورہا تو بزرگانِ قبیلے کو بلایا - اور آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے - چنانچہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ قیس کی شادی لیلیٰ سے کردی جائے -

مشورے کے مطابق سب لیلیٰ کے والد کے پاس چلے گئے - وہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا - پھر قیس کے والد نے اپنا مطلب لیلیٰ کے والد پر ظاہر کیا - مگر لیلیٰ کے والد نے اس شادی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ قیس دیوانہ ہے :-

٥٥ لیلیٰ کا پدر سن کے بولا، اے شاہ　　میں رعیت ترا، هور توں بادشاہ

٥٥ کیا، ہے او مجنوں بہوت بے عقل　　نہ اصلا او دھرتا هنرهور فضل

٥٥ اگر کوئی بیٹھے جو اس سات مل　　هووے ایک ساعت منے بے عقل

٥٥ دوانا هوا ہے وو وبراگ میں　　میں لیلیٰ کوں کیوں کرسٹوں آگ میں

٥٥ بھرانا، پھرے او نہ دھرتا شرم　　نہ سمجھے او زن کیا، کتے کس حرم (۲۹)

بادشاہ نے یہ بات سنی تو اس کو تعجب ہوا - پھر اس نے کہا کہ قیس مجنوں نہیں - اس کے برعکس وہ بہت عقلمند اور سمجھدار بیٹا ہے - اور اگر یقین نہیں ہے تو میں اس کو بلا کر دکھاؤں ـــــــــ چنانچہ لیلیٰ کے والد نے قیس کے والد سے قیس کو بلانے کی درخواست کی - قیس بلایا گیا - اور عزت ووقار کے ساتھ بٹھایا گیا ـــــ اچانک ایک کتا اس کی طرف آیا - قیس نے پوچھا کہ یہ کتا کس کا ہے ؟ - تو جواب میں اس کو بتایا گیا کہ یہ کتا لیلیٰ کے گھر میں رہتا ہے ـــــ قیس آؤ دیکھا نہ تاؤ - کتے کی طرف لپکا - اس کو اُٹھایا - آغوش میں لیا - اور اس کے ساتھ باتیں کرنے لگا :-

٥٥ توں اصحابۂ کہف کا سگ سچا　　اہے شیر یا توں ہے شرزہ بچا (۳۰)

جب بیٹھنے والوں نے قیس کی یہ حرکت دیکھی تو ان کو یقین ہوگیا کہ واقعی قیس بے عقل اور دیوانہ ہے - چنانچہ لیلیٰ کے والد نے کہا :-

○○ اگر میں لیلیٰ کوں اسے دیوں گا — تو لوگاں کے طعنے تھے نا جیوں گا

○○ قبیلے تھے میرے بہوت میں شکوں — مروت میں نا تیری توڑ سکوں

○○ میں لیلیٰ کوں کرعقد اس کوں جو دیوں — ملک چھوڑ اپنا، میں پردیس لیوں (۳۱)

پھر قیس کا والد، اور اس کے بزرگان قبیلہ نا امید ہوکر گھر واپس چلے گئے - اور قیس نے مایوس ہوکر صحرا کا رخ کیا - مگر باپ تو باپ ہی رہتا ہے - چنانچہ جب والد نے یہ سنا کہ کوہِ نجد کے پہلو میں ایک خدا رسیدہ بزرگ رہتا ہے - اگر اس سے دعا کرائی جائے تو قیس کو محبت سے شفا ہونے کی امید ہے ——— والد نے قیس کو تلاش کیا - کوہِ نجد کے قریب ملا - تو والد اس کو پیر کی خدمت میں لے چلا - وہاں والد نے قیس سے کہا کہ اپنے حق میں پیر صاحب سے دعا کراؤ - چنانچہ قیس نے پیر سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے حق میں یہ دعا مانگے :-

○○ دعا یوں کرو شاہ میرے بدل — تمہاری دعا کوں دیا حق فضل

○○ نہ جاوے محبت لیلیٰ کی میٹھی — زیادہ ہووے دن بہ دن چٹ پٹی (۳۲)

باپ نے جب یہ بات اپنے بیٹے سے سنی تو وہ رو پڑا - چنانچہ قیس نے اس سے کہا :-

○○ کھیا، اے پدر چھوڑ دے منج خیال — جتھے منج پچھیں توں نہ ہو پائمال

○○ برہ بان کاری لگیا مج سینے — سو سوں دکھ آپس میں، کہوں کس کنے

○○ ھوا قوت میرا سو خون جگر — روؤں، نیر بہوؤں نین جام بھر

○○ میہوں کا منڈا سا کیا سر اوپر — سٹیا دھوپ کا پیرھن سر اوپر

○○ اوڑھیا ٹھنڈ کی چادر سوسر پاؤں لگ — تو لیلیٰ کے نیہہ میں رھیا ھوں بلگ

○○ فکر چھوڑ میری، نہ کر کچ دوا — توں یوں جان فرزند نہ منج کون ھوا (۳۳)

قیس یہ کہہ کر صحرا کی طرف چلا گیا - اور باپ مایوس ہوکر گھر واپس گیا ——— اس وقت لیلیٰ کی عمر چودہ برس تھی - اور چونکہ وہ بہت خوبصورت تھی - اس لیئے اس کی خوبصورتی کا چرچا لوگوں میں ہوا - ہر کوئی اپنے دل میں لیلیٰ سے شادی کرنے کا خواہش رکھتا تھا ——— چنانچہ جب ابن السلام نامی ایک خوبصورت، سخی اور بہادر نوجوان نے لیلیٰ کی خوبصورتی کے بارے میں سنا تو وہ غائبانہ اس پر فریفتہ ہوگیا ——— ابن السلام کا والد لیلیٰ کے والد کے پاس گیا - اور لیلیٰ کی ابن السلام سے شادی کا پختہ وعدہ کر لیا -

اب جب لیلیٰ کو اس شادی کا پتہ چلا تو وہ چیخنے چلانے لگی بہت روئی۔ مشاطہ اس کو سنوارتی تھی تو لیلیٰ اپنے بالوں کو بکھیر دیتی تھی۔ جو تل مشاطہ لگاتی، لیلیٰ اسے نوچ دیتی۔ پھر لیلیٰ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھایا۔ اور فلک سے مخاطب ہو کر کہنے لگی:-

٥٥ کھئی اے فلک کیا سو یو بے مہر   دو کھیا پر نہ کوئی یوں کیا ہے قہر
٥٥ کھئی منج ہے جوڑا سو مجنوں اول   طمع جیو کی نئیں، کرو آ قتل
٥٥ جلوں میں جو لیں دن اُسی کے فراق   میں مجنوں وراں غیر کوں دیوں طلاق
٥٥ خلل ہوے جو لیاے شرک ایمان میں   دوزخ مشرکان کے، کھیا شان میں
٥٥ اھے دو میں تیسرا انکھی میں کنکر   چھری دوی یک میان میانے نہ دھر (۲۴)

لیلیٰ کی ماں تک جب لیلیٰ کی آواز پہنچی تو وہ دوڑ دوڑ کر لیلیٰ کے پاس گئی۔ اس کو نصیحت کرنے لگی۔ فضیحت اور بدنامی سے خبردار کرنے لگی کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ تو کسی مرد پر عاشق ہو گئی۔ اور اسی لیئے شادی سے انکار کر رہی ہے تو تیری اور ہماری رسوائی ہوگی۔ ہم نے تجھے اس لیئے مکتب میں داخل کروایا تھا کہ تو نماز سیکھے۔ مگر تو نے مکتب جا کے عشق سیکھا ——— مگر لیلیٰ نے یہ جواب دیا:-

٥٥ لیلیٰ آ غصے میانے ماں سو کہی   ترا جا چنا آج لگ میں سہی
٥٥ پدر ہور مادر سوں منج کام کیا   قبیلے میں منج ننگ ہور نام کیا
٥٥ منجے کیا ہے مقصود ماں باپ سوں   پکے پھل کوں کیا کام ہے روک سوں
٥٥ دِسے جھاڑ پر خوشہ دانیاں سوں داٹ   سو کھے بر سو جھڑ جاوے جیوں رک سوں بات
٥٥ برادر و خواہراہیں ایسے دھات   موے پر نہ آویں گے کوئی کس کے ساتھ
٥٥ کرے دُر صدف میانے کوئی دن مقام   گرا ھک ملے پر صدف سوں نہ کام
٥٥ کہوں بات دل کی اے مادر تجے   قیامت کا جوڑا ہے مجنوں مجے (۲۵)

اور آخر میں لیلیٰ کی رخصتی ابن السلام کے ساتھ ہو گئی ——— ——— جب ابن السلام لیلیٰ کی خوابگاہ میں گیا تو لیلیٰ نے اس کو اس قدر زور سے تھپڑ مارا کہ ابن السلام زمین پر گر پڑا ——— اس حادثے کے بعد ابن السلام نے اس کو طلاق دی ——— اسی دوران میں ایک بوڑھیا قیس کے پاس گئی۔ اور اس کو لیلیٰ کی شادی کی خبر دی جس کی وجہ سے قیس بہت اداس ہو گیا صدمے سے وہ غش کھا کر منہ کے بل گر پڑا۔ پھر جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے لیلیٰ کو عتاب نامہ لکھا:-

۰۰ صنم کے عہد کوں نہیں ہے وفا — زیادہ ہووے نت جفا پر جفا
۰۰ مدت حق تعالیٰ تبارک تمہیں — توا یار ہووے مبارک تمہیں
۰۰ توا یار ہے کر بہوت خوب تر — نہ کرنا کلا یوں قدیم کوں بسر
۰۰ ملامت خلق کے نہ سہ میں سکیا — جنگل میں پھروں ہوں تمن نے دکھیا
۰۰ نہ ہوی مہربان توں مرے حال پر — سَٹی غم میں سینا مرا جال کر
۰۰ لٹی عیش عشرت میں رہے توں اگر — قدیم یار کوں بی نہ دل تھے بسر
۰۰ لکھیا دل منے کا جیتا مدعا — دیا بھوت تصدیع اب والدعا (۳۶)

لیلیٰ کو جب قیس کا خط ملا تو اس نے پڑھا۔ اور جواب میں کہا:۔

۰۰ دیوے لِس او پر طعنہ سچ جھوٹ سن — یوسن کر ہووے درد میانے دو گن
۰۰ پدر ہور مادر نہ مج بات میں — ولیکن میری شرم مج ہات میں
۰۰ تخم دو تھے او بچی اچھے گی جو زن — تو دوجے مرد بر دھر نگی وو مَن
۰۰ نہیں غیر دل میں سو تج باج ہور — یہی شغل من میں ہے تا لحد گور
۰۰ تو دھو اپنے دل تھے دوی کا حرف — قیامت نزدیک ہے عمر ہووے صرف
۰۰ میسر ہوا نہیں وَصَل گر یہاں — حشر کوں ملا رب کرے شادماں
۰۰ کہ السّعیُ مِنّی وَالْاِتْمَامُ جان — عَلَی اللّٰہُ ملا دے تو سچ کر یو مان
۰۰ لکھی یو صحیفے منے سب کلام — یو رکھو دل میں مقصود بس والسلام (۳۷)

ایک دفعہ صحرا میں مجنوں کے رشتہ دار اس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس کو درندوں اور وحشی جانوروں کے ساتھ رہتے ہوئے دیکھ کر بہت کوشش کی کہ وہ صحرا چھوڑ کر ان کے ساتھ گھر واپس آجائے۔ مگر بے سود۔ چنانچہ رشتہ دار خوب روئے۔ اور مایوس ہوکر گھر واپس چلے آئے۔

رشتہ داروں کے گھر واپس جانے کے بعد قیس کو لیلیٰ کی یاد آئی تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ جاکر اس کا دیدار کرے۔ چنانچہ وہ لیلیٰ کے محلے گیا۔ وہاں لیلیٰ سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ اور دونوں، محبت بھری باتیں کہنے لگے۔ جب کسی پاسبان نے قیس کو دیکھا تو پہچان لیا۔ چنانچہ اس نے تلوار اُٹھائی۔ اور قیس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب ہاتھ اُٹھایا تو شل ہوگیا۔ چنانچہ پاسبان قیس کے قدموں گر پڑا۔ اور اس سے معافی مانگی۔ مجنوں نے اس کو معاف کرکے نصیحت کی۔ اور پھر

صحرا کی طرف چل دیا۔

ایک دفعہ نوفل نامی ایک بادشاہ شکار کرنے کی غرض سے صحرا میں نکلا۔ اتفاق سے نوفل کا گذر قیس کے پاس سے ہوا۔ جب اس نے قیس کو دیکھا تو رو پڑا۔ نوفل قیس کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ قیس کی مدد کی جائے۔ چنانچہ نوفل بادشاہ نے لیلیٰ کے والد کو خط لکھا کہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کردی جائے ورنہ سارے قبیلے کا سر قلم کردیا جائے گا ـــــ لیلیٰ کے والد نے انکار کردیا جس کے نتیجے میں جنگ چھڑ گئی۔ لیلیٰ کے والد کو شکست ہوئی۔ اور لیلیٰ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ـــــ نوفل نے جب لیلیٰ کو دیکھا تو وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ مجنوں کو قتل کردیا جائے۔ اور خود لیلیٰ سے شادی کرلی جائے ـــــ اس مقصد کے حصول کے لیئے اس نے زہر کا پیالہ تیار کروایا۔ مگر غلطی سے اس نے خود پیالہ پی لیا۔ اور اپنے انجام کو پہنچا۔ اس کے بعد لیلیٰ اپنے گھر چلی گئی۔ اور قیس نے مایوس ہو کر صحرا کا رخ کیا ـــــ صحرا میں ایک باغ تھا جہاں قیس نے ایک باغبان کو سرو کا ایک درخت کاٹتے دیکھا۔ سرو کے درخت کو دیکھ کر قیس کو لیلیٰ کے قد و قامت کی یاد آئی۔ چنانچہ اس نے باغبان کو اپنی سونے کی انگوٹھی دے کر اس سے سرو کا درخت چھڑایا۔ پھر صحرا میں چلا گیا۔

ایک دفعہ لیلیٰ اپنی اونٹنی پر سوار اپنے قبیلے کے ساتھ کاروان میں کہیں جارہی تھی کہ اس کی اونٹنی راستہ بھول گئی۔ اور لیلیٰ صحرا میں اکیلی بھٹکنے لگی۔ صحرا میں اس نے مجنوں کو دیکھا۔ مگر پہچان نہ سکی۔ اور مجنوں بھی اس کو پہچان نہ سکا۔ جب لیلیٰ نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا:۔

؎ لیلیٰ نے کھئی، میں کروں تج سوال — توں سب بول مج کوں سو اپنا حوال

؎ کھیا، ناؤں میرا اتھا قیس کر — لیلیٰ کا دِوانا ھوا بے خبر

؎ اِتا منج کوں مجنوں کہیں خاص و عام — کیا اس فراقوں جنگل میں مقام (۳۸)

جب لیلیٰ کو پتہ چلا کہ یہی ہے اس کا مجنوں، تو وہ محمل سے اتر پڑی۔ اس نے آہ ماری، اور قیس کو کہا:۔

؎ کھئی، میں ھوں لیلیٰ تری بات میں — دیئی جیو میرا تیرے ھات میں (۳۹)

مجنوں نے جب یہ سنا تو وہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔

جب افاقہ ہوگیا تو لیلیٰ سے محبت کی باتیں کرنے لگا۔ لیلیٰ نے اس کو یہ تجویز پیش کی کہ وہ اس کے ساتھ صحرا ہی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے رہے۔ مگر قیس نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا:۔

○○ سینا مجنوں لیلیٰ تھے جب یو بیاں　کہیا، یو خلق میں ہوے آخر عیاں
○○ عرب میں ملامت کریں خاص و عام　کریں سرزنش سب مبتلا تمام
○○ یہی نیک جو میں پدر سوں تجھ　ملاؤں لے جا تو خوشی ہوے مجھ
○○ اگرچہ میسر ہوا نہیں وصال　دھروں یاد دل میں سو تیرا خیال
○○ یہی خیال بس ھے میں جیوں تلک　اجل کا پیالا میں پیوں تلک (۴۰)

اس اثنا میں قافلے والے آئے۔ لیلیٰ کو ساتھ لے کر چل دیئے۔ اور قیس صحرا میں مارا مارا پھرتا رہا ــــــــ قیس کی جدائی میں لیلیٰ بہت پریشان رہنے لگی۔ اس کی صحت بگڑ گئی ــــــ ایک دفعہ اس نے خواب میں قیس کا جنازہ دیکھا۔ تو وہ اس خواب سے سخت مضطرب ہوگئی یہاں تک کہ اسی اضطراب نے اس کی جان لے لی ــــ مرنے سے پہلے لیلیٰ نے اپنی ماں کو یہ وصیت کی کہ:-

○○ پدر سوں کہی یوں کہ منج بعد از اں　اچاکر لے جا توں سوتا ہوت واں
○○ شہر ووج میرا ھے حب الوطن　اسی جاے کرنا مرے تئیں دفن (۴۱)

پھر :-

○○ توں جا بول مجنوں کو میرا سلام　لیلیٰ نے کئی جا، جنگل میں مقام
○○ چھوٹ غم برہ نے، ہوی گل بہ گل　سجھ دل بہ دل ھو آ بیگ چل
○○ چلی چھوڑ دنیاں کو لیلیٰ نہ سہہ　جو دیکھی سو احوال، سب کھول کہہ
○○ ملامت نہ سہہ سک چلی جگ نے دور　آی پاک دامن، او گئی پاک حور
○○ تری انتظاری میں جیو کھوی ھوں　یو لے آرزو خاک میں سوئی ھوی
○○ اگر توں عشق میں ھے ثابت قدم　سینے پر نہ جے، بیگ آمل صنم
○○ نہ ھرگز یہاں مدعی کا گزر　محبت کا مئی پی رھیں بے خبر
○○ کلیما کھئی مجنوں کے دھیاں کا　یہی شغل تھا دین ایماں کا
○○ شکر ریز لب میانے آ، دم رھیا　میٹھا جیوں شربت اجل کا پیا
○○ ماری آہ، جیو چھوڑ، کھئی والسلام　برہ کے شہیداں میں کیتا مقام (۴۲)

اس کے بعد لیلیٰ کو دفن کیا گیا۔ پھر ماں قیس کے پاس صحرا میں گئی۔ اس کو لیلیٰ کی وفات کی خبر دی، اور پھر لیلیٰ کی وصیت بھی بتا دی ــــــــ
ــــ قیس، لیلیٰ کے مزار پر گیا۔ وہاں وہ رونے روتے بے ہوش ہوگیا۔ جب افاقہ ہوا

تو اس نے یہ دعا کی :۔

°° کہیے ، جیو توں ہمدم جنم منج سنگات — نکل بیگ جیو توں اسی وقت سات
°° کرے زاری مجنوں خوش الحان سوں — سینا تنگ ہوا ، اب نکل ، جان، توں
°° اجل کے پیادے ، توں آزود تر — بشارت مرگ کی دے خوشنود تر
°° کہ اس وقت اے جیو نہ کر تو درنگ — کہ جا کر ملوں بیگ دلبر کے سنگ
°° وقت جیو خرچنے کا یو ہے بھلا — توں دے بار اے مرگ نہ کر تکلا(۴۳)

پھر قیس مرگیا ۔ وہاں کوئی دوست تھا نہ کوئی واقف ۔
صرف اور صرف پرندے اور جانور تھے ———— اتفاق سے حاجیوں کے قافلے کا
گذر وہاں سے ہوا ۔ تو حاجیوں نے قیس کی لاش دیکھی ۔ چنانچہ انہوں نے اسے اُٹھا کر
دفن کر دیا ۔

"لیلیٰ مجنوں"

عبداللہ واعظ بن اسحاق (۴۴)

عبداللہ واعظ بن اسحاق کا یہ قصہ ذیلی عنوانوں کے بغیر نظم مسلسل لکھی گئی ہے۔ شروع میں شاعر نے چند اشعار حمد اور نعت میں لکھے ہیں۔ پھر نظم قصہ کی تاریخ اور جگہ چند اشعار میں یوں بتائی :۔

٥٥ یہ عبداللہ غلاموں بیچ کم تر — الہٰی کر اسے دو جگ میں بہتر
٥٥ زبان دکھنی میں یک قصہ بتاؤں — سنہ ہجری میں سو لکھ کر سناؤں
٥٥ ایگیارہ سو اوپر چھ برس چھنوں — لکھا ماہ صفر میں لیلیٰ مجنوں
٥٥ وقت تھا ظہر کا تاریخ دسویں — رکھی میں پیر کے دن بات دل میں (۴۵)

پھر اصل قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ غزنی کا ایک بادشاہ تھا جس نے مکہ جاکر شادی کی۔ وہاں ایک عالیشان عمارت بنوائی جہاں وہ اپنی بیوی سمیت رہنے لگا۔ ایک عرصے کے بعد جب یہ بادشاہ حج سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے وطن واپس جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کی بیوی نے یہ بات ظاہر کی کہ چونکہ وہ حاملہ ہے اس لیئے سفر اس کے لیئے ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ خود بادشاہ اپنی بیوی کو مکے میں چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلا گیا :۔

٥٥ ہوا فارغ ادا کر فرض حج کو — چلو شہ نے کہا جاوی وطن کو
٥٥ کہا عورت نے شہ کو مجھ حمل ہے — سفر میں حاملہ کے تئیں خلل ہے
٥٥ حمل کی بات جب عورت سنائی — رکھی عورت وہاں کر کے جدائی (۴۶)

بادشاہ غزنی لوٹ کر چلا گیا۔ اس کے واپس جانے کے کچھ عرصے بعد اس کی بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام نجومی کے مشورے کے مطابق قیس، اور لقب مجنوں رکھا گیا :۔

٥٥ آیا ہے نیک ساعت میں (یہ) پیارا — یہ ہوگا جگ میں جوں روشن ستارا
٥٥ اسم تو قیس رکھ تابع سو رہیو — لقب اس کا تمہیں مجنوں سو کہیو
٥٥ میں اس کے طالع نامی میں دیکھا — کہ یہ مجنوں ہو کر جگ پھرے گا
٥٥ رکھو اس واسطے تم نام مجنوں — کہ آخر کو یہ ہووے گا سو مجنوں

۰۰ لقب مجنوں، اسم ہے قیس مشہور   عجب اس کا سنو ہے خوب مذکور (۴۷)

جب قیس پانچ سال کا ہوگیا تو اس کی ماں نے اسے ایک مکتب میں داخل کرادیا جہاں وہ چھ سال تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ دوران تعلیم، جب اسے "وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" کی آیت پڑھائی گئی تو اس نے معلم سے تقاضا کیا کہ اگر خدا میرے اس قدر ہی قریب ہے۔ تو اس سے ملاقات کی کوئی صورت پیدا ہونی چاہیئے۔ استاد نے اس غرض کے لیئے مرشد کی تلاش کا مشورہ دیا۔ اور مرشد نے قیام اللیل، اور تلاوت فی اللیل کی طرف رہنمائی کی :-

۰۰ کیا او قیس کو پند و وصیت   کہا اے قیس سن میری نصیحت

۰۰ یہ باتیں لیل کی مخفی چھپاؤ   حقیقت لیل کی دل کو سناؤ (۴۸)

قیس قیام اللیل کرتا رہا اور تلاوت فی اللیل بھی۔ یہاں تک کہ :-

۰۰ اسی حالت میں کہیں آرام پایا   رسول اللہ نے چہرہ دکھایا

۰۰ رسول اللہ کو جب سے ملا تھا   دنوں دن مست ہوتا وہ چلا تھا

۰۰ پیاری لیل ہے ہر دم وہ کہتے   زبان سے لیل کی تسبیح کرتے (۴۹)

پس لیل سے قیس کا یہ شغف یہ رنگ لایا کہ وہ ایک فرضی اور نادیدہ لیلیٰ پر فدا ہوکر مجنون بن گیا :-

۰۰ دوانا ہو پھرے کہاں ہے سو لیلیٰ   پھرے جنگلو جنگل چھوڑی حویلی (۵۰)

صحرا نوردی کے دوران مجنوں کو ایک آدمی ملا جس کو مجنوں پر رحم آیا۔ اس نے قیس کو لیلیٰ کی توصیف کرتے ہوئے پایا تو اسے بتایا کہ اس کی لیلیٰ، مصر کے (شہر) میں مقیم ہے۔ یہ بھی بتایا کہ لیلیٰ مصر کے شہر کے قاضی کی بیٹی ہے۔ لہٰذا مجنوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مصر جائے۔ پس وہ نشان راہ پاکر مصر کی طرف چل دیا۔ راستے میں اس نے سوچا کہ قاضیٔ مصر کو کس طرح راضی کروں۔ اور کونسا تحفہ اس کی خدمت میں پیش کروں۔ آخر میں وہ سات قسم کے درختوں سے پتے توڑ کر ساتھ لے گیا۔ قاضی کے محل میں پہنچ کر اس نے ساتوں قسم کے پتے قاضی کو پیش کیئے۔ اور اپنا تعارف اس طرح کرایا :-

۰۰ اسم ہے قیس اور مجنوں لقب ہے   وطن میرا شہر مکہ عجب ہے (۵۱)

قاضی نے اس کو بہت خوش آمدید کہا اور تحفے کے لیئے اس کا شکریہ ادا کیا ــــــ قاضی کو چونکہ قیس کا تحفہ بہت پسند آیا۔ اس لیئے بطور تبرک محل میں یہ

پتے بھجوا دیئے۔ پتے محل میں پہنچے تو ایک پتہ لیلیٰ نے کھایا ـــــ یہاں پر عبداللہ واعظ بن اسحاق لیلیٰ کی قیس کی محبت میں گرفتاری کے باب میں مختلف روایات بیان کرتے ہوئے کہا ہے :-

٥٥ بیاں کرتا ہوں اب میں اختلافات ۔ یہ دونوں بیچ کیوں ہوگئی ملاقات

٥٥ ہیتا مجنوں کے ملن کی بات یوں کر ۔ لکھا ہے راویوں نے بہت نادر

٥٥ ملے آخر ہیں مجنوں لیلیٰ سن بات ۔ بہت ہیں مختلف اس میں روایات

٥٥ دیگر راوی نے سن یوں کی روایت ۔ کہا اس طور قصہ پر ملاحت

٥٥ کہ پتے جب وے لیلیٰ نے کیے نوش ۔ لوٹا محبت نے سن لیلیٰ کا سب ہوش

٥٥ یہاں سے پھر تجھے معلوم ہوگا ۔ حکایت ہے سو توں آگے پڑھے گا

٥٥ سیوم راوی سے ہے گی یہ روایت ۔ سورۂ "حم" کی وہ کرتا روایت

٥٥ "اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ" پڑھی جب ۔ اسی آیت کو لیلیٰ نے سنے تب

٥٥ مرا یہ نام لیتا در تلاوت ۔ مجھے ہے یاد کرتا بے تفاوت

٥٥ یہ سنتے ہی ہوئی لیلیٰ کو محبت ۔ کری مجنوں سے لیلیٰ بہت الفت (۵۲)

قاضی نے جب قیس سے اس کے مصر میں آنے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں تحصیلِ علم کی غرض سے آپ کی خدمت حاضر ہوا ہوں۔ قاضی نے قیس کی یہ درخواست منظور کرلی۔ اور اسے پاس ہی ٹھہرالیا۔ ایک دن قاضی کے محل میں قیس کی لیلیٰ سے ملاقات ہوگئی :-

٥٥ ملے کہیں ایک دن لیلیٰ و مجنوں ۔ محبت کی سو آتش ہوئی افزوں

٥٥ گرا جاکر وہ قدموں پر بچارا ۔ رحم کر مجھ پہ او یوں پکارا

٥٥ ترے کارن میں چھوڑا ہوں شہر کو ۔ ترک کر تجھ لیئے مادر پدر کو

٥٥ قریب و خویش کو بھی چھوڑ آیا ۔ وطن کے دوستوں سے توڑ آیا

٥٥ لوٹا تیری محبت نے مجھے ہے ۔ نہیں کوئی سوا تیرے سجھے ہے

٥٥ نہ چھوڑوں گا قدم لیلیٰ تمہارا ۔ فدا ہے جیو تم اوپر ہمارا

٥٥ کہا لیلیٰ نے مجنوں کو پھرا کر ۔ اے مجنوں بے حیا کچھ تو حیا کر

٥٥ ترا سر مفت میں جاوے گا مجنوں ۔ نہ آئیو بار دیگر اب تو مجنوں

٥٥ غضب کر باپ میرا مار ڈالے ۔ مصر کے شہر سے تجھ کو نکالے (۵۳)

یہ نصیحت کچھ اتنی کارگر نہ ہوئی۔ اور مجنوں ایک آہ کھینچ

کر بے ہوش ہو گیا - اس پر لیلیٰ کا دل بھر آیا - اور اس نے اس کو ہوش میں لا کر محل سے اس وعدے پر رخصت کیا کہ میں ہر رات تنہائی میں تم سے ملا کروں گی ________ یہ کھیل کچھ عرصہ جاری رہا حتیٰ کہ ایک کنیز نے انہیں دیکھ لیا جس نے سارا ماجرا قاضی سے جا کر کہہ دیا - قاضی نے پہلے تو اپنی بیٹی کے خلاف یہ الزام ماننے سے انکار کر دیا - لیکن ذاتی تحقیق کے بعد اسے حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑا - اس وقت اس نے قیس سے نجات پانے کا یہ طریقہ سوچا کہ اس کی محبت کا امتحان لینے کے لئے اسے زہر کا پیالہ پلایا جائے - قیس یہ زہر شربت کی طرح پی گیا - اور زہر نے اس پر کوئی اثر نہ کیا جس پر قاضی کی تشویش بڑھی :-

○○ کیا نہیں زہر نے اس کو اثر کچھ کروں اب میں جدائی کا ہنر کچھ
○○ اگر دونوں میں ہو جاوے جدائی ملیں مجنوں سے ہے اس میں بھلائی
○○ بہانہ قحط کا میں کچھ نکالوں کسی ڈھب سے بھی لیلیٰ کو چھپالوں (۵۴)

چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کے ہمراہ وہ شہر چھوڑ دیا - تین منزل پر مجنوں نے پھر انہیں آلیا - تو قاضی نے عزت کا واسطہ دے کر لڑکی سے قیس کو اس وعدے پر رخصت کیا کہ:

○○ ملوں گی آکے تھوڑے دن میں تجھ سے میرا تو باپ یوں کہتا ہے مجھ سے
- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -
○○ نہ لا تو کچھ وہم تم اپنے دل پر یہاں رہ جا ملوں گی تھوڑے دن پر (۵۵)

کچھ دن قاضی لیلیٰ کو لے کر ادھر ادھر گھومتا پھرا - جب اس کی طبیعت سنبھل گئی تو اسے لے کر پھر اپنے محل میں واپس چلا آیا - یہاں آکر لیلیٰ کی طبیعت پھر مچل گئی - وہ ہر وقت مجنوں کے فراق میں اشکبار رہتی یہاں تک کہ جسمانی بُعد کے باوجود وہ یکساں کیفیات سے متأثر ہونے لگے [یعنی لیلیٰ اور مجنوں] :-

○○ فصد یک روز وہ لیلیٰ لگائی سو وہ رگ قیس کا بھی خون لائی
○○ لہو تھا ہاتھ سے مجنوں کے جاری کھلائی ہے فصد لیلیٰ نے پیاری
○○ تھی یک دن یاد میں مجنوں کی لیلی کہ کیوں آوے گا مجنوں در حویلی
○○ اسے اس یاد کا چبتا تھا کانٹا یکایک آ اسے مچھر نے کاٹا
○○ کہا لیلیٰ نے مچھر کو پھرا کر میرے اس حال پر کچھ تو رحم کر
○○ اے مچھر تو مجھے کیوں کاٹتا ہے بنا مجنوں کے سینہ پھاٹتا ہے
○○ تماچہ تیز سے اس کو لگائی او مچھر کو زمین اوپر گرائی
○○ جبھی مارا تھا لیلیٰ نے وہ مچھر تماچہ جا لگا مجنوں کے تن پر (۵۶)

اس عرصے میں مجنوں کا یہ حال تھا کہ لیلیٰ اسے جہاں کھڑا کر آئی۔ وہ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ پہلے اس پر کچھ خاک جمی اور پھر اُس مٹی میں گھاس پھونس اُگنے لگی۔ پھر اس پر ایک بیل اُگ آئی جسے لوگ عشق پیچا کہنے لگے ـــــ ایک دن ایک لکڑہارا اُدھر آنکلا۔ اور اس نے جب ایک درخت کاٹنے کی غرض سے کلہاڑا چلایا تو :-

٥٥ لگاتے گھاو دیکھا لو ہو جاری — دیکھی اس نے عجب قدرت نیاری

٥٥ نہیں ہے جھاڑ یہ لیکن بلا ہے — بلا ہے یہ بلا ہے اور بلا ہے (۵۷)

لیکن جب اس نے جھاڑ کے نیچے غور سے دیکھا تو اسے مجنوں نظر آیا۔ سوکھ کے کانٹا ہو چکا تھا۔ اور اس کے صرف ہونٹ ہل رہے تھے۔ لکڑہارے نے قریب ہو کر سنا تو :-

ع اِسم لیلیٰ نکلتا اس کے لب سے (۵۸)

اس سے اسے معلوم ہوا کہ یہ مجنوں ہے۔ گھر جا کر اس نے اپنی بیوی سے اس کا ذکر کیا۔ اور لیلیٰ کو اس واقعے سے آگاہ کرنے کو کہا۔ وہ دوڑی دوڑی لیلیٰ کے پاس گئی۔ اور اسے سارا ماجرا کہہ سنایا ـــ لیلیٰ یہ قصہ سن کر مجنوں سے ملنے کے لئے بے تاب ہوگئی۔ اس نے اس عورت کو بہت پیسے "زرِ بے قیاس" دے کر رات کو گھر سے نکل بھاگنے کے لئے ایک اونٹ منگوایا ـــ نصف شب کے قریب لیلیٰ اس اونٹ پر سوار ہو کر نکلی۔ اور مجنوں سے جا ملی :-

٥٥ نظر مجنوں کی لیلیٰ پر پڑی جب — کہا مجنوں نے لیلیٰ کیوں جھڑس اب

٥٥ ایسی لاغر ہوئی کیوں ایک دم میں — کروں میں جان قربان آ قدم میں

٥٥ تصدق جان تجھ اوپر کروں میں — تیرے بدلے بلا لے کر مروں میں

٥٥ وہ مجنوں مر گیا یہ بات کہہ کر — بزاں لیلیٰ گری ان کے قدم پر (۵۹)

لیلیٰ کچھ عرصے تک گریہ و بکا میں مصروف رہی۔ پھر اس نے یہ دعا مانگی کہ:

٥٥ دعا لیلیٰ نے کی باری تعالیٰ — فجر کا میں نہ دیکھوں اب اُجالا

٥٥ قبض کر روح میرے کو شتابی — کہ جاوے سر سے میرے یہ خرابی (۶۰)

چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی :-

٥٥ اُسی دم آہ یک لیلیٰ نے ماری — ہوا نینوں سے اس کے آب جاری

٥٥ بزاں اُس آہ کے لیلیٰ سو مر گئی — عشق کے بیچ دنیا سے گذر گئی (۶۱)

اگلی صبح کو لیلیٰ کی ماں جاگی تو لیلیٰ کو محل میں نہ پا کر قاضی اور

اس کی بیوی دونوں تلاش کرنے گئے۔ جب اسے مرا ہوا پایا تو لیلیٰ کی ماں بین کرنے لگی:-

oo اے لیلیٰ! تو مجھ بے حال کردی	چڑھی میرے بدن پر ہے سو زردی
oo اول تجھ کو قسم اللہ کی ہے	قسم تجھ کو رسول اللہ کی ہے
oo قسم تجھ کو ہے مجنوں کے بدن کی	قسم تجھ کو ہے جنگل میں بسے کی
oo قسم تجھ کو زلف کے بال کی ہے	قسم تجھ کو سو تیرے خال کی ہے
oo قسم تجھ کان کی سن کان دھر کر	قسم تجھ کو ہے بینی کی سراسر
oo قسم تجھ کو زنخدان کی قسم ہے	قسم تجھ کو سو دندان کی قسم ہے (۶۲)

لیکن بقول شاعر:-

oo ہزاروں قسم گرچہ کوئی دیوے	جواب ہرگز ہوا کس کو نہ دیوے
oo اگرچہ قسم سے جیتا ہو جاوے	تو سارا ملک قسموں سے جلاوے (۶۳)

اب شاعر کے دل میں ایک کسک رہ جاتی ہے کہ مجنوں کا عرصۂ سکرات کیسے گذرا ہوگا۔ چنانچہ مجنوں ایک آدمی کو خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ اور عالم سکرات کی یہ توضیح بیان کرتا ہے کہ جب فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس نے مرنے سے انکار کر دیا ـــ اور مجنوں کے بقول:-

oo فرشتے نے کہا آکر مجھے بول	میں جیو لینے کو آیا ہوں اے مجنوں
oo فرشتے کو کہا میں نے پھرا کر	مرا نیں جیو لیلیٰ کا سراسر
oo نہ دوں گا میں تجھے یہ جیو میرا	دیکھوں جب تک نہ میں لیلیٰ کا چہرا (۶۴)

مجنوں کا یہ انکار سن کر فرشتے نے اصرار کیا کہ میں خدا کا حکم لے کر آیا ہوں کہ تمہاری روح قبض کروں۔ اس لیئے تمہارے لیئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی جان میرے حوالے کردو۔

اس پر مجنوں نے فرشتے کو مشورہ دیا کہ اگر میری جان لینا چاہتے ہو تو پہلے لیلیٰ کی شکل بنا کر آو:-

oo تبھی نکلے بدن سے جیو میرا	ترت ہو جائے گا تب کام تیرا
oo میں لیلیٰ دیکھ کر یہ جیو دیوں گا	قسم ہے جو کہو گے سو کروں گا (۶۵)

چنانچہ فرشتے کو بارگاہ رب العزت میں مشورے کے لیئے لوٹنا پڑا۔ وہاں سے اسے حکم ملا:-

oo حکم رب نے کیا پھر اس ملک کوں	پکڑ جا شکل لیلیٰ پلٹ مجنوں
oo میرا یہ دوست ہے میں دوست اس کا	تو کر اس واسطے چاہا جو اس کا

oo کہے جو کچھ تجھے اس طرح کر یو — تو میرے دوست کو جا فرح کر یو (۶۶)

چنانچہ فرشتہ مجنوں کے پاس لیلیٰ کا روپ دھار کر آیا۔

اور اسی طرح مجنوں اور فرشتے کی مشکل حل ہوئی :-

oo مجنوں لیلیٰ کا جب چہرا دکھا یا — دیا میں جیو او مقصد کو پا یا (۶۷)

خواب میں مجنوں کے ملاقی نے مجنوں سے یہ قصہ سن کر

اس سے پوچھا کہ :-

oo حشر میں سب کو جب دیدار ہوگا — اے مجنوں! تب وہاں تو کیا کہے گا (۶۸)

تو مجنوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا :-

oo دکھا یارب مجھے لیلیٰ کا جلوا — نہیں تو دل پہ ہوگا بہت بلوا (۶۹)

"لیلیٰ مجنوں" ـــ تجلّی

تعارف مخطوطہ

تجلّی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں، مخطوطے کی صورت میں موجود ہے۔ اس مخطوطے کے کئی نسخے ہیں۔ ان میں سے دو، کتب خانۂ قومی عجائب گھر، کراچی میں محفوظ ہیں۔ اور ایک، کتب خانۂ انجمن ترقی اردو کراچی میں محفوظ ہے۔ تینوں نسخوں کی توصیف جناب مشفق خواجہ صاحب کی کتاب [جائزہ مخطوطات اردو، جلد اول میں درج ہے۔ زیرِ بحث مخطوطہ اُس نسخے کی فوٹو کاپی ہے جو کتب خانۂ انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ یہ فوٹو کاپی جناب مشفق خواجہ صاحب نے میرے نگران ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کو بھجوائی تھی۔ اور ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے مجھے عنایت فرمائی ـــــــــــــــ

ـــــــ یہ مخطوطہ غیر مجلد ہے۔ لیکن اچھی حالت میں ہے۔ کاغذ چکنا، باریک، مٹیالا ورق ۱، الف سادہ ہے۔ متن ورق ۱، ب سے شروع ہوتا ہے۔ عنوانات کے لیے جگہیں خالی رکھی گئی ہیں۔ بعد میں لکھنے کا ارادہ ہوگا۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

مخطوطہ نمبر : قا ۳ / ۴۰۵ -

سائز : ۱۹ $\frac{1}{4}$ × ۱۲ $\frac{1}{4}$ سم -

اوراق : ۷۲ -

سطور : ۱۶ -

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م ۸۵-۱۷۸۴ء] تا ۱۲۰۷ھ [م ۹۳-۱۷۹۲ء] -

کاتب : رام کشن -

تاریخ کتابت : ۲۶ جمادی الثانی، ۱۲۳۴ھ [م ۲۲ اپریل ۱۸۱۹ء] .

خط : نستعلیق -

آغاز :

٥٥ الٰہی یہ محبوبِ دلدار ہے	کہ خواہانِ لیلیٰ کا دیدار ہے
٥٥ رہے تا کجا واعدۂ وصل میں	جگہ دے اوسے محفلِ فصل میں
٥٥ نشا دے جنونِ محبت کا یوں	کہ جھوما کرے بید مجنوں کی جوں
٥٥ غم ہر دو عالم کی زنجیر توڑ	مجھے اپنے دشتِ طلب میں تو جوڑ

٥٥ کہ وحشت سے جب اپنی وادی بہ آؤں ۔ نصیحت کسی کی نہ خاطر میں لاؤں

ان اشعار پر جناب مشفق خواجہ صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا کہ ان اشعار میں سے صرف پانچواں درست ہے - باقی اشعار کا مقابلہ مخطوطہ نمبر ۱۲ [آغاز] کے اشعار سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے ہر طرح کی غلطیاں کی ہیں - یہاں اشعار اصل املاء کے مطابق نقل کیے گئے ہیں ۔

اختتام : ٥٥ بہت مختصر کو کے بعد از دو سال ۔ لکھا اب میں نے جواب وصوال [کذا]

٥٥ یہ تاریخ ٹک پائی میں پلیٹ ہیں ۔ کہ گل دیکھ جنت میں یہ ہم نشیں

٥٥ تجلی پہ تیرا تجلی ا ہوا ۔ یہ اقوال تب سے معلی ا ہوا

٥٥ الہٰی تم اپنی تجلی کرو ۔ تجلی کو اہل تو نے [کذا] کرو

٥٥ ترے دل پہ دائم رہے بالفضول [کذا] ۔ گنہ اوس کے محشر میں کرنا قبول

ان اشعار پر تبصرہ بھی کرتے ہوئے جناب مشفق خواجہ نے ...... حاشیہ میں یہ لکھا : ان پانچ اشعار میں سے پہلے دو، مخطوطہ نمبر ۱۲ کے آخری دو شعر ہیں - بقیہ تین اشعار مثنوی کے کسی دوسرے مخطوطے میں نہیں ملتے - ان اشعار کو اسی صورت میں نقل کیا گیا ہے جس طرح مخطوطے میں ہے - مخطوطات انجمن ترقی اردو، کراچی کے مرتب نے ان اشعار کو اس طرح پڑھا ہے :-

٥٥ تجلی پہ تیرا تجلا ہوا ۔ یہ احوال تب سے معلا ہوا

٥٥ الہٰی تم اپنا تجلی کرو ۔ تجلی کو اہل تولا کرو

٥٥ ترے در پہ دائم رہے با اصول ۔ گنہ اس کا محشر میں کرنا قبول

ترقیمہ : من نوشتم آنچہ دیدم در کتاب

ختم شد واللہ أعلم بالصواب

" تمت تمام شد قصہ لیلیٰ مجنوں من تصنیف تجلی بتاریخ بست ششم روز پنجشنبہ، ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳ جلوس اکبر شاہ [مطابق ۱۲۳۳ھ] از دستخط بندہ رام کشن تحریر یافت "

خصوصیات : کاتب انتہائی غلط نویس اور کم سواد ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بولتا گیا ہے - اور کاتب لکھتا گیا ہے - کاتب نے جس طرح چاہا - اور جو چاہا لکھ دیا - بعض اشعار جو لکھنے سے رہ گئے تھے، بعد میں انہیں حواشی پر درج کیا گیا ہے -

لیلیٰ مجنوں

تجلّی (۷۰)

عام منظوم داستانوں کی طرح تجلّی کے ہاں حمد، مناجات، نعت اور منقبت ملتی ہے ۔ اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے ۔ قصے کی تصنیف کا سبب تجلّی یہ بتاتا ہے کہ ایک دن وہ اداس بیٹھا ہوا تھا ۔ ان دنوں کو یاد کر رہا تھا جب احباب و اصحاب ان کے ساتھ تھے ۔ مگر یہ ایام گذر گئے اور دوبارہ آنے والے نہیں ۔ ـــــ اداسی کی اسی حالت میں ایک دفعہ اس نے خواب یہ دیکھا کہ گویا کہ وہ جنگل میں تھا ۔ جنگل میں بید کا ایک درخت نظر آیا جس کے سایے میں ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہوا تھا ۔ تجلّی اس نوجوان کے پاس گیا ۔ اور اس سے اس کا نام پوچھا تو پتہ چلا کہ یہ قیس ہے ۔ قیس، یا مجنوں، تجلّی سے یہ کہنے لگا :۔

مرا قصہ عالم میں مشہور ہے — زبانِ خلائق پہ مذکور ہے

زبانِ عرب میں جو افصح لسان — بہت جا لکھا اس میں سواے بیان

پس از اوس کے آکر میانِ عجم — ہوا ترکی اور فارسی میں رقم (۷۱)

ان فارسی شعراء کا، جنہوں نے قصہ لیلیٰ مجنوں کو منظوم کیا، ذکر کرنے کے بعد مجنوں نے تجلّی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ بھی اس قصے کو زبانِ ریختہ میں منظوم کرے ۔ چنانچہ تجلّی نے مجنوں سے قصے کی تفاصیل پوچھیں ۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی ۔ اس کے بعد تجلّی نے کو یوں بیان کیا کہ : کوئی عرب بادشاہ تھا جس کے پاس اللہ کی ہر نعمت موجود تھی ۔ مگر وہ اولاد سے محروم تھا ۔ اس محرومی سے نجات حاصل کرنے کے لیۓ بادشاہ طبیبوں اور نجومیوں سے رجوع کرتا، تعویذ گلے میں ڈالتا، اور علاج معالجہ کراتا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا ـــــ آخری عمر میں بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو ایک فرزند عطا فرماتا ہے ۔ اس خوشی میں بادشاہ بہت سے انعامات اور زر و جواہر لوگوں میں تقسیم کرتا ہے ۔ پھر رضاعت کے لیئے یہ بچہ کسی دایہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے ۔ مگر دایہ کے ساتھ وہ ہمیشہ روتا رہتا ہے ۔ اور کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس وجہ سے روتا ہے ـــــ اتفاق سے مجنوں کے قبیلے کی ایک حسین لڑکی قیس کو گود میں بٹھاتی ہے تو قیس کو سکون آجاتا ہے ۔ اور وہ رونا بند کر دیتا ہے ۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ بچہ جمال پرست ہے ۔ اور جیسا کہ ہاتفِ غیبی نے قیس کے والد کو بتایا تھا کہ یہ بچہ عشق میں دیوانہ ہو جائے گا، اس بچے کو محبت کی باتیں اچھی لگتی ہیں ۔ اور اس کو آرام نہیں ہوتا جب تک کہ خوبرو اور حسین لڑکی اس کو نہ اٹھاتی ـــــ جب قیس کچھ بڑا ہو گیا تو اس کا والد یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے مکتب میں داخل کرا یا جائے تاکہ وہ تعلیم حاصل کرے ـــــ مکتب میں لڑکے لڑکیاں سب پڑھتے ہیں ۔ لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ایسی ہے :۔

۰۰ تھی ایک دختران میں بہت ذی شعور　　خوش اندام شیریں ادا رشکِ حور

۰۰ رخ اوروں سے یکجا رکھے صبح وشام　　ہمہ لیل عشاق، لیلیٰ تھا نام (۴۲)

یہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔ قیس اکثر اس کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔

اپنی نظر اس کے چہرے پر جما تا ہے۔ اور دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوتی ہے

۰۰ محبت کے بیمار دونوں ہوئے　　وفا کے گرفتار دونوں ہوئے

۰۰ یہ ابرو سے اس کو اشارت کرے　　نگہ سے وہ دل اس کا غارت کرے

۰۰ محبت نے ایک فتنہ برپا کیا　　دلوں میں ہجوم تمنا کیا

۰۰ رہی وصل خواہش دلوں زار کی　　ہوئی آنکھیں محتاج دیدار کی

۰۰ بہانہ ذرا ہی جو پایا کرے　　تو مکتب سے اُٹھ باہر آیا کرے

۰۰ پکڑ ہاتھ باہم کھڑیں ہو رہیں　　جو کچھ حالِ دل لب پہ آوے کہیں

۰۰ پھر آ بیٹھیں چپکے سبق کے حضور　　جدا ہی جدا اور بہت دور دور (۴۳)

قیس اور لیلیٰ کے دلوں میں محبت کا جوش بڑھتا جاتا ہے یہاں

تک کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو وہ اداس ہو جاتے ہیں کیونکہ ایک دن کے لیئے وہ ایک دوسرے سے نہیں

مل سکتے۔ بہرحال یہ معاملہ ایک سال تک چلتا رہتا ہے۔ لیکن جب ان کی محبت کا راز ہم مکتبوں پر کھل جاتا ہے

تو ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ لڑکے لیلیٰ کی ماں کے پاس جاتے ہیں۔ اور لیلیٰ کی ماں کو یہ بتاتے ہیں کہ لیلیٰ کسی لڑکے

سے محبت کرتی ہے۔ چنانچہ ماں لیلیٰ کو بلا کر اس سے پوچھتی ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ لیلیٰ کو عشق کا کچھ

پتہ ہی نہیں۔ چنانچہ لیلیٰ اپنی ماں کی بات سن کر کہتی ہے :-

۰۰ کہ اے مادر مشفق و مہرباں　　پلا تیری شفقت سے یہ جسم و جاں

۰۰ یہ عشق اور معشوق عاشق سبھی　　عجب چیز ہے میں سنی نہیں کبھی

۰۰ کوئی دیہہ ہے عشق یا شہر ہے　　کوئی بحر ہے یا کوئی شہر ہے

۰۰ کوئی باغ ہے یا خیاباں ہے عشق　　کوئی باد ہے (یا) کہ باراں ہے عشق (۴۴)

پس ماں کو یقین ہوتا ہے کہ لیلیٰ کو عشق اور محبت کے بارے میں

کچھ معلوم نہیں۔ مگر رسوائی اور بدنامی کے خوف سے وہ لیلیٰ کو مکتب سے جانے روک دیتی ہے۔ قیس سے

جدا ہونے کی وجہ سے لیلیٰ کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ وہ روتی رہتی ہے مگر

اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو اس کی حالت کا کچھ پتہ نہ چلے۔

دوسری طرف قیس جب مکتب جاتا ہے - اور وہاں لیلیٰ کو نہیں پاتا - تو
وہ غمگین واداس ہو جاتا ہے - پڑھنے سے اس کا دل اکتا جاتا ہے - پس لیلیٰ کی جدائی میں مکتب اسے کیا لگتا ہے،
وہ خود بتاتا ہے :-

۰۰ بغیر از تیرے آہ مکتب مجھے ہوا ہے گا ماتم کدہ اب مجھے
۰۰ تیری تاب ہجران میں اے آفتاب نہ دل کو سکون نہ آنکھوں کو خواب (۷۵)

قیس، لیلیٰ کو دیکھنے کے لیے ترستا ہے - اور لیلیٰ مکتب میں نہیں آتی -
چنانچہ قیس کو یہ ترکیب سوجھتی ہے کہ وہ اندھے گداگر کا روپ دھارے - اس طریقے سے وہ لیلیٰ کے محلے میں
داخل ہوتا ہے !-

۰۰ خمیدہ قد اپنی کی مانند آہ لیا ایک عصا اور چلا اسہی راہ
۰۰ گلی اوس کی میں بولا آکور ہوں غریب اور وطن اپنے سے دور ہوں
۰۰ مجھے جو کوئی راہ دیوے بتا منور رکھے اس کی آنکھیں خدا (۷۶)

اس وقت لیلیٰ اپنی ماں کے ساتھ مکان کے چھت پر کھڑی تھی - جب
لیلیٰ، قیس کو دیکھتی تو اپنی ماں سے اجازت لے کر قیس کے پاس اس بہانے سے جاتی ہے کہ یہ نابینا گداگر ہے،
میں اس کو راہ بتا دوں ـــ لیلیٰ، قیس سے ایک لمحے کے لیے ملتی ہے - اور رقیبوں کے ڈر کی وجہ سے جدا ہوجاتی
ہے - قیس سے جدا ہوجانے سے پہلے لیلیٰ، قیس کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ دوبارہ بھی آئے !-

۰۰ رہے یاد یہ بھول مت جائیو بنے تو کسی اور شکل آئیو (۷۷)

چنانچہ اب کے قیس زاھدوں کا لباس پہنتا ہے - اور لیلیٰ کے محلے میں
جاتا ہے - لیلیٰ جب اس کو دیکھتی ہے تو بہانہ بنا کر اس سے ملنے جاتی ہے - تھوڑی دیر کے لیے ملاقات ہوتی ہے
پھر دونوں جدا ہوجاتے ہیں - مگر :-

۰۰ غم ہجر حد سے گیا جب گذر کیا شوق نے غلبہ اس قدر
۰۰ ہوا ننگ کا جامہ سب چاک چاک بھری جیب ناموس کے بیچ خاک (۷۸)

پس قیس کی حالت، لیلیٰ کے فراق میں دگرگوں ہوجاتی ہے - جدائی
کی برداشت نہیں ہوتی - چنانچہ وہ اپنے کپڑوں کو چاک کر دیتا ہے - اور عالمِ دیوانگی میں آبادی سے جنگل کو
سدھارتا ہے - اب لوگ اسے مجنوں کہہ کر پکارنے لگتے ہیں ـــ قیس کا والد قیس کی اس حالت کی وجہ
سے بہت پریشان ہوتا ہے - وہ اس کے پاس جاتا ہے - اور اس کو نصیحت کرتا ہے - لیکن قیس اپنے والد کو نہیں

پہچان سکتا - وہ اس کی طرف دیکھ کر کہتا ہے :-

○○ لگا کہنے ہے کون اے مرد نیک — کہ آئی ہے بو مہر کی تجھ سے ایک (۷۹)

والد اس کو بتاتا ہے کہ میں تیرا باپ ہوں - تو قیس کا یہ جواب ہوتا ہے :-

○○ لگا کہنے مجنوں پدر کیا ہے چیز — کہ لیلیٰ سوا یاں دگر کیا ہے چیز

○○ مئے عشق کا ہے پیا جب سے جام — میں بھولا ہوں مادر پدر دونوں نام (۸۰)

جب والد اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھتا ہے تو اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے - وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ گھر واپس جائے - چنانچہ وہ قیس کو یہ فریب دے کر گھر لے آتا ہے کہ لیلیٰ نے اس کو طلب کیا ہے - اور اب وہ اس کا انتظار کر رہی ہے —— قیس، یہ خبر سن کر بہت خوش ہو جاتا ہے - اور وہ اپنے والد کے ساتھ چلا جاتا ہے - والد اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ ابھی عشق کا وقت نہیں - ابھی علم حاصل کرنے کا وقت ہے

○○ یہی دن ہیں تادیب و تعظیم کے — یہی دن ہیں تحصیل و تعلیم کے (۸۱)

پھر والد، مجنوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ عورتوں کے جال میں مت پھنسو - عورتیں بے وفا ہوتی ہیں - ان پر اعتبار نہیں ہوتا - پھر قیس کو کہتا ہے :-

○○ نکال اوس کا سر سے اپنی خیال — نہ رکھو جان و دل پا مُال ملال

- -

○○ بس اب عشق میں عمر ضائع نہ کر — بہت اپنی رسوائی شائع نہ کر

○○ خدائی کی خدائی کا اسلوب دیکھ — کہ ایک ایک سے خوب ہے خوب دیکھ

○○ تیرے ہی قبیلے میں اے بے شعور — بہت بیگیاں دختریں رشکِ حور

○○ ہر ایک خوبصورت، ہر ایک خوش ادا — جو دیکھے کہے تو کہ لیلیٰ ہے کیا

○○ تیرا جی جسے چاہے اور تو کہے — ہمیشہ وہ خدمت میں تیری رہے (۸۲)

قیس اپنے والد کی نصیحت سنتا ہے پھر والد کو یہ بتاتا ہے کہ اس کے بس میں نہیں کہ وہ لیلیٰ کو بھول جائے —— اس کے بعد والد اپنے بیٹے مجنوں کو ایک پیر کے پاس لے جاتا ہے۔ اس کو اپنے بیٹے کے سارا احوال بتاتا ہے - اور اس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ مجنوں کا کوئی علاج بتا دے —— پیر و مرشد مجنوں کے والد کو یہ بتاتا ہے کہ مجنوں کی آنکھوں میں محبوب کی خاک بطور سرمہ ڈالی جائے۔ اور محبوب کے کتے کی رسی اس کی جیب میں رکھی جائے۔ تو اس کے بعد مجنوں اپنے کپڑوں کو نہیں پھاڑے گا - اور وہ رونا دھونا بند کرے گا —— اس نسخے پر عمل کرنے کے بعد بھی مجنوں کی حالت ٹھیک نہیں ہوتی۔ بلکہ

اور بگڑ جاتی ہے - چنانچہ قبیلہ کے بزرگ اس کے والد کے پاس جمع ہو جاتے ہیں - اور اسے مشورہ دیتے ہیں کہ قیس کی شادی لیلیٰ سے کروائی جائے -- مجنوں کی جان بچانے کے لیے اس کا والد اور اہلِ قبیلہ، لیلیٰ کے والد کے پاس جاتے ہیں - اور لیلیٰ کا رشتہ مانگتے ہیں - مگر لیلیٰ کا والد انکار کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ قیس مجنوں ہے :-

؎ پسر تیرا بدخو وفتون ہے — دیوانہ ہے، رسوا ہے مجنون ہے
؎ نہ ناموس ہے اس کو کچھ بھی ننگ — ہمیشہ سے اطفال کے زیرِ سنگ
؎ اسے پاس کچھ آبرو کا نہیں — سلیقہ ذرا گفتگو کا نہیں (۸۳)

قیس کے والد کو یہ تہمت گوارا نہیں ہوتی - اپنے بیٹے کا دفاع کرتے ہوئے اس کو بلاتا ہے تاکہ لیلیٰ کے والد کو یقین آجائے کہ وہ دیوانہ نہیں ہے —— قیس بصد احترام ووقار آتا ہے - بیٹھتا ہے - اور عقلمندی کی بات کرتا ہے - اچانک لیلیٰ کی گلی کا کتا ان کے قریب آتا ہے تو قیس بے قرار ہو کر اس کی طرف لپکتا ہے - اس کو اٹھاتا ہے - مسند پر بٹھاتا ہے - اس کے ساتھ باتیں کرنے لگتا ہے - اور کتے کی تعریف کرنے لگتا ہے :-

؎ تیرے پاؤں کے نیچے آنکھیں دھریں — غبار قدم تیرا سرما کریں
؎ تو سگ شکل ہے شیر کردار ہے — تیرا سگ ہوں میں تو سگ یار ہے (۸۴)

چنانچہ جب یہ حرکت قیس سے سرزد ہو جاتی ہے تو سب شرمندہ ہوتے ہیں - اور لیلیٰ کا والد ایک بار پھر شادی سے انکار کرتا ہے - مایوس ہو کر قیس کا والد، اہلِ خاندان، اور بزرگانِ قبیلہ واپس چلے آتے ہیں - اور قیس صحرا کا رخ کرتا ہے - پھر قیس کے والد کو یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی پیر ومرشد جبلِ نجد میں موجود ہے - وہ اپنے بیٹے کی تلاش میں نکلتا ہے تاکہ اس کو اس پیر کے پاس لے چلے —— بڑی تلاش کے بعد مجنوں بید کے ایک درخت کے سایے میں بیٹھا ملتا ہے - اس کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے - والد، قیس کو پیر کے پاس لے چلتا ہے تاکہ پیر، قیس کے لئے اللہ سے یہ دعا مانگے کہ محبت کے جنوں سے شفایاب ہو جائے - مگر قیس، پیر ومرشد سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ یہ دعا مانگے :-

؎ کہ جب تلک ہے دم ہے دم جسمِ زار — فزوں دم بدم ہو غم شوقِ یار
؎ اَلم یار کا ایک دم کم نہ ہو — یہ جس دم نہ ہوئے دم اس دم نہ ہو (۸۵)

جب والد یہ سنتا ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے - اور اپنے بیٹے کو گھر لے چلتا ہے —— دوسری طرف لیلیٰ کے حسن وجمال کی بہت شہرت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر ایک اپنے دل میں یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ لیلیٰ کے دل کو جیت لے —— چنانچہ ایک شخص ابن السلام

نامی تھا۔ وہ دل میں لیلیٰ سے شادی کرنے کا خواہش رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے قبیلے کے بزرگوں کو ساتھ لے کر لیلیٰ کے والد کے پاس جاتا ہے۔ اور لیلیٰ کا رشتہ مانگتا ہے۔ لیلیٰ کا والد راضی ہو جاتا ہے۔ اور شادی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ مگر لیلیٰ کو کچھ پتہ نہیں کہ اسے کس لیئے سنوارا جا رہا ہے ـــ جب اس کو پتہ چلتا ہے کہ اس کی شادی، قیس کے سوا، کسی اور شخص سے ہو رہی ہے تو وہ بین کرنے لگتی ہے۔ کپڑے پھاڑ ڈالتی ہے۔ بال بکھیر لیتی ہے۔ اور چیختی چلاتی ہے :۔

٥٥ میرے دل کو کوئی تو بھاتا نہیں   سوا قیس کے کوئی خوش آتا نہیں
٥٥ ہوں آزاد اسی نہیں یہ تمیز   وہ صاحب ہے میرا، میں اس کی کنیز (۸۶)

مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا ـــ شادی ہو جاتی ہے۔ اور ابن السلام لیلیٰ کی خوابگاہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس کے قریب آتا ہے تو لیلیٰ اس کو اتنے زور سے تھپڑ مارتی ہے کہ ابن السلام لڑکھڑا کر گر جاتا ہے۔ پھر لیلیٰ اس کو دھمکی دیتی ہے کہ اگر وہ اس کے قریب آئے گا تو وہ اس کو قتل کرے گی ـــ جب شوہر یہ سب کچھ دیکھتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ لیلیٰ کے دل کو کبھی نہیں جیت سکے گا۔ چنانچہ وہ اس کو طلاق دے کر چلا جاتا ہے۔

ادھر مجنوں صحرا میں مارا مارا پھرتا ہے کہ ایک بڑھیا آ کر اس کو لیلیٰ کی شادی کی خبر دیتی ہے۔ اس پر قیس، لیلیٰ کو شکایت آمیز خط لکھتا ہے۔ اور بڑھیا کو دیتا ہے کہ وہ لیلیٰ تک پہنچا دے۔ ـــ بڑھیا پیغام لے کر لیلیٰ کے پاس جاتی ہے اور اس کو خط دیتی ہے۔ جب لیلیٰ خط پڑھتی ہے تو رو پڑتی ہے۔ اور خط کا جواب لکھ کر بڑھیا کو دیتی ہے تاکہ قیس کو پہنچا دے ـــ بڑھیا قیس کے پاس جا کر اس کو لیلیٰ کا خط دیتی ہے۔

ایک دفعہ قیس کے دوست اس کے پاس جاتے ہیں۔ اور اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ لیلیٰ کو بھول جاؤ۔ کیونکہ :۔

٥٥ بسر عمر جنگل میں کرنا پڑا   بغیر از اجل روز مرنا پڑا
٥٥ عبث تو ہوے گا گرفتار غم   نہیں شہر عالم میں معشوق کم
٥٥ اوسے چاہیئے آپ کو چاہیئے جو   نہ اوس کو کہ مرے تو اپنا نہ ہو (۸۷)

مگر ان سب نصیحتوں کا، قیس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے نزدیک لیلیٰ ہر پھول سے زیادہ حسین ہے۔ بلکہ ہر حسین سے حسین تر ہے ـــ آخر میں قیس کا والد اس کو طبیبوں کے پاس لے جاتا ہے تاکہ اس کا علاج معالجہ ہو سکے۔ طبیب بہت معائنہ کرتے ہیں

مگر قیس ان کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جب تم کو میری بیماری کا کچھ پتہ ہی نہیں تو تم میرے لیئے کیسے علاج تجویز کروگے ـــــ طبیب یہ تجویز کرتے ہیں کہ قیس کی فصد کھولی جائے۔ مگر قیس فصد کھولنے سے انکار کرتا ہے جس پر دوستوں اور طبیبوں کو تعجب ہوتا ہے۔ تو قیس ان کو مخاطب ہو کر کہتا ہے :

٥٥ اگرچہ بظاہر نہیں اسم ایک — ولے میرا لیلیٰ کا ہے جسم ایک
٥٥ میرے تن پہ نشتر جو لگ جائے گا — جراحت تن اوس کے پہ مفت آئے گا
٥٥ بدن اپنے کا مجنو کو کچھ غم نہیں — اَلم اس کو ہو یہ ستم کچھ نہیں (۸۸)

قیس کے انکار کے باوجود، بالآخر جب اس کی فصد کھولی جاتی ہے تو دوسری طرف لیلیٰ [جو اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی] کے ہاتھ سے خون جاری ہو جاتا ہے :

٥٥ سخن درمیاں تھی ابھی ایک بار — چلے ہاتھ سے اس کے لوہو کی دھار
٥٥ رگِ دست سے خوں ہوا یوں رواں — کہے تو کہ نشتر لگا اس کے یاں
٥٥ وہ گل پیرہن غرقِ خوں ہو گئی — کہ پوشاک سب خون سے گلگوں ہوئی
٥٥ سبھی لڑکیاں ہو گئیں آکے جمع — چوں پروانہ آتے ہیں شب گرد جمع
٥٥ ہر ایک غم خوری اور تعجب کے ساتھ — اسے پوچھتی تھی پکڑا اس کا ہاتھ
٥٥ کہ لیلیٰ تیرے ہاتھ میں کیا لگا — ابھی تو تو اچھی کھڑی تھی بھلا
٥٥ وہ کہتی تھی اس کا تعجب نہیں — محبت میں ہوتا ہے یوں ہی کہیں (۸۹)

پھر لیلیٰ، قیس کو خط لکھ کر کبوتر کے پیروں سے باندھ کر بھیج دیتی ہے۔ قیس، خط پڑھ کر جواب لکھ دیتا ہے اور کبوتر ہی کو پیغامبر بناتا ہے۔

ایک دن نوفل بادشاہ بہ سلسلۂ شکار جنگل میں جاتا ہے۔ وہاں اس کا گذر قیس کے پاس سے ہوتا ہے۔ جب قیس کو دیکھتا ہے تو اس سے بات کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم اس حالت میں کیوں ہو ؟! ـــــ جب نوفل کو قیس کا پورا قصہ معلوم ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس کو اپنے گھر لے جاتا ہے۔ پھر لیلیٰ کے والد کی طرف خط بھیجتا ہے :

٥٥ کہ اے مہتر و بہترینِ عرب — سرِ سروران قوم والا لقب
٥٥ تم اور ہم میں ہے رتبہ یک مدام — نہاں درمیاں کو پیام و سلام
٥٥ یہ مجنوں دل خستہ مسکین غریب — ہماری امداد سے یہاں قریب

○○ حسب اور نسب میں ہے کچھ کم نہیں — پدر اس کے کو ہیچ نوع غم نہیں
○○ ہماری کہی پر کرو جو یہ کام — تو احسان ہم پر رہے گا مدام
○○ وگر اسی کے کرو کے خلاف — تو ہم بھی مخالف یہاں ہوں گے، جان
○○ یہی جانیو کچھ نہیں دیر ہے — ہم اور تم میں یہ دست وشمشیر ہے (۹۰)

لیلیٰ کے والد کو جب پیغام پہنچتا ہے تو وہ آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ اور نوفل کو یہ جواب لکھتا ہے :۔

○○ ہمیں اس دیوانہ سے نسبت ہوگیا — وحوش اور انسان کی صحبت ہوگیا
○○ تو گر خواہش جنگ رکھے آکر — تو ہم بھی نہیں کہتے کہ ہے صلح کر
○○ جو شمشیر تیری بہت تیز ہے — ہماری بھی تلوار خون ریز ہے (۹۱)

چنانچہ نوفل اور لیلیٰ کے والد کے مابین جنگ چھڑ جاتی ہے جس میں لیلیٰ کے والد کے قبیلے پر نوفل بادشاہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ اور لیلیٰ کو بھی گرفتار کر لیا جاتا ہے —— جب نوفل، لیلیٰ کو دیکھتا ہے تو وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ یہ سوچتا ہے کہ قیس کو زہر پلا دیا جائے۔ اور لیلیٰ سے میری شادی کر دی جائے —— نوفل اپنے غلام کو زہر کا پیالہ تیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور زہر کا پیالہ تیار کیا جاتا ہے۔ مگر غلطی سے نوفل اسی پیالے کو پیتا ہے — اور اس کا کام فی الفور تمام ہو جاتا ہے۔ پھر لیلیٰ اپنے والد کے ساتھ اپنے قبیلے کی طرف چلی جاتی ہے۔ اور مجنوں دل خستہ ہو کر صحرا کا رخ کرتا ہے —— صحرا میں جب قیس ایک باغبان کو سرو کا درخت کاٹتے دیکھتا ہے تو وہ اس سے منت سماجت کرتا ہے کہ سرو کے درخت کو نہ کاٹے۔ اگر کاٹنا ہی ہے تو میرا سر کاٹ دیا جائے —— اسی طرح جب قیس ایک صیاد کو دیکھتا ہے جس کے جال میں ہرن پھنسا ہوا ہے۔ تو وہ اس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ہرن کو آزاد کر دے۔ مگر صیاد قیمت مانگتا ہے۔ چنانچہ قیس اس کو اپنی قیمتی انگوٹھی دے کر ہرن کو آزاد کرا دیتا ہے۔

ایک دفعہ، صحرا میں ایک قافلہ آتا ہے جس میں لیلیٰ بھی شامل تھی۔ لیلیٰ کی اونٹنی قافلہ سے پیچھے رہتی ہے۔ اور راستہ کھو دیتی ہے —— اتفاق سے اونٹنی کا گذر قیس کے پاس سے ہوتا ہے تو لیلیٰ قیس کو دیکھتی ہے۔ مگر وہ اسے نہیں پہچان سکتی۔ اور قیس بھی اس کو نہیں پہچانتا۔ لیلیٰ، مجنوں کو مخاطب ہو کر کہتی ہے :۔

○○ لگی کہنے کہ اے ناتواں — تو ہے کون شخص اور رہے ہے کہاں

۰۰ کہا اوسی مجنوں نے اے ماہ رو بتاؤں میں کیا تجھ کو مت پوچھ تو
۰۰ میرا نام تو قیس ہے لیکن اب محبت سے ٹھہرا ہے مجنوں لقب
۰۰ شب و روز جنگل میں رہتا ہوں میں ستم ہجر لیلیٰ کا سہتا ہوں میں (۹۲)

لیلیٰ کو یہ سن کر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہی ہے اس کا عاشق مجنوں - پس وہ بے اختیار ہو کر ناقہ پر سے گر پڑتی ہے - اور مجنوں سے مخاطب ہو کر کہتی ہے :-

۰۰ کہا اے ستم کش اسیرِ جنوں وہ لیلیٰ جو کہتا ہے تو میں ہی ہوں (۹۳)

جب مجنوں یہ سنتا ہے تو وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے - اور لیلیٰ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے :-

۰۰ کہ لیلیٰ مری جاں یہ تیرا وصال مگر خواب ہے یا کہ ہے گا خیال (۹۴)

تو لیلیٰ اس کو مطمئن کر کے کہتی ہے :-

۰۰ لگی کہنے اب غم نہ کھا اے حزیں تو مجھ پاس ہے اور میں تیری قریں
۰۰ یہ اب تو دل میں جو چاہے خدا نہ ہوں تا بمقدور باہم جدا
۰۰ رہیں جس جگہ میں تو ایک جا رہیں رقیبوں کی صحبت سے تنہا رہیں
۰۰ رہیں وہاں جہاں کوئی اپنا نہ ہو نہ کوئی طعنہ زن ہو نہ کوئی عیب جو (۹۵)

مگر قیس اس پیشکش پر راضی نہیں ہوتا کہ لیلیٰ بھاگ کر اس کے ساتھ رہے - اسی اثناء میں لیلیٰ کے اہل خاندان آکر لیلیٰ کو لے جاتے ہیں - اور قیس پھر صحرا میں اکیلا رہ جاتا ہے ——— ایک دفعہ قیس خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ لیلیٰ اس کے پاس آتی ہے - اور اس کو پھول کا ہار پہناتی ہے - جب قیس جاگتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ لیلیٰ تو نہیں ہے - مگر پھول کا ہار ہے - قیس رونے لگتا ہے ——— اتنے میں ایک ناقہ سوار آتا ہے - جب قیس اس کو دیکھتا ہے تو اس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کہاں جانا ہے - ناقہ سوار اس کو بتاتا ہے کہ وہ نجد کی طرف جا رہا ہے ——— چنانچہ قیس، ناقہ سوار کو لیلیٰ کے لیئے پیغام دینے لگتا ہے ——— قیس شتر سوار کے ساتھ چلتے چلتے، اور اس کو پیغام دیتے دیتے لیلیٰ کے محلے میں پہنچ جاتا ہے - ناقہ سوار کو تعجب ہوتا ہے - اور وہ قیس سے کہتا ہے :-

۰۰ تعجب سے بولا وہ ناقہ سوار کہ اے زار شوریدہ سر سوگوار
۰۰ جہاں سے میرے ساتھ ہے تو رواں وہاں سے سو کوس اب وہ مکاں
۰۰ مری جا کے کہنے کے اوپر نہ رہ تو خود ان پہنچا ہے آپ کہہ (۹۶)

چنانچہ قیس خود جاتا ہے۔ وہاں لیلیٰ سے ملتا ہے۔ اور اس سے محبت بھری باتیں کرتا ہے ـــــ لیلیٰ کے بھائی کو جب معلوم ہو جاتا ہے کہ مجنوں ان کے محلے میں آیا ہے تو وہ تلوار سونت کر مجنوں کے پاس جاتا ہے اور اس کو قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کے دونوں ہاتھ شل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لیلیٰ کا بھائی، مجنوں کے قدموں پر گر پڑتا ہے اور اس سے معافی مانگتا ہے۔ قیس اس کو نصیحت کرتا ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کرو ـــ پھر قیس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ اس کے ہاتھ ٹھیک ہو جائیں۔ اس کے بعد قیس صحرا کی طرف چلا جاتا ہے۔

ایک دن، لیلیٰ خواب میں قیس کا جنازہ دیکھتی ہے۔ تو وہ اس سے اس قدر دل شکستہ ہوتی ہے کہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے ـــــ قیس کو اس بات کا کوئی علم نہیں ہوتا کہ لیلیٰ مر گئی۔ ایک دن لیلیٰ کی دایہ قیس کے پاس آتی ہے۔ اور اس کو لیلیٰ کی موت کی خبر دیتی ہے۔ ساتھ ہی اس کو لیلیٰ کی وصیت سناتی ہے :-

٥٥ طریق وصیت تھا اس نے کہا — کہ او اس میرے مجنوں سے یوں کہیو جا
٥٥ محبت میں لیلیٰ رہی جیسی پاک — گئی پاک و پاکیزہ ہے زیر خاک
٥٥ اگر عشق کی راہ میں ہے تو دلیر — تو آنے میں مجھ پاس مت کیجو دیر (۹۷)

قیس جب یہ خبر سنتا ہے تو تین دن تک بے ہوش رہتا ہے۔ پھر جب اس کو افاقہ ہو جاتا ہے تو وہ لیلیٰ کے مزار پر جاتا ہے۔ وہاں یہ بین کرتا ہے :-

٥٥ کہ اے ارض مادر تو آدم کی ہے — تجھی سے بنا اہل عالم کی ہے
٥٥ بنا تجھ سے یہ قالب مستعار — پھر آخر تجھی میں ہے اس کو قرار
٥٥ مجھے تیری خدمت میں ہے التجا — کہ دے مجھ کو آغوش میں اپنی جا
٥٥ کہ جیتے تو میں یار سے دور ہوں — بھلا بعد مرنے کے اب تو ملوں (۹۸)

اس کے ساتھ ہی قیس آہ بھرتا ہے۔ اور راہیٔ ملکِ عدم ہوتا ہے ـــ فوراً مزارِ لیلیٰ شق ہو جاتا ہے۔ اور مجنوں اس کے اندر سما جاتا ہے ـــ

ـــــــــ قصہ یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔ جب تجلی قصے سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایک دفعہ وہ یہ خواب دیکھتا ہے کہ گویا وہ جنت میں جاتا ہے۔ وہاں:-

٥٥ لب نہر جاری یہ یکجا گیا — نظر بید کا ایک درخت آ گیا
٥٥ تلے اوس کے ایک صفحۂ سیم جام (کذا) — فرش (کذا) اس کے دیبا و سندس تمام

۵۵ ملے وہاں وہ مجنوںؔ و لیلیٰؔ دو یار　　　برنگ گل و عین فصل بہار (۹۹)

لیلیٰؔ اور قیسؔ دونوں جنت میں بیٹھے ہنس رہے تھے

—— جب تجلیؔ، لیلیٰؔ اور قیسؔ کو دیکھتا ہے۔ اور قیسؔ، تجلیؔ کو بھی دیکھتا ہے۔ تو قیسؔ، تجلیؔ کو بلاتا ہے۔ پہلو میں بٹھاتا ہے —— تجلیؔ، قیسؔ سے اس کے احوال کے بارے میں پوچھتا ہے۔ گفتگو کے آخر میں، قیسؔ اس سے کہتا ہے کہ جو عاشق ہو اس سے کہو کہ میرا یہ قصہ پڑھے جو تم نے قلمبند کیا —— اچانک تجلیؔ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اب نہ کوئی جنت تھی، نہ لیلیٰؔ اور نہ ہی قیسؔ۔

تعارف مخطوطہ

نجیب کی اس مثنوی کے بارے میں کسی نے بھی کچھ نہیں لکھا۔
یہ مثنوی مجھے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ملی ہے۔ یہ مخطوطہ ہے اور اس کے تین نسخے ہیں۔ دو نسخے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ تیسرا نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے ——— پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود دونوں نسخوں کی خصوصیات درج ذیل ہیں :-

مخطوطہ نمبر ایک[1]

یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ۶۱۶۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔ اس کے کل اوراق کی تعداد ۵۳ ہے۔ یہ نسخہ خستہ حالت میں ہے۔ کرم خوردہ بھی ہے۔ اس کے اوراق کے کونے آب رسیدہ ہونے کے باعث اکثر ناخواندہ ہیں۔ ہر صفحے میں متوسط ۱۶ سے ۱۸ تک سطریں ہیں۔ اس کی سرخیاں سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن دوسرے نسخے کی بہ نسبت کچھ مختصر ہیں۔ اور حاشیے پر کوئی سرخی درج نہیں۔ یہ نسخہ دوسرے نسخے کی بہ نسبت کچھ مکمل ہے۔ اس کے باوجود ہمارا خیال یہ ہے کہ اس کے آخر سے کم از کم ایک ورق ضائع ہو گیا ہے۔ کیونکہ موجودہ آخری ورق میں کوئی اشارہ نہیں ملتا جس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مثنوی ختم ہو گئی ہے ——— بہرحال ایسا لگتا ہے کہ یہ نسخہ دوسرے نسخے کے بعد کا لکھا ہوا ہے کیونکہ اس کی کتابت نسبتاً بہتر ہے اگرچہ کاتب نے بڑی غلطیاں کی ہیں ——— اس نسخے کے ورق کا رنگ زردی مائل ہے۔ اور یہی نسخہ ہے جس کو میں نے، نجیب کی مثنوی پر تحقیق کرنے کے دوران، ماخذ و مصدر بنایا ہے اور مثالیں اسی سے نقل کی ہیں۔

مخطوطہ نمبر دو[2]

یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ۲۸۶۰ نمبر کے تحت موجود ہے۔ اس نسخے کے ورق کا رنگ زردی مائل ہے۔ اور یہ مجلد ہے۔ جلد کے بعد جو ورق آتا ہے اس پر یہ جملہ مرقوم ہے :

کتاب لیلیٰ مجنوں، نظم اردو۔ تصنیف نجیب شاہ۔

یہ مخطوطہ انتہائی خستہ حالت میں ہے - کرم خوردہ ہے - اس کے کاتب نے کتابت کے ضمن میں بہت غلطیاں کی ہیں ـــ یہ نسخہ لیلیٰ کی موت پر ختم ہوتا ہے - اور مجنوں کی موت پر کچھ نہیں لکھا ہوا - اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ نسخہ ناقص الآخر ہے - اس لیئے کہ اس کے آخری ورق میں آدھے صفحے پر کتابت ختم ہوتی ہے - جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کاتب نے جان بوجھ کر مثنوی کا آخری حصہ چھوڑا ہے -

اس نسخے کے کل ورق ۵۷ ہیں - اس کے ورق کا اوپر والا حصہ اکثر پورے طور پر کرم خوردہ ہے - کبھی کبھی کچھ اشعار لکھنے سے رہ گئے ہیں ـــ اس نسخے کی سرخیاں سرخ روشنائی سے لکھی ہوئی ہیں - یہ سرخیاں مخطوطے نمبر (۱) کی بہ نسبت تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں - اور ہر مفصل سرخی کے ساتھ جانبی حاشیے پر مختصر سی سرخی بھی ہے جو کالی روشنائی سے لکھی ہوئی ہے - نسخے کے ورق کے نمبر سرخ روشنائی سے نئے نئے لکھے گئے ہیں - اس نسخے میں حرف (گ) کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے - اور اکثر (ک) ہی لکھا ہوا پایا گیا ہے - ہر صفحے میں ۱۵ سطریں ہیں - البتہ جب کوئی سرخی (عنوان) ہوتی ہے تو سطریں کم ہوجاتی ہیں - بہر حال ایسا لگتا ہے یہ نسخہ، نسخہ نمبر (۱) سے پہلے لکھا گیا ہے -

مخطوطہ نمبر(۱) کا پہلا ورق الف

مخطوطہ نمبر (۱) کا ایک درمیانی صفحہ

ff 53

مخطوطہ نمبر(۱) کا آخری ورق

مخطوطہ نمبر (۲) کا ایک درمیانی صفحہ

مخطوطہ نمبر (۲) کا آخری ورق

لیلیٰ[1] مجنوں

نجیب (۱۰۰)

حمد اور نعت کے بعد قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ ملک عرب کا بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں اللہ کی ہر نعمت موجود تھی۔ لعل و جواہر، غلام لونڈیاں، مال مویشی، دولت، سب کچھ تھا۔ مگر ایک محرومی یہ تھی کہ اس کی اولاد نہ تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ بہت غمگین اور اداس رہتا تھا ——— بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کرایا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا:

٥٥ کہا یوں شہ نے (کذا) بصد بے کلی	امیری سے مجھ کو فقیری بھلی
٥٥ جو فرزند ہے مجھ کو پیدا نہیں	تو درویش ہو جائیے بس کہیں (۱۰۱)

بادشاہ کے مشیر اسے تسلی دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے رہے۔ اور انہوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ کعبہ جاکر اللہ سے اولاد کی دعا مانگے ——— بادشاہ نے یہی کیا۔ کعبہ میں التجا کی، تب اس کے ہاں تخت کا وارث پیدا ہوا۔ یہ بچہ بڑا حسین و جمیل تھا۔ سرو قد اور ماہ رو تھا۔ سب لوگ بچے کی پیدائش پر بہت خوش تھے۔ ہر طرف سے آکے بادشاہ کو مبارکباد دی۔ اور بچے کی صحتمندی اور عمر درازی کے لیئے اللہ سے دعائیں مانگیں ——— بچے کی پیدائش پر بادشاہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے تحائف اور عطیات تقسیم کر دیئے۔ کسی کو شال دی، کسی کو موتیوں کا ہار بخشا، کسی کو گھوڑا دیا اور کسی کو زرین عمامہ عطا کیا۔ سپاہیوں کی تنخواہوں میں بے پناہ اضافہ کیئے۔ اطباء و علماء کو صوبوں کا امیر مقرر کیا ——— الغرض، غریبوں کو کیا، امیروں کو بھی انعامات سے نوازا یہاں تک کہ سب لوگ امیر ہوگئے۔ اور کوئی غریب نہ رہا ——— اس کے بعد بادشاہ نے نجومیوں کو بلایا۔ اور ان کو بچے کا نام رکھنے کا حکم دیا۔ نجومیوں نے بچے کا نام قیس رکھنے کی تجویز کی۔ اور یہ بتایا کہ:-

٥٥ یقیں ہے یہ عالم میں مشہور ہو	جہاں کو بیاں اس کا منظور ہو
٥٥ یہاں تک یہ دنیا میں ہو نامور	کہ کوئی نہ ہو قیس سے بے خبر
٥٥ کسو شکل پر یہ گرفتار ہو	بہت اس کے غم سے دل افگار ہو
٥٥ جنونِ محبت میں ہو پر جنوں	بہاتا رہے چشم سے اشک خوں
٥٥ لٹا دے یہ اس شکل پر ملک و مال	بجز عشقِ دلبر نہ ہو کچھ خیال
٥٥ یہ اس ڈھب سے ہو اس کے اوپر فدا	وہ اس کی کنیز اور یہ اس کا گدا (۱۰۲)

بچہ جب تھوڑا سا بڑا ہوگیا تو رسم ختنہ منائی گئی۔ اس موقع

پر ناچ گانے اور موسیقی کا اہتمام کیا گیا۔ بعد ازاں ایک عظیم الشان دعوت کا بھی انتظام کیا گیا ——— قیس ذرا بڑا ہوا تو اس کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ وہاں اس کا، لیلیٰ سے تعارف ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف آنکھ چرا کر دیکھتے تھے۔ اور باہم بات کرنے کے متمنی تھے۔ مگر ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محبت کا راز فاش ہو جائے ——— شام ہوئی تو سب لڑکے مکتب سے رخصت ہوتے تھے۔

چنانچہ قیس، اور لیلیٰ کو جدا ہونا پڑتا تھا۔ اور دونوں کی رات کانٹوں پر گزرتی تھی :-

(۱) کبھو یہ اسے دیکھتی تھی (کذا) سر جھکا	یہ اس پر فدا اور وہ اس پر فدا
(۲) اشارے میں غمزے سے باتیں ہوئیں	نگہ اور اداؤں میں گھاتیں ہوئیں
(۳) اشاروں میں جو چاؤ ہونے لگے	بہ دل تخم الفت کا بونے لگے
(۴) تھی دو دل میں گو چاہتیں بے حساب	مگر ظاہراً شرم کا تھا حجاب
(۵) دلوں میں محبت ہو ظاہر کر (کذا) شرم	تو کیا لطف ہوتا ہے وہاں دم بدم
(۶) چلا ان میں جو جو محبت کا جام	رہی لڑکی حسرت بھری تا بشام
(۷) ہوئی شام وقت مرخص ہوا	تو اخوند نے سب کو رخصت کیا (۱۰۳)
(۸) نہ تھا قیس و لیلیٰ کا یہ مدعا	کہ ہوں شب کی شب دونو وہاں سے جدا

آخر دونوں سے خاموشی برداشت نہ ہو سکی۔ ہر ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے کے لیئے بے قرار تھا۔ چنانچہ جب جدائی کی پہلی رات گذری تو دونوں جلد ہی مکتب پہنچ گئے اور ہر ایک دوسرے کی خیریت پوچھنے لگا :-

٥٥ غرض مجنوں نے یہ کہا شرم کیا	اے لیلیٰ مجھے ایک نکتہ بتا
٥٥ تھا کل آپ کا چہرہ سرخی فشاں	یہ ہے آج کیوں ایسی زردی عیاں
٥٥ کہا اس کا کیا تم کو دوں میں جواب	جواب اس کا تم خود ہوائے ماہتاب
٥٥ جو میں زرد ہوں آپ کیوں زرد ہو	مرا حال تم آپ سے پوچھ لو
٥٥ خبر چہرے کی اپنے چہرے سے پڑھ	اور آنکھوں کی تقریر آنکھوں سے کر
٥٥ بدن کی نقاہت بدن سے عیاں	دہن کی دلالت دہن سے عیاں (۱۰۴)

محبت کا راز چھپا نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ہم مکتب لڑکوں پر قیس اور لیلیٰ کی محبت کا راز کھل گیا۔ بہرحال محبت جس دل میں پیدا ہوتی ہے وہ کبھی کم نہیں ہوتی۔ چنانچہ دونوں کے دلوں پر محبت کی گرفت مضبوط ہو گئی یہاں تک کہ دونوں نے یہ عہد کر لیا کہ ایک دوسرے کے ہو کر

رہیں گے - اور انہوں نے کسی کو بتائے بغیر شادی کر لی :-

۱ کہا لیلیٰ نے میں ہوں تجھ پر فدا — کہا قیس نے میں ہو تیرا گدا
۲ کہا لیلیٰ نے ہنس کے اے سیم تن — مجھے تیری صورت سے ہے یہ لگن
۳ جو ساعت کو تجھ سے جدا ہو گئی — تو گویا میری جان میں جان نہیں (کذا)
۴ رہے ہے سدا مجھ کو تیرا خیال — سوا تیرے کوئی نہیں قیل وقال

---

٥ جو جی میں میرے چاؤ ہے دلنشیں — اور اس کا وہ ظاہر میں ہوتا نہیں

---

۶ یہ چاہوں تجھے محو دل میں کروں — یا بے خود ہو خود محو دیدار ہوں
۷ کہا قیس نے سن کے بیہوش ہو — بہت چاؤ دل سے ہم آغوش ہو
۸ کہ اے قیس کی جان فرخندہ ہے (کذا) — جو کہتی ہو سب مجھ کو معلوم ہے (کذا)
۹ میری زینت آرام لیلیٰ ہے تو — میری عیش کا جام لیلیٰ ہے تو
۱۰ میری آنکھوں میں تیری تصویر ہے — ترا غم میرے پا بزنجیر ہے
۱۱ یہ تن تو ہے جان تو ہے اے فرخندہ رو — جدہر دیکھوں لیلیٰ ادہر تو ہے تو
۱۲ سمجھ جب قیامت کا میدان ہو — مرا ہاتھ اور تیرا داماں ہو
۱۳ کہا لیلیٰ نے قیس یہ کیا کہا — ابھی کیا نہ ہوگی میں اس پر فدا
۱۴ نہ سمجھو تم اس بات کو سرسری — یہاں بھی تیری، اور وہاں بھی تیری (کذا)
۱۵ کہا میں نے سب سے لیا دل اٹھا — کہا میں نے عیش اپنا تجھ پر رکھا
۱۶ کہا میں نہ دیکھوں گا روئے لسا — کہا لیلیٰ نے اس کا تو قول لا
۱۷ وہ لی قول اور کر کے پیماں درست — لگی کہنے مجنوں سے چالاک وچست
۱۸ اے مجنوں! مرا یہ تھا مقصود جاں — بس اب میں بھی کرتی ہوں دل کا بیاں
۱۹ میرا عیش تجھ پر ہوا اختتام — سوا ترے عالم ہے مجھ پر حرام
۲۰ ہوئے "لاگ" میں آج تجھ سے کہا — میں تجھ سے نکاح اپنا اس دم پڑھا
۲۱ جو کوئی مجھ کو سو طرح سے آکہے — ولے یہ میرا عقد ثابت رہے

محبت بڑھ جاتی ہے تو رقابت بھی اس سے پیچھے نہیں رہتی -

ہم مکتب لڑکوں کو یہ بات گوارا نہیں ہوئی کہ قیس اور لیلیٰ محبت کریں - چنانچہ لڑکوں نے کسی نہ کسی طریقے سے یہ بات لیلیٰ کی ماں تک پہنچائی کہ لیلیٰ کسی شخص پر عاشق ہو گئی ـــ ماں نے لیلیٰ سے پوچھ گچھ

کی - کم سن لیلیٰ نے حیران ہو کر ماں سے پوچھا کہ عشق کیا چیز ہوتی ہے - جب ماں کو یقین آگیا کہ لیلیٰ عشق کے جرم سے بری ہے تو وہ مطمئن ہو گئی - لیکن اس نے لیلیٰ کو مکتب جانے سے اس لیئے منع کیا کہ :-

٥٥ مگر طعنۂ دشمنوں سے ڈرے — کہ ناحق یہ بدنامی سر پر دھرے
٥٥ کہا آخرش کو بصد جاہ وحشم — کہ بس اب نہ رکھ گھر سے باہر قدم
٥٥ یہ ملک عرب کا بہت سخت ہے — یہ ناحق بھی طعنہ کسو پر رکھے
٥٥ ترا پڑھنا اب ہمکو بھاتا نہیں — یہ طعنہ سنا ہم سے جاتا نہیں (۱۰۶)

دوسری طرف جب قیس مکتب گیا - اور لیلیٰ وہاں نہ ملی تو اس کا حال ابتر ہو گیا - اس سے ضبط اور صبر نہیں ہو سکا - اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ اندھے کا روپ کیوں نہ دھارے - اس طریقے سے وہ لیلیٰ کے گھر تک پہنچ گیا - اور لیلیٰ سے ملنے کا موقع ہاتھ آیا - اگرچہ لیلیٰ نے قیس کو اندھے کا روپ دھارنے پر ملامت کی ، مگر ساتھ ہی اس نے اس سے دوبارہ کسی نہ کسی طریقے سے ملاقات کی گزارش کی :-

٥٥ کہا پھر بھی تشریف یاں لائیو — کسو طرح صورت کو دکھلائیو
٥٥ بہت کرکے اس طرح قول وقرار — جدا ہو گئے الغرض دونوں یار (۱۰۷)

پس قیس نے لیلیٰ کو دیکھنے کے لیئے دوسرا طریقہ بھی نکال لیا - چنانچہ اس نے فقیروں کا لباس پہنا اور :-

٥٥ لگا کہنے ایک چٹکی آٹے کا دو — بھلا مائیو سو بھلا مائیو
٥٥ تمہاری بدولت سدا خیر ہو — جو حاضر ہو درویش کو بھیج دو (۱۰۸)

چنانچہ لیلیٰ سے بھی ملاقات ہوئی - اور عہد و پیماں کی تجدید بھی ہو گئی :-

٥٥ مگر مجھ کو مت بھول جانا اے جان — جا اب تجھ کو سونپا خدا کی امان (۱۰۹)

اس جدائی کے بعد قیس جنوں کی حدود میں داخل ہو گیا - چنانچہ اس نے صحرا کا رخ کیا - اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گیا — اس کے والدین درد و غم کا شکار ہو گئے - ماں نے صحرا میں اپنے لخت جگر کو ڈھونڈنے کے لیئے جانا چاہا - مگر رشتہ داروں نے اسے روک دیا اور وہ خود مجنوں کو لینے گئے - ان کے ساتھ قیس کا والد بھی گیا - صحرا میں مجنوں بری حالت میں ملا - باپ، قیس کی حالت دیکھ کر رو پڑا - اور چیخ چیخ کر اپنے سر میں خاک ڈالنے لگا - رشتہ داروں نے جب قیس سے یہ پوچھا کہ تم نے یہ کیا کیا ؟! - تو قیس نے یہ جواب دیا :-

۵۵ کہا آہ بتلاؤ میں کیا کروں — لکھا تھا یہ قسمت میں اپنی جنوں
۵۵ بس اب مجھ سے تم دست بردار ہو — نہ کچھ بولئے کچھ نہ مجھ سے کہو (۱۱۰)

باپ نے بیٹے کی منت سماجت کی کہ وہ ان کے ساتھ گھر واپس جائے۔
دردناک اور محبت بھرے الفاظ میں اسے سمجھایا۔ اس کو ماں کی یاد دلائی۔ اس کو یہ لالچ بھی دیا کہ وہ ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔ دولت، زر، سب کچھ لے لے اور دلشاد ہوجائے۔ مگر قیس نے ایک نہ مانی۔ اور بتایا کہ اس کے بس کی بات نہیں کہ وہ گھر واپس جائے کیونکہ یہ سب کچھ قسمت کی بات ہے:۔

۵۵ مگر کیا کروں میں تو مجنوں بنا — رخ لیلیٰ او پر میں مفتوں ہوا (۱۱۱)

دوسری طرف لیلیٰ، مجنوں سے جدا ہونے کی وجہ سے بیمار پڑگئی۔
اس کے والدین نے بہت سے اطباء کو بلایا کہ وہ اس کا علاج معالجہ کریں۔ بڑی محنت کے باوجود اطباء، لیلیٰ کے مرض کی تشخیص میں ناکام رہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ لیلیٰ کی فصد کھول دی جائے۔ مگر لیلیٰ نے اطباء کو فصد کھولنے سے منع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سمجھایا کہ یہ سب کچھ مجنوں کی جدائی کے غم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ طبیبوں کو لیلیٰ کی بات پر یقین نہیں تھا۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ لیلیٰ، نشتر کے زخم سے ڈری ہوئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے زبردستی لیلیٰ کی فصد کھول دی۔ اور لیلیٰ کے ہاتھ سے خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ جس وقت لیلیٰ کا خون بہا، اسی گھڑی مجنوں کے بازو سے بھی خون جاری ہوگیا:۔

۵۵ تعجب ہے یہ خون کیونکر چلا — نہ زخم آیا ہے اور نہ نشتر لگا
۵۵ کہا قیس نیں کچھ تعجب نہیں — تعشق میں ہوتا ہے یوں ہی کہیں
۵۵ سنو جی تم اس بات کا کچھ بیاں — یہ خود ہوویگا سب کے دل پر عیاں (۱۱۲)

قیس کا والد بہ غرض علاج قیس، کسی بزرگ درویش کے پاس گیا۔
درویش کو سارا قصہ سنایا۔ اور درویش نے اس کا یہ حل تجویز کیا:۔

۵۵ کہا کوئی لیلیٰ کا لاکر غبار — کرو اس کی آنکھوں میں اے نامدار
۵۵ یہ وگر یک رسن بھی وہاں سے اوٹھا — کمر بستہ اوسکا کرو تم ذرا (۱۱۳)

مگر قیس کی حالت جوں کی توں رہی۔ مشیروں نے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ لیلیٰ کے والد سے ملاقات کی جائے۔ اور قیس کی، لیلیٰ سے شادی کردی جائے۔ بادشاہ اپنے مشیروں، امیروں، اور ملک کے بزرگوں کے ساتھ والد لیلیٰ کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ قیس کے والد نے لیلیٰ کے والد

سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کر دی۔ لیلیٰ کے والد نے یہ جواب دیا :۔

○○ کہا اے شہ باخبر پر فنون ہے فرزند تیرا نپٹ پر جنون (۱۱۴)

قیس کے والد نے اس تہمت سے انکار کرتے ہوئے کہا :۔

○○ کہا آپ سے کس نے ظاہر کیا لقب قیس کو کسی نے مجنوں دیا

○○ وہ مجنوں نہیں ہے نپٹ پر جنوں وہ ناداں نہیں ہے بساز و فنوں

○○ اگر عشق کے غم سے بے تاب ہے ولے یہ پسر درِّ نایاب ہے (۱۱۵)

لیلیٰ کے والد نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیس کے والد سے قیس کو بلوانے کو کہا۔ دو حبشی قیس کے پاس گئے۔ اور اسے ساتھ لے کر آئے۔ لیکن کسی کو کیا پتہ تھا کہ معاملہ الٹا ہو جائے گا۔ سچ پوچھیے، قسمت کی بات کچھ اور ہوتی ہے :۔

○○ غضب وہاں سگِ لیلیٰ دلربا اچانک کہیں اس طرف آ گیا

○○ اُٹھا قیس سودا زدہ بے خبر شتابی اُٹھا اس کو سر کے اوپر (۱۱۶)

تو حاضرین کا ردعمل یوں تھا :۔

○○ یہ دیکھ حال سب ہو رہے پر حجاب لگے ہنسنے اس پر بہت ناصواب (۱۱۷)

اور پھر :۔

○○ اُٹھے سب روانہ ہوئے ہر طرف چلے آئے باندھے ہو صف بہ صف (۱۱۸)

قیس کا والد اور اس کے ساتھی سب واپس چلے آئے۔ لیلیٰ کے رشتہ دار لیلیٰ کے گھر جمع ہو گئے اور لیلیٰ کو نصیحت کرنے لگے :۔

○○ سنبھل ہوش کر بس دیوانی نہ بن سبھوں کی زباں پر کہانی نہ بن

○○ برائے خدا ہم کو رسوا نہ کر نہ ہو باوقر ہو کے یوں بے خبر

○○ سنبھالو برائے خدا آپ کو نہ شرماؤ دنیا میں ماں باپ کو

○○ کہاں تو کہاں قیس کا خانداں کجا تو دۂ خاک کو آسماں

○○ کہاں تجھ سا خورشید رو گلعذار کہاں قیس جو ذرۂ خاکسار (۱۱۹)

مگر لیلیٰ نے یہ سن کر جواب دیا :۔

○○ زہے بے شعوری یہ کیا بات ہے کہ مجنوں کا دامن میرا ہاتھ ہے

○○ اگر اس کے گلشن کی ہو جاؤں خار کروں رشکِ فردوس پر لاکھ بار

٥٥ جو وہ مجھ کو اپنی بنا لے کنیز   تو شیریں اوپر میں کروں سو تمیز

٥٥ نہیں وہ اگر مجھ کو لونڈی کہے   تو دو جگ کی دولت مجھے مفت ہے

٥٥ میں کیا اپنی قسمت سے بیدار ہوں   جو میں قیس کے دل میں دلدار ہوں

٥٥ یہ کیا مجھ کو عالم میں رتبہ ملا   جو مجنوں ہوا لیلیٰ پر مبتلا

٥٥ میں عاشق ہوں وہ میرا معشوق ہے   جہاں وہ رہے دائماً خوش رہے (۱۲۰)

پھر نصیحت کرنے والوں کو برا بھلا کہنے لگی :-

٥٥ برائے خدا تم خدا سے ڈرو   کہ اس ماہ رو کی نہ غیبت کرو

٥٥ نہیں زیب دیتا تمہیں یہ کلام   جو اس کبر و کینہ سے لو اس کا نام

٥٥ کہاں بوستان شرافت کا پھول   کہاں دیو صورت بہ شکل ملول

٥٥ کہاں قد سرو گلستاں کی   کہاں شکل خار مغیلاں کی

٥٥ کہاں آفتاب منور کا رنگ   کہاں یہ شب شوم تاریک رنگ

٥٥ اگر وہ میرے ہاتھ آتا نہیں   تو کچھ مجھ کو عالم میں بھاتا نہیں (۱۲۱)

دوسری طرف قیس کے والد کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ فلاں

پیر کے پاس جائے جو :-

٥٥ زمانے میں وہ اپنے یک مرد ہے   عبادت ریاضات میں فرد ہے

٥٥ لگاتا ہے تیر دعا بر ہدف   زمین و زماں اس کے دل پر کشف

٥٥ یہ سب حال ان سے رجوع کیجیئے   جو مقصود ہے آپ کا کیجیئے (۱۲۲)

چنانچہ والد، قیس کو پیر و مرشد کے پاس لے گیا - اور :-

٥٥ بٹھایا بخدمت شہ باخبر   کہ شاید ہو ان کی دعا کا اثر

٥٥ کیا جب وہ خلوت میں ماہ منیر   لگا کہنے اے شاہ روشن ضمیر

٥٥ وضو کر کے اے ہادیٔ دوسرا   ذرا بندے کے حق میں کیجیئے دعا (۱۲۳)

قیس چاہتا تھا کہ پیر اس کے حق میں جو دعا کرے وہ یہ ہو :-

٥٥ رہے جاں میں میری لیلیٰ کا غم   نہ ہو اس کی الفت مرے جی سے کم

٥٥ سدا تخم غم میں بوتا رہوں   غم عشق سے اس کے روتا رہوں

٥٥ رہے مجنوں لیلیٰ کے اوپر نثار   اڑاتا رہے سر پہ گرد و غبار

۰۰ اے شاہِ زماں میں یہ مانگی دعا — تم آمین کہوا اس پہ بہرِ خدا (۱۲۴)

اس دعا کے بعد کیا ہوا :-

۰۰ کبھی اس نے اس طرح اپنی مراد — ہوئے شاہ بھی عشقِ صادق سے شاد

۰۰ پدر کو ہوا اور اس غم پر غم — نہ یک غم ہزاروں الم پر الم

۰۰ کہا سن مشیروں نے دیکھ حال شاہ — کہ بس اب نہ ہوجی تم اتنا تباہ

۰۰ خدا کی رضا پر اسے چھوڑ دو — ذرا صبر تو آگے جو ہو سو ہو

۰۰ یہ اس عشق کے غم کا مارا نہیں — کہ جس کی دعا یا دوا ہو کہیں (۱۲۵)

پھر مجنوں نے صحرا کا رخ کیا۔ ایک دفعہ راستے میں لیلیٰ اس سے ملی تو :-

۰۰[۱] خدا جانے لیلیٰ نے کیا جان کر — کہا مجنوں کی شکل پہچان کر

۰۰[۲] کہ اے سرورِ حسن ناز و ادا — میں آتی ہوں تم یاں کھڑے ہو ذرا

۰۰[۳] یہ سن کر کے وہ عاشقِ مبتلا — نہ آگے چلا اور نہ پیچھے ہلا

۰۰[۴] غرض اس میں شش ماہ گذرے وہیں — کہ ہرگز نہ بیٹھا وہ خندہ جبیں

۰۰[۵] بدن پر جو آکر گرا تھا غبار — ہرا ہوگیا اس میں جم لالہ زار

۰۰[۶] کسو نے غرض لیلیٰ سے جا کہا — کہ مجنوں سے کیوں ہوگئی تم خفا

۰۰[۷] بھلا یہ بھی کسی ڈھب کا انصاف ہے — جو تم خوش ہو اس طرح سے وہ رہے

۰۰[۸] کھڑا ہے وہ شش ماہ سے بے تمیز — رکھا جان سے تیرا کہنا عزیز

۰۰[۹] یہ سن سن خبر وہ برنج و بلا — چلی اپنی سو جان سے مبتلا

۰۰[۱۰] وہیں جاکے دیکھا ہے کیا وہ صنم — کھڑا ہے وہیں وہ مبارک قدم

۰۰[۱۱] اور اس نازنین تن اوپر جا بجا — جما ہو طرف سبزۂ گاہ کا

۰۰[۱۲] یہ دیکھو حال وہ جان کھونے لگی — بدن اس کا آنسوؤں سے دھونے لگی

۰۰[۱۳] بہت چاؤ الفت سے ہو اشکبار — لگی چہرے سے صاف کرنے غبار

۰۰[۱۴] کہا دلبر! بس یہ تیرا ہے کام — تیری ہے اس ہمت کا عالم غلام (۱۲۶)

دوسری طرف لیلیٰ کے والد کو یہ مشورہ دیا گیا کہ لیلیٰ کی کسی اور شخص سے شادی کر دی جائے۔ چنانچہ والد نے ابن السلام نامی ایک نوجوان کو خط لکھا کہ وہ لیلیٰ کو اس کے عقد میں دینا چاہتا ہے۔ جب لیلیٰ کو یہ معلوم ہوا کہ اس کی شادی ہونے والی ہے تو :-

○○ گئی خوف ماں باپ کا دل سے بھول اوڑانے لگی سر اوپر خاک دھول (۱۲۷)

لیلیٰ کی ماں، لیلیٰ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو برا بھلا کہنے لگی :-

○○ یہ سن کر خبر مادرِ مہرباں (کذا) یہ لیلیٰ سے کہتی تھی گریہ کناں
○○ کہ اے بے حیا دختر بد شعار حیا گر نہ ہو اس طرح بے وقار
○○ تیری بے حیائی یہ بھاتی نہیں یہ بے وقری تیری خوش آتی نہیں
○○ تو خاموش شادی کی دیکھ اپنے چاؤ بنائے ہیں کس کس طرح کا بناؤ (۱۲۸)

جواباً لیلیٰ نے کہا :-

○○ کسے کہتی ہے یہ حیا بے حیا بجز قیس ہے خاک میرا جیا
○○ نہ ہو اس میری قول پر بے یقیں سوا مجنوں کے میرا کوئی نہیں
○○ میں خود پڑھ دیا اپنا اس سے نکاح پھر اب کیسی کرتی پھرے صلاح
○○ میں دلبر ہوں وہ میرا ہے مہ جبیں وزیری چنیں شہر یاری چنیں
○○ میں مانع ہوں آپ یہ مختار ہوں نکاح اپنا میں جس سے چاہوں کروں (۱۲۹)

شادی کی تیاریاں شروع ہوئیں - اس وقت لیلیٰ کا حال نہایت ابتر تھا - وہ بڑے غصے میں تھی - جو تحائف اس کے پاس لائے گئے - اس نے انہیں اُٹھا کر پھینک دیا - اسے جو نیا کپڑا پہنایا گیا اس نے اسے چاک کر دیا - اور اگرچہ لیلیٰ نے اس بات کا صاف اظہار کیا کہ اس کی شادی قیس سے ہو چکی ہے مگر کسی نے اس کی نہ سنی - اور بالآخر رخصتی ہو گئی —— ابن السلام، لیلیٰ کی خوابگاہ میں خاوند کی حیثیت سے داخل ہوا - تو لیلیٰ نے اس سے کیا کہا :-

○○ میرے گھر میں اے بے حیا بے شرم رکھا کیوں مری بے اجازت قدم
○○ پڑھا مجنوں سے میں نے اپنا نکاح تجھے ہے بتا کس نے دی یہ صلاح
○○ نکل خیر سے یہ مکان خالی کر نہیں میرے جو نے ہیں اور تیرا سر
○○ کہاں ماہ رو اور کہاں دیورو ارے توف ہے تیری اس شکل کو (۱۳۰)

ابن السلام نے یہ سب کچھ سن کر کہا :-

○○ کہا میں نہ جانو تھا یہ ماجرا کہ مجنوں کا تجھ سے نکاح ہو رہا

○○ بس اب اُٹھ چلا تجھ کو دے کر طلاق (تو لیلیٰ نے کہا) : کہا جا یہ دے اپنے گھر طلاق (کذا)

۵۵ میں یک شخص کی پہلے منکوح ہوں — یہ کیسے طلاق اور نکاح اے زبوں (۱۳۱)

ابن السلام چلا گیا ——— جب مجنوں تک لیلیٰ کی اس شادی کی خبر پہنچی تو وہ غش کھا کر منہ کے بل گر پڑا - اور جب ہوش آیا تو اس نے لیلیٰ کو یہ عتاب نامہ لکھا:-

۵۵ تو خود اپنی صورت کی مختار ہے — یہ مجنوں یہاں اس میں لاچار ہے

۵۵ بس اب شاد رہ گھر کو آباد کر — نہ اس طرح رہ غمزدہ بے خبر

۵۵ مگر دل سے یہ بات مت بھولنا — بمیزان انصاف ٹک تو لنا

۵۵ ہوا تیرے غم سے یہاں تک خراب — ہوا میرا دل جل کے مثل کباب

۵۵ تیرے غم سے میں گھر سے بے گھر ہوا — سبھی میرا ساماں ابتر ہوا

۵۵ جسے چاہے تو اس کو دل شاد رکھ — مگر اپنے مجنوں کو بھی یاد رکھ (۱۳۲)

جب یہ خط لیلیٰ کو ملا تو اس نے اس کے جواب میں یہ خط لکھا:-

۵۵۱ اجی آپ کے سر کی مجھ کو قسم — سوا تیرے دلبر نہیں کچھ الم

۵۵۲ اے مجنوں! مجھے اپنے جی کی قسم — تیری یاد میں یہ گزرتا ہے دم

۵۵۳ اے مجنوں! قسم آپ کی جان کی — دغا دینے والی میں قربان کی

۵۵۴ اے مجنوں! سمجھ رکھیئے یہ کلام — مجھے تجھ سے کام اور نہیں مجھ سے کام

۵۵۵ اے مجنوں! نہ لانا یہ جی میں خطر — جو جا تیری الفت کا جیسے اثر (کذا)

۵۵۶ اے مجنوں! یونہی لکھا جس میں یقیں — واہ مجنوں کی میں، کسو کی نہیں (کذا)

۵۵۷ اے مجنوں! بڑا دل میں ارمان ہے — نہ اس طرح تو مجھ کو طعنہ لکھے

۵۵۸ برائے خدا کچھ نہ کیجے گماں — مجھے اپنی صورت پہ قربان جاں (۱۳۳)

پھر مجنوں نے خدا سے دعا مانگی کہ لیلیٰ کی شکل دکھائے چنانچہ اس نے خواب میں لیلیٰ کو ہنستے ہوئے دیکھا - دونوں کے درمیان محبت کی باتیں ہوئیں - خواب میں لیلیٰ نے مجنوں کو گلدستہ بھی دیا - جب مجنوں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے - لیلیٰ تو نہیں، مگر پھول کا گلدستہ ہے:

۵۵ بہت چاؤ سے وہ جان ملول (کذا) — لگا چومنے اس کا ایک ایک پھول (۱۳۴)

پھر قیس نے لیلیٰ کے شہر کا رخ کیا - وہاں لیلیٰ نے اسے دیکھا -

ابھی دونوں کے درمیان باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک آدمی آیا۔ اور اس نے مجنوں کو قتل کرنا چاہا۔ مگر جب اس نے شمشیر اٹھائی تو اچانک اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔ چنانچہ اس آدمی کو پتہ چلا کہ یہ عاشقوں کا معجزہ ہے۔ اس لئے اس نے مجنوں سے معافی مانگی۔ اور مجنوں نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مجنوں اور لیلیٰ دونوں جدا ہو گئے۔ اور مجنوں نے صحرا کا رخ کیا ــــــ اتفاق سے نوفل بادشاہ شکار کے لئے صحرا میں گیا ہوا تھا۔ وہاں مجنوں اسے ملا۔ تو نوفل بادشاہ نے اس سے کہا:-

oo کہ اے قیس! میرا تو ہمراہ ہو ــ ملا دوں میں آ تیرے دلدار کو (۱۳۵)

مجنوں، نوفل کے ہمراہ ہو لیا۔ اور دونوں لیلیٰ کی طرف روانہ ہوئے ــــ جب لیلیٰ کے شہر پہنچ گئے تو نوفل نے لیلیٰ کے والد کو یہ پیغام بھیجا:-

oo ہے جو آپ کی دختر خوب رو ــ سنا ہے کہ عصمت سے ہے نیک خو

oo بہر طرح سنئے ہو ئے یہ صلاح ــ کہ لیلیٰ سے ہو قیس کا اب نکاح

oo جو ہونا صلح ہو تو ہے سب کچھ معاف ــ نہیں پھر ہے شمشیر خار اشکاف (۱۳۶)

لیلیٰ کے والد نے بادشاہ نوفل کا خط پڑھ کر اس کا یوں جواب دیا:

oo اے سلطان عادل یہ ہرگز نہ ہو ــ جو کل چل نی حضرت تو ابھی ہی چلو (ت ک ذ)

oo جو فرماؤ سو جان سے میں کروں ــ ولیکن دیوانہ کو لیلیٰ نہ دوں

oo وہ ہے اپنے احوال سے بے خبر ــ کہ پھرتا ہے مجنوں بنا گھر بہ گھر

oo تم عادل ہو میں پیش آمد کروں ــ مجاہد ہوں میں سب سے آگے بڑھوں

oo بزرگی سمجھ کر کے میں آپ کی ــ اسی واسطے رکھتا ہوں بندگی

oo بزرگوں سے میں اپنی ذی شاں ہوں ــ کہ خود ملک کا اپنے سلطان ہوں

oo بانصاف صلح پر بندہ رہے (ت ک ذ) ــ نہیں پھر یہ شمشیر و میدان ہے (۱۳۷)

بادشاہ نوفل کو خط پڑھ کر بہت غصہ آیا۔ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کیں۔ اور جنگ چھڑ گئی ــ بہت سی گردنیں سروں سے جدا ہو گئیں۔ کئی ہاتھ ہواؤں میں اڑ گئے۔ الغرض بہت خون بہا۔ لیلیٰ کے والد کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اور خود لیلیٰ کو قیدی بنا لیا گیا۔ بادشاہ نوفل نے لیلیٰ کو دیکھا تو:-

oo کہا مجنوں تجھ پر ہوا کیوں خراب ــ لیا ناز نین تن پہ یہ کچھ عذاب

oo تو اوروں سے کچھ خوبصورت نہیں ــ بہت دلبری میں نہیں مہ جبیں

٥٥ کہا سن کے لیلیٰ نے اے شاہ دیں — نہ ہو جیو خفا آپ مجنوں نہیں
٥٥ دلِ مجنوں سے پوچھ میرا ادا — بھلا آپ کیا جانو یہ ماجرا (۱۳۸)

لیلیٰ کی باتیں سن کر بادشاہ نوفل خود لیلیٰ پہ فریفتہ ہو گیا۔

چنانچہ وہ دل میں یہ خیال کرنے لگا :-

٥٥ کہا اس نے دل میں خیال زبوں — کہ مجنوں کی دولت نہ میں لوٹ لوں
٥٥ اسے زہر کا دیجیے پیالا پلا — رہے آپ لیلیٰ کے اوپر فدا (۱۳۹)

اس نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ :-

٥٥ کہا اس میں خادم سے شہ نے بلا — کہ دو جام شربت کے بھر بھر بلا
٥٥ مگر زہر سے ایک لبریز کر — وہ ہو دوسرا میرے تئیں پر شکر
٥٥ یہ لے حکم نوکر اٹھائی خطر — چلا لے کے دو جام تیار کر
٥٥ مگر یہ قضا کا تماشا لگا — وہ پر زہر سلطان کو لا دیا (۱۴۰)
٥٥ ہوا پینے سے کام اس کا تمام — پڑا ہر طرف شور سن دھوم دھام

مجنوں حسب معمول صحرا میں گھومتا پھرتا رہا۔ جب کبھی وہ کسی آدمی کو درخت کاٹتے دیکھتا تھا تو اس کو غصہ آتا تھا۔ اور اس آدمی کو اس سے روکنے کے لیئے اپنا پیرا دیتا تھا۔ کبھی کسی ہرنی کو صیاد کے جال میں پھنسے ہوئے تڑپتے دیکھتا تھا تو وہ صیاد کی سرزنش کرنے لگ جاتا تھا۔ اور اس کی منت سماجت کرتا تھا کہ :-

٥٥ اگر تجھ کو کرنا ہے اس کا شکار — تو مجنوں کا سر پہلے تن سے اُتار
٥٥ جو بسمل کرے تو مجھے پہلے کر — جو ذبح کرے تو یہ حاضر ہے سر (۱۴۱)

الغرض مجنوں، صیاد کو اپنی انگوٹھی دے کر آہو چھڑا لیتا تھا۔

کسی کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا تھا۔ اور دعا کرتا تھا کہ لیلیٰ کا وصال میسر ہو۔ ایک دن کیا ہوا کہ :-

٥٥ اچانک تھا واں لیلیٰ کا قافلہ — ہوا ناقۂ لیلیٰ ان سے جدا
٥٥ وہ ناقہ تھا یا اس پہ ناقہ سوار — نہ ہمراہ جو کوئی اس کی لیویں مہار
٥٥ وہ سوتی تھی محمل اوپر بے خبر — ولے ناقہ پھرتا تھا ادھر ادھر
٥٥ اچانک وہ بیدار ہو گلبدن — جو دیکھے تو کوئی نہیں ہم وطن

۵۵ اکیلی تحیّر سے حیران ہوئی   کہیں کسی رستہ بتاؤ کوئی

۵۵ ذرا دو قدم جب وہ ناقہ بڑھا   سو مجنوں یکایک نظر آ پڑا

۵۵ کہا دل میں یارب یہ کیا مرد ہے   جو اس طرح اس بن میں تنہا رہے

۵۵ نہ پہچانا اس نے کہ مجنوں ہے یہ   نہ اس نے بھی سمجھا کہ گلگوں ہے یہ (۱۴۲)

جب دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا تو قیس نے لیلیٰ سے پوچھا:

۵۵ کہو کیا یہ بیداری میں ہے وصال   یا یہ خواب میں دیکھتا ہوں جمال (۱۴۳)

تو لیلیٰ نے جواب دیا:

۵۵ کہا لیلیٰ نے ناز سے حال حال (کذا)   نہ گھبرا یہ بیداری میں ہے وصال

۵۵ خدا نے ملایا تجھے بے قیاس   نہ ہو جی میرے روبرو اب اداس

۵۵ میں طالب ہوں تو میرا مطلوب ہے   میں راغب ہوں تو میرا مرغوب ہے

۵۵ میں ہوں درد تو میری غم کی شفا   میں بیدل ہوں تو ہے مرا مبتلا

۵۵ یہ سن سن کے مجنوں بھی رونے لگا   بدل تخم الفت کا بونے لگا (۱۴۴)

۱ مجنوں نے لیلیٰ کو بچپن کے زمانے، مکتب میں ملنے، کھیلنے، اور لڑکوں سے سوبانے گری کرنے کی یاد دلائی تو لیلیٰ آنسو بہاتے ہوئے مجنوں سے مخاطب ہوئی :-

۵۵ تجھے بارہا میں نے چھپ چھپ کہا   کہ لے چل جدھر جانے (کذا) اے دلربا

۵۵ کبھو یہ نہ کی عرض میری قبول   بس اس طرح دونوں رہیں پر ملول

۵۵ بس اب بھی سمجھ چل جو دلشاد ہوں   کہیں جا کے ہم دونوں آباد ہوں

۵۵ چلا چل اے مجنوں برائے خدا   نہیں میرے تیرے سوا تیسرا (۱۴۵)

مگر مجنوں نے اس پیشکش کو رد کرتے ہوئے کہا:-

۵۵ کہا لیلیٰ جو کچھ کہا سچ کہا   ولے ننگ سے اپنے ہے ناروا

۵۵ زمانہ تو جوں توں چلا جائے گا   ولے ہم پہ حرف خطا آوے گا

۵۵ مگر چل پدر تیرے لے چلیں   اگر وہ کہیں شاد ہو ہم ملیں

۵۵ یہ کہہ سن کے دونوں ہم آغوش ہو   لچکتے چلے لیلیٰ کے شہر کو (۱۴۶)

قیس نے لیلیٰ کو اس کے شہر تک پہنچایا۔ پھر صحرا کی طرف دوبارہ رخ کیا —— ایک دفعہ صحرا میں ایک ناقہ سوار کا گذر قیس کے پاس سے ہوا۔ تو قیس اس سے یہ

پوچھنے لگا کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ ناقہ سوار نے قیس کو بتایا کہ وہ لیلیٰ کے شہر جا رہا ہے۔ یہ سن کر قیس کا دل دھڑکنے لگا — قیس نے ناقہ سوار سے کہا کہ میرا ایک پیغام ہے، لیلیٰ کے پاس جا کر پہنچانا۔ اور کہا کہ :-

○○ ترے عشق میں آپ کو کھو دیا — نکل شہر سے راہ صحرا لیا
○○ ترے عشق میں خاک بر سر ہوا — ترے عشق میں گھر سے بے گھر ہوا
○○ ترے عشق میں وہ گیا سب کو بھول — اڑاتا ہے سر پر کبھو خاک دھول
○○ ترے عشق میں کھائی طعنہ زنی — بنی جو بنی اس کے سر پر بنی
○○ ترے عشق میں ہو گیا بے وقر — نہ تن کی خبر نے بدن کی خبر (۱۴۷)

مجنوں، ناقہ سوار کے ساتھ چلتا رہا۔ اور پیغام دیتا رہا یہاں تک کہ محسوس ہوئے بغیر لیلیٰ کے شہر پہنچ گیا۔ تو ناقہ سوار نے اس سے کہا :-

○○ ذرا ہوش کر دیکھ اور آنکھ کھول — یہ ہے شہر لیلیٰ کا بس چپ نہ بول
○○ جو کہنا ہے لیلیٰ سے چل آپ کہہ — نہ خط کا، نہ قاصد کا محتاج رہ (۱۴۸)

الغرض لیلیٰ سے قیس کی ملاقات ہوئی۔ پھر دونوں جدا ہو گئے۔

——— ایک عرصے بعد، ایک رات لیلیٰ نے خواب میں یہ دیکھا کہ مجنوں مر گیا ہے۔ اس خواب کے لیلیٰ پر جو اثرات مرتب ہوئے ان تفصیل نجیب یوں بیان کرتا ہے :-

○○ یہ دیکھ حال رونے لگی زار زار — لگی سر کو ٹکرانے پتھر پہ مار
○○ بہر لحظہ بے ہوش ہونے لگی — بصد درد و غم جان کھونے لگی
○○ کہا سب نے کیا تم کو سودا ہوا — کہا میں نے مجنوں کو دیکھا ہوا (۱۴۹)

لیلیٰ بہت بیمار پڑ گئی۔ اس نے اپنی دایہ کو یہ وصیت کی :-

○○ کہا رو رو اے دایۂ مہرباں — کہاں تو کہاں لیلیٰ ناتواں
○○ ستم ہوئے گا آج مجنوں کہاں — چلے دل جلی اس کے لیلیٰ کی جاں
○○ وہ ہو جس جگہ اپنی دلشاد ہو — جہاں ہو وہ آباد آزاد رہو
○○ میرے عشق میں وہ جہاں سے گیا — جہاں سے گیا خانماں (کذا) سے گیا
○○ میرے عشق میں آپ کو کھو دیا — غرض جب لیا نام میرا لیا
○○ میری شکل کا وہ دیوانہ رہا — یگانہ سے اپنے بیگانہ رہا
○○ ستم اس کی تو دلبری کیجیو — تسلی تشفی بہت دیجیو

۰۰ لے یہ مقنعہ (کذا) سر میرے سے اُتار | جو جھاڑی تو اس رو سے گرد و غبار (۱۵۰)

اسی اثنا میں لیلیٰ کی ماں پہنچ گئی تو لیلیٰ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:۔

۰۰ کہا سن لے سن جو یہ تو نے کہا | پھر ایسا نہ ہوئے جو ہو تو خفا
۰۰ تو بس شاد ہو یا ہو جی میں خفا | وہی میرا کہنا ہے سن تو ذرا
۰۰ نہیں غیر مجنوں کے میرا کوئی | نہ تھا غیر لیلیٰ کے اس کا کوئی
۰۰ یہ کہیو تو جا کر کہ اے گلعذار | ہے لیلیٰ ترے ملنے کا انتظار
۰۰ غرض رو رو اس طرح سے کہہ سنا | وہیں نام جانا نکال جی دیا (کذا)
۰۰ گئی روح چھوڑ اس کی دار فنا | بخلد بریں اور پیام لقا (۱۵۱)

لیلیٰ تو چل بسی اور مجنوں، صحرا میں اپنے غم کی دنیا میں مگن تھا۔

اسے لاشعوری طور پر کچھ اداسی محسوس ہوئی کہ:۔

۰۰ کہ اے آج کس طرح کا ہے یہ غم | کہ جس سے پڑا جوش کھاتا ہے دم
۰۰ یہ الہام غیب آج کیسی ہوئی | ہو خاک اس دہن میں کہ لیلیٰ موئی (۱۵۲)

پھر:۔

۰۰ ستم اس تفکر میں چھوڑا چلا | شتابی سے مل لیلیا لیلیا (۱۵۳)

دل میں لیلیٰ کی موت کا جو خیال آیا تو مجنوں نے اس کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اتنے میں لیلیٰ کی دایہ اس کے پاس پہنچی۔ اور اس کو لیلیٰ کی موت کی خبر سنائی تو:

۰۰ گرا سر کے بل آہ روتا ہوا | نہ روتا ہوا جان کھوتا ہوا
۰۰ کہا رو رو اے دایہ مہرباں | غضب ہے جو تو نے کیا یہ بیاں
۰۰ لے ٹوٹا یہ اب رشتۂ زندگی | ہوئی مجھ کو بے ڈھب یہ آشفتگی
۰۰ کہاں اب یہ مغموم جیئے (کذا) رہے | جو وہ خاک میں مل کے یوں سو رہے (کذا)
۰۰ نہیں اپنا جینا گوارا مجھے | کہاں دم کے لینے کا یارا مجھے
۰۰ یہ کہہ کہہ کے پھر سر اوپر خاک ڈال | رہا کوئی دم رو کے رونے نڈھال (۱۵۴)

پھر مجنوں نے خدا سے اپنی موت کی دعا مانگی۔ اور یوں عرض گذار ہوا:۔

۰۰ نہ دے مجھ کو بس اس سے زیادہ عذاب | ملا میرے دلبر کو مجھ سے شتاب

۰۰ ہوئی زندگی اب تو جی کو وبال — بس اب اپنا جینا ہے امرِ محال(۱۵۵)

یہ کہا۔ آہ بھری۔ اور موت سے ہم آغوش ہو گیا:-

۰۰ یہاں اک بیاباں میں غل مچا — گویا دن قیامت کا برپا ہوا

۰۰ نہ کچھ جاؤ پاؤ نکا تھا زور شور — کہ طائر بھی روتے تھے سر جوڑ جوڑ

۰۰ بصد درد و غم کوہ و جنگل کہے — کہ مجنوں کوئی دم کا مہماں ہے

۰۰ بہت کر کے اس طرح درد و بکا — ہوا طایرِ روح تن سے جدا

۰۰ بہت شدت سے پر جوش ہو — ملا لیلیٰ سے جا ہم آغوش ہو۔(۱۵۶)

اس صحرائے بے کنار میں جہاں مجنوں، موت سے ہم آغوش ہوا تھا، اور کوئی نہیں تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ:-

۰۰ نہ تھا کوئی وہاں بہرِ غسل و کفن (کذا) — نہ کوئی اقرا، نہ کوئی مرد و زن (کذا)

۰۰ نہ تھا کوئی اس جا بغیر از وحوش — نہ تھا کوئی جو لے جنازہ بدوش(۱۵۷)

لیکن:-

۰۰ لکایک بفضلِ خدائے جہاں — ہوئی منزل حاجیوں کی وہاں(۱۵۸)

حاجیوں نے قیس کے لاشۂ بے کس کی تدفین کی۔

"لیلیٰ مجنوں"

"ھوس" (۱۵۹)

ایک عرب بادشاہ تھا جو بڑا سخی، بہادر، عالم فاضل اور شاعر بھی تھا۔ مگر اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اولاد نہ ہونے سے بادشاہ بہت غمگین اور اداس تھا۔ بس اسے یہی غم تھا۔ چنانچہ روزانہ درویشوں اور زاھدوں سے التجا کرتا تھا کہ وہ اللہ کے حضور اس باب میں خصوصی دعا کریں ـــــــ اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خوبصورت فرزند عطا فرمایا ـــ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے رمالوں اور نجومیوں کو بلاکر حکم دیا کہ بچے کا نام رکھیں۔ چنانچہ نجومیوں نے قرعہ ڈال کر بچے کا نام قیس رکھا ـــــــ اس خوشی میں بادشاہ نے سخاوت کے دریا بہا دیئے۔ زر ومال تقسیم کرنے کے بعد مسرت وتہنیت کے شادیانے بجانے جانے لگے۔

بچپن ہی سے قیس کا عجیب وغریب حال تھا۔ جب وہ بولنے لگا تو عشق آمیز باتیں کرنے لگا:۔

○○ گویائی میں جب ہوئی زبان تیز　　کرنے لگا باتیں عشق آمیز (۱۶۰)

قیس کچھ بڑا ہو گیا تو والد نے اسے مکتب میں داخل کرایا۔ مکتب میں لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ لڑکیوں میں سے ایک لڑکی تھی:۔

○○ اک لڑکی بصورتِ پری زاد　　لیتی تھی سبق بہ پیشِ استاد

○○ تھی دفترِ حسن بیچ وہ فرد　　لیلیٰ اسے کہتے تھے زن ومرد (۱۶۱)

جب قیس نے اس لیلیٰ نامی لڑکی کو دیکھا تو اس کے دل میں تیرِ عشق لگ گیا ـــــــ اب وہ استاد کی باتوں پر دھیان نہیں دیتا تھا۔ استاد جو کچھ پڑھاتا تھا، قیس اس سے صرفِ نظر کرکے لیلیٰ کے خیال میں گم ہوتا تھا:۔

○○ استاد پڑھاتا تھا الف با　　کہتا تھا بہک کے قیس، لیلیٰ

○○ خوانندہ جو اور لڑکیاں تھیں　　آپس کے سبق میں ہمزباں تھیں

○○ تھے زمزمہ خوان جو کودکِ چند　　سر ڈالے ہوئے زبیم آخوند

○○ پڑھتا کوئی بیت سوے لیلیٰ　　یہ محوِ کتاب روے لیلیٰ

○○ سب لڑکے تو کرتے تھے سبق یاد　　یہ بستہ زبان ودل بفریاد

○○ کوئی علم کا نکتہ خواہ رہتا　　یہ منتظرِ نگاہ رہتا (۱۶۲)

دوسری طرف لیلیٰ بھی قیس سے محبت کا دم بھرنے لگی۔ دونوں ساتھ بیٹھے، اور محبت کی باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی محبت کا راز ہم مکتب لڑکوں پر افشا ہو گیا۔ ہم مکتب لڑکوں نے قیس کے حرکات وسکنات دیکھ کر اس کا لقب "مجنون" رکھا۔ اور:

؎ افسانۂ ماجرائے لیلیٰ ؎ پہنچا ہے بہ اقربائے لیلیٰ (۱۶۳)

جب لیلیٰ کی ماں کو لیلیٰ کی محبت کا علم ہو گیا تو اس نے اسے مکتب جانے سے روک دیا۔ اور پردے میں بٹھا دیا جس کی وجہ سے قیس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ہوس نے اس صورتِ حال کو یوں بیان کیا:

؎ لیلیٰ سے ہوئی جو اس کو دوری ؎ کی آہ و فغاں بہ ناصبوری
؎ دل عشق کی کوفت کہاں لاگا ؎ جب آب وخورش سے دور بھاگا
؎ تھا دل میں جو بحرِ عشق کا جوش ؎ کرتا کبھی شور گاہ خاموش
؎ از بہرِ تجسس دلآرام ؎ جھک جھک کبھی دیکھتا در و بام
؎ کرتا کبھی دیکھنے کے گھاتیں ؎ کرتا کبھی آپ ہی آپ باتیں
؎ رک رک کبھی زار زار روتا ؎ اُٹھ بیٹھتا گاہ سوتا سوتا
؎ کرتا کبھی چاک پیرہن کو ؎ ملتا کبھی خاک سے بدن کو
؎ ہر کوچہ میں بے قرار پھرتا ؎ غش کھاکے ہر ایک در پہ گرتا
؎ پڑھتا کبھی کہہ کے شعر پُر درد ؎ رو کر کبھی کھینچتا دمِ سرد (۱۶۴)

لیلیٰ کی پردہ پوشی کی وجہ سے قیس کے ذہنی توازن میں خلل آنے لگا۔ اداسی اس پر چھا جانے لگی — وہ اپنے کپڑوں کو نوچنے پھاڑنے لگتا۔ سر پر خاک ڈالتا۔ مکتب جاتا۔ اور لڑکوں سے لیلیٰ کے بارے میں پوچھتا تھا کہ وہ آئی ہے یا نہیں — بالآخر وہ کوہِ نجد کی طرف گیا۔ اور وہاں رہنے لگا — گھومنے پھرنے کے دوران، قیس کا گذر لیلیٰ کے گھر کے سامنے سے ہوا تو لیلیٰ نے اس کو دیکھا۔ لیلیٰ کو قیس کی حالت پر بہت افسوس ہوا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ اور وہ خستہ حالت میں تھا — مجنوں کی بھی لیلیٰ پر نگاہ پڑ گئی۔ وہ زمین پر گر گیا۔ اور خاک پر تڑپتا اور لوٹتا رہا۔ اسی اثناء میں اس کے دوست آ گئے۔ اور اس سے یہ کہنے لگے:

؎ اے خاک رہِ دیارِ لیلیٰ ؎ وے عاشقِ بے قرارِ لیلیٰ
؎ الفت کا ہے جرم تیری گردن ؎ در پے ہیں ہزار دوست و دشمن

٥٥ کر ترک رہِ مقامِ لیلیٰ   بدنام تو ہے بنامِ لیلیٰ (١٦٥)

دوست، قیس کو گھیر لے گئے۔ اس کو نصیحت کرنے لگے کہ لیلیٰ کا خیال چھوڑ، ورنہ رسوائی ہی رسوائی کا سامنا ہے۔ مگر قیس کا جواب یہ تھا:۔

٥٥ لیلیٰ رگ رگ میں ہے سمائی   دیتا نہیں اس سوا دکھائی (١٦٦)

اس وقت تک قیس کے والد کو کچھ معلوم نہ تھا کہ قیس غمِ عشق میں مبتلا ہے۔ جب اسے پتہ چلا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے قبیلے کے بزرگوں کو جمع کیا۔ اور ان سے صلاح مشورے کرنے لگا۔ سب نے یہ مشورہ دیا کہ لیلیٰ کے والد کے پاس جانا چاہیئے۔ اور اس سے لیلیٰ کا رشتہ مانگنا چاہیئے:۔

٥٥ تیار ہوئے تو سب بتوقیر   خوش خوش ہوئے سوئے نجد رہگیر (١٦٧)

قیس کے قبیلے والے لیلیٰ کے والد کے گھر پہنچے۔ لیلیٰ کے والد نے ان کا خیر مقدم کیا۔ ان کی عمدہ طریقے سے مہمانی کی۔ تحائف بھی پیش کیے۔ اس کے بعد قیس کے والد نے عجز وانکساری کے ساتھ عرض کیا:۔

٥٥ آیا ہوں جو ہو کے آرزومند   ہے حاصلِ عمر ایک فرزند

٥٥ خواہش ہے یہ گر روا کرے تو   فرزندی میں اپنی اس کو لے تو

٥٥ گر دیوے تو لوں میں ہو کے خرسند   دختر کو تیری بجائے فرزند

٥٥ دو ہوں جو گہر بہ آبداری   بے جا نہیں ان کی رشتہ داری

٥٥ جو نخل پر از ثمر رہے ہے   ہر اک کی ادھر نظر رہے ہے

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

٥٥ گذری ہے سدا بجاہ و حشمت   ہے مال و خزینہ بے نہایت

٥٥ جو کچھ کہ بہا کہے تو اے یار   ہوں تیری متاع کا خریدار (١٦٨)

قیس کے والد نے اپنے مطلب کا اظہار کیا تو لیلیٰ کے والد نے جواباً کہا:۔

٥٥ لیلیٰ کے پدر نے تب کہا یہ   جو تم نے کہا سو ہے بجا ہے

٥٥ لیکن ہے خلف تمہارا بے ہوش   مجنوں سے پری ہو کیا ہم آغوش

٥٥ سودا زدہ سب میں ہے وہ مشہور   یہ بات ہو کیونکہ ہم کو منظور

٥٥ زنہار نہیں کچھ اس کا چارا   یہ ننگ نہ ہوئے گا گوارا

٥٥ اس امر کا تذکرہ نہیں خوب   ہے پیشِ عرب یہ ربط معیوب (١٦٩)

قیس کا والد مایوس ہو کر گھر واپس آیا - اور اس نے اپنے

بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ :-

٥٥ جس چیز پہ دست رس نہ ہووے	کیا فائدہ آپ کو جو کھووے
٥٥ لیلیٰ کا عبث تو مبتلا ہے	دل اور کو دے نہ اس میں کیا ہے
٥٥ ہیں قوم میں اور نازنیں خوب	بیگانہ سے دوستی نہیں خوب
٥٥ اشک آنکھوں سے اس قدر بہا مت	تو آپ کو خاک میں ملا مت (١٤٠)

مگر قیس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا - قیس نے اپنے والد کی

نصیحت سن کر یہ جواب دیا :-

٥٥ تقدیر میں میرے کیا لکھا ہے	کس جا مرے درد کی دوا ہے
٥٥ کس درد کا آہ مبتلا ہوں	تنہا میں اسیر صد بلا ہوں
٥٥ جاتا نہیں مجھ سے جی سنبھالا	تقدیر نے کس بلا میں ڈالا (١٤١)

قیس گھر کو چھوڑ کر ادھر اُدھر مارا مارا پھرنے لگا -

اس نے لوگوں سے بات کرنا چھوڑ دیا - اس کی زبان پر لیلیٰ کے نام کے سوا کوئی اور نام نہ آتا تھا - جب والد نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے - اور وہ اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا :-

٥٥ اے جان پدر یہ حال کیا ہے	ہے طبع کدھر خیال کیا ہے
٥٥ نہ غم تجھے دوریٔ وطن کا	نہ ہوش کچھ اپنے تن بدن کا
٥٥ نہ آب و خورش کا دھیان تجھ کو	پیاری نہیں اپنی جان تجھ کو
٥٥ اتنا ہے تو کس لئے پریشاں	جاتی رہی تجھ سے اُنس خویشاں
٥٥ یہ درد یہ غم یہ ناتوانی	برباد گئی تری جوانی
٥٥ کی غم نے تری یہ خستہ حالی	جو ہو گیا صورت خیالی
٥٥ تن زار ہوا یہ آہ تیرا	جانا نہ میں جو لپسر ہے میرا
٥٥ اے عاشق نامراد لیلیٰ	دیکھی نہ سزائے یاد لیلیٰ (١٤٢)

قیس کے والد نے قیس کو اس کی ماں کی یاد دلا کر اس کی

منت سماجت کی کہ وہ گھر واپس آ جائے - اور اپنے ماں باپ کے حال پر رحم کرے - لیکن والد کو یہ پتہ نہ تھا کہ قیس نے اسے پہچانا نہیں - چنانچہ قیس نے اپنے والد سے مخاطب ہو کر کہا :-

٥٥ کہنے لگا اے عزیزِ مبتلا	یاں آنے سے تجھ کو کام ہے کیا
٥٥ جز دوست میں کس کا ہوں شناسا	لیکن ہے تو صورت آشناسا
٥٥ کرتا ہے جو گفتگوئے الفت	کچھ آتی ہے تجھ سے بوئے الفت (۱۷۳)

باپ نے اس کو بتایا کہ وہ اس کا والد ہے ۔ مگر قیس کو لیلیٰ کے سوا کچھ یاد نہ تھا :۔

٥٥ مجنوں نے کہا مجھے خبر کیا	کہتے ہیں پسر کسے پدر کیا
٥٥ جز دوست نہ دیکھی میں نے شے کچھ	لیلیٰ کے سوا بھی اور ہے کچھ ؟! (۱۷۴)

چنانچہ والد کو یقین آیا کہ اس کا بیٹا عشق میں اس طرح مستغرق ہے کہ دنیا وما فیہا سے بے خبر ہو گیا ہے ۔ والد مایوس ہو کر زار زار رونے لگا ۔ جب قیس کو کچھ افاقہ ہوا تو اس نے اپنے والد کو پہچانا ۔ اس کے قدموں پر گر پڑا ۔ اور رونے لگا ۔ والد نے قیس سے مخاطب ہو کر یہ کہا :۔

٥٥ اے راحتِ جاں میرے ہمراہ	اس دشت کو چھوڑ گھر کی لے راہ
٥٥ تا چند یہ آدمی سے وحشت	تا چند یہ وحشیوں سے صحبت
٥٥ تا چند یہ حرف بے مدارا	تا چند یہ خلق سے کنارا
٥٥ تا چند یہ ماں سے اپنی دوری	ملنا تجھے اس سے ہے ضروری (۱۷۵)

اتنی منت سماجت کے بعد قیس نے بھی واپس جانے سے انکار کر دیا تو والد نے سوچا کہ اسے دھوکے سے گھر واپس جانے پر کیوں نہ آمادہ کر لوں ۔ چنانچہ والد نے قیس سے کہا :۔

٥٥ پھر بولا کہ اے ثنا گرِ عشق	وائے تخت نشینِ کشورِ عشق
٥٥ کب قصد میں بے سبب کیا ہے	لیلیٰ نے تجھے طلب کیا ہے
٥٥ تو جیسے ہے غم سے بیخور و خواب	وہ بھی ہے بغیر تیرے بیتاب (۱۷۶)

جب قیس نے یہ سنا کہ لیلیٰ نے اس کو طلب کیا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ واپس جانے پر فوراً راضی ہو گیا ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں، محبوب کے حضور پہنچ کر اسے کیسے آنکھ اُٹھا کے دیکھوں گا ۔ اس سے کیا بات کروں گا ——— راستے میں کوئی مرد درویش موجود تھا جو بہت نیک تھا ۔ سب حاجتمند اس کے حضور آتے تھے اور اس سے دعا کرواتے تھے ۔ یہ درویش، درد اور لذتِ غم سے واقف تھا ۔ شیوۂ عاشقی کا بھی محرم تھا ——— قیس کا والد اس کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور رو رو کر اس سے مخاطب ہونے لگا :۔

اے ہادیٔ عاشقانِ بیدل — وے رہبرِ گمرہانِ منزل
اے صبر دہِ پر اضطراراں — وے چارہ گرِ امیدواراں
اے راست زبان وائے نکوخال — فرزند کا میرے ہے عجب حال
دانائی سے کب کا جا چکا ہے — دیوانۂ عشق ہو گیا ہے
سوجھی ہے اسے بلند و نہ پست — رہتا ہے مدام بے خود و مست
ہر دم اسے خو ہے آہ بھرنا — چھٹتا نہیں اس سے گریہ کرنا
ہر آن وہ بے قرار و غمناک — سو جا سے کرے ہے پیرہن چاک
ٹکڑے کیا جامہ جو کہ پہنا — بھاتا ہے اسے برہنہ رہنا
کچھ ایسا ہو جو وہ غم رسیدہ — چندے رہے گھر میں آرمیدہ
آنکھیں رہیں اسکی اشک سے پاک — ہر لحظہ کرے نہ پیرہن چاک (۱۷۷)

پیر نے یہ التجا سن کر مجنوں کے والد کو یہ تجویز کیا کہ قیس کی آنکھوں میں، وہ خاک جس پر دلدار کا قدم آتا ہے، بطورِ سرمہ ڈالی جائے۔ اور محبوب کے کتے کی وہ رسی، جو اس کے گلے میں باندھی جاتی ہے، قیس کی جیب میں ڈالی جائے۔ باپ نے پیر کی بات کی تعمیل کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اس کے برعکس، قیس کی حالت اور زیادہ بگڑ گئی۔ وہ اپنے جسم کو اپنے ناخنوں سے اس شدت سے نوچنے لگا کہ خون بہنے لگا۔ والد نے قیس کو اس شدتِ جنوں سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ پھر والد کو یہ حل سوجھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کعبہ شریف لے جائے تاکہ وہاں، وہ اللہ سے دعا مانگے کہ لیلیٰ کی محبت سے اسے شفا عطا فرمائے۔ اور اس کی عقل لوٹ آئے۔ چنانچہ والد نے قیس سے کہا کہ اللہ سے یہ دعا مانگو:-

اے خالق و چارہ سازِ عالم — میں خستۂ دردِ محنت و غم
یارب بتصدقِ خدائی — پاؤں غمِ عشق سے رہائی
مقصود ہے یہ دعا سے مجھ کو — آزاد کر اس بلا سے مجھ کو
دور آنکھوں سے میری یہ نشا ہو — ہشیاری سے عقل آشنا ہو (۱۷۸)

مگر مجنوں نے کیا دعا مانگی:-

یارب میں اسیرِ دامِ الفت — جاں باختہ ہوں بکامِ الفت
دل سے مرے عشق کم نہ ہووے — میں ہی نہ ہوں گر یہ غم نہ ہووے

٥٥ بیجانہ یہ عشق فن ہے میرا	پروانۂ حسن تن ہے میرا
٥٥ قوت سے اسی کے مجھ میں جی ہے	بے عشق کی کچھ بھی زندگی ہے ؟!
٥٥ رکھ نشۂ غم سے مجھ کو مخمور	بے اسکے ہیں آنکھیں شمع بے نور
٥٥ مائل وحشت یہ میرا جی رکھ	نت مجھ کو خراب عاشقی رکھ
٥٥ دوزخ رہے سینہ سوزِ غم سے	نت دیکھوں عذاب روزِ غم سے
٥٥ میں عشق سے کیوں منہ موڑوں	اس رشتۂ جان کو کیونکہ چھوڑوں
٥٥ یارب میرے دل کو دے تو ہر بار	اس سے بھی زیادہ خواہشِ یار
٥٥ اس حلقۂ زلف میں پھنسا رکھ	اس رخ کا ہمیشہ مبتلا رکھ
٥٥ میں عشق میں گرچہ مر رہا ہوں	جی یار کی نذر کر رہا ہوں
٥٥ خطرہ ہے ولے یہ مجھ کو ہر دم	لیلیٰ کو نہ ہو کہیں مرا غم
٥٥ دل پر میرے جور ہو جفا ہو	جب اس کا ولے نہ تنگ خفا ہو
٥٥ غم مجھ کو بہ بحرِ خون ڈبووے	پر وہ کفِ پا تو تر نہ ہووے
٥٥ ہو چشم سے سیلِ گریہ جاری	ہو اس کے نہ دل کو بے قراری
٥٥ ہے مجھ کو قبول اپنا مرنا	پر دور ہے اس سے شکوہ کرنا
٥٥ گر غم سے میں زار بال سا ہوں	اک مو بھی اس کا کم نہ چاہوں (۱۷۹)

والد نے جب قیس کی یہ دعا سنی تو وہ اپنے بیٹے کی شفا سے مایوس ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے سمجھا تھا کہ تو میرا جانشین ہوگا ۔ مگر عشق نے تم کو مجھ سے کھو دیا ۔ قیس نے اپنے والد کی باتوں کے جواب میں کہا :۔

٥٥ کرتا ہے جو مجھ کو تو نصیحت	ہے بر سر چشم اس کی منت
٥٥ بہتر ہے پر اب یہ اے خردمند	کچھ مجھ کو نہ کر نصیحت و پند
٥٥ ہر دم ہے اجل سے کار مجھ کو	جیتوں میں نہ کر شمار مجھ کو
٥٥ جاتا نہیں مجھ سے غم کا آزار	تو جان کہ مر چکا یہ بیمار (۱۸۰)

یہ بات ختم ہوتے ہی قیس کا چہرہ زرد ہو گیا ۔ اور اچانک بغیر فصد و نشتر اور طبیب کے، اس کے ہاتھ سے خون بہنے لگا ۔ والد نے اپنے بیٹے کے خون کو بہتے ہوئے دیکھا تو گھبرا گیا ۔ مگر قیس نے اس کو مطمئن کر کے کہا کہ یہ خون بلا وجہ نہیں بہا ۔ یہ اس لیئے جاری ہے کہ محبوب کا

خون بھی بہہ رہا ہے - ہم دونوں اگرچہ ظاہر میں الگ الگ جسم رکھتے ہیں - لیکن حقیقت میں ہمارا وجود، وجود واحد ہے۔ (۱۸۱)

—— لیلیٰ بھی قیس کی جدائی کی وجہ سے بہت اداس اور بے قرار تھی - مگر وہ اپنی بے قراری اور اداسی کو اپنے ماں باپ اور دیگر جاننے والوں سے چھپانے کی کوشش کرتی تھی - لیکن وہ اکثر تنہائی میں بیٹھی روتی رہتی تھی —— آخر میں اس کا ضبط بھی ختم ہوگیا :-

○○ اے عشق! یہ درد ہجر تا چند — سرگشتہ رہے وہ اور میں پابند

○○ اب جذب کو اپنے دل میں جاوے — عاشق سے مرے مجھے ملا دے

○○ تعمیر یہ دل کی ہے خرابی —— بنیاد وصال کر شتابی

○○ یا ہجر کا دل سے غم نکل جائے — یا آہ کے ساتھ دم نکل جائے (۱۸۲)

لیلیٰ نے جب اپنی یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنے ماں باپ سے اجازت لی - اور باغ کی سیر کرنے گئی - باغ میں اچانک ایک آدمی کا گزر لیلیٰ کے پاس سے ہوا - وہ مجنوں کے اشعار پڑھتا جا رہا تھا - لیلیٰ نے اشعار سنے تو غمگین اور افسردہ ہوگئی - خوب روئی - پھر گھر واپس چلی آئی —— راستے میں بخت ابن سلام نامی ایک نوجوان ملا جو لیلیٰ کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا —— ابن سلام نے اپنے قاصد کو پیغام دے کر لیلیٰ کے والد کی طرف روانہ کر دیا - قاصد لیلیٰ کے والد کے گھر پہنچا اور بخت ابن سلام کا پیغام دیا جس پر لیلیٰ کا والد راضی ہوگیا - مگر ساتھ ہی اس نے یہ درخواست کی کہ کچھ وقفے کے بعد شادی ہو —— جب لیلیٰ کو معلوم ہوگیا کہ قیس کے سوا کسی اور شخص سے اس کی شادی کی بات طے ہوگئی ہے تو اس کی حالت غیر ہوگئی - اور اس کی صحت بدستور گرنے اور بگڑنے لگی -

ادھر قیس صحرا نوردی کر رہا تھا - دشت کی خاک چھانی کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں نوفل بادشاہ کا گذر ادھر سے ہوا - نوفل کو قیس کی حالت پر رحم آیا - اس نے اس کے بارے میں پوچھا - جب اس کو ماجرا معلوم ہوا تو اس نے قیس کی مدد کرنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا :-

○○ معشوق کی گر تجھے طلب ہے — دشوار یہ کام اتنا کب ہے

○○ بازور و زر و صلاح کاری — لیلیٰ کی کریں گے خواستگاری (۱۸۳)

شروع میں قیس اس معاملے میں بدگمان تھا کہ ایسا نہ ہو کہ نوفل مجھے امید دلا کر چھوڑ دے - اور وعدہ پورا نہ کرے —— مگر نوفل نے اس کو یقین دلایا کہ وہ ضرور وعدہ پورا کرے گا چاہے وہ اپنی جان اس کے لیئے کیوں نہ کھو بیٹھے؟! —— چنانچہ قیس کو نہلایا گیا - اچھے کپڑے پہنائے گئے - دو تین ماہ بعد، جب قیس کی صحت کچھ ٹھیک ہوگئی تو قیس نے نوفل کو اس کے وعدے کی

یاد دلائی ــــ تو نوفل نے لیلیٰ کے والد کی طرف پیغام بھیجا کہ لیلیٰ کو ہمارے پاس بھیج دو ، ورنہ جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ ــــ لیلیٰ کے والد نے پیغام پڑھا تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے یہ جواب دیا کہ جنگ کے لیئے تیار ہوں ــــ چنانچہ فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ مگر خود قیس اس جنگ سے خوش نہیں تھا کیونکہ اس کی وجہ سے ، بقول اس کے ، دوست دشمن ہے گا ــــ الغرض لڑائی شام تک ہوتی رہی۔ رات کے وقت ختم ہو گئی۔ صبح جب آئی تو نوفل نے لیلیٰ کے والد سے صلح کر لی۔ جس کی وجہ سے مجنوں کو نوفل پر غصہ آیا کہ اس نے اپنا وعدہ ایفا نہ کیا ، محبوب سے نہ ملایا ، اور دشمنی پیدا کر دی ــــ نوفل نے قیس کو سمجھایا کہ اس نے یہ صلح کسی مصلحت کے تحت کی ہے۔ بات یہ ہے کہ لیلیٰ کے والد کی فوج ، اس کی فوج کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی ــــ پس نوفل نے اپنے قاصد کو عربوں کے قبائل کی طرف روانہ کر دیا۔ بغداد سے لے کر مدینہ تک کے عرب قبائل سے فوج تیار کر لی۔ پھر جنگ دوبارہ شروع ہو گئی۔ اس دفعہ نوفل کو فتح نصیب ہوئی۔ لیلیٰ کا والد نوفل کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے نوفل سے یہ درخواست کی کہ وہ لیلیٰ کو قیس سے بیاہ دئیے جانے پر اصرار نہ کرے کیونکہ اس میں اس کی بدنامی اور رسوائی ہو گی ــــ قیس دیوانہ ہے۔ اور ایسی شادی لیلیٰ اور اس کی قوم کے لیئے باعثِ ننگ و عار ہو گی ــــ نوفل کو لیلیٰ کے والد پر رحم آیا۔ اس نے اس کی درخواست کو منظور کر کے کہا کہ اگر تو خوشی سے یہ شادی منظور کرے تو ٹھیک ہے ، ورنہ کوئی زبردستی نہیں۔ پس لیلیٰ کا والد ، لیلیٰ کو لے گیا۔ اور قیس ، نوفل سے خفا ہو کر مجبوراً صحرا کی طرف چل دیا۔

ایک دفعہ مجنوں نے ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ آدمی کی گردن میں زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ اور بڑھیا اسے لے جا رہی تھی ــــ قیس نے بڑھیا سے اس باب میں استفسار کیا تو بڑھیا نے بتایا کہ وہ بھیک مانگتے ہیں۔ اور آدھا آدھا تقسیم کر لیتے ہیں۔ مجنوں نے بڑھیا سے یہ درخواست کی :-

٥٥ زنجیر و غل اس جواں سے وا کر	تو قید میں میرے دست و پا کر
٥٥ آشفتۂ زلفِ یار ہوں میں	زندانئ بے قرار ہوں میں
٥٥ تو پھیر مجھے بغل و زنجیر	جس جا چاہے برائے تشہیر (۱۸۴)
٥٥ اس کام میں آئے جو تیرے ہاتھ	شرکت میں نہیں ہوں اس کی میں ساتھ

بڑھیا راضی ہو گئی۔ اس نے قیس کی گردن میں زنجیر ڈال دی۔ اور بھیک مانگنے چل دیئے۔ بچے اس کو پتھر مارتے۔ لوگ طرح طرح کی بدگمانیاں اس کے بارے میں کرتے۔ مگر قیس کو اس کی کوئی پروا نہ تھی ــــ چلتے چلتے وہ لیلیٰ کے گھر تک پہنچ گئے۔ لیلیٰ ، مجنوں کی حالت دیکھ کر رو پڑی۔ اس نے

بڑھیا سے درخواست کی کہ وہ قیس کو آزاد کرے ۔ اور جو پیسے چاہیئے وہ لے لے ۔ بڑھیا نے قیس کی زنجیریں کھول کر اسے آزاد کر دیا ۔ اور قیس، نجد کی طرف چلا گیا ۔

بعد ازاں بخت ابن سلام نے لیلیٰ کے والد کو شادی کا پیغام بھیجا ۔ لیلیٰ مجبوراً رضا مند ہوگئی ۔ اور شادی ہوگئی ۔ مگر جب ابن سلام، لیلیٰ کے قریب آیا تو لیلیٰ نے اسے تھپڑ مارا ۔ اور اسے یہ دھمکی دی کہ اگر وہ دوبارہ آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا تو نہ وہ خود زندہ رہے گی اور نہ ہی ابن سلام ۔

——— دوسری طرف مجنوں، صحرا میں سرگرداں تھا ۔ ایک دن، ایک ناقہ سوار ادھر سے گزرا ۔ ناقہ سوار نے قیس سے کہا کہ لیلیٰ کی شادی ہوچکی ہے اور تم ہو کہ ابھی تک اس سے محبت کئے جا رہے ہو ۔ وہ بے وفا نکلی ہے ۔ اور تم یہاں اس کی جدائی سے رو رہے ہو :-

٥٥ دل تو نے دیا ہے جس کو اپنا	احوال بھی کچھ سنا ہے اس کا
٥٥ کب تیری وہ کافر آشنا ہے	ان روزوں بشوہر آشنا ہے
٥٥ مستی میں کب اس کو ہے ترا ہوش	شوہر سے وہ اپنے ہے ہم آغوش
٥٥ یاں غم سے تو زار ہو رہا ہے	واں بوس و کنار ہو رہا ہے (۱۸۵)

قیس نے یہ باتیں ناقہ سوار سے سنیں تو اس نے اپنے سر کو پتھروں پر پٹخنا شروع کر دیا ۔ ناقہ سوار نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کو دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ جو کچھ میں نے بتایا وہ جھوٹ تھا ۔ لہذا مجھے معاف کر دو ۔ لیلیٰ ابھی تک تجھ سے محبت کرتی ہے ۔ وہ تمہاری جدائی کی وجہ سے بہت غمگین و اداس ہے ——— مگر قیس کا دل ٹوٹ گیا تھا ۔ اس نے لیلیٰ کی شکایت میں زبان کھولی ۔ رفتہ رفتہ قیس کی حالت متغیر ہوتی گئی ۔ اس کی صحت بالکل بگڑ گئی ۔ بہت نحیف و نزار ہوگیا ۔ اس کی ہڈیاں نکل آئیں ۔ اور جسم پر بوٹی تک نہ رہی ———

——— ایک دفعہ اس کا والد اس کے پاس گیا ۔ مگر قیس اپنے والد کو پہچان نہ سکا :-

٥٥ اتنا جانا کوئی بشر ہے	جانا نہ کہ یہ مرا پدر ہے
٥٥ حیراں ہو کہا کہ کون ہے تو	آتی ہے جو تجھ سے اُنس کی بو
٥٥ نام اپنا بتا کہ تا یقین ہو	دل شک سے مرا جدا کہیں ہو (۱۸۶)

تو والد نے اس کو بتایا کہ میں تمہارا باپ ہوں ۔ یہ کہہ کر باپ اس سے ہم آغوش ہوگیا ۔ دونوں رونے لگ گئے ۔ پھر والد بیٹے کو نصیحت کرنے لگا ۔ اور اس کے ساتھ گھر واپس جانے پر آمادہ کرنے لگا :-

٥٥ ہوتا ہے ہر ایک غم کو انجام	ہوتا نہیں روز تیرا کیوں شام

oo میں بر سرِ رہ ہوں تو بیا ہو — میں نقشِ قدم ہوں تو عصا ہو
oo شائستہ تری ہے اب مری جا — میں رو برہِ اجل ہوں بیٹھا
oo انجام کو کام کے سمجھ لے — برباد پدر کے گھر کو مت دے
oo جس وقت نہ درمیاں میں تو ہو — کیا لطف جو غیر ورثہ جو ہو
oo میرا سب مال و زر ہے تیرا — چل گھر کو ذرا کہ گھر ہے تیرا (۱۸۷)

قیس نے والد کی یہ نصیحت سنی تو یہ جواب دیا:-

oo اے باپ میں سن چکا نصیحت — تو اور کو جا کے کر وصیت
oo ہر چند تو مہربان ہے میرا — پر کہنے میں دل کہاں ہے میرا
oo ہر چند تو ہے مرا نکوخواہ — مقدور نہیں میں کیا کروں آہ
- -
oo میں خستہ ہوں، آپ رفتہ از خویش — تو اور نمک چھڑک نہ بر ریش
oo جانوں ہوں میں تو مرا پدر ہے — پر حالِ پسر تو خستہ تر ہے
oo واقف نہیں کیا ہے نام تیرا — ہے کون سے جا مقام تیرا
oo تنہا نہ میں تجھ سے ہوں فراموش — اپنا بھی تو مجھ کو کچھ نہیں ہوش
oo آزاد ہوں یا کہ دام میں ہوں — کیا جانے میں کس مقام میں ہوں
- -
oo کیوں میرے لیئے ہے دل شکستہ — تو جان کہ مر گیا وہ خستہ (۱۸۸)

جب والد نے اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو وہ مایوس ہو کر گھر واپس چلا گیا۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ جب قیس کو اپنے باپ کی وفات کا علم ہوا تو اس کی دل شکستگی بڑھ گئی۔ لیلیٰ کو بھی جب اس واقع کا علم ہوا تو اس نے سیاہ کپڑے پہنے۔ اپنے سر کے بال نوچنے لگی۔ اور سر کو پتھر سے پھوڑ ڈالا۔ اب اس کو شوہر کا حجاب نہیں رہا۔ چنانچہ جب شوہر نے لیلیٰ کی یہ بے قراری دیکھی تو اس نے اس کو تسلی دینے کی کوشش کی مگر لیلیٰ نے اس سے طلاق طلب کی۔ طلاق واقع ہو گئی۔ لیلیٰ اپنے والد کے گھر واپس آ گئی۔ اور قیس کے والد کی موت کا ماتم کرنے لگی۔ لوگ آ کے اس سے تعزیت کرتے تھے۔ اس مجلسِ تعزیت میں ایک ماہ پارہ نوجوان تھا جس کے دل میں عشق کا بھی درد تھا۔ وہ قبیلۂ لیلیٰ تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا نام زید تھا۔ لیلیٰ اس کی محبت کے بارے میں جانتی تھی ——— ایک دفعہ لیلیٰ نے زید کو بلایا اور کہا کہ تم میرا پیغام مجنوں تک پہنچا دو۔ اور اس کے صلے میں، میں تجھ کو تمہارے محبوب سے ملا دوں گی۔ زید خوش ہو گیا۔ اور لیلیٰ سے خط لے کر قیس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس خط میں، لیلیٰ نے قیس کو بتایا کہ وہ ابھی تک باکرہ ہے اور

اپنے احوال سے اس کو آگاہ کر دیا۔ ایک عرصے بعد، لیلیٰ بیمار پڑ گئی۔ اس کی صحت بگڑتی گئی۔ چنانچہ اس نے ماں کو یہ وصیت کی:

ےاے مادر مہرباں میں بیمار — جس وقت مروں بحالتِ زار
ے ہاتھ اپنے گلے میں ڈال میرے — دے کھول تو سر کے بال میرے
ے کر سرمۂ چشم نور رفتہ — خاکِ رہِ قیسِ غم گرفتہ
ے تابوت مرا تراش موزوں — از چوبِ درختِ بیدِ مجنوں
ے آوے نہ وہ خود تو تو بلا کر — یوں کہیو بیانِ مرگِ دختر
ے اے قیس، وہ تیری لیلیٰ زار — تھی غم سے ترے سدا جو بیمار
ے ہم جیتی تھی تیری آرزو میں — ہم مرگئی تیری جستجو میں
ے تیرا ہی رہا خیال اس کو — مرنے کا نہ تھا ملال اس کو
ے باللہ کہ اب بھی در تہ خاک — تیری ہی ہوس میں ہے وہ غمناک
ے پھر کہیو یہ اسے اے وفادار — تو جی کہ موا ترا وہ بیمار
ے پھرتی تھی جو مثلِ برق چالاک — اب اس پہ پڑا ہے تودۂ خاک
ے تھی جو گل باغ ناز و خوبی — اب ہے وہ سزائے سینہ کوبی
ے تھی حسن پہ جس کے خلق مفتوں — اب ہے وہ بزیرِ خاک مدفوں (۱۸۹)

اس وصیت کے ساتھ ہی لیلیٰ اس عالمِ ناپائیدار سے رخصت ہو گئی۔ اور زید نے

قیس کو لیلیٰ کی وفات کی خبر بتائی تو قیس کا ردِ عمل یہ تھا:-

ے سن اس سے خبر یہ وحشت افزا — وہ نالے کیئے کہ چرخ کانپا
ے ہاتھ اٹھ کے چلا جبیں کی جانب — اسک آنے لگے زمین کی جانب
ے پیراہنِ صبر کو کیا چاک — لوٹا جوں اشک بر سرِ خاک (۱۹۰)

قیس نے زید سے لیلیٰ کی قبر پوچھی تو زید اس کو قبر پر لے گیا۔ وہاں قیس

خوب رویا۔ پھر زید اسے لیلیٰ کی ماں کے پاس لے گیا۔ وہاں لیلیٰ کی ماں نے اس کو لیلیٰ کی وصیت بتا دی۔ پھر اس نے

اس سے درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رہے۔ مگر قیس نے اس کی ایک نہ سنی اور صحرا کی طرف

چلا گیا ——— ایک دفعہ قیس خستہ حالت میں وحشیوں کی ہمراہی میں لیلیٰ کی قبر پر گیا۔ اور وہیں موت

سے ہمکنار ہوا۔ یوں یہ اندوہناک قصہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

پچھلے صفحات میں ہم نے اردو شعراء کے قصۂ لیلیٰ مجنوں کے خلاصے

پیش کئے ہیں - اور اس سے پہلے ہم نے فارسی اور ترکی شعراء کے قصۂ لیلیٰ مجنوں کا خلاصہ بھی تحریر کیا ——

— فارسی اور اردو میں لیلیٰ مجنوں کے ان سارے قصوں کے مطالعے سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ ہاتفی کے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو اردو شعراء کے ہاں بہت مقبولیت حاصل رہی - لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ جن اردو شعراء کے قصۂ لیلیٰ مجنوں کے خلاصے ہم نے پیش کئے ہیں، ہوس اور واعظ کو چھوڑ کر، ان سب نے ہاتفی ہی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کی تقلید کی ہے —— ان شعراء کے علاوہ اور بھی کئی شعراء نے لیلیٰ مجنوں کو منظوم کیا - لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے منظومات اب ناپید ہیں -

جہاں تک عاجز کی مثنوی کا تعلق ہے تو یہ فارسی زبان کے مشہور شاعر ہاتفی ہروی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" پر مبنی ہے - خود عاجز نے اپنی مثنوی کے آخر میں اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا :-

○○ کہے ہاتفی فارسی نظم ہوں کیا دکھنی قصا اس عزم ہوں (۱۹۱)

قصے کی تفصیلات میں ذیلی اختلافات اور انحراف کو چھوڑ کر عاجز نے ہاتفی کے قصے کے واقعات کی ترتیب وار پابندی ہی نہیں کی، بلکہ اس کے اشعار سے استفادہ بھی کیا ہے - چنانچہ عاجز کے ہاں بعض ایسے اشعار ملتے ہیں جو ہاتفی کے اشعار کا کم و بیش ترجمہ ہیں - چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے :-

○○ عاجز : پدر کس کہیں، سو نہیں مج کوں کام کیا ناوں لیلیٰ کا دل میں مقام (۱۹۲)
○○ ہاتفی : گفتش مجنوں بگو پدر چیست غیر از لیلیٰ کسی دگر کیست (۱۹۳)
○○ عاجز : لیلیٰ کا پدر سن خوشی سوں کہے او فرزند تیرا سو میرا اہے (۱۹۴)
○○ ہاتفی : گفتش بجواب آں خردمند فرزند تو بہ مرا ز فرزند (۱۹۵)
○○ عاجز : کرے دُر صدف میانے کوی دن مقام گراھک ملے پر صدف سوں نہ کام (۱۹۶)
○○ ہاتفی : گوھر کہ رسید با خریدار زاں پس بہ صدف نباشدش کار (۱۹۷)
○○ عاجز : رکھیا سر اوپر، ہور تعویذ کیا جتن کر رکھیا جیو سوں، جب لگ جیا (۱۹۸)
○○ ہاتفی : زاں پس کہ بخواند نامۂ یار آویخت ز گردنش چو طومار (۱۹۹)
○○ عاجز : اھیں طفل دو چار ھور زن بھو کی تو ڑوں اس سرو کوں او ھو ویں سکھی (۲۰۰)
○○ ہاتفی : دارم دو سہ طفل خورد پیوند کز سر دہئ دی چو بید لرزند (۲۰۱)
○○ عاجز : تیری انتظاری میں جیو کھوی ہوں لوے آرزو خاک میں سوئی ہوں (۲۰۲)

۰۰ ہاتفی : مردیم زانتظار رویت — بردیم بخاک ارزویت (۲۰۳)

۰۰ عاجز : ھمن سات اتھی مل او یوسف بدن — اجل کا گرگ آپھاڑیا پیرھن (۲۰۴)

۰۰ ہاتفی : یوسف بدنی کہ بود بامن — گرگ اجلش درید دامن (۲۰۵)

بہرحال عاجز کی مثنوی، ہاتفی کے قصے پر مبنی ضرور ہے۔ لیکن اسے ہاتفی کی مثنوی کا ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ عاجز نے ہاتفی کے قصے کو نشانِ راہ بنایا ہے۔ لیکن بیان میں اختصار، عاجز کی مثنوی کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اکثر مقامات پر جہاں کسی واقعے کی تفصیل ہاتفی کے ہاں بیس پچیس اشعار میں بیان ہوئی ہے، عاجز نے بالعموم اسے دوچار اشعار میں پیش کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ عاجز کی مثنوی میں قصہ تیزی سے حرکت کرتا ہے، جب کہ ہاتفی کی مثنوی میں ٹھہراؤ دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر جب لیلیٰ کی ماں کو لیلیٰ کی محبت کا علم ہوتا ہے تو وہ لیلیٰ سے پوچھ گچھ کرتی ہے۔ اور لیلیٰ یہ جواب دیتی ہے : "ہاتفی کی مثنوی سے"

۰۰ لیلیٰ چو شنید این سخن را — پس دور گرفت خویشتن را

۰۰ زان گفت وشنید بر نیاشفت — نزدیک نزمک بہ مادرش گفت

۰۰ کای بانوی دھر عشق گو چیست — معشوقہ کدامست، عاشقش کیست

۰۰ این عشق گلی ست در بہاری — یا نام دھیست در دیاری

۰۰ یا عشق ز جنس خورد نجاست — از بھر خدا بمن بگو راست

۰۰ ہرگز نہ شنیدام من این نام — لفظیست کہ نیست در جہان عام

۰۰ گوئی سخنان کہ من ندانم — تاوقت جواب آن بمانم (۲۰۶)

۰۰ خواہی کہ دل مرا کنی خون — بامن سر ہزل داری اکنون

یہی واقعہ عاجز کی مثنوی میں درج ذیل چار اشعار میں آتا ہے :۔

۰۰ یو لیلیٰ پوچھی ماں سوں توں کیا کہے — عشق ناؤں کس کا، برھا کیا اھے

۰۰ توں سچ بول مج کوں عشق ناؤں ھے — توں کہہ کھول مج، شہر یا گاؤں ھے

۰۰ یو میوا ھے کس جنس کا، عشق کر — تو کہہ کھول منج، بول سب سربسر

۰۰ نہ منج فہم ھے عشق کا کام کیا — یو نیکی بدی ھور بدنام کیا (۲۰۷)

جب قیس صحرا کا رخ کرتا ہے۔ اور اس کا والد اس کے پاس جا کر اس کو نصیحت کرتا ہے تو ہاتفی اس واقعے کو اس طرح بیان کرتا ہے :۔

۰۰ کای جان پدر ترا چہ حالست — این واقعہ خواب یا خیالست

۰۰ ای سوختہ این چہ درد منزلیست — وی دلشدہ این چہ مستمندلیست
۰۰ سودا زدہ این چنین چرائی — مجنون کدام دلربائی
۰۰ بر دل زغم کہ داغ داری — سودای کہ در دماغ داری
۰۰ در شربت این تبت کہ یاراست — عناب لب کہ سازگاراست
۰۰ از کام تو تلخئ می غم — سیب ذقن کہ میکند کم
۰۰ آن عطر بنفشہ از چہ باغ است — کز بہر علاج این دماغ است
۰۰ آیا زچہ آتش است سوزت — یارب کہ مباد کس بروزت
۰۰ مجنون بسخن زبان چو بکشاد — غیر از لیلیٰ نیامدش یاد
۰۰ سوی پدرش نظر چو انداخت — از غایت بی خودیش نشناخت
۰۰ گفتش چہ کسی واز کجائی — کاید زتو بوی آشنائی
۰۰ گفتش پدرِ توام من زار — وز دردِ تو روز و شب درآزار
۰۰ گفتش مجنون بگو پدر چیست — غیر از لیلیٰ کسی دگر کیست
۰۰ ناید ز می کہ عشق دادش — نہ مادر ونہ پدر بیادش (۲۰۸)

یہی واقعہ عاجز کی مثنوی میں اس طرح آتا ہے :-

۰۰ کھیا، کون یو پند تج کوں دیا — مرا ملک ہور شہر غارت کیا
۰۰ پوچھا مجنوں، توں کون، کہہ کھول مج — کھیا، میں پدر ھوں، نہیں خام تج
۰۰ پدر کس کہیں، سو نہیں مج کوں کام — کیا ناوں لیلیٰ کا دل میں مقام (۲۰۹)

الغرض ایسی مثالیں عاجز کی مثنوی میں ملتی ہیں ۔ کیونکہ، بقول ڈاکٹر غلام عمر خان کے ، قصے کی، تیزی کے ساتھ حرکت، قدیم دکنی اسکول کی مثنویوں کی ایک عام خصوصیت ہے ، جو اس دبستانِ شاعری کی دو بنیادی خصوصیات، حقیقت پسندی اور سادگی، کی پیداوار ہے (۲۱۰)

بہرحال فارسی ادب میں ۔ قصۂ لیلیٰ مجنوں کے بنیادی واقعات ہی اردو ادب میں لیلیٰ مجنوں کے بنیادی واقعات بنے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قیس کا والد ایک بادشاہ تھا ۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی ۔ اخیر میں اس کو بچہ عطا کیا گیا ۔ قیس مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کی خاطر جانے لگا ۔ وہاں مکتب میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے ۔ مکتب میں لیلیٰ بھی پڑھتی تھی ۔ اور مکتب ہی میں قیس اور لیلیٰ کی محبت شروع ہوئی تھی ۔ لوگوں میں اس محبت کا جب چرچا ہونے لگا ۔ اور لیلیٰ کے والدین کو اس کا علم بھی ہوا تو لیلیٰ کو مکتب

جانے سے روک دیا گیا - لیلیٰ کی جدائی میں قیس نے گھر چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا - وہاں وہ پرندوں اور جانوروں کے ساتھ رہنا سہنا شروع کیا - قیس کا والد اس کو سدھارنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود ـــــ لیلیٰ بھی قیس کی جدائی میں پریشان ہوئی - ابن السلام نے لیلیٰ سے شادی کی مگر یہ شادی جلد ہی ختم ہوگئی ـــــ نوفل بادشاہ نے قیس کے لیئے لیلیٰ کے والد کے ہاں سفارش کی - مگر سفارش بار آور نہ ہوئی جس کے نتیجے میں نوفل اور لیلیٰ کے والد کے درمیان جنگ کی نوبت آئی - اور نوفل نے لیلیٰ کے قبیلہ والوں کو شکست دی - لیلیٰ کو گرفتار کر لیا گیا - نوفل اس پر عاشق ہو گیا - اس نے قیس کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر وہ خود قتل ہو گیا ـــــ لیلیٰ قیس کی جدائی میں مر گئی - اس کے مرنے کے تھوڑے عرصے کے بعد قیس بھی اس دنیا سے رخصت ہو گیا ـــ

اس کے باوجود ہمیں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے پر مبنی ایک ایسی مثنوی ملتی ہے جس کا مضمون (قصہ) دوسری مثنویوں سے بڑی حد تک مختلف ہے - یہ مثنوی دکھنی زبان میں لکھی ہوئی ہے اور اس کے مصنف کا نام عبداللہ واعظ بن اسحاق ہے - واعظ کی مثنوی حسب معمول حمد اور نعت سے شروع ہوتی ہے - اور ذیلی عنوانوں کے بغیر نظم مسلسل لکھی گئی ہے - یہ مثنوی لیلیٰ مجنوں کی دوسری مثنویوں کی نسبت کچھ مختصر ہے - اور اگر ضمنی قصے اور غیر متعلقہ اشعار حذف کر دیئے جائیں تو قصہ بہت مختصر ہوگا - در اصل مصنف نے کئی جگہوں پر احوال عشق سے متعلق بھی بہت سے شعر کہے ہیں - درج ذیل نمونہ ملاحظہ فرمائیے :-

٥٥ عشق کی چھ نشانی ان کو جانو	عقل کے زور سے اس کو پہچانو
٥٥ اول ہے عشق کی یارو نشانی	کہ مارے آہ سرد ناگہانی
٥٥ زرد رنگ جان عاشق کا اے بھائی	انکھوں سے آب جاری ہے بھلائی
٥٥ جگر بریاں پریشاں دل پہچانو	عقل کھونا یہ چھ باتوں کو مانو (۲۱۱)

اس طریقے سے جب لیلیٰ مجنوں کا قصہ ختم ہوتا ہے تو شاعر ایک بار پھر عشق اور عاشقوں کی عظمت کے بارے میں بھی کئی اشعار لکھتا ہے - نمونہ ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ رکھے رب عاشقوں کی آپ خاطر	ہے ہم دم عاشقوں کے پاس حاضر
٥٥ جو ہو مجنوں کی مانند دوانا	اُنے تحقیق رب کو ہے پہچانا
٥٥ جو دانا عشق کا خوش ہو کے کھاوے	وہی آدم صفی اللہ کہاوے
٥٥ ڈبے جو عشق کے دریا کے اندر	نجی اللہ کہیں اس کو سراسر
٥٥ عشق کی آگ میں بیٹھے جو جا کر	خلیل اللہ کہلاوے دوست اکبر
٥٥ رکھے جو عشق کا خنجر حلق پر	ذبیح اللہ اسے بولیں گے اکثر

٥٥ جو وارہ عشق کا راکھے گا سر پر زکریا وہ سو ہو جاوے فلک پر

٥٥ جو تیغ عشق سے گردن کٹاوے وہی یحییٰ خلق اندر کہا وے

٥٥ رہے جو عشق کی مچھی کے اندر کہیں گے سب اسے یونس برابر

٥٥ عشق کے مرض جو کھینچے جہاں میں ہووے ایوب وہ ساتوں سما میں

٥٥ کرے جو چاہ میں استانہ اپنا کہیں یوسف اسے استاد اپنا (۲۱۲)

شاعر نہ صرف عشق اور عاشقوں پر اشعار لکھنے کا میلان رکھتا ہے، بلکہ قصے کے دوران میں جگہ جگہ مختلف موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کرتا چلا جاتا ہے جو اکثر قصے سے متعلق نہیں ہوتے۔ قصے کے ختم ہونے کے بعد شاعر پھر عشق کا دفتر ایک بار کھولتا ہے جیسا کہ اس نے قصے کے دوران کئی دفعہ کھولا ہے۔ عشق پر ایک دو صفحے لکھ کے اپنے اور اپنے بیٹوں کے لیئے دعا مانگتا ہے۔ پھر سب کے لیئے دعا بھی کرتا ہے۔ اور پھر اللہ کے "فضل" پر بات کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم سب اللہ کے فضل ہی سے زندہ ہیں۔ اس موقعے پر ایک دو ضمنی قصوں کا ذکر کرتا ہے جو اللہ کے فضل کی وضاحت کرتے ہیں ـــــــ پہلے قصے میں وہ یہ بیان کرتا ہے کہ ایک ولی اللہ تھا جو جنگل میں اللہ کی عبادت کرنے کے لیئے زندگی بسر کرتا تھا اور :-

٥٥ دعا ہر دم عدل کی مانگتے تھے فضل کی بات سے وے بھاگتے تھے

٥٥ لفظ جاری عدل کا تھا زبان سے فضل کا حرف بھولا تھا وہ دل سے (۲۱۳)

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ دعا منظور کر لی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ

٥٥ یکایک حکم خالق کا ہوا یوں کہ وہ بزرگ عبادت کرتے سن یوں

٥٥ عبادت کر کے وہ پتھر پہ سوئے دیکھو وان بھید حق کا کیا جو ہوئے

٥٥ پتھر آ کر پڑا چھاتی کے اوپر نیچے بزرگ اوپر ان کے تھا پتھر (۲۱۴)

عابد نے شور وغل مچایا اور اللہ سے شکایت کرنے لگا :-

٥٥ میں نے تقصیر کیا کیتی ہے یارب میرا احوال ہے معلوم تجھ سب (۲۱۵)

چنانچہ اللہ کی طرف سے یہ وضاحت آئی کہ :-

٥٥ دعا میں نے قبولی ہے تری آج عدالت کا میں نے بخشا تجھے تاج

٥٥ کہتا تھا تو جو ہر دم اس لفظ کو کہ تجھے معلوم وے الفاظ مجھ کو

٥٥ عدل کر تو مرے پر یا الٰہی فضل نیں چاہتا تجھ سے الٰہی

٥٥ یہ عدل ہے گا مرا سن لے تو کامل نہیں تجھ پر ظلم ہے گا اے واصل

٥٥ جتنا سویا تھا تو پتھر کے اوپر اپنا رہنے دے تو چھاتی کے اوپر (۲۱۶)

اس وضاحت کے بعد عابد کو معلوم ہوگیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو مصیبتوں کے سوا کچھ اور نہ ہوگا۔ چنانچہ :-

٥٥ عرض یوں کی سو اس بزرگ نے بر حق کہ جن و انسان کا تو ہے گا خالق

٥٥ فضل درکار تیرا ہے اے غفار کہ میں بندہ سو تیرا ہوں گنہگار

٥٥ میری تقصیر ہے وہ معاف تو کر اٹھا سینے سے میرے تو یہ پتھر (۲۱۷)

بالآخر اللہ نے اس عابد کی یہ تقصیر معاف کی اور :-

٥٥ فضل کر کے خدا نے تب اتارا ہوا یہ فضل حق کا آشکارا (۲۱۸)

اس کے بعد شاعر کو ایک اور قصہ یاد آتا ہے جو اللہ کی بے نیازی کی تشریح کرتا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ "اللہ بے پروا" کا کیا مطلب ہے؟ چنانچہ نبی کریم نے اس سوال کا جو جواب ارشاد فرمایا، اسے سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہوگئیں :-

٥٥ بی بی بے ہوش ہوگئی سن کے "معنا" نبیؐ کو حق دیا ایسا خزانا

٥٥ ہوئی جب ہوش میں بیدار بی بی کہے دل سے خدا "ستّارِ عیبی"

٥٥ بی بی کو بات حضرت نے سنائی یہ بے پروائی کے معنی بتائی (۲۱۹)

یہاں پر یہ قصہ ختم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا قصہ البتہ بحث طلب ہے کہ کیا وہ حقیقتاً سے کوئی تعلق رکھتا ہے یا نہیں ——— اس کے بعد شاعر چند اشعار قصہ (یعنی لیلیٰ مجنوں) کے مقام و تاریخ تحریر کے بارے میں کہتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ اور درج ذیل شعر پر اپنی مثنوی کو ختم کرتا ہے :-

٥٥ کہو کلمہ نبیؐ کا، پاؤ جنت ملے تم کو اماں روز قیامت۔ (۲۲۰)

واعظ کی یہ مثنوی "لیلیٰ مجنوں"، جیسا کہ اس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے، اپنی متقدم مثنویوں سے سراسر مختلف ہے۔ واقعات کچھ اور ہیں۔ اور جگہیں بھی کچھ اور ——— اس میں قیس کا والد غزنی کا بادشاہ ہے، عرب نہیں :-

٥٥ سنا میں غزنوی ایک بادشاہ تھا کہ اس نے عزم مکے کا کیا تھا (۲۲۱)

یہ بادشاہ حج کرنے کے لئے مکہ جاتا ہے۔ وہاں شادی کرتا ہے۔ اور وہاں

اپنی بیوی کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلا جاتا ہے ــــــ لیلیٰ کا والد مصر کا قاضی ہے۔ وہ بہت عالم فاضل ہے۔ قیس اس کے پاس اس بہانے سے جاتا ہے کہ وہ اس سے تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے :۔

ہ وہ قاضی کی ہے دختر نام لیلیٰ   مصر کے شہر میں اس کی حویلی (۲۲۲)

واعظ کی مثنوی میں، مجنوں، لیلیٰ کا رشتہ نہیں مانگتا۔ مثنوی میں اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی جاتی ــ بہر حال مجنوں، لیلیٰ سے محبت کرنے، اور اس سے ملنے پر اکتفا کرتا ہے۔ لہٰذا لیلیٰ کا والد اس محبت کو ناپسندیدگی سے دیکھتا ہے۔ اور لیلیٰ کو قیس سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ــــ واعظ کی مثنوی میں قیس کا لیلیٰ سے تعارف یوں ہوتا ہے کہ جب قیس مرشد کے مشورے کے مطابق قیام فی اللیل اور تلاوت فی اللیل کثرت سے کرتا ہے تو لیل سے اس کا یہ شغف، یہ رنگ لاتا ہے کہ وہ ایک فرضی اور نادیدہ لیلیٰ پر فدا ہو کر مجنوں بن جاتا ہے۔ پس یہاں سے واعظ کی مثنوی میں واقعات کا رخ بدل جاتا ہے۔ اور وہ دوسری مثنویوں کے واقعات سے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں ــــ آگے چل کر قیس کو یہ پتہ چلتا ہے کہ لیلیٰ مصر میں موجود ہے تو وہ مصر کا رخ کرتا ہے۔ اور وہاں لیلیٰ سے اس کا تعارف ہو جاتا ہے۔ (۲۲۳)

جہاں تک لیلیٰ کا تعلق ہے تو جب قیس اس کے پاس جاتا ہے تو وہ شروع میں اپنے والد کے ڈر سے قیس سے اجتناب کرتی ہے۔ اور یہ نہیں چاہتی کہ قیس اس سے ملے۔ پہلی ملاقات میں قیس سے کہتی ہے :۔

ہ نکل جا محل سے تو اب شتابی   پڑے گی سر ترے اوپر خرابی
ہ ترا سر مفت میں جاوے گا مجنوں   نہ آئیو بار دیگر اب تو مجنوں
ہ غضب کر باپ میرا مار ڈالے   مصر کے شہر سے تجھ کو نکالے
ہ نہ آئیو پھر محل کے بیچ مجنوں   نہ کر تو بات دیگر بار مجھ سوں

مگر قیس، لیلیٰ کے پاؤں پر گر پڑتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ تو لیلیٰ اس سے اظہار محبت یوں کرتی ہے :۔

ہ کہا لیلیٰ کہ سن اے یار دانا   نہ ہو ناداں تو ہو جا سیانا
ہ تمہارے پاؤں پر میں سر رکھوں گی   اے مجنوں جو کہو گے سو کروں گی
ہ میرا جیو تم اوپر قرباں کروں گی   میں کعبہ جان کر پھیرے پھروں گی
ہ تجھے آسودگی کی دے کے بو سے   چنوں گی میں تمہارے لب کے خوشے
ہ جدائی میں تو تم سے نا کروں گی   کیا جو قول اس سے نا پھروں گی (۲۲۵)

ان سارے اختلافات کے باوجود، چونکہ قصہ دراصل تصوف کے

اسرار و رموز کی تشریح کرنے کے لیئے لکھا گیا ہے۔ لہٰذا واعظ کی مثنوی میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جو اس مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ اور جن کا ذکر دوسرے شعراء کے ہاں بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ راستے میں قیس کی لیلیٰ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ لیلیٰ، قیس سے ذرا انتظار کرنے کو کہتی ہے۔ پھر چھ ماہ تک کے لیئے غائب ہو جاتی ہے ــــ قیس اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ یہاں تک کہ اس کے جسم پر گھاس اُگنے سے دیکھنے والوں کو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ کوئی درخت ہے۔ چنانچہ ایک لکڑہارا آکر اس کو درخت سمجھتے ہوئے کلہاڑی مارتا ہے۔ اور قیس کا خون بہنے لگتا ہے۔ تب جا کر لکڑہارے کو پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی درخت نہیں (۲۲۶) ــــــ

ــــــ یہ واقعہ دوسرے دکنی شعراء کے ہاں نہیں ملتا۔ البتہ شمالی ہند کے شعراء کے ہاں ملتا ہے ــــــ

اس طرح فصد کا واقعہ بھی واعظ کے ہاں ملتا ہے۔ اور شمالی ہند کے شعراء کے ہاں بھی ملتا ہے۔ کیونکہ ایسے واقعات سے صوفی صاحبان کے خیالات و افکار وضاحت کے ساتھ پہنچائے جا سکتے ہیں ــــ مثلاً فصد کے واقعہ کا مقصد یہ سمجھانا ہے کہ اب عاشق و معشوق میں اتحاد پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگرچہ دونوں الگ الگ جسم رکھتے ہیں۔ مگر ان کی ایک ہی جان ہے۔ ان میں سے کسی ایک پر جو کچھ گزرتا ہے وہ دوسرے پر گزر بھی جاتا ہے۔ اور یہی مدارج تصوف کا ایک اعلیٰ مرحلہ ہے :۔

۰۰ لیلیٰ مجنوں تو ظاہر میں جدے تھے	ولے باطن منے دونو سو یک تھے
۰۰ جدے مت بول تو لیلیٰ مجنوں	حقیقت میں اتھے وہ ایک دونوں (۲۲۷)

اتحاد کے اس معاملے کو زیادہ واضح کرنے کے لیئے واعظ کے ہاں ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے۔ وہ یوں ہے کہ ایک دفعہ لیلیٰ نے قیس کو یاد کیا۔ اس وقت یکایک ایک مچھر نے آکر اسے کاٹا تو لیلیٰ نے کہا :۔

۰۰ کہا لیلیٰ نے مچھر کو پھرا کر	میرے اس حال پر کچھ تو رحم کر
۰۰ اے مچھر تو مجھے کیوں کاٹتا ہے	بنا مجنوں کے سینے پھاٹتا ہے
۰۰ طمانچہ تیز سے اس کو لگائی	او مچھر کو زمیں اوپر گرائی
۰۰ خدا کا خوف رکھو کچھ اپنے دل پر	نمک تونے لگایا ہے زخم پر
۰۰ جبھی مارا تھا لیلیٰ نے وہ مچھر	طمانچہ جا لگا مجنوں کے تن پر (۲۲۸)

عبداللہ واعظ ابن اسحاق کی اس مثنوی میں کافی تعداد میں

قرآنی آیات کی تضمین بھی ہے۔ اور قرآنی قصوں کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں :۔

٥٥ پڑھی آیت آئے جب [نَحْنُ اَقْرَبْ]   ہوا تب شوق اس کے دل پہ غالب (۲۲۹)

یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ (ق) آیت نمبر ۱۶ میں یوں ہے :-

« وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ، وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ »

٥٥ سیوم راوی سے ہے گی یہ روایت   سورۂ «حٰمٓ» کی وہ کرنا تلاوت (۲۳۰)

قرآن پاک میں اس لفظ «حٰمٓ» سے سات سورتیں شروع ہوتی ہیں جن کو «حوامیم» کا نام بھی دیا جاتا ہے :-

۱- سورۂ غافر : « حٰمٓ . تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ »   پارہ نمبر ۲۴

۲- سورۂ فصلت : « حٰمٓ . تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ »   پارہ نمبر ۲۴

۳- سورۂ شوریٰ : « حٰمٓ . عٓسٓقٓ . كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ »

پارہ نمبر ۲۵ -

۴- سورۂ زخرف : « حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ . اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ » پارہ نمبر ۲۵

۵- سورۂ دخان : « حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ . اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ » پارہ نمبر ۲۵

۶- سورۂ جاثیہ : « حٰمٓ . تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ . اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ » . پارہ نمبر ۲۵

۷- سورۂ احقاف : « حٰمٓ . تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ . مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ »   پارہ نمبر ۲۶

ہمارا خیال ہے کہ واعظ کی مراد سورۂ دخان ہے جس میں «لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ» کا

ذکر آیا ہے جو لیلیٰ کے نام سے ملتا جلتا ہے -

٥٥ «اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ» پڑھی جب   اسی آیت کو لیلیٰ نے سنی تب (۲۳۱)

اس میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ «قدر» میں یوں ہے :-

« اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ » : پارہ نمبر ۳۰ - آیت نمبر ایک (۱)

٥٥ کہا میں نے « سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى »   بزاں اس کے شروع لیلیٰ کہا تھا (۲۳۲)

قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ «اسراء» میں یوں ہے :-

« سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا » پارہ نمبر ۱۵ - آیت نمبر (۱)

٥٥ جو دانا عشق کا خوش ہو کے کھاوے   وہی آدم صفی اللہ کہاں وے (۲۳۳)

اس میں آدم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت میں آیا ہے : « اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ

وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ » ۔ آیت نمبر ٣٣۔ پارہ نمبر ٣

٥٥ ڈوبے جو عشق کے دریا کے اندر "نَجِیُّ اللّٰہ" کہیں اس کو سراسر (٢٣٤)

اس میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

٥٥ عشق کی آگ میں بیٹھے جو جاکر "خَلِیلُ اللّٰہ" کہلاوے دوست اکبر (٢٣٥)

ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

٥٥ رکھے جو عشق کا خنجر حلق پر "ذَبِیحُ اللّٰہ" اسے بولیں گے اکثر (٢٣٦)

اسماعیل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

٥٥ امر « لَا تَقْنَطُوا » کا تو کیا ہے رکھو امید بخشش کی کہا ہے (٢٣٧)

اس میں قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ زمر میں آیا ہے : « قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ »۔

آیت نمبر ٥٣۔ پارہ نمبر ٢٤

٥٥ بایا تھا معجزہ ان « ید بیضا » کہا حق نے کہ « اَقْبِلْ یا وے موسیٰ » (٢٣٨)

اس میں دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلی آیت سورۂ طٰہٰ ۔ آیت نمبر ٢٢۔ پارہ نمبر ١٦ میں ہے « وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ » ـــــ اور دوسری آیت سورۂ قصص، آیت نمبر ٣١۔ پارہ نمبر ٢٠ میں آئی ہے : « وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ، يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ »

٥٥ کیا حق "آیۃ الکرسی" میں ممتاز عطا اس کے تئیں بخشا ہے اعجاز (٢٣٩)

اس میں قرآن پاک کی مشہور آیت « آیۃ الکرسی » کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ٢٥٥ ہے : « اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ، مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ، وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ »

٥٥ رکھا ہے نام اس کا عرش اعظم سورت توبہ کے آخر میں پڑھے ہم (٢٤٠)

اس میں سورۂ توبہ کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے : « لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۔ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ؎ - آیت نمبر ۱۲۸ - ۱۲۹ - پارہ نمبر ۱۱

بہر حال واعظ کی یہ مثنوی کسی کی تقلید میں نہیں لکھی گئی - بلکہ شمالی ھند کے شعراء کے ہاں اس کے چند واقعات کی گونج سنائی دے گی -

شمالی ھند کے شعراء میں سے ہمیں سب سے پہلے تجلّی ملتا ہے جس نے ادبی اعتبار سے "لیلیٰ مجنوں" کی مثنوی لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی۔ تجلّی کی مثنوی کے واقعات ہاتفی کی مثنوی سے لیئے گئے - بلکہ جتنی بھی تفصیل ہاتفی کے ہاں پائی جاتی ہے، اتنی ہی تجلی کی مثنوی میں بھی ملتی ہے۔ لہٰذا جو واقعات، شعراءِ دکن نے ہاتفی کی مثنوی سے لے کر اختصار کے ساتھ بیان کئے، یہی واقعات تجلّی نے بڑی تفصیل کے ساتھ مثنوی میں درج کیئے - اس بات کا بھی امکان ہے کہ تجلی نے عاجز کی مثنوی کو پڑھا ہوگا۔ لیکن ہاتفی ہی کی تقلید کی - اور عاجز کی مثنوی سے متاثر نہیں ہوا - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو واقعات ہاتفی کی مثنوی میں موجود ہیں - عاجز نے ان کو نظر انداز کیا، اور اپنی مثنوی میں نقل نہیں کیا۔ تجلی نے نقل کیا ہے ——— مثلاً ہاتفی کے ہاں، مجنوں کے ایک خواب کی تفصیل ملتی ہے - اس نے خواب میں دیکھا کہ لیلیٰ اسے ایک گلدستہ پیش کر رہی ہے - جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حقیقتاً ایک گلدستہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ واقعہ، قیس کی آتشِ شوق کو بھڑکانے کا باعث ہوا - اور قیس ایک بار لیلیٰ کے دیدار کی تمنا میں شہر لیلیٰ کی طرف چل پڑا ——— عاجز کے ہاں اس طویل خواب کا کوئی ذکر نہیں ملتا - مگر تجلی کے یہاں اس کی تفصیل ملتی ہے :

٥٥ بصد مہر الطاف آئی ہے پاس ———	اسے دیکھ کر دل گرفتہ اداس
٥٥ ہنسی ہے تبسم سے اور ناز سے	گلے لگ گئی ایک انداز سے
٥٥ اور ایک ہار اپنے گلے سے نکال	دیا گردن اس کی میں الفت سے ڈال

جب قیس بیدار ہو گیا تو

٥٥ نہ لیلیٰ ہے نہ وہ جو بہار	کہ موجود ہے گا گلے میں وہ ہار
٥٥ تحیّر میں ایک مرتبہ آ گیا	کہ کیا شعبدہ یار دکھلا گیا
٥٥ تعجب میں وہ دل گرفتار رہا	میں خوابیدہ تھا یا کہ بیدار تھا
٥٥ جو بیدار تھی چھپ کیا یار کیوں (کذا)	وگر خواب، حاضر یہ ہار کیوں (کذا) (۲۴۱)

اسی طرح ہاتفی کی مثنوی میں ایک طویل باب "در ستائش قبیلۂ لیلیٰ" کے عنوان سے ملتا ہے - اس میں لیلیٰ کے قبیلے کی شان و شوکت، خوش حالی، اور اس کی ماہ رو سہیلیوں

کا ذکر ملتا ہے جو اس کے اطراف جمع ہوتی ہیں - اور طرح طرح سے اس کا دل بہلانے کی ناکام کوشش کرتی ہیں ___ عاجزؔ نے اس باب کو نظر انداز کر دیا ہے - جبکہ تجلیؔ نے اپنی مثنوی میں اس کی تفصیل درج کی (۲۴۲) ___ عاجزؔ کے ہاں لیلیٰ کا والد ایک تاجر تھا - اور بادشاہ کا دوست بھی :

٥٥ تھا ایک تجار اسی شہر میں ‏ ‏ نہ تھا جوڑ اس کوں کیسے دھر میں (۲۴۳)

جبکہ ہاتفیؔ کے ہاں یہ ایک دولتمند سردار ہے۔ (۲۴۴) اور تجلیؔ کے ہاں بھی وہ ایک متمول سردار ہے :

٥٥ اگرچہ نواب بھی ہے سردار قوم ‏ ‏ سبھی وجہ سے ہے سردار قوم (۲۴۵)

جس سے نتیجہ یہ نکال سکتے ہیں کہ تجلیؔ نے عاجزؔ سے اثر قبول نہیں کیا - بلکہ ہاتفیؔ کی پیروی کی - قصہ کے شروع میں تجلیؔ نے قصے کو منظوم کرنے کا جو سبب بتایا ہے کہ خواب میں مجنوںؔ اس سے ملا - اور اس سے فرمائش کی کہ وہ قصے کو منظوم کرے ___ اس خواب کے بیان میں تجلیؔ نے ان فارسی شعراء کا تذکرہ کیا جنہوں نے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو منظوم کیا - مگر کسی اردو شاعر کی طرف اشارہ نہیں کیا -

٥٥ میرا قصہ عالم میں مشہور ہے ‏ ‏ زبانِ خلائق پہ مذکور ہے .

٥٥ زبانِ عرب میں جو افصح لسان ‏ ‏ بہت جاگہہ اس میں ہوا ہے بیاں

٥٥ پس از اوس کے اکر میانِ عجم ‏ ‏ ہوا ترکی اور فارسی میں رقم

٥٥ نظامیؔ نے نظم اوس کا اول کیا ‏ ‏ کہ ناظم تھا وہ نظم کی ملک کا

٥٥ ہوا سرخوش جامِ اسرار جب ‏ ‏ لب جام اوپر بھی آیا یہہ تب

٥٥ ہوا ہاتفیؔ بلبل خوش نوا ‏ ‏ اسی قصۂ غم کا داستاں سرا

٥٥ وہ طوطی شکرریز شیریں دہن ‏ ‏ کہ ہے خسرو خسروان سخن

٥٥ تعشق کی باتو نکا جو یاں ہوا ‏ ‏ ہماری کہانی کا گویاں ہوا

٥٥ ہے اس کہنے سے آپ یہ حاصل کلام ‏ ‏ کہے اس کہانی کو تو بھی تمام

٥٥ زبان ریختے کے میں مذکور کر ‏ ‏ پہلا اس طرح سے یہی مشہور کر

٥٥ کہا میں نے اے شاہ اہلِ وفا ‏ ‏ یہ قصہ مفصل نہیں کچھ سنا (۲۴۶)

آخری دو اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تجلیؔ نے اردو میں قصۂ لیلیٰ مجنوں کی کوئی مثنوی نہیں پڑھی تھی - بلکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ پہلا آدمی ہوگا جو اس قصے کو "ریختہ" میں نظم کرے گا ___ اس پر مستزاد یہ کہ جب ہم تجلیؔ کی مثنوی کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسے اشعار ملتے ہیں جو اگر ہاتفیؔ کے اشعار کا پورے طور پر ترجمہ نہیں تو اس کے بہت قریب ہیں ___ مثال کے طور پر

جب قیس، مرشد کے پاس دعا کروانے کے لیے جاتا ہے تو وہ مرشد سے کہتا ہے :۔

٥٥ سن اے خضر ہادیٔ عجم و عرب   یہ ہمت سے تیری رکھوں ہو طلب
٥٥ تو جب سر کو لاوے سوے سجدہ گاہ   خدا سے دعا میری حق میں یہ چاہ
٥٥ کہ جب تک ہے دم ہمدم جسم زار   فزوں دم بدم ہوے غم شوق یار
٥٥ اَلم یار کا ایک دم کم نہ ہو   یہہ جس دم نہ ہوے دم اس دم نہ ہو
٥٥ غم ہجر جس دم کرے مجھ کو خاک   رہے مونسی خاک یہ عشق پاک (۲۴۷)

اب یہی واقعہ ہاتفی کی زبانی سنیں :۔

٥٥ ای مرشد دین بکن دعائی   کز همت تو رسم بجائی
٥٥ با سجده گهی که آوری روی   اندر حق من همین دعا گوی
٥٥ تا جان بودم درین کهن دار   باشد غم درد لیلی ام یار
٥٥ ز آلایش عمر چون شوم پاک   با دم غم دوست مونس خاک
٥٥ روزی که رسد نوید نشرم   هم با غم او کند حشرم (۲۴۸)

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہاتفی کی بہ نسبت تجلی کے ہاں واقعات کی تفصیل زیادہ ہوتی ہے ۔ مثال کے طور پر جب لیلی کی ماں کو لیلی کی محبت کا علم ہو جاتا ہے تو ماں نے اپنی بیٹی سے پوچھ گچھ کرتی ہے ۔ یہ واقعہ ہاتفی کے ہاں سات اشعار میں آتا ہے (۲۴۹) جبکہ یہی واقعہ تجلی کے ہاں تئیس [۲۳] اشعار پر مشتمل ہے (۲۵۰) لہذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تجلی کی مثنوی، ہاتفی کی مثنوی کا ترجمہ ہے ۔ لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ تجلی نے ہاتفی کی مثنوی سے بہت استفادہ کیا یہاں تک کہ واقعات کی ترتیب دونوں کے ہاں تقریباً ایک ہی ہے ۔ البتہ تجلی کے یہاں چند ایسے واقعات ہیں جو ہاتفی کی مثنوی میں نہیں ملتے ۔ مثال کے طور پر فصد کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے جو تجلی کے ہاں ملتا ہے (۲۵۱) جبکہ ہاتفی کے ہاں نہیں ۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہاتفی کی مثنوی "لیلی مجنوں" جو خود عاجز کے بیان کے مطابق اس کی مثنوی کی بنیاد ہے، سن ۹۲۷ھ مطابق سن ۱۵۲۰ء کی تصنیف ہے ۔ پھر عاجز نے اپنی مثنوی لیلی مجنوں سن ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں لکھی ۔ شمالی ہند میں تجلی نے قصہ لیلی مجنوں کو اپنی مثنوی کا موضوع سن ۱۱۸۸ھ میں بنایا ۔ پھر ایک اور شاعر نجیب نامی نے اس قصے کو بھی منظوم کیا ۔ نجیب کی مثنوی "لیلی مجنوں" کی زبان وہی شمالی ہند کی زبان ہے ۔ اور تجلی کی مثنوی کی زبان کی بہ نسبت زیادہ واضح ہے جس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تجلی کی مثنوی کے بعد لکھی گئی ہے ۔

اگرچہ یہ بعید از قیاس نہیں کہ نجیب نے "لیلیٰ مجنوں" کی فارسی مثنویوں کو بھی پڑھا ہوگا۔ کیونکہ اس کی مثنوی میں نظامی گنجوی کا ذکر آیا ہے :۔

○○ نجیب ہے تو یوں نے جہاں کا چلن — بقول نظامی یہ سچ ہے سخن

○○ دلا تا بزرگی نیاری بدست — بجائی بزرگاں نباید نشست

○○ نہ ہو جو کوئی کام کا دستگیر — تو پھر کس کا مرشد ہے اور کس کا پیر (۲۵۲)

لیکن قصے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ نظامی کے قصے سے نہیں، بلکہ ہاتفی کے قصے سے اخذ کیا گیا ہے ۔۔۔ نجیب کی مثنوی میں واقعات کے بیان کے سلسلے میں ہمیں ایسے اشعار ملتے ہیں جو تجلی کے اشعار کے بالکل قریب ہیں۔ اور یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ نجیب نے تجلی کی مثنوی سے استفادہ کیا۔ مثال کے طور پر جب مجنوں کا والد منگنی کے سلسلے میں لیلیٰ کے والد کے پاس جاتا ہے تو وہاں لیلیٰ کا والد اس کا استقبال کرتے ہوئے کہتا ہے :۔

○○ مقابل ہو رکھ ہاتھ چھاتی اوپر — کہا مرحبا مرحبا یکدیگر (۲۵۳)

اس ضمن میں تجلی کہتا ہے :۔

○○ تپاک محبت سے سب نے کہا — تعالو تعالو (کذا) اهلاً مرحبا (۲۵۴)

جب سگِ لیلیٰ، قیس کے پاس آتا ہے تو قیس اس کو کندھے پر اٹھاتے ہوئے کہتا ہے :۔

○○ کہا چوم چوم اے سگِ مہرباں — تو وہ شیرِ نر زور ہے نوجواں

○○ اگر سر اوٹھا کر تو عف عف کرے — اسد تیرے پاؤں اوپر سر دھرے (۲۵۵)

تجلی کے ہاں یہ اشعار ہیں :۔

○○ یہ عف عف تو کرتا نہیں نیم شب — تجھے عف کے ہے خدا سے طلب

○○ تو سگ شکل ہے شیر کردار ہے — ترا سگ ہوں میں تو سگِ یار ہے (۲۵۶)

قیس کے بارے میں نجیب کہتا ہے :۔

○○ نقاہت سے تن پر رگیں یوں عیاں — کہ جوں تار الجھے تھے بر آسماں (۲۵۷)

اور تجلی کہتا ہے :۔

○○ رگیں خاک کر وفیں ہیں اس کار (کذا) — نحافت میں جیسے گریباں کی تار (۲۵۸)

لیلیٰ کی موت کے سلسلے میں نجیب کے ہاں یہ شعر آتا ہے :۔

○○ گیا جب کہ طایر قفس سے نکل — کہاں پھر رباعی، کہاں پھر غزل (۲۵۹)

تجلی کے ہاں یہ شعر اس طرح آتا ہے :۔

٥٥ ہوئی جان تنِ خستہ سے یوں ہوا کہ طائر ہوا چوں قفس سے رہا (۲۶۰)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نجیب نے تجلی کی ہو بہو تقلید کی ۔ اس کے برعکس نجیب کے ہاں جدت کہیں زیادہ نظر آتی ہے ۔ مثنوی کے شروع سے اس کے آخر تک یہ جدت دکھائی دیتی رہتی ہے ۔ مثلاً نجیب کے ہاں لیلیٰ خود اپنا نکاح مکتب میں قیس سے کرتی ہے :۔

٥٥ اے مجنوں! مرا یہ تھا مقصودِ جان   بس اب میں بھی کرتی ہوں دل کا بیاں
٥٥ مرا عیش تجھ پر ہوا اختتام   سوا تیرے عالم ہے مجھ پر حرام
٥٥ ہوئے لاج میں آج تجھ سے کہاں   میں تجھ سے نکاح اپنا اس دم پڑھا (۲۶۱)

منگنی کے سلسلے میں جب لیلیٰ کے والد نے شادی سے انکار کیا تو تجلی کی مثنوی میں، قیس کے والد کی طرف سے یہ پیشکش کی جاتی ہے کہ قیس کو بلایا جائے ۔ اور دیکھا جائے کہ واقعی وہ مجنوں ہے یا نہیں :۔

٥٥ دیوانہ نہ کہہ ہے وہ مجنونِ عشق   جو مجنوں بھی ہے تو ہے مجنونِ عشق
٥٥ تیرے پاس اس کو بلاتا ہوں میں   تجھے وضع اوس کے دکھاتا ہوں میں (۲۶۲)

جبکہ نجیب کے ہاں خود لیلیٰ کا والد یہ مطالبہ کرتا ہے کہ قیس کو بلایا جائے :

٥٥ کہا خیر بہتر ہے بلوائیے   بھلا (کذا) مشفقا اب نہ گھبرائیے (۲۶۳)

تجلی کی مثنوی میں جب قیس کچھ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو مکتب میں داخل کرایا جاتا ہے ۔ اور اگرچہ تجلی نے ہاتفی کی مثنوی کی تقلید میں اپنی مثنوی لکھی ، مگر اس نے قیس کی رسم ختنہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ۔ حالانکہ یہ واقعہ ہاتفی ، اور پھر عاجز کے ہاں بھی ملتا ہے ۔ ہاتفی کہتا ہے :۔

٥٥ آن سید عامری چہل روز   گردید زبادہ مجلس افروز
٥٥ میکرد نشاط بھر فرزند   خوش بود بیاد نسل و پیوند
٥٥ بر رسم ملوک سنتش داد   آنگاہ بہ مکتبش فرستاد (۲۶۴)

عاجز بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے :۔

٥٥ برس دس پچھیں شہ کنائے خوشی   بجا لیائے سنت منائے خوشی
٥٥ پھرا لیا ہے سرگشت ختنا کیے   جو ملکھ پر سو مولی، ھوتا رے دیے (۲۶۵)

نجیب کے ہاں ختنہ کا بھی ذکر ہے ۔ ختنے کے بعد قیس کو مکتب میں بٹھایا گیا۔

٥٥ کہا سب مشیروں کوں جلدی بلا — کرو اس کے ختنے کی سنت ادا

٥٥ بٹھا قیس کوں لا کے مسند اوپر — بلا کر کے حجام دی سیم وزر

٥٥ چلی لے جب اس کو ردا دائیاں — بصد ناز مکتب میں لے آئیاں (۲۶۶)

نجیب کی مثنوی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں - چنانچہ یہ مثنوی، تجلی کی مثنوی کی بہ نسبت زیادہ طویل ہے ـــــ ایک دفعہ قیس فقیروں کا روپ دھارتا ہے۔ اور لیلیٰ کے محلے میں جاتا ہے۔ یہ واقعہ تجلی کے ہاں "گیارہ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۲۶۷)

جبکہ یہ واقعہ نجیب کے ہاں تئیس ۲۳ اشعار پر مشتمل آتا ہے۔ (۲۶۸)

نجیب کی مثنوی میں ہمیں ایک ایسا واقعہ ملتا ہے جو تجلی کی مثنوی میں نہیں۔ مگر واعظ بن اسحاق کی مثنوی میں ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ، لیلیٰ، قیس کو راستے میں ملتی ہے۔ تو وہ اس سے کہتی ہے کہ ابھی میں آتی ہوں۔ تم یہاں ٹھہرو۔ پھر چلی جاتی ہے اور بے چارہ قیس چھ ماہ تک کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ مٹی اس کے جسم پر جم جاتی ہے۔ اور اس پر گھاس اُگ آتی ہے:۔

٥٥ کہ اے سرورِ حسن ناز و ادا — میں آتی ہوں تم یہاں کھڑے ہو ذرا

٥٥ یہ سنکر کے وہ عاشق مبتلا — نہ آگے چلا، اور نہ پیچھو چلا

٥٥ غرض اوس میں شش ماہ گذرے ہیں — کہ ہرگز نہ بیٹھا وہ خندہ جبیں

٥٥ بدن پر جو آکر گرا تھا غبار — ہرا ہو گیا اوسمیں جم لالہ زار (۲۶۹)

چھ ماہ گذر گئے۔ اور لیلیٰ کو یاد تک بھی نہ آئی یہاں تک کہ کسی نے قیس کو دیکھا تو جاکر لیلیٰ کو بتایا ــــ یہی قصہ واعظ ابن اسحاق کی مثنوی میں بھی ملتا ہے (۲۷۰) ـــــ نجیب کے ہاں فصد کا واقعہ، تجلی کے ہاں سے کچھ مختلف ہے۔ تجلی کے ہاں جب قیس کی فصد کھولی جاتی ہے اور اس کا خون بہہ جاتا ہے تو اس وقت لیلیٰ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں، درخت کی ایک شاخ کو پکڑے ہوئے کھڑی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے خون بہنے لگا (۲۷۱) ـــــ نجیب کے ہاں یہ واقعہ ایسا ہے کہ لیلیٰ ہی کی فصد کھولی جاتی ہے۔ اور عین اسی وقت دوسری جانب، قیس کا خون بہنے لگتا ہے (۲۷۲)

جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قصۂ لیلیٰ مجنوں کو منظوم کرنے سے شعراء کا یہ مقصد تھا کہ تصوف کے اسرار و رموز عیاں ہو جائیں۔ لہٰذا تصوف کی تلمیحات سب شعراء کے ہاں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر مقامِ فنا فی الذات، اور اتحاد کی طرف، جو تصوف کا ایک مرحلہ ہے، سارے شعراء کے ہاں اشارہ ملتا ہے۔ چنانچہ تجلی کہتا ہے:۔

○○ اگرچہ بظاہر نہیں اسم ایک	وے میرا لیلیٰ کا ہے جسم ایک (۲۷۳)

نجیب کہتا ہے :-

○○ ہوا جب سے اوس طرف میرا گذر	نہیں آتا لیلیٰ سوا کچھ نظر
○○ تیرے سامنے در و دیوار ہے	میرے آنکھوں میں جلوۂ یار ہے
○○ اگر تیری کھل جاوے چشم یقیں	تو جب تجھ کو یہ حال ہو دلنشیں
○○ اُوٹھاوے اگر تو دوئی کا حجاب	سو دیکھے تو ہر ذرہ میں آفتاب (۲۷۴)

واعظ بن اسحاق کہتا ہے :-

○○ لیلیٰ مجنوں تو ظاہر میں جدے تھے	وے باطن منے دونوں سو یک تھے
○○ جدے مت بول تو لیلیٰ و مجنوں	حقیقت میں اتھے وہ ایک دونوں
○○ سنو مجنوں نے لیلیٰ ایک ہو گئے	کہ جیسے دودھ اور شکر سو مل گئے (۲۷۵)

اسی طرح ہوس کے ہاں بھی اسی طرح کے اشعار ہیں :-

○○ ظاہر میں جدا جدا بدن ہیں	باطن میں ہم ایک دونو تن ہیں (۲۷۶)

اکثر صوفیائے کرام کے یہاں "تجرد"، یعنی کہ شادی سے اجتناب کو حق شناسی کے لیئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں عورت، سالک کے راستے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ لہذا عورت کی مذمت بہت سے صوفی شعراء کی مثنویوں میں ملتی ہے۔ تجلی کہتا ہے :-

○○ نہیں دوستی زن کی کچھ معتبر	جو عاقل ہیں رکھتے ہیں اس سے حذر
○○ نہیں فرقۂ زن میں ہرگز وفا	نہ ہوا ان سے سرزد بغیر از جفا
○○ کیا کیا زلیخانے یوسف سے کید	کہ آپہی تو چاہا کیا آپ قید
○○ سنی ہوگی حالت تو فرہاد کی	کہ شیریں نے کیا اوسکے بیداد کی
○○ سو اب تجھ کو لیلیٰ نے مجنوں کیا	زخود رفتہ، رسوا و مفتوں کیا (۲۷۷)

نجیب کہتا ہے :-

○○ کہاں زن کو راست گوئی سے کام	یہ مکارہ بے فکر ہیں صبح و شام (۲۷۸)

عبداللہ واعظ بن اسحاق کہتا ہے :-

○○ سنو اب عورتوں میں کچھ وفا نہیں	وفا نہیں ہے، وفا نہیں ہے، وفا نہیں
○○ ہزاروں چھند ہیں سن عورتوں میں	ہزاروں کید ہیں سن عورتوں میں

○○ زباں پر جھوٹ اور دل سے دغا پر — دغا پر عورتیں بوجھو سراسر
○○ کسی کو دل دیا نئیں ہے انہوں نے — وفا عورت سے نئیں دیکھی کسو نے
○○ دغا دے بہت کو سولی چڑھائے — ہزاراں عاشقاں کے سر کٹائے
○○ وطن سے بے وطن ہو گئے ہزاراں — انہوں کے سر پڑے غم کے پہاڑاں (۲۷۹)

اور سوہن کہتا ہے :-

○○ زن باعث صد ہزار غم ہے — زن عہد میں استوار کم ہے
○○ زن فتنہ و کوچۂ گذر ہے — زن قابل تیغ ہے بتر ہے
○○ کہنے کو وفا نہیں ہے زن میں — جز مکر و دغا نہیں ہے زن میں (۲۸۰)

جہاں تک سوہن کی مثنوی کا تعلق ہے تو یہ نظامی گنجوی کی مثنوی کی تقلید میں لکھی گئی ہے - چنانچہ واقعات اور ان کی تفصیلات تک بھی سوہن کی مثنوی میں ملتے ہیں - نظامی گنجوی کے ہاں ، باپ کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ قیس کو کعبہ کے پاس لے جایا جائے - وہاں اللہ سے دعا مانگی جائے کہ قیس لیلیٰ کی محبت بھول جائے :-

○○ بگرفت برفق دست فرزند — در سایۂ کعبہ داشت یکچند
○○ گفت اے پسر این نہ جای بازیست — بشتاب کہ جای چارہ سازیست
○○ در حلقۂ کعبہ حلقہ کن دست — کز حلقۂ غم بدو توان رست
○○ گو یارب از این گزاف کاری — توفیق دہم بہ رستگاری
○○ رحمت کن و در پناہم آور — زین شیفتگی براہم آور
○○ دریاب کہ مبتلای عشقم — و آزاد کن از بلای عشقم (۲۸۱)

مگر مجنوں اللہ سے یہ دعا مانگتا ہے :-

○○ یارب بخدائی خدائیت — و آنکہ بکمال پادشائیت
○○ کز عشق بغایتی رسانم — کو ماند اگر چہ من نمانم
○○ از چشمۂ عشق دہ مرا نور — وین سرمہ مکن ز چشم من دور
○○ گرچہ ز شراب عشق مستم — عاشق تر ازین کنم کہ ہستم
○○ یارب تو مرا بروی لیلی — ہر لحظہ بدہ زیادہ میلی
○○ از عمر من آنچہ ہست برجای — بستان و بعمر لیلیٰ[1] افزای (۲۸۲)

یہ واقعہ ہوس کے ہاں اس طرح ملتا ہے ۔ والد، قیس کو کہتا ہے :-

پکڑے با امید دستِ فرزند — آیا سوی کعبہ آرزومند

مجنوں سے کہا کہ اے دل افگار — ہے خانۂ کعبہ کی یہ دیوار

یہ جای امید اِنس وجان ہے — یہ سر بسجود یک جہاں ہے

ہے وقت بسجدہ رکھ کے سر پیش — کہ تو بھی دعا یہ اے جگر ریش

کہ اے خالق و چارہ سازِ عالم — میں خستۂ دردِ محنت و غم

یارب بتصدقِ خدائی — پاؤں غمِ عشق سے رہائی

مقصود ہے یہ دعا سے مجھ کو — آزاد کر اس بلا سے مجھ کو (۲۸۲)

تو مجنوں یہ دعا مانگتا ہے :-

یارب من اسیرِ دامِ الفت — جاں باختہ ہوں بکامِ الفت

دل سے مرے عشق کم نہ ہووے — میں ہی نہ ہوں گر یہ غم نہ ہووے (۲۸۴)

اور باپ مایوس ہو جاتا ہے :-

مجنوں کی سنی یہ جبکہ تقریر — باپ اوس کا ہوا کمالِ دلگیر

باتوں سے پسر کے ہو کے مایوس — ملنے لگا ہاتھ باصد افسوس (۲۸۵)

اسی طریقے سے نظامی گنجوی کی مثنوی کے واقعات میں جو تفصیلات و جزئیات ہیں، ہوس، ان کو بھی اپنی مثنوی میں درج کرتا ہے ـــــ ایک دفعہ لیلیٰ، باغ میں جاتی ہے ۔ وہاں ایک شخص، مجنوں کے اشعار پڑھتا ہے جس کی وجہ سے لیلیٰ بہت غمگین ہو جاتی ہے :-

شخصی غزلی چو درّ مکنون — میخواند ز گفتہای مجنون

کی پردہ درِ صلاح کارم — امید تو بار پردہ دارم

مجنون بمیانِ موج خونست — لیلیٰ بحساب کار چونست

مجنون جگری همی خراشد — لیلیٰ نمک از کہ میتراشد

مجنون بخدنگ خار سفتہ است — لیلیٰ بکدام ناز خفتہ است

مجنون بہزار نوحہ نالد — لیلیٰ چہ نشاط می سگالد

مجنون ہمہ درد و داغ دارد — لیلیٰ چہ بہار و باغ دارد

مجنون کمر نیاز بندد — لیلیٰ بہ رخ کہ باز خندد

٥٥ مجنوں ز فراق دل رمیدہ است — لیلیٰ بچہ راحت آرمیدہ است
٥٥ لیلیٰ چو سماع این غزل کرد — بگریست وز گریہ سنگ حل کرد(۲۸۶)

مومن کے ہاں یہ واقعہ ایسا ہے :-

٥٥ کرتی تھی یہ گفتگو کہ ناگاہ — جاتا تھا کوئی بر سرِ راہ
٥٥ کچھ شعر وہ طبع زادِ مجنوں — پڑھنے لگا تھا یہ جس کا مضمون
٥٥ اے دوست منہ اپنا ٹک دکھا دے — بیمار کو دارو ے شفا دے
٥٥ تا چند ترے لئے مروں میں — کس طور سے زندگی کروں میں
٥٥ تو سیرِ بہار باغ میں ہے — یہاں تازگی دل کی داغ میں
٥٥ تو مائل سیرِ بوستاں ہے — یہاں موسم عمر پر خزاں ہے
٥٥ تو محوِ صفائے آب جو ہے — یہاں آئینہ اپنے رو برو ہے
٥٥ تو سبزہ پہ کر رہا ہے رفتار — یہاں پار رہے دل سے نشترِ خار
٥٥ ہر شب ہوں بنالہ آہ روتا — تو کیوں کہ ہے نیند بھر کی سوتا
٥٥ یہاں بات نہیں کسی کی بھاتی — صحبت تجھے کس کی ہے خوش آتی
٥٥ دل میرا تو خاص تیرا گھر ہے — کیا جانے جی ترا کدھر ہے
٥٥ عاشق کے سنے جو شعر پر درد — لیلیٰ لگی رونے بھر دم سرد(۲۸۷)

اب تک جن شعراء کی لیلیٰ مجنوں کی داستانیں ہم پیش کرچکے ہیں یہ وہ شعراء ہیں جنہوں نے "قصۂ لیلیٰ مجنوں" کے پورے واقعات کو اپنی شاعری میں منظوم کیا ہے - مگر اردو شعراء میں سے اور شعراء بھی ہیں جنہوں نے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے چند واقعات کو اپنے دیوان میں نظم کرکے درج کیا ہے - ان شعرا میں سے نظیر اکبر آبادی کا نام سرِفہرست ہے - اگلے چند صفحات میں، نظیر اکبر آبادی کی لیلیٰ مجنوں کا خلاصہ پیش خدمت ہے - اس میں ہمیں یہ بات بھی نظر آئے گی کہ نظیر کی "لیلیٰ مجنوں" کے واقعات وہی ہیں جن کا ماخذ ہاتفی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" ہے، اور جو اکثر اردو شعرا کے ہاں مقبول رہی۔ اگرچہ واقعات کی جزئیات میں نظیر اکبر آبادی کی جدت پسندی کبھی کبھار دکھائی دیتی ہے —— مثال کے طور پر جب قیس کا والد، لیلیٰ کے والد —— سے یہ مدعا ظاہر کرتا ہے کہ لیلیٰ کی، قیس سے شادی کردی جائے تو لیلیٰ کے والد نے یہ کہتے ہوئے اس شادی سے انکار کیا کہ قیس دیوانہ ہے - چنانچہ قیس کا والد یہ پیشکش کرتا ہے

کہ قیس کو یہاں بلایا جائے'۔ اور دیکھا جائے کہ کیا وہ دیوانہ ہے یا نہیں ——— اس واقعہ کی طرف نظیر اکبر آبادی کے ہاں اشارہ بھی ملتا ہے۔ مگر یہاں نہ تو قیس کا والد یہ پیشکش کرتا ہے کہ قیس کو بلایا جائے، اور نہ ہی لیلیٰ کا والد ——— کیونکہ نظیر اکبر آبادی کے ہاں قیس کا والد لیلیٰ کا رشتہ مانگنے کے لیئے خود نہیں جاتا۔ بلکہ مشاطہ کو بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ جب لیلیٰ کے والدین شادی سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ قیس دیوانہ ہے تو خود مشاطہ یہ تجویز کرتی ہے کہ قیس کو یہاں لایا جائے':

مشاطہ جب یہ سن کے ادھر سے ادھر پھری ——— سنتے ہیں وہ تو رہتا ہے وحشی سا ہر گھڑی ٥٥

سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں اس کی دیوانگی ——— ان سے کہا تو یاں سے یہ کہہ بھیجا ہر گھڑی ٥٥

باور نہ ہو تو اپنی تم آنکھوں سے دیکھ لو ——— کچھ خوف مت کرو اُسے بردم پر دیکھ لو ٥٥

نظیر اکبر آبادی کے قصے میں خود مشاطہ لیلیٰ سے رشتہ مانگنے کے لیئے جاتی ہے۔ اور یہ بعید از قیاس نہیں اس لیئے کہ قدیم زمانے سے کیا، بیس بچیس سال پہلے میرے ملک [مصر] میں یہ چیز ہوا کرتی تھی کہ کوئی مخصوص عورت [جس کو خاطبہ: منگنی کرنے والی، کہا جاتا تھا] شادی کا کام خود کرواتی تھی۔ بس اس کو یہ بتایا جاتا تھا کہ ہمارا بیٹا یا بیٹی ہے۔ اس کے لیئے دلہن یا دلہا کی ضرورت ہے۔ اور اس کو تصویر بھی دی جاتی تھی۔ پھر خاطبہ خود تلاش کرلیتی تھی یہاں تک کہ مناسب دلہن یا دلہا مل جائے' ——— یہ رسم برعظیم میں اب بھی موجود ہے۔

بہرحال نظیر اکبر آبادی کے قصے میں تجدید کا میدان محدود رہا اس لیئے کہ اس نے پورے قصے کو منظوم نہیں کیا، بلکہ اس کا صرف ایک حصہ نظم کیا۔

"لیلےٰ مجنوں"

نظیر اکبر آبادی (۲۸۸)

نظیر اکبر آبادی نے لیلیٰ مجنوں کا قصہ صنف مخمس ترکیب بند میں لکھا۔

اس کے شروع میں حمد و نعت کے اشعار لکھے گئے پھر اصل قصہ بیان کیا گیا۔ وہ یوں کہ جب قیس پیدا ہوا تو اس کے ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ قبیلے کے لوگ ان کو مبارکباد دینے کے لیئے آئے۔ اور سب کے سب شاداں و فرحاں تھے۔ مگر قیس جب نومولود تھا تو اس کی حالت یہ تھی:

○○ لیکن وہ ماں کی گود میں آکر نہ سوتا تھا — ہر وقت شور کرتا تھا، ہر لحظہ روتا تھا

○○ مادر تھپک تھپک کے سلاتی تھی کر کے پیار — پھرتا تھا باپ فال دیکھاتا بہ چشم زار

○○ تعویذ ڈالتا تھا گلے بیچ بے شمار — لیکن اسے قرار نہ آتا تھا زینہار (۲۸۹)

قیس کی اس حالت کی وجہ سے والدین بہت پریشان تھے۔ مگر کچھ معلوم نہ تھا کہ بچہ ہمیشہ کیوں روتا رہتا ہے —— ایک بزرگ فقیر وہاں رہتا تھا جس کے پاس قیس کے والد نے جاکر سارا قصہ سنایا۔ جونہی فقیر نے قیس کے والد کی بات سنی تو اس نے آہ بھری۔ اشکبار ہوگیا پھر اسے کہا:۔

○○ دکھ پانے والے لڑکے جو دنیا میں آتے ہیں — لچھن سب ان کے پہلے ہی پہچانے جاتے ہیں

○○ لڑکا ترا یہ عاشق سرشار ہووے گا — محفل میں عاشقوں کی نمودار ہووے گا

○○ زلفوں میں نازنیں کی گرفتار ہووے گا — چشم کرشمہ ساز کا بیمار ہووے گا

○○ ناز و ادا کا دل سے خریدار ہووے گا — دیدار خوبرو کا طلب گار ہووے گا

○○ رمزوں سے عاشقی کی خبردار ہووے گا — رسوائے شہر و کوچۂ و بازار ہووے گا (۲۹۰)

پھر بزرگ فقیر نے یہ تجویز کیا کہ:۔

○○ تدبیر یہ نہ رونے کی اس کے کیا کرو — تم گل رخوں کی گود میں اس کو دیا کرو (۲۹۱)

چنانچہ جب والد گھر واپس گیا تو قیس کو حسیناؤں کے حوالے کر دیا۔

اور واقعی قیس نے رونا دھونا موقوف کر دیا جس کی وجہ سے اس کے والدین کو سکون و اطمینان آ گیا ——

— جب قیس کچھ بڑا ہو گیا تو اسے مکتب میں بٹھایا گیا۔ لیکن مکتب میں پھر دوبارہ اس پر وہی حالت طاری ہو گئی، یعنی گریہ و زاری کا معاملہ —— بہر حال مکتب میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ یہ سب خوبصورت اور حسین تھے۔ لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نام لیلیٰ تھا۔ جب قیس کی نظر لیلیٰ پر پڑی تو وہ اس پر فریفتہ ہو گیا۔

اور لیلیٰ بھی قیس کی محبت میں گرفتار ہوگئی ۔ دونوں پر محبت کی نشانیاں نمودار ہونے لگیں : قیس نہ تو پڑھائی کی طرف مائل تھا اور نہ ہی لکھنے کی طرف توجہ دیتا تھا ۔ اسی طرح لیلیٰ بھی گھر میں اکثر رویا کرتی تھی ۔ اور جب کوئی اس سے رونے کا سبب پوچھتا تو وہ کہتی کہ میری آنکھ میں پلک کا بال گر گیا ہے ۔

ایک دن لیلیٰ مکتب میں نہ آئی تو قیس پریشان ہوگیا ۔ وہ تمام رات خستہ و شکستہ اور حزین و غمگین رہا ۔ اس کی آنکھیں اشک بار رہیں ۔ اور اپنے دل سے یہ کہتا رہا کہ اے دل! مجھے یقین ہے کہ :۔

°° لیلیٰ کا میرے پاس جو آنا نہ ہووے گا — تو میری زندگی کا ٹھکانا نہ ہووے گا (۲۹۲)

لیلیٰ بھی قیس کی جدائی میں حزین و مغموم تھی ۔ مگر وہ مجبور تھی ۔ جب مکتب سے اس کی غیر حاضری کا عرصہ طویل ہوگیا تو قیس کی حالت بگڑنے لگی ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اکثر خفا رہتا، اور روتا رہتا ۔ خموش رہتا، اور کسی سے بات نہیں کرتا تھا ۔ کبھی کبھار وہ گھر کی چھت پر بیٹھتا اور ہوا سے ہم کلام ہو کر اس کو لیلیٰ کے لیئے پیغام دیتا تھا :۔

°° گھبرا کے تھا کبھی جو سر بام بیٹھتا — کہتا ہوا سے اس گھڑی لیلیٰ کے پاس جا
°° کہیو میری طرف سے کہ اے شوخ دلربا — تیغ نگہ سے تونے جو بسمل مجھے کیا
°° کیوں مجھ سے روٹھ بیٹھی ہے خاطر میں ہو جفا — اے نازنیں بتا ہوئی تقصیر مجھ سے کیا
°° لازم ہے ایک بار تو میرے کنے پھر آ — آ کر کسی بہانے سے پھر منھ مجھے دکھا (۲۹۳)

کبھی کبھی قیس، باغ میں جاتا ۔ اور لیلیٰ کو یاد کر کے رو پڑتا تھا ۔ چنانچہ باغ میں جب وہ نرگس کو دیکھتا تو لیلیٰ کی آنکھیں یاد آجاتیں ۔ وہ سنبل کو دیکھتا تو لیلیٰ کے بالوں کی یاد آجاتی اور سرو کو دیکھتا تو قد لیلیٰ تصور میں آجاتا تھا ——— آخر کار لیلیٰ مکتب میں آئی ۔ اور اس کے ساتھ ہی محبت کے دن بھی لوٹ آئے ۔ مگر جب قیس اور لیلیٰ مکتب سے رخصت ہوتے تو دونوں اداس ہو جاتے تھے ۔ اور کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کے شام تک ساتھ بیٹھتے اور باتیں کرتے رہتے تھے ۔

آخر محبت کوئی چھپنے والی چیز نہیں ۔ تھوڑے عرصے کے بعد قیس اور لیلیٰ کا راز لوگوں پر منکشف ہوگیا ۔ اور ان کا قصہ زبان زد عام و خاص ہوگیا ۔ لیلیٰ کے ماں باپ تک بھی یہ بات پہنچی جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوگئے ۔ ماں باپ نے لیلیٰ کو بڑی ملامت کی ۔ اور پھر اس کو مکتب جانے سے روک دیا ۔ اس جدائی میں مجنوں اور لیلیٰ دونوں کی حالت نظیر اکبر آبادی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں :۔

°° بے بس ہو گھر میں بیٹھ رہی جب تو وہ صنم — ہوش و حواس کر گئے خاطر سے اس کی رم

۰۰ مجنوں کی یاد صفحۂ دل پر جو تھی رقم — مجنوں ہی مجنوں لکھی تھی دل میں بدرد وغم

۰۰ لیلیٰ کی یاد مجنوں پہ کرتی تھی یاں ستم — تختی کہیں پڑی تھی پڑے تھے کہیں قلم

۰۰ لیلیٰ کی شکل پھرتی تھی آنکھوں میں ہر قسم — واں ایک پل قرار نہ یاں چین ایک دم

۰۰ دونوں کے صحن دل میں جو بیتابی ہوتی تھی — واں مجنوں مجنوں ہوتا تھا یاں لیلیٰ لیلیٰ تھی (۲۹۴)

لیلیٰ کی جدائی میں مجنوں گھر سے باہر مارا مارا پھرتا تھا۔ چنانچہ اس کے پاؤں میں زنجیر ڈالی گئی۔ مگر زنجیر کی صدا سے مجنوں کی دیوانگی اور بڑھی۔ آخر مجنوں سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوسکا۔ اور اس نے صحرا کا رخ کیا۔ جہاں وہ مارا مارا پھرتا رہا [صبح شام؟] ——— اگر کبھی اس کا والد اس کے پاس جاتا تو قیس اس کو پہچان نہ سکتا تھا۔ اس کے باوجود قیس کبھی کبھی لیلیٰ کے محلے میں جاتا اور چھپ چھپ کے لیلیٰ سے ملتا۔ — لیلیٰ بھی قیس سے ملنے کے لیے بہانہ بناتی تھی ——— ایک عرصے تک یہی حالت رہی۔ مگر جوش محبت نے قیس کو چین وراحت لینے نہیں دیا۔ اور لیلیٰ کی یاد نے اس پر بہت ستم کیا!۔

۰۰ کہتا تھا دم بدم مری دلدار لیلیٰ ہے — اس خستہ دل کی مونس وغمخوار لیلیٰ ہے

۰۰ محفل میں دلبروں کے نمودار لیلیٰ ہے — خوبی و دلبری میں چمن زار لیلیٰ ہے

۰۰ ناز وادا کی گرمی بازار لیلیٰ ہے — خوبانِ نازنین میں فسوں کار لیلیٰ ہے

۰۰ محبوب گل رخوں کی وفادار لیلیٰ ہے — مجنوں کی عاشقی کے سزاوار لیلیٰ ہے

۰۰ لیلیٰ ہی کی ادا پہ مرا دل نثار ہے — لیلیٰ ہی کی نگہ مرے سینے سے پار ہے (۲۹۵)

جب قیس کے ماں باپ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ قیس کی شادی لیلیٰ سے کروائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے لیلیٰ کے گھر شادی کا پیغام بھیج دیا۔ مگر لیلیٰ کے ماں باپ نے یہ کہتے ہوئے اس شادی سے انکار کیا کہ قیس دیوانہ ہے ——— اس تہمت کو دور کرنے کے لیے، قیس کو نہلا دھلا کر اور نئے نئے کپڑے پہنا کر لیلیٰ کے گھر بلایا گیا۔ قیس کو بڑے احترام سے بٹھایا گیا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور لیلیٰ کے گھر والوں کو یہ یقین ہوگیا کہ قیس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سب جھوٹ ہے کیونکہ اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی جس سے اس کے جنوں کا پتہ چل سکے۔ مگر بدقسمتی سے!۔

۰۰ کہتے ہیں ایک سگ کہیں لیلیٰ نے پالا تھا — ناگاہ جب وہ قیس کی اس جا نظر پڑا

۰۰ مجنوں نے سر کو پاؤں پہ اس سگ کے رکھ دیا — کر پیار اس کو اپنے گلے سے لگا لیا

۰۰ رومال وہ زری کا اسی کو اڑھا دیا — گودی میں اپنے پیار سے جلدی بٹھا لیا

۰۰ ہاتھ اپنا اس کے سر پر کبھی پیٹھ پر رکھا — بے اختیار ہو کے اسے جب تو یہ کہا

○○ تو جس کے پاس ہے مجھے اس سے جدائی ہے　　مدت میں تیری شکل نظر مجھ کو آئی ہے (۲۹۶)

لیلیٰ کے گھر والوں نے جب قیس کی یہ حالت دیکھی تو ان کو قیس کے جنوں کا یقین آ گیا۔ اور انہوں نے شادی سے مکمل طور پر انکار کر دیا ــــــ اب قیس کا جنوں حد سے باہر ہو گیا۔ وہ ہمیشہ کوچۂ لیلیٰ میں جاتا، بے تابیاں جتاتا، اور غل مچاتا تھا۔ اپنے کپڑوں کو پھاڑتا تھا۔ اور لڑکے اس کا پیچھا کرتے تھے ــــ لیلیٰ بھی قیس کی جدائی میں بہت غمزدہ تھی۔ اس کے پاس اس کی سہیلیاں جب آتی تھیں تو وہ ان سے بات نہیں کرتی تھی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ وہ انہیں خبردار کرتی تھی کہ دوبارہ اس کے پاس نہیں آنا :-

○○ زنہار میرے پاس نہ آیا کرو کبھی　　صحبت مجھے کسی کی نہیں لگتی ہے بھلی (۲۹۷)

محبت میں مجنوں اور لیلیٰ کا حال ایسا ہو گیا کہ جو کچھ مجنوں کو ہو جاتا تھا وہ لیلیٰ کو بھی ہو جاتا :-

○○ یک رنگ دوستی میں رہے دونوں بر ملا　　جو اس پہ ہو گیا وہی اس پر گذر گیا

○○ جو اس کے پا میں پھرتے ہوئے آبلا پڑا　　گھر بیٹھے اس کے پاؤں میں کانٹا وہیں چبھا

○○ مجنوں کے روئیں روئیں میں لیلیٰ گئی سما　　لیلیٰ کے بند بند میں مجنوں ہی بھر گیا

○○ چاہت کے ان سے کام بہت نیک ہو گئے　　دونوں میں کچھ دوئی نہ رہی ایک ہو گئے (۲۹۸)

ایک دفعہ علاج معالجے کی خاطر لیلیٰ کی فصد کھولی گئی تو صحرا میں مجنوں کے ہاتھ سے خون جاری ہو گیا جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو بہت حیرت ہوئی :-

○○ حیرت ہوئی ہر ایک کو جب یہ ہوا عیاں　　حیرت نہیں یہ چاہ کی ہیں پختہ کاریاں

○○ جب پختگی میں چاہ کا ہوتا کمال ہے　　واں ہوتا پھر تو دوستو ایسا ہی حال ہے (۲۹۹)

نظیر اکبر آبادی نے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو ان اشعار پر ختم کیا ہے :-

○○ قصہ تو لیلیٰ مجنوں کا ہے دوستو بڑا　　تھوڑا سا اس کتاب سے میں نے بھی یہ لکھا (۳۰۰)

پھر آخر میں ایک دو شعر میں نظیر نے قصے کو نظم کرنے کا سبب بیان کیا :-

○○ اتنے سخن میں رکھتا تھا کب طبع کو رسا　　کچھ بیٹھے بیٹھے یہ بھی مرے جی میں آ گیا

○○ سچ پوچھو تو زمانے کا ہے اعتبار کیا　　ہے راحت بہار سے رنج خزاں لگا

○○ لیلیٰ تو اٹھ گئی وہیں مجنوں بھی چل بسا　　آگے نظیر اس کا بیاں اب کروں میں کیا

○○ کاغذ میں نام ان کا با رقام رہ گیا　　آخر کو دونوں جاتے رہے نام رہ گیا (۳۰۱)

اردو زبان کے شعرا کے ہاں "قصۂ لیلیٰ مجنوں" کے مطالعے کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قصہ جو قدیم ادب عربی میں (یہاں صوفی ادب شامل نہیں)، محض ایک عذری محبت (پاکدامنی پر مبنی محبت) کا قصہ تھا، جو ایک حساس شاعر کو پیش آیا۔ اور اس حساس شاعر کو محبوبہ کے وصال کے راستے میں کچھ ایسے حالات پیش آئے جو اس کے ذہنی توازن کے فقدان کا سبب بنے۔ اس عذری محبت نے ایسے عمدہ اور خوبصورت اشعار کو جنم دیا جو دل کی گہرائیوں میں پہنچ جاتے ہیں ——— یہی قصہ جب صوفی شعراء کے توسط سے فارسی ادب میں منتقل ہوا تو یہ خالصتاً تصوف کے رنگ میں رنگا گیا۔ صوفی شعراء نے اس قصے کو ایسے انداز میں منظوم کیا کہ یہ پوری طرح تصوف کے اسرار و رموز اور عقائد و نظریات کا ترجمان بن گیا۔ اور خاص طور پر صوفیائے کرام کے عشق و محبت پر مبنی "فنا فی اللہ" ہوجانے اور نظریہ وحدت الوجود کا نمائندہ بن گیا۔ چنانچہ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ قصہ عشق الٰہی کا مظہر بن گیا۔

فارسی کے تتبع میں یہ قصہ ان شعراء کے ہاتھوں اردو ادب میں منتقل ہوا جو تصوف اور عشق الٰہی میں ممتاز تھے۔ ان شعراء نے بھی اسی غرض (یعنی تصوف اور اس کے اسرار و رموز کی تشریح کی غرض) کے تحت اسے منظوم کرنے کا بیڑا اُٹھایا ——— اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کلاسیکی اردو شعراء کو فارسی زبان و ادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ انہوں نے اس قصے کی تمام فارسی منظومات کا مطالعہ کیا ہو جن میں سر فہرست نظامی گنجوی، امیر خسرو، عبدالرحمان جامی، اور ہاتفی کے منظومے تھے ——— پس اردو شعراء نے ان منظومات کی تقلید کرتے ہوئے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کو منظوم کیا ——— چنانچہ ہوس نے، اور اسی طرح نامی نے اپنے منظوموں میں نظامی گنجوی کے منظومے ہی کی تقلید کی ——— مگر جس منظومے کو اردو شعراء کے ہاں پذیرائی حاصل ہوئی، وہ ہاتفی کا منظومہ ہے۔ جس کی وجہ، ہمارے نزدیک، یہ ہے کہ ہاتفی کے قصے میں ایسے واقعات ہیں جو صوفیائے کرام کے خیالات سے گہری مطابقت رکھتے ہیں۔ اور تصوف کے اسرار و رموز کی تشریح کے سلسلے میں ان کے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

ان واقعات کی مثال وہ واقعات ہیں جن میں مجنوں کی طرف سے لیلیٰ کی ملاقات کی کوششوں کا ذکر ہے، یا جن میں لیلیٰ کے مجنوں سے، صغر سنی میں، عشق کا بیان ہے جبکہ ابھی اسے یہ پتہ ہی نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہوتی ہے ——— یا وہ واقعہ جس میں لیلیٰ، خواب میں، قیس کو پھولوں کا ایک دستہ پیش کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ——— یا پھر وہ واقعہ جس میں لیلیٰ کے مجنوں کو خواب میں مرا ہوا نظر آنے کا بیان ہے ——— یا اسی طرح کے دیگر واقعات جو صوفی حضرات کے مزاج، اور ان کے خیالات سے موافقت رکھتے ہیں۔

اس کے باوجود ہم وثوق سے یہ دعویٰ کرسکتے ہیں کہ اگرچہ اردو شعراء نے "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے ضمن میں فارسی شعراء کی تقلید کی ہے، مگر انہوں نے اپنی طرف سے اسے بڑی عمدگی سے نبھایا، اور جدت پسندی سے کام لیتے ہوئے اس میں کچھ ایسے واقعات کا اضافہ کیا جو قاری کو ان کے افکار و خیالات سے بہرہ ور کرتے ہیں ——— ——— مثلاً قیس کا، لیلیٰ کے لئے چھ ماہ تک ایک جگہ انتظار کرنا، یہاں تک کہ اس کے جسم پر گھاس اُگ آئی۔ اور اس قسم کے واقعات، جن سے عاشق کے عشق میں پرخلوص ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

لہٰذا اس قصے کے سلسلے میں جو مثنویات، اردو شعراء نے قلمبند کی ہیں وہ نہ تو تصوف کے اعتبار سے فارسی شعراء کی مثنویات سے کم ہیں، اور نہ ہی ادبی پہلو سے ——— اور یہ مثنویات اردو ادب کے ورثے میں ایک نہایت عمدہ اضافہ شمار کی جاتی ہیں۔

۱- ابراہیم بسیونی، ڈاکٹر، - نشأة التصوف الإسلامی - صفحہ ۲۱۹ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۶۹ء -

۲- عبدالستار فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۷۰ - قطعہ ۱۵۵ - قاہرۃ - مصر -

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَىٰ :: أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارِ

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي :: وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارِ

۳- ابراہیم بسیونی، ڈاکٹر، نشأة التصوف الإسلامی - صفحہ ۲۲۲ - قاہرۃ - مصر - ۱۹۶۹ء -

۴- عاجز - لیلیٰ مجنوں، مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خان - صفحہ ۱ - حیدرآباد - انڈیا - ۱۹۷۲ء -

۵- حافظ محمود شیرانی - پنجاب میں اردو - مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی - صفحہ ۱۹۳-۱۹۴ - لاہور - ۱۹۷۲ء -

۶- عاجز - لیلیٰ مجنوں، مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خان - صفحہ ۲ - حیدرآباد - انڈیا - ۱۹۷۲ء -

۷- أیضاً - صفحہ ۲ -

۸- أیضاً - صفحہ ۳۴ -

۹- ایضاً - صفحہ ۳۰ -

۱۰- ایضاً - صفحہ ۳۳ -

۱۱- نصیر الدین ہاشمی - کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات - صفحہ ۸۸ - حیدرآباد دکن - ۱۹۶۱ء -

۱۲- ایضاً - صفحہ ۱۲۷ - ۱۲۸ -

۱۳- فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو کی منظوم داستانیں - صفحہ ۴۳۳ -

۱۴- عاجز، سترھویں صدی کے نصف اول کا شاعر ہے - اس کی زندگی کے حالات پر گہری تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے - دکنی شعراء میں عاجز تخلص کرنے والے شعراء کافی تعداد میں ہیں - لیکن بقول ڈاکٹر غلام عمر خان کے، یہ ان شاعروں کے علاوہ کوئی اور شاعر تھا - غالباً شعرائے دکن میں، عاجز تخلص کرنے والوں میں، وہ قدیم ترین شاعر تھا - عاجز کی زبان، اور اس کے ذخیرۂ الفاظ کے عام میلان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گولکنڈہ کا شاعر تھا - اس کی مثنوی میں بادشاہ وقت کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاجز کو دربار شاہی سے کوئی واسطہ نہ تھا - مثنوی میں ایک سے زائد مقامات پر اس نے دعا کی ہے کہ خدا اس کے گناہوں کو معاف کرے - اور اس کی عاقبت بخیر کرے - اس قسم کے اشعار کے بار بار اعادہ سے خیال ہوتا ہے کہ شاعر گہرے مذہبی رجحانات کا آدمی ہوگا - اور شاید اس مثنوی کی تصنیف کے وقت معمر، یا ڈھلتی ہوئی عمر کا آدمی ہوگا - مثنوی کے متن میں متعدد مقامات پر قرآن اور حدیث کے حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ عاجز اپنے عہد کے مروجہ علوم سے بہرہ ور تھا - بحوالہ مثنوی لیلیٰ مجنوں - مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خان رقعہ ۱۳

۱۵- عاجز - لیلیٰ مجنوں - مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خان - صفحہ ۵۷ - انڈیا - ۱۹۶۷ء -

۱۶- ایضاً - صفحہ ۵۸ -

۱۷- ایضاً - صفحہ ۶۰ -

۱۸- ایضاً - صفحہ : ۶۱-۶۲ -

۱۹- أیضاً - صفحہ : ۶۳ -

۲۰- ایضاً - صفحہ : ۶۵ -

۲۱- ایضاً - صفحہ : ۶۷-۶۸

۲۲- ایضاً - صفحہ : ۷۰ -

۲۳- ایضاً - صفحہ : ۷۱ -

۲۴- ایضاً - صفحہ : ۷۱ -

۲۵- ایضاً - صفحہ : ۷۱ -

۲۶- أیضاً - صفحہ : ۷۳، ۷۴ -

۲۷- أیضاً - صفحہ : ۷۴ -

۲۸- أیضاً - صفحہ : ۷۷ -

۲۹- أیضاً - صفحہ : ۷۹ -

۳۰- ایضاً - صفحہ : ۸۱ -

۳۱- ایضاً - صفحہ : ۸۲ -

۳۲- ایضاً - صفحہ ۸۳ -

۳۳- ایضاً - صفحہ : ۸۴ -

۳۴- ایضاً - صفحہ : ۸۸

۳۵- ایضاً - صفحہ : ۸۹-۹۰

۳۶- أیضاً - صفحہ : ۹۲-۹۳ -

۳۷- ایضاً - صفحہ : ۹۴-۹۵

۳۸- ایضاً - صفحہ : ۱۰۹ -

۳۹- ایضاً - صفحہ : ۱۱۰ -

۴۰- ایضاً - صفحہ : ۱۱۱ -

۴۱- ایضاً - صفحہ : ۱۱۶ -

۴۲- ایضاً- صفحہ ۱۱۷-

۴۳- ایضاً - صفحہ ۱۲۱-

۴۴- عبداللہ واعظ بن اسحاق اٹھارویں صدی عیسوی کا دکنی شاعر تھا- اس کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ملتیں- البتہ اس نے مثنوی میں بتایا کہ اس نے اس قصے کو گونڈل (حال صوبۂ بمبئی) میں بوقت ظہر، بروز پیر، دس صفر ۱۱۹۶ ہجری، [مطابق ۲۵ جنوری ۱۷۸۲ء] کو لکھنا شروع کیا- اور ایک ماہ قمری کے بعد، بوقت ظہر، بروز ہفتہ دس ربیع الاول ۱۱۹۶ھ [مطابق ۲۲ فروری، ۱۷۸۲ء] دھوراجی [حال صوبۂ بمبئی میں ختم کیا- بحوالہ اردو کی قدیم منظوم داستانیں- خلیل الرحمٰن داودی، ، واعظ کی مثنوی لیلیٰ مجنوں- صفحہ ۸۳-

واعظ کی یہ مثنوی نسبتاً کچھ مختصر ہے- اور ۳۵۵ اشعار پر مشتمل ہے-

۴۵- خلیل الرحمٰن داودی- اردو کی قدیم منظوم داستانیں- صفحہ ۸۶- جلد اول- لاہور-

۴۶- ایضاً- صفحہ: ۸۷-

۴۷- ایضاً- صفحہ: ۸۸-

۴۸- ایضاً- صفحہ: ۸۹-

۴۹- ایضاً- صفحہ: ۹۰-

۵۰- ایضاً- صفحہ: ۹۰-

۵۱- ایضاً- صفحہ: ۹۳-

۵۲- ایضاً- صفحہ: ۹۴-۹۵-

۵۳- ایضاً- صفحہ: ۹۷-

۵۴- ایضاً- صفحہ: ۱۰۳-

۵۵- ایضاً- صفحہ: ۱۰۷-

۵۶- ایضاً- صفحہ: ۱۱۶-

۵۷- ایضاً- صفحہ: ۱۱۹-

۵۸- ایضاً- صفحہ: ۱۲۰-

۵۹- ایضاً- صفحہ: ۱۲۴-

۶۰- ایضاً- صفحہ: ۱۲۶-

۶۱- ایضاً - صفحہ: ۱۲۶-

۶۲- ایضاً - صفحہ: ۱۲۷-

۶۳- ایضاً - صفحہ: ۱۲۷-

۶۴- ایضاً - صفحہ: ۱۳۰-

۶۵- ایضاً - صفحہ: ۱۳۱-

۶۶- ایضاً - صفحہ: ۱۳۲-

۶۷- ایضاً - صفحہ: ۱۳۲-

۶۸- ایضاً - صفحہ: ۱۳۳-

۶۹- ایضاً - صفحہ: ۱۳۴-

۷۰- تجلی کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ تذکروں میں نہیں ملتے - بلکہ معاصر و متاخر تذکروں میں بہت کم ایسے ہیں جن میں اس کے مجمل حالات ملتے ہوں - تجلی کی عرفیت "میاں حاجی" تھی - نام کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے - تجلی، میر محمد حسین کلیم کا بیٹا تھا جو میر تقی میر کا بہنوئی تھا - تجلی کا پیشہ سپاہ گری تھا - اسی میں اس نے اپنی ساری زندگی بسر کی - دہلی میں اس کا قیام عرب سرائے میں تھا - تجلی ۱۱۶۰ھ اور ۱۱۷۰ھ کے مابین کسی سن میں پیدا ہوا - اور ۱۲۱۳ھ (۹۹-۱۷۹۸ء) کے لگ بھگ اس کی وفات ہوئی - تذکرہ نگاروں نے تجلی کے اخلاق و کردار کی بڑی تعریف کی ہے - سرور کی رائے میں وہ "جوان یار باش و خوش خلق" اور "بسیار خوش اختلاط و متواضع" تھا - تجلی کو شاعر کی حیثیت سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی - تذکرہ نگاروں نے نہ صرف اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے، بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ اس کے اشعار لوگوں کے زبان زد تھے -

بحوالہ: جائزہ مخطوطات اردو - جناب مشفق خواجہ - جلد اول - صفحہ ۷۹۷ - ۷۹۸ -

۷۱- تجلی - لیلیٰ مجنوں - قلمی نسخہ - ورق ۷، ب

۷۲- ایضاً - ورق: ۱۱، ب - ۱۲، ا -

۷۳- ایضاً - ورق: ۱۳، ب

۷۴- ایضاً - ورق: ۱۷، ب

۷۵- ایضاً - ورق: ۱۹، ب

۷۶- ایضاً - ورق: ۲۱، ب - ۲۲، ا -

۷۷- ایضاً - ورق: ۲۲، ا -

۷۸- ایضاً - ورق: ۲۴، ب -

۷۹ - ایضاً - ورق: ۲۶، الف -

۸۰ - ایضاً - ورق: ۲۶، الف - ۲۶، ب -

۸۱ - ایضاً - ورق: ۲۷، الف -

۸۲ - ایضاً - ورق: ۲۸، ب -

۸۳ - ایضاً - ورق: ۳۳، الف -

۸۴ - ایضاً - ورق: ۳۴، الف -

۸۵ - ایضاً - ورق: ۳۷، الف -

۸۶ - ایضاً - ورق: ۴، ب -

۸۷ - ایضاً - ورق: ۴۷، ب -

۸۸ - ایضاً - ورق: ۵۰، الف -

۸۹ - ایضاً - ورق: ۵۱، ب -

۹۰ - ایضاً - ورق: ۵۶، ب -

۹۱ - ایضاً - ورق: ۵۷، الف -

۹۲ - ایضاً - ورق: ۶۲، الف - ۶۲، ب -

۹۳ - ایضاً - ورق: ۶۲، ب -

۹۴ - ایضاً - ورق: ۶۲، ب -

۹۵ - ایضاً - ورق: ۶۲، ب -

۹۶ - ایضاً - ورق: ۶۵، ب - ۶۶، الف -

۹۷ - ایضاً - ورق: ۶۸، ب -

۹۸ - ایضاً - ورق: ۶۹، ب -

۹۹ - ایضاً - ورق: ۷۱، الف -

۱۰۰ - نجیب کے بارے میں تذکروں میں کوئی معلومات نہیں ملتیں - تذکروں میں صرف ایک نجیب کا نام آیا ہے، یعنی نجیب: میر بہادر علی - شاگرد فراق - سارے تذکروں میں اس جملے کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا - مثنوی میں وہ بار بار اپنا نام نجیب ہی لکھے - اس کے علاوہ کوئی اور معلومات نہیں - بلوم ہارٹ نے ۱۰۲ اپنے کیٹلاگ :-
Catalogue of the Hindi , Punjabi and Hindustani Manuscripts in

the Library of the British Museum, page NO: 73 - LONDON, 1899: میں لکھا ہے
(No record has been found of the auther who writes under the کہ
TAKHALLUS, Najib .)

عبدالغفور نساخ اپنے تذکرہ سخنِ شعرا کے صفحہ ۵۰۵ میں یہ لکھا: نجیب، تخلص، میر بہادر علی شاگرد فراق پھر یہ شعر لکھا:
ⵔⵔ اگر حنا ترے ہاتھوں سے خونبہا دل کا ؎ تو لوں گا دست نگارین سے خونبہا دل کا۔

۱۰۱ - نجیب - لیلیٰ مجنوں - قلمی نسخہ - ورق : ۳، ب -

۱۰۲ - أیضاً - ورق : ۴، ب - ۵، أ

۱۰۳ - أیضاً - ورق : ۸، ب - پہلا شعر مخطوطہ نمبر (۲) میں اس طرح آیا ہے :
ⵔⵔ کبھو وہ اوسے دیکھتی سر جھکا کبھو وہ اوسے دیکھتا مسکرا -
"مخطوطہ (۲) - ورق : ۸، أ " - پانچواں شعر کے پہلے مصرع میں، مخطوطہ نمبر (۲) کے مطابق، (کر) نہیں آیا : "مخطوطہ (۲) ورق ۸، ب" —— ساتواں شعر کا دوسرے مصرع میں "تو" کی جگہ "بس" آیا ہے : "مخطوطہ (۲) - ورق ۸، ب" - اور آخری شعر کا دوسرا مصرع اس طرح آیا ہے : کہ ہوں شب کی شب یہاں سے دونو جدا ؏ - مخطوطہ (۲) ورق، ۸، ب

۱۰۴ - أیضاً - ورق : ۹، ب

۱۰۵ - أیضاً - ورق : ۱۱، أ - ۱۱، ب - ۱۲، أ -
مخطوطہ نمبر (۲) میں چودھواں شعر اس طرح آیا ہے :
ⵔⵔ سمجھو نہ اس بات کو سرسری یہاں بھی پتری، اور وہاں بھی پتری
"مخطوطہ (۲) - ورق : ۱۲، أ" —— آخری شعر کا پہلا مصرع اس طرح آیا ہے :
؏ جو کوئی مجھی سے سو طرح سے کہے - "مخطوطہ (۲) - ورق ۱۲، ب" -

۱۰۶ - أیضاً - ورق : ۱۳، أ -

۱۰۷ - أیضاً - ورق : ۱۶، أ -

۱۰۸ - أیضاً - ورق : ۱۷، أ -

۱۰۹ - أیضاً - ورق : ۱۷، ب -

۱۱۰ - أیضاً - ورق : ۱۸، ب -

۱۱۱ - أیضاً - ورق : ۲۰، أ -

۱۱۲ - أیضاً - ورق : ۲۱، ب -

۱۱۳- أیضاً - ورق : ۲۲، ب-

۱۱۴- أیضاً - ورق : ۲۳، ب -

۱۱۵- أیضاً - ورق : ۲۳، ب -

۱۱۶- أیضاً - ورق : ۲۳، ب -

۱۱۷- أیضاً - ورق : ۲۴، الف -

۱۱۸- أیضاً - ورق : ۲۴، الف -

۱۱۹- أیضاً - ورق : ۲۴، ب -

۱۲۰- أیضاً - ورق : ۲۵، الف -

۱۲۱- أیضاً - ورق : ۲۵، ب -

۱۲۲- أیضاً - ورق : ۲۶، ب -

۱۲۳- أیضاً - ورق : ۲۷، الف -

۱۲۴- أیضاً - ورق : ۲۷، الف -

۱۲۵- أیضاً - ورق : ۲۷، الف -

۱۲۶- أیضاً - ورق : ۲۷، ب - ۲۸، الف - گیارھواں شعر کا دوسرا مصرع، مخطوطہ(۲) میں اس طرح آیا ہے : دو کا ہر طرف سبزۂ گاہ کا ع - "مخطوطہ (۲) - ورق : ۳۰، ب -"

۱۲۷- أیضاً - ورق : ۲۹، الف -

۱۲۸- أیضاً - ورق : ۲۹، الف -

۱۲۹- أیضاً - ورق : ۲۹، الف — مخطوطہ(۲) میں، آخری شعر کا پہلا مصرع اس طرح آیا ہے:
ع میں مانع ہوں اور آپ مختار ہوں - " مخطوطہ (۲) - ورق ۳۱، ب"

۱۳۰- أیضاً - ورق : ۳۰، الف -

۱۳۱- أیضاً - ورق : ۳۰، الف -

۱۳۲- أیضاً - ورق : ۳۱، الف - ۳۱، ب -

۱۳۳- أیضاً - ورق : ۳۲، ب — مخطوطہ (۲) میں پانچواں اور چھٹا شعر موجود نہیں ہیں -
"مخطوطہ (۲) - ورق : ۳۵، ب -"

۱۳۴- أیضاً - ورق : ۳۶، ب - مخطوطہ (۲) میں پہلا مصرع اس طرح آیا ہے :

کہ بہت چاؤ سے اوٹھو جان ملول - "مخطوطہ (۲) - ورق: ۴۰، الف"

۱۲۵- أیضاً - ورق: ۳۸، الف-

۱۲۶- أیضاً - ورق: ۳۸، ب-

۱۲۷- أیضاً - ورق: ۳۹، الف - "مخطوطہ (۲) ورق: ۴۳، الف" میں دو سرا مصرع پہلے آیا ہے

۱۲۸- أیضاً - ورق: ۴۰، ب-

۱۲۹- أیضاً - ورق: ۴۱، الف-

۱۴۰- أیضاً - ورق: ۴۱، الف-

۱۴۱- أیضاً - ورق: ۴۲، ب-

۱۴۲- أیضاً - ورق: ۴۳، الف-

۱۴۳- أیضاً - ورق: ۴۳، ب-

۱۴۴- أیضاً - ورق: ۴۳، ب - ۴۴، الف-

۱۴۵- أیضاً - ورق: ۴۴، الف-

۱۴۶- أیضاً - ورق: ۴۴، الف-

۱۴۷- أیضاً - ورق: ۴۶، الف - ۴۶، ب-

۱۴۸- أیضاً - ورق: ۴۷، الف-

۱۴۹- أیضاً - ورق: ۴۹، الف-

۱۵۰- أیضاً - ورق: ۴۹، ب-

۱۵۱- أیضاً - ورق: ۵۰، الف - ۵۰، ب.

۱۵۲- أیضاً - ورق: ۵۱، ب - ۵۲، الف-

۱۵۳- أیضاً - ورق: ۵۲، الف -

۱۵۴- أیضاً - ورق: ۵۲، ب-

۱۵۵- أیضاً - ورق: ۵۲، ب-

۱۵۶- أیضاً - ورق: ۵۲، ب-

۱۵۷- أیضاً - ورق: ۵۳، الف-

۱۵۸- أیضاً - ورق: ۵۳، الف-

۱۵۹۔ نام مرزا محمد تقی خان تھا۔ وہ محمد شاہ بادشاہ کے دیوانِ خالصہ موتمن الدولہ اسحاق خان شوستری کا پوتا اور افتخار الدولہ مرزا علی دلاور جنگ کا بیٹا، اور احمد علی سوزان (شوکت جنگ) کا چھوٹا بھائی تھا۔ وہ شجاع الدولہ کی بیوی اور آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم کا حقیقی بھتیجا تھا۔ بقول خواجہ عبدالرؤوف عشرت، ہوس لکھنؤ میں ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) میں پیدا ہوا۔ مولوی سدن صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں ۶۸ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور کربلائے تال کٹورہ لکھنؤ میں دفن ہوا۔ ہوس ابتدا میں میر حسن کا، اور اس کی وفات کے بعد مصحفی کا شاگرد ہوا۔ مشہور شاعر طالب علی خاں عیشی اس سے ملازمت کا تعلق رکھتا تھا۔"

بحوالہ: جائزہ مخطوطات اردو۔ مشفق خواجہ۔ صفحہ: ۷۵۳-۷۵۴۔

۱۶۰- مرزا محمد تقی خان ہوس۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ صفحہ ۸۔ لکھنؤ۔ ۱۲۷۹ھ۔

۱۶۱- أیضاً۔ صفحہ: ۹۔

۱۶۲- أیضاً۔ صفحہ: ۹۔

۱۶۳- أیضاً۔ صفحہ: ۹۔

۱۶۴- أیضاً۔ صفحہ: ۱۰۔

۱۶۵- أیضاً۔ صفحہ: ۱۱۔

۱۶۶- أیضاً۔ صفحہ: ۱۱۔

۱۶۷- أیضاً۔ صفحہ: ۱۲۔

۱۶۸- أیضاً۔ صفحہ: ۱۲۔

۱۶۹- أیضاً۔ صفحہ: ۱۲۔

۱۷۰- أیضاً۔ صفحہ: ۱۳۔

۱۷۱- أیضاً۔ صفحہ: ۱۳۔

۱۷۲- أیضاً۔ صفحہ: ۱۷۔

۱۷۳- أیضاً۔ صفحہ: ۱۸۔

۱۷۴- أیضاً۔ صفحہ: ۱۸۔

۱۷۵- أیضاً۔ صفحہ: ۱۸۔

۱۷۶- أیضاً۔ صفحہ: ۱۹۔

۱۷۷- ایضاً - صفحہ : ۲۰ -

۱۷۸- ایضاً - صفحہ : ۲۱ -

۱۷۹- ایضاً - صفحہ : ۲۱ - ۲۲ -

۱۸۰- ایضاً - صفحہ : ۲۲ -

۱۸۱- ایضاً - صفحہ : ۲۳ -

۱۸۲- ایضاً - صفحہ : ۲۵ -

۱۸۳- ایضاً - صفحہ : ۳۱ -

۱۸۴- ایضاً - صفحہ : ۴۱ -

۱۸۵- ایضاً - صفحہ : ۴۶ -

۱۸۶- ایضاً - صفحہ : ۴۹ -

۱۸۷- ایضاً - صفحہ : ۴۹ -

۱۸۸- ایضاً - صفحہ : ۵۰ -

۱۸۹- ایضاً - صفحہ : ۵۸ - ۵۹ -

۱۹۰- ایضاً - صفحہ : ۵۹ -

۱۹۱- عاجز - مثنوی لیلیٰ مجنوں - مرتبہ ڈاکٹر غلام عمر خان - صفحہ ۱۲۴ - انڈیا - ۱۹۶۷ء -

۱۹۲- ایضاً - صفحہ : ۷۱ -

۱۹۳- عبداللہ ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - تاجیکستان - روس - صفحہ ۲۷ - ۱۹۶۲ء -

۱۹۴- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۸۷ -

۱۹۵- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۶۱ -

۱۹۶- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۹۰ -

۱۹۷- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۶۳ -

۱۹۸- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۹۵ -

۱۹۹- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۶۹ -

۲۰۰- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۰۶ -

۲۰۱- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۸۴ -

۲۰۲- عاجز- لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۱۶-

۲۰۳- ہاتفیؔ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۹۱-

۲۰۴- عاجز- لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۲۰-

۲۰۵- ہاتفیؔ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۹۶-

۲۰۶- أیضاً- صفحہ: ۲۱

۲۰۷- عاجز- لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۶۳-

۲۰۸- ہاتفیؔ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۳۶-۳۷-

۲۰۹- عاجز- لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۷۱-

۲۱۰- أیضاً- صفحہ: ۱۸-

۲۱۱- خلیل الرحمٰن داودی- اردو کی منظوم داستانیں - جلد اول - صفحہ ۱۱۸-

۲۱۲- أیضاً - صفحہ: ۱۳۴-۱۳۵-

۲۱۳- أیضاً- صفحہ: ۱۴۱-

۲۱۴- أیضاً - صفحہ: ۱۴۲-

۲۱۵- أیضاً - صفحہ: ۱۴۲-

۲۱۶- أیضاً - صفحہ: ۱۴۳-

۲۱۷- أیضاً- صفحہ: ۱۴۳-

۲۱۸- أیضاً - صفحہ: ۱۴۴- یہ قصہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف کی یاد دلاتا ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم أجمعین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا - صحابۂ کرام نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ بھی نہیں- آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں بھی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کی رحمت شامل حال ہو-

۲۱۹- أیضاً- صفحہ: ۱۴۶-

۲۲۰- أیضاً- صفحہ: ۱۴۸-

۲۲۱- أیضاً- صفحہ: ۸۶-

۲۲۲- أیضاً - صفحہ: ۹۱-

٢٢٣- أیضاً- صفحہ: ٩٦

٢٢٤- أیضاً- صفحہ: ٩٧-٩٨-

٢٢٥- أیضاً- صفحہ: ٩٩-

٢٢٦- أیضاً- صفحہ: ١١٩-

٢٢٧- أیضاً- صفحہ: ١١٥-

٢٢٨- أیضاً- صفحہ: ١١٦-١١٧-

٢٢٩- أیضاً- صفحہ: ٨٩-

٢٣٠- أیضاً- صفحہ: ٩٥-

٢٣١- أیضاً- صفحہ: ٩٥-

٢٣٢- أیضاً- صفحہ: ١٣٣-

٢٣٣- أیضاً- صفحہ: ١٣٥-

٢٣٤- أیضاً- صفحہ: ١٣٥-

٢٣٥- أیضاً- صفحہ: ١٣٥-

٢٣٦- أیضاً- صفحہ: ١٣٥-

٢٣٧- أیضاً- صفحہ: ١٣٨-

٢٣٨- أیضاً- صفحہ: ١٤٥-

٢٣٩- أیضاً- صفحہ: ١٤٥-

٢٤٠- أیضاً- صفحہ: ١٤٥-

٢٤١- تجلی- لیلیٰ مجنون- قلمی نسخہ- ورق ٤٦، الف-

٢٤٢- ایضاً- ورق: ٣٢، الف- ٣٢، ب- ٣٣، الف- ٣٣، ب-

٢٤٣- عاجز- لیلیٰ مجنون- صفحہ: ٥٧-

٢٤٤- ہاتفؔ- لیلیٰ مجنون- صفحہ: ٤٩-

٢٤٥- تجلی- لیلیٰ مجنون- ورق: ٣٣، الف-

٢٤٦- أیضاً- ورق: ٧، ب-

٢٤٧- أیضاً- ورق: ٣٧، الف-

۲۴۸- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۵۸-

۲۴۹- صفحہ ملاحظہ فرمائیں -

۲۵۰- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۱۷، ب-

۲۵۱- أیضاً - ورق: ۴۹، ء-

۲۵۲- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۶، ء-

۲۵۳- أیضاً - ورق: ۲۳، ء-

۲۵۴- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۳۲، ء-

۲۵۵- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۴، ء-

۲۵۶- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۱۷، ب - ۱۸، ء-

۲۵۷- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۱۸، ب-

۲۵۸- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۵، ب-

۲۵۹- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۵۰، ب-

۲۶۰- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۷، ب-

۲۶۱- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۱۲، ء - یہاں یہ تضاد پایا جاتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ "نکاح" کا علم تو ہو، "عشق" کا علم نہ ہو؟!-

۲۶۲- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۳۳، ب-

۲۶۳- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۳، ب-

۲۶۴- ہاتفی - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۲۵-

۲۶۵- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۵۸-۵۹-

۲۶۶- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۵، ء - ۷، ب-

۲۶۷- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۲۲، ء - ۲۲، ب-

۲۶۸- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۱۷، ء-

۲۶۹- أیضاً - ورق: ۳۴، ب-

۲۷۰- واعظ بن اسحاق - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۱۹

۲۷۱- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق: ۵۱، ء - ۵۱، ب-

۲۷۲- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق : ۲۱، ب۔

۲۷۳- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق : ۵۰، الف۔

۲۷۴- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق : ۴۵، ب -

۲۷۵ - واعظ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۱۵ -

۲۷۶ - ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۲۳ -

۲۷۷- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق : ۲۷، الف - ۲۷، ب -

۲۷۸- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق : ۱۹، ب -

۲۷۹ - واعظ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۲۸ - ۱۲۹ -

۲۸۰- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۴۶ -

۲۸۱ - نظامی گنجوی - لیلیٰ مجنوں - (کلیات خمسہ) - صفحہ : ۴۸۲ - ایران - ۱۳۴۱ -

۲۸۲- أیضاً - صفحہ : ۴۸۲ - قیس کے ان اشعار پر عربی اشعار کا پرتو صاف نظر آتا ہے۔

۲۸۳ - ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۲۱ -

۲۸۴ - أیضاً - صفحہ : ۲۱ -

۲۸۵ - أیضاً - صفحہ : ۲۲ -

۲۸۶ - نظامی گنجوی - کلیات خمسہ (لیلیٰ مجنوں) - صفحہ : ۴۹۷ - ایران - ۱۳۴۱ -

۲۸۷- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۲۸ -

۲۸۸ - نظیر اکبرآبادی سنہ ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۵ء میں بمقام آگرہ پیدا ہوا۔ بعض روایات کے مطابق وہ آگرے میں نہیں دہلی میں پیدا ہوا۔ نظیر کا بچپن، اور جوانی کا ابتدائی حصہ بہت ہی خوشی اور مسرت کے جھمیلوں میں گزرا۔ ناز ونعم اور فارغ البالی نے اس کو آزاد، اور بالکل آزاد بنا رکھا تھا۔ فارسی زبان پر نظیر کو بہت اعلیٰ درجے کا عبور حاصل تھا۔ زندگی بھر اس کے درس وتدریس میں مشغول رہ کر اپنی روزی مہیا کیا کیے۔ میاں نظیر فطری شاعر تھا۔ ناسخ اور غالب کی طرح اس کو بھی زورِ فکر اور جودتِ طبع نے شاہراہ سخن میں اپنا راستہ بنایا۔ ادھیڑ عمر میں مسماۃ تہور النساء بیگم بنت عبدالرحمٰن خان چغتائی سے نکاح کیا۔ سنہ ۱۲۴۳ھ میں فالج میں مبتلا ہوا۔ ۹۸ سال کی عمر میں، ۲۶ صفر ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۶ اگست ۱۸۳۰ء میں، اس کا انتقال ہوا۔

بحوالہ مقدمہ کلیات نظیر از مولانا عبدالمومن فاروقی۔

۲۸۹- کلیات نظیر اکبرآبادی - صفحہ : ۷۰۱ -

٢٩٠- أيضاً - صفحة: ٧٠١ -

٢٩١- أيضاً - صفحة: ٧٠١ -

٢٩٢- أيضاً - صفحة: ٧٠٤ -

٢٩٣- أيضاً - صفحة: ٧٠٥ -

٢٩٤- أيضاً - صفحة: ٧٠٧ -

٢٩٥- أيضاً - صفحة: ٧٠٨ -

٢٩٦- أيضاً - صفحة: ٧١٠ -

٢٩٧- أيضاً - صفحة: ٧١١ -

٢٩٨- أيضاً - صفحة: ٧١١ -

٢٩٩- أيضاً - صفحة: ٧١٢ -

٣٠٠- أيضاً - صفحة: ٧١٢ -

٣٠١- أيضاً - صفحة: ٧١٢

فصلِ دوم

لیلیٰ مجنوں جدید اُردو شاعری میں

اردو زبان نے اپنے تشکیلی عہد ہی سے فارسی ادب سے ادبی، تاریخی، مذہبی اور دوسرے موضوعات کو اپنے اندر سمونا شروع کر دیا تھا۔ ان موضوعات میں سے ایسے موضوعات تھے جنہیں اردو شعراء، ادباء، اور اردو دان طبقوں میں بڑی مقبولیت حاصل رہی۔ عشق اور تصوف کے موضوعات ان موضوعات میں شامل تھے۔ ان کی مثال ہیں "لیلیٰ مجنوں"، "یوسف زلیخا"، "شیریں فرہاد"، اور ان کے علاوہ دیگر ادبی، تاریخی اور مذہبی موضوعات میں ملتی ہے جو فارسی ادب ہی سے اردو ادب میں منتقل ہوئے۔ چاہے یہ موضوعات بذاتِ خود فارسی دانش کی پیداوار ہیں جیسے شیریں فرہاد، یا فارسی ادب میں عربی ادب سے منتقل ہوئے ہیں جیسے لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا۔

اردو ادب نے اپنی نشوونما اور ترقی کے مراحل طے کرنے میں ان داستانوں کو اپنا لیا۔ ان پر اپنا رنگ چڑھایا۔ اور انہیں اس طرح آراستہ و پیراستہ کر دیا کہ آخر میں یہ داستانیں اردو ادب کی مضبوط عمارت کی سنگِ بنیاد بن گئیں۔ پس اگرچہ ایسی تمام داستانوں میں فارسیت کا اثر برقرار رہا، اور وہ کبھی بھی مکمل طور پر ہٹ نہیں سکا، مگر ان پر اردویت ہی غالب رہی ——— بہرحال تاریخی، ادبی، مذہبی اور دوسری قسم کی داستانوں کا رواج اردو ادب میں بڑے عرصے تک رہا۔ اس عرصے میں شعراء نے ان داستانوں کو منظوم کیا۔ نثر نگاروں نے بھی ان کو نثری کارناموں کی شکل میں پیش کیا۔ اور اردو دان طبقے ان سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں۔ نتیجۃً اردو ادب میں داستانوں کا بڑا ذخیرہ فراہم ہوا جن میں منظوم داستانیں بھی تھیں، اور نثری بھی۔

یہ داستانیں چاہے منظوم ہوں یا منثور، کافی عرصے کے لیئے ادب میں رائج اور عوام میں مقبول رہیں۔ اس رواج، اور اس مقبولیت کے متعدد اسباب تھے جو یہاں زیرِ بحث نہیں۔ مگر جب یہ اسباب ختم ہوگئے۔ اور ماحول بھی وہ نہ رہا جو پہلے تھا تو یہ صنفِ ادب بھی اپنی فعالیت کھونے لگی۔ اور اس کی جگہ دیگر اصنافِ ادب، مثلاً ناول، ڈراما اور پھر افسانہ لینے لگیں ——— اس کے باوجود "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ، ادباء اور شعراء کے دلوں کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتا رہا۔ اور ان ادباء وشعراء کے بعض آثار، مثلاً منظوم ڈراموں کا محور رہا۔ ایسے ڈرامے جو تماشائیوں کو محظوظ کرنے، اور انہیں کوئی اخلاقی سبق دینے کی خاطر پیش کیئے جاتے تھے ——— چنانچہ ڈراما نگار اس قصے، اور اس جیسے دیگر قصوں کو معاشرتی خرابیوں پر تنقید کرنے، اور اخلاقی قدروں کی طرف توجہ دلانے کے لیئے بروئے کار لائے ہیں۔ ان ڈراما نگاروں میں سے، جنہوں نے قصۂ "لیلیٰ مجنوں" کو منظوم ڈرامے کی صورت میں سٹیج پر پیش کیا ہے، چند کے نام درج ذیل ہیں:-

۱- نسروان جی مہربان جی آرام ——— اس کا ڈراما بمبئی میں سب سے پہلے پارسی وکٹوریہ

تھیٹریکل کمپنی نے پیش کیا -

۲- منشی محمود میاں رونق ـــــ اس کا "لیلیٰ مجنوں" پارسی وکٹوریہ ناٹک منڈلی کے لئے ۱۸۷۷-۱۸۷۸ء میں لکھا گیا - اور اسٹیج ہوا -

۳- حسینی میاں ظریف ـــــ اس کا ڈراما "لیلیٰ مجنوں" کٹر بیونٹ کرکے اوریجنل تھیٹریکل کمپنی کے لئے تیار کیا گیا تھا -

۴- حافظ محمد عبداللہ بیگ - اس نے "لیلیٰ مجنوں" اپنی کمپنی کے لئے لکھا - اور اسٹیج کیا (۱) ـــــ

ـــــ اس فصل میں ہم، حافظ محمد عبداللہ کے ڈرامے " سوانح قیس مفتوں، معروف بہ عشق لیلیٰ ومجنوں" ، اور پھر مرزا محمد ہادی رسوا کے مرقع "لیلیٰ مجنوں" کو، ایسے دو سنجیدہ نمونوں کی حیثیت سے پیش کریں گے جو اپنے زمانے میں، ایک خاص پہلو کی ترجمانی کرتے تھے - چنانچہ حافظ محمد عبداللہ کے ڈرامے لیلیٰ مجنوں سے اُن دنوں میں تھیٹر کی عمومی صورتِ حال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، نیز ڈراموں کی، تماشائیوں میں مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے -

جہاں تک مرزا رسوا کے مرقع لیلیٰ مجنوں کا تعلق ہے تو وہ زبان وادب کی اصلاح کے لئے صحیح سمت میں رہنمائی کرتا ہے - اور اس سے اس بات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ عوام اور تھیٹریکل کمپنیوں میں اس قسم کے ڈراموں کی کس درجہ تک مقبولیت تھی ـــــ

ـــــ اب ہم حافظ عبداللہ کے ڈرامے " سوانح قیس مفتوں، معروف بہ عشق لیلیٰ ومجنوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں :-

سوانحِ قیس مفتون

معروف بہ

عشقِ لیلیٰ و مجنوں

(۲)

حافظ محمد عبد اللہ[۱]

عبد اللہ نامی قبیلۂ بنو عامر کا سردار تھا - عبد اللہ خوش حال تھا - مگر اس کی کوئی اولاد نہ تھی - بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو بچہ عطا فرمایا - عبد اللہ بہت خوش ہوا - اور اس نے اللہ کا بہت شکریہ ادا کیا :—

○○ ہے شکرِ داد گر ، دیا مجھے پسر   مراد اپنے فضل سے وہ میری لایا بر -   ہے شکر

○○ سو آج ہی پسر ، جس عامری کے گھر   اسے عطا کروں گا بے شمار مال و زر -   ہے شکر

○○ ہمارے ہی وہ گھر ، پلے گا بس پسر   مشاہرہ بھی اس پسر کا پائے گا پدر -   ہے شکر

○○ منادی جا کے تو ، کر اس کی کُسو بکُسو   تمام شہر میں ہو مشتہر ، یہ اب خبر -   ہے شکر(۳)

منادی کرنے والا چلا گیا - اور تمام شہر میں اس نے یہ اعلان کیا کہ آج اللہ کے فضل و کرم سے عبد اللہ کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے - لہٰذا جس عامری کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے ، اس کا والد اسے لے کر عبد اللہ کے گھر چلا جائے - اور انعام پالے - صرف یہی نہیں ، بلکہ والد کو مشاہرہ بھی ملے گا —— شہر کے لوگ یہ اعلان سن کر جمع ہوگئے - ہر ایک اپنے بچے کو لے کر عبد اللہ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا - بانکے میاں نامی ایک آدمی تھا جس کی بیوی سات ماہ سے حاملہ تھی - بانکے میاں بہت حریص آدمی تھا - اس نے چاہا کہ اس کے ہاں بھی بچہ پیدا ہو جائے ، تاکہ وہ بھی مشاہرہ و انعام پا سکے - چنانچہ اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنی بیوی سے کیا :-

○○ تجھ کو بھی ہے سات مہینے کا پیٹ   بچہ جن جلدی کہ ہاتھ آوے زر -   بیگم

○○ مجھ کو تو لڑکا چاہیئے اس وقت ، جن شتاب   تجھ پر کروں گا ورنہ بہت آج میں عتاب -

○○ اس وقت لڑکا ہونے سے انعام پاؤں گا   جو پھر ہوا تو خاک میں اس کو ملاؤں گا(۴)

بیگم یہ بات سن کر بہت غضبناک ہوگئی - اور شوہر کو برا بھلا کہنے لگی :-

○○ بے ہودہ بات یہ نہ زباں سے نکال تو   اے بد لگام خر ! اب منہ کو سنبھال تو

؎ بوڑھا ہوا مگر تجھے غیرت نہیں ذرا چولہے میں جائیں ایسی تری باتیں بے حیا (۵)

بانکے میاں نے طیش میں آکر بیگم کے پیٹ پر زور سے ایک لات ماری جس کی وجہ سے بچہ بے وقت پیدا ہوا ——— جب شہر کے لوگوں نے بانکے میاں کے ساتھ بچہ دیکھا تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ بانکے میاں کا کوئی بچہ ہی نہیں۔ لہذا جب انہوں نے بانکے میاں سے اس بارے میں دریافت کی تو اس نے ان کو یوں سمجھایا :۔

؎ سن لو گدھو! یہ ہوئی ہے عاقل شخصوں میں بات :۔

بچہ پیدا ہو گیا جب بیگم کے ماری لات (۶)

الغرض سب اپنے بچوں کو لے کر عبد اللہ کے گھر چلے گئے ———

——— ادھر عبد اللہ نے نجومیوں کو بلایا۔ اور یہ حکم دیا کہ :۔

؎ ارے او نجومی! ذرا دیکھ فال سنا میرے بیٹے کا سب مجھ کو حال (۷)

نجومیوں نے فال نکال کر عبد اللہ سے کہا :۔

؎ یہ بچہ عجب اک طرح دار ہوگا حسینوں سے اس کو بہت پیار ہوگا

؎ ذرا ہوش میں آئے گا جب یہ لڑکا مئے عشق والفت سے سرشار ہوگا

؎ یہ چھوڑے گا گھر عشق میں وحشی ہو کر مقام اس کا بر دشت و کہسار ہوگا

؎ رہے گا مگر نامور کل جہاں میں یہ عشاق عالم کا سردار ہوگا

؎ مناسب ہے نام اس کا تم قیس رکھو خطاب اس کو مجنوں سزاوار ہوگا (۸)

بچپن میں قیس اکثر روتا رہتا تھا۔ اور گھبرایا ہوا نظر آتا تھا۔ چنانچہ جب نجومیوں کو اس کی حالت بتائی گئی تو انہوں نے اس حالت کی اس طرح توجیہہ کی :۔

؎ الفت کی آب وخاک سے اس کا وجود ہے پہلا یہ مغل عشق کا اس سے نمود ہے

؎ رکھیں حسین لونڈیاں خدمت میں اس کی آپ رہنا زنانخانے ہی میں اس کو سود ہے

؎ عاشق مزاج ہوگا یہ، کچھ غم نہ کیجیئے حافظ پسر کا آپ کے رب ودود ہے (۹)

قیس جب کچھ بڑا ہو گیا تو اس کے والد نے اس کو مکتب میں بٹھا دیا۔

جس وقت قیس کو مکتب میں بٹھایا گیا، اسی وقت بانکے میاں اپنے بچے کو ساتھ لے کر آیا۔ اور اسے مکتب میں داخل کر دیا۔ یہ وہی بچہ تھا جو ماں کے پیٹ پر، والد کی زور سے لات مارنے کے نتیجے میں بے وقت پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام عیار رکھا گیا۔ اور یہ بہت شرارتی بچہ نکلا۔

مکتب میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ لڑکیوں میں سے ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام لیلیٰ تھا۔ جب قیس نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ لیلیٰ بھی قیس پر فریفتہ ہو گئی۔ چنانچہ قیس اور لیلیٰ دونوں ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے:-

مجنوں : ○○ میرا دل آیا تجھ پر مجھ پیار اے جان ذرا کر - میرا

○○ شان خدا یاد آتی ہے مجھ کو چہرہ تیرا دیکھ کے دلبر

○○ اس کے سوا اور خواہش نہیں ہے دیکھا کروں تجھ کو دن بھر - مجھ

لیلیٰ : ○○ اے قیس! باتیں نہ اب ایسی تو کر چرچے کہیں اپنے پہنچیں نہ گھر گھر - اے قیس

○○ دشنام دے گی ہزاروں ہی مجھ کو سن لے گی جو میری مادر

○○ مجھ سے نہ ہرگز لپٹ چل پرے ہٹ تیرا تو دیدہ نہایت ہے بے ڈر - اے قیس (۱۰)

قیس نے لیلیٰ کی یہ باتیں سن کر لیلیٰ کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگانا چاہا تو لیلیٰ نے اس کو جھوڑکا جس کی وجہ سے قیس غش کھا کر منہ کے بل پر گر پڑا ---- لیلیٰ کو اس پر رحم آیا۔ اس نے مجنوں کے لب سے اپنے لب ملا دیے۔ اور کہا:-

○○ آ ہوش میں شتاب تو اے میرے یار اب میں بھی تو دل سے تیری ہوئی جان نثار اب (۱۱)

اس وقت عیار اپنے ہم مکتب لڑکوں کے ساتھ ایک گوشے میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے قیس اور لیلیٰ کا سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عیار ایک مکار لڑکا تھا۔ اور قیس سے نفرت بھی کرتا تھا۔ لہذا وہ لیلیٰ کے گھر گیا۔ اور اس کی والدہ کو سارا قصہ سنایا۔ چنانچہ لیلیٰ کی ماں نے لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا۔ اور لیلیٰ کے والد کو، جو امیر نجد تھا، سارا معاملہ بتا دیا ----

---- ادھر جب لیلیٰ مکتب میں نہیں آئی تو قیس بہت گھبرایا:-

○○ نہیں آئی ہے لیلیٰ جو آج یہاں مجھے کوئی بتا دو، رہی وہ کہاں

○○ غم ہجر سے اس کے ہے روح تپاں چلی اس کی جدائی میں اب میری جاں - نہیں

○○ ترے عشق میں اے بت ہوش ربا نہیں میرے حواس بجا بخدا

○○ تیرے ہجر میں لیلیٰ مہ لقا ہوا ٹکڑے جگر مرا مثل کتاب - نہیں

○○ ہوا ہجر میں تیرے جنوں کا خلل یہی جی میں ہے دشت کو جاؤں نکل

○○ رہے پردہ جو ان دنوں آئے اجل ولے موت بھی مجھ سے ہوئی ہے نہاں - نہیں (۱۲)

لیلیٰ کی جدائی میں مجنوں نہایت بے قرار ہوا۔ اس نے اپنے بال نوچ کر

اشکوں سے منہ دھویا - جب آخوں جی آیا - اور مجنوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ گھبرا گیا - اور عیار کو یہ حکم دیا :-

۰۰ اسے لے جا عیار ! تو زود تر ابھی اس کو پہنچا دے بس اس کے گھر (۱۳)

عیار مجنوں کو اس کا گھر لے گیا - راستے میں مجنوں نے لیلیٰ سے ملنے کے لیئے عیار سے یوں مدد مانگی :-

۰۰ مجھ کو اے عیار ! لیلیٰ سے ملا بہر خدا ہے یقین تیری مدد سے وصلِ دلبر ہوئے گا (۱۴)

چنانچہ عیار نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر کہا :-

= میں ملا دوں ؟ - کیسے ملا دوں ؟ - ہاں ایک تدبیر سے تو البتہ اس کو دکھا دوں - اگر آپ اندھے فقیر بنیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر لیلیٰ کے دروازے پر بھیک مانگنے چلیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کی آواز سن کر باہر آئے گی - اور اپنا دیدارِ فرحت آثار دکھائے گی - (۱۵)

مجنوں اس مشورے سے خوش ہو کر عیار کے ساتھ فقیر بن کر لیلیٰ کے محلے گیا - اور یہ آواز دینے لگا :-

۰۰ اے بانو ! کچھ فقیر کو خیرات ہو عطا کیجیئے نظر کرم کی ذرا جانبِ گدا
۰۰ پروانہ جیسے شمع کی خاطر ہے جلتا آہ ویسے ہی بھوک سے مری حالت ہوئی تباہ
۰۰ جیسے چمن میں گل کے لیئے جائے عندلیب ویسے ہی بھیک لینے کو آیا یہاں غریب (۱۶)

لیلیٰ نے جب مجنوں کی آواز سنی تو وہ اس سے ملنے کے لیئے اپنے گھر سے باہر آئی - اور جونہی مجنوں نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ اس کے قدموں پر گر پڑا - عیار یہ منظر دیکھ کر قہقہہ اڑانے لگا :-

= لاحول ولا قوۃ ! کیا دیوانہ ہے ، یہ بالکل عقل سے بیگانہ ہے - امیر زادہ ہو کر عورت کے پاؤں پڑتا ہے - تلووں سے ناک رگڑتا ہے - کیا اس کو عورت نہیں جڑتی ؟ - اگر ایک کو بلائے تو پچاس آئیں ، اس کے گرد ہو جائیں اگر میں اس کی مانند امیر زادہ ہوتا تو زمیں پر پیر نہ دھرتا ، چوتھے آسمان پر سوتا - اب میں جاؤں - اور اس کے باپ کو یہ سب حال سناؤں ! (۱۷)

عیار چلا گیا ، اور مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات ہو گئی - دونوں نے ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اظہار کیا - اور پھر ہم آغوش ہو گئے - اتنے میں لیلیٰ کی ماں آ گئی - اور مجنوں کو لیلیٰ کے پاس سے جاتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئی - والدہ نے لیلیٰ سے پوچھ گچھ کی کہ یہ لڑکا کون تھا ؟ - تو لیلیٰ نے اس کو حقیقت بتائی جس کی وجہ سے عابدہ (لیلیٰ کی ماں) غضبناک ہو گئی - اور لیلیٰ کو برا بھلا کہنے لگی :-

۰۰ عزت ہماری کھوتی ہے کیوں بدشعار تو پھر اس سے کرنا بات نہ اب زینہار تو

٥٥ کہتی ہوں جا کے باپ سے میں تیرے سب یہ حال ٭ سنتے ہی وہ کرے گا تری زندگی وبال (۱۸)

ادہر عیار، مجنوں کے والد کے گھر چلا گیا - جونہی اس نے والد کو مجنوں کی حالت بتانا شروع کی، مجنوں آیا اور اپنے والد کے پہلو میں یہ کہتے ہوئے دبک گیا :-

٥٥ مجھ کو ایک پری نے مارا - ایک پری نے مارا ٭ بے اس کے نہیں جینا گوارا، ایک پری نے مارا — مجھ کو

٥٥ شمس و قمر سے تاباں عارض رکھتی ہے وہ ماہ پارا ٭ میں نے تو دل اس پر وارا، ایک پری نے مارا — مجھ کو (۱۹)

جب والد کو معلوم ہو گیا کہ یہ کونسی پری ہے جس نے اسی کے بیٹے کو مارا ہے تو اس نے مجنوں سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کی، لیلیٰ سے شادی کر دینے کی کوشش کرے گا - چنانچہ عبداللہ (مجنوں کا والد)، عبدالرحمٰن (لیلیٰ کا والد) کے پاس گیا - اور اس سے درخواست کی کہ وہ مجنوں سے لیلیٰ کی شادی کردے - مگر عبدالرحمٰن نے یہ جواب دیا :-

٥٥ حضرت! پسر تو آپ کا وہ ننگ کار ہے ٭ جس کی تمام شہر میں گھر گھر پکار ہے

٥٥ پوشیدہ ہوں گے آپ سے وہ اس کے مغل کیا ٭ بدنامی جن سے میری ہوئی بے شمار ہے

٥٥ انکار کا سبب ہے یہی، ورنہ اے جناب! ٭ کیا ہم کو بیٹی دینے میں کچھ ننگ و عار ہے (۲۰)

مجنوں کے والد نے یہ سن کر کہا :-

٥٥ گرچہ ایسا ہے وہ پر خیال کچھ نہ کیجیئے ٭ پاک اس کا عشق ہے غلامی میں لے لیجیئے

٥٥ نیک بخت ہے وہ لڑکا اس میں شک نہیں ذرا ٭ مہربانی کرکے اپنی بیٹی اس کو دیجیئے (۲۱)

مگر عبدالرحمٰن نے یہ کہتے ہوئے اپنے انکار پر اصرار کیا :-

٥٥ آئے سے آپ کے میں ہوا شاد و فیضیاب ٭ پر بیٹی دینے کی نہیں مرضی ہے اے جناب

٥٥ ہرگز خیال دل میں نہ کچھ اور لائیے ٭ آزردہ ہو کے آپ یہاں سے نہ جائیے (۲۲)

عبداللہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گھر واپس گیا - اپنے بیٹے کو سارا معاملہ بتایا - اور اس کو یہ نصیحت کی :

٥٥ آپ کو جو چاہیئے پیارے، چاہ اس کی کیجیئے ٭ سنگدل جو ہو اُسے تو دل نہ ہرگز دیجیئے

٥٥ زلف سنبل اس کی ہو تو مار پیچاں جانیئے ٭ ہو ہلال ابرو اگر تو تیغ براں جانیئے

٥٥ اس کا گل سا رخ اگر ہے، جان دل سے خار تو ٭ عشق اس کا دور کردے پھینک سر سے بار تو (۲۳)

مجنوں نے والد کی یہ نصیحت سن کر یہ جواب دیا :-

٥٥ عشق اس کا میری رگ رگ میں سمایا ہے پدر ٭ ہو جو رگ میں، وہ کہیں باہر بھی آیا ہے پدر

ㅇㅇ زلف اس کی مارِ پیچاں ہے میرے سر کی بلا — پر جسے کاٹے وہ اس کی زندگی ہو کیا بھلا

ㅇㅇ اک مگر افسوں یہ ہے دو مجھ کو تم اس سے ملا — مہرہ ہے دیدار اس کا، دے وہی مجھ کو جلا (۲۴)

لیلیٰ کے فراق میں مجنوں کی بری حالت ہوگئی۔ اس نے اپنا گھر چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا ـــــ ایک دفعہ والد اس کی تلاش میں نکلا۔ جب اس نے اس کو پایا تو مجنوں اُسے پہچان نہ پایا۔ والد نے اس کو بہت سمجھایا۔ اس کی ماں کی یاد دلائی۔ مگر مجنوں نے گھر لوٹنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ والد نے یہ سوچا کہ مجنوں کو بہانے سے گھر لے جایا جائے۔ والد نے کہا :-

ㅇㅇ میں نے جو یہ قصد اب کیا ہے — لیلیٰ نے تجھے طلب کیا ہے

ㅇㅇ تو جیسا ہے غم سے بے خور و خواب — وہ بھی ہے بغیر تیرے بے تاب (۲۵)

مجنوں نے یہ سن کر والد کے ساتھ خوشی سے گھر چل دیا۔ گھر میں جب ماں باپ کی نصیحت بارآور نہ ہوئی تو والد نے یہ فیصلہ کیا کہ مجنوں کو کعبہ شریف لے جایا جائے تاکہ وہاں وہ اللہ سے دعا مانگے کہ وہ اس کو لیلیٰ کی محبت سے نجات دے۔ مگر مجنوں نے کعبہ پہنچ کر اللہ سے یہ دعا مانگی :-

ㅇㅇ یارب مرے دل کو دے تو ہر بار — اس سے بھی زیادہ خواہشِ یار (۲۶)

جب والد نے مجنوں کی یہ دعا سنی تو اس کو بہت افسوس ہوا۔ کعبہ میں ایک شاہ صاحب تھا جو ان عربی اشعار کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا کرتا تھا :-

ㅇㅇ اَلْحَمْدُ لِمَنْ قَدَّرَ خَیْراً وَجَمالا — وَالشُّکْرُ لِمَنْ صَوَّرَ حُسْناً وَجَمالاَ

ㅇㅇ فَرْدٌ صَمَدٌ مِنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِیٌّ — رَبٌّ أَزَلِیٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ کَمالاَ

ㅇㅇ لَا شِبْهَ وَلَا مِثْلَ وَلَا کُفْوَ لِمَوْلیٰ — لَاوَلَدَ وَلَا وَالِدَ ، لَاعَمَّ وَلَا خالاَ

ㅇㅇ لَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِرَبِّی — اَلْآنَ کَمَا کَانَ وَ لَمْ یَلْقَ زَوالاَ

ㅇㅇ لَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ وَلَا وَقْتَ زَمَاناً — لَا مَانِعَ، لَا حَاجِبَ لِلّٰهِ تَعالیٰ (۲۷)

مجنوں کے والد نے اس بزرگ کو مجنوں کی حالت بتائی۔ اس سے منت ساجت کی کہ وہ کوئی تدبیر بتادے جس سے مجنوں کی حالت ٹھیک ہو جائے۔ اور وہ گریہ و زاری، اور جامہ دری سے باز رہے۔ شاہ صاحب نے اس کے والد کو یہ تدبیر بتائی :-

ㅇㅇ آنکھوں میں تو اس کی جا کے اے یار — دے سرمۂ خاکِ کوئے یار

ㅇㅇ تا اشک نہ متصل بہائے — اس ڈر سے کہ خاک بہہ نہ جائے

ㅇㅇ پھر رشتۂ گردنِ سگِ یار — کر تو رہِ جیبِ عاشقِ زار

ㅇㅇ تا پاس سے اس کے وہ گریباں — پھر چاک کرے نہ تا بہ داماں (۲۸)

مگر ان سب مشوروں کا کوئی فائدہ نہ نکلا۔ اور مجنوں کی حالت جوں کی

توں رہی ـــــــ ادہر خلیفۂ بغداد نوفل شاہ نے مجنوں کا قصہ سنا تو اس نے یہ فیصلہ کیا:۔

۵۵ شادی کراؤں لیلیٰ و مجنوں کی میں ضرور — آلام اس کے سن مرا دل بے قرار ہے

۵۵ لیلیٰ کا باپ میرا نہ مانے گا حکم کیا — ایسا نہیں بڑا وہ کوئی شہریار ہے (۲۹)

چنانچہ نوفل شاہ نے یہ حکم دیا کہ مجنوں، لیلیٰ، مجنوں کے والد

اور لیلیٰ کے والد کو یہاں بلوایا جائے تاکہ معاملہ طے ہو جائے۔ جب سب حاضر ہوئے نوفل نے عبدالرحمٰن کو

یہ حکم دیا:۔

۵۵ عبدالرحمٰن! قیس کو خویش تو جان — شادی کا کر سامان - عبدالرحمٰن

۵۵ لیلیٰ تو اپنی بیاہ دے اس کو — مان مرا فرمان - عبدالرحمٰن (۳۰)

عبدالرحمٰن نے نوفل شاہ کا حکم سنا تو دل میں کہا:۔

۵۵ یارب! یہ کیسی آئی ہے سر پر مرے بلا — دیوانے لڑکے (کو) کوئی کیا لڑکی دے بھلا

۵۵ پر حکم بادشاہ کا بھی کیسے توڑ دوں — اب خیر ہے اسی (میں) کہ میں ملک چھوڑ دوں

اور پھر نوفل شاہ سے کہا:

۵۵ سامان جا کے شادی کا تیار کرتا ہوں — مجنوں کی گود گوہر مقصد سے بھرتا ہوں (۳۱)

بعد ازاں لیلیٰ کا والد، اپنی بیٹی لیلیٰ، اور اپنی بیگم عابدہ کو لے کر شہر چھوڑ گیا۔

جب عیار کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے جا کر مجنوں، اور اس کے والد کو بتا دیا۔ جس کی وجہ سے مجنوں نے

بے قرار ہو کر گھر چھوڑ دیا۔ اور صحرا کا رخ کیا۔

۵۵ نت نیا اس چرخ ناہنجار کا آزار ہے — ہائے اب تو مجھ کو بھی رہنا یہاں دشوار ہے

۵۵ وہ گل زار خوبی چھوڑ کر مجھ کو گئی — بے وفا تھی، آہ یہ دل میں کھٹکتا خار ہے

۵۵ جا کے میں جنگل بساؤں، اب نہیں ہے بس میں دل — مجھ کو وحشت ہو گئی، رہنا یہاں دشوار ہے (۳۲)

مجنوں جنگل میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اور لیلیٰ کی جدائی میں گریہ

وزاری کرتا رہا ـــــــ ایک دفعہ چند لکڑہارے جنگل میں گئے۔ اور ان کا گذر مجنوں کے پاس سے ہوا۔ اس

وقت، مجنوں، لیلیٰ کا نام لے رہا، اور چلا رہا تھا:۔

۵۵ ہے ورد تیرے نام کا اے لیلیٰ دمبدم — ہیں تیرے ہی خیال میں ہر وقت پیاری ہم

۱۰۰ اے لیلیٰ! کب ملے گی مجھے آکے ہائے جان — دوری سے تیری مر گیا تو مان یا نہ مان

○○ بے تیرے آہ دل کو ذرا بھی نہیں قرار کرتا ہوں لیلیٰ لیلیٰ کا میں ورد بے شمار (۲۳)

لکڑہاروں نے مجنوں کی آواز سن کر اس کو پہچانا :-

○○ پسر ہے یہ عبداللہ کا قیس نام فدا لیلیٰ بھی اس پہ ہے لا کلام

○○ چلو اس کی لیلیٰ کو دیں اب خبر وہ بخشے گی ہم کو بہت مال وزر (۲۴)

چنانچہ سب لکڑہارے لیلیٰ کے پاس چلے گئے تو وہ مجنوں کی جدائی میں بہت پریشان تھی :-

○○ فراق میں تیرے اب تو دلبر لبوں پہ پہنچی ہے جان آکر

○○ دکھاتا طوفاں ہے دیدۂ تر ہے اشک ہر دم بہا بہا کر —— فراق

○○ پھینکا ہے سینہ، جلا ہے سب تن پریشاں ہے جاں، بہت ہے الجھن

○○ تڑپتا ہے دل، جگر ہے مضطرب غمِ جدائی اُٹھا اُٹھا کر —— فراق

○○ ہوئی اب ایسی ہی زار ہوں میں کہ سب کی آنکھوں میں خار ہوں میں

○○ صبا جہاں جاتی ہے تو اکثر مجھ کو بھی لے جاتی بس اُڑا کر —— فراق

○○ ہوا جو شادی کا مجھ سے ساماں تو باپ لایا مجھے بھگایاں

○○ پھرا ہے ایسا مرا مقدر کہ بگڑا سب کام بن بنا کر —— فراق

○○ خراب حالت بہت ہے میری ہوئی زبس زندگی ہے میری

○○ مجھ دے اب موت میرے داور تو قیس کو اک نظر دکھا کر —— فراق (۲۵)

جب لکڑہاروں نے لیلیٰ کو مجنوں کی حالت بتائی تو لیلیٰ گریہ وزاری کرتے ہوئے اُن کے ساتھ گئی۔ جب مجنوں کے پاس پہنچی تو وہ نزع کی حالت میں اس کی یاد میں تلملا تا تھا :-

○○ تو ہی بادِ صبا جاری میری پیاری سے کہہ آری —— تو ہی

○○ جلد ذرا لیلیٰ کو یہ پہنچا آخری مرا پیام

○○ مجنوں پیتا ہے موت کا جام چلو گلفام کرے آرام —— تو ہی (۲۶)

بعد ازاں مجنوں بے ہوش ہو گیا۔ اور لیلیٰ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا :-

○○ کھول تو آنکھیں مجنوں آگے کھڑی ہے صنم تیری لیلیٰ

○○ دیکھ ذرا تو پیارے آگ فراق کی جسم میں ہے پھیلی —— کھول (۲۷)

جب مجنوں ہوش میں آگیا۔ اور اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو وہ یہ کہتے

ہوئے، مر گیا! -

○○ ترا ہے شکر اے داور! ملی مجھ سے مری لیلیٰ
دکھائی صورتِ دلبر، ملی مجھ سے مری لیلیٰ!

○○ ہوئی لاغر بہت جانی، بنی کڑھ کڑھ کے دیوانی
نہ رو اب رنج و غم کھا کر ملی مجھ سے مری لیلیٰ!

○○ یہ دل میں تھا بڑا ارماں کہ دیکھوں پھر تجھے اے جاں
سو وہ امید بر آئی، ملی مجھ سے مری لیلیٰ!

○○ رہے تو جیتی میری جاں، میں تجھ پر ہوتا ہوں قرباں
خوشی سے اب میں جاؤں مر، ملی مجھ سے مری لیلیٰ! (۲۸)

○○ چلا اب مجنوں دیوانا، مری لیلیٰ نہ غم کھانا
مروں میں اب تو خوش ہو کر، ملی مجھ سے مری لیلیٰ

اور پھر لیلیٰ بھی مجنوں پر نوحہ کرتے ہوئے موت سے ہم آغوش ہو گئی:-

○○ مر گیا مجنوں غریب، ہائے غضب ہو گیا
لا نہ پائی طبیب، ہائے غضب ہو گیا

○○ چاہنے والا مرا، سوئے ارم چل بسا
رہ گئی میں بدنصیب، ہائے غضب ہو گیا

○○ اب تو مرا مقصد تھا، ساتھ تیرے بیاہ کا
وصل کے دن تھے قریب، ہائے غضب ہو گیا

○○ اب نہ کوئی یار ہے، اور نہ غم خوار ہے
تھا یہی بس اک حبیب، ہائے غضب ہو گیا

○○ مردہ تجھے دیکھ کر، شق ہوا غم سے جگر
ہے مری حالت عجیب، ہائے غضب ہو گیا

○○ کیسا یہ صدمہ ہوا، میرا مسیحا موا
غم کی نہ کیوں ہو طبیب، ہائے غضب ہو گیا

○○ اب تو یہی ہے دعا، کھائے مجھے بھی قضا
جلد اٹھا، یا مجیب، ہائے غضب ہو گیا (۲۹)

اوراقِ سابقہ میں ہم نے حافظ عبداللہ کے ڈرامے "لیلیٰ مجنوں" کا خلاصہ مع نمونۂ کلام کے پیش کیا۔ یہ ڈراما اپنے زمانے میں ایک کامیاب ڈراما رہا۔ اور اس کی ترکیب و ترتیب میں حافظ عبداللہ کو بڑی حد تک کامیابی حاصل رہی۔ اسی طرح اس نے ناظرین کو محظوظ کرنے، اور انہیں ایک اخلاقی سبق سکھانے کے سلسلے میں ڈرامے کے کرداروں سے خوب کام لیا۔ اس بات کی بہترین مثال عیار کا کردار ہے جس سے حافظ نے اپنے اس ڈرامے میں بہت فائدہ اٹھایا، حالانکہ حافظ عبداللہ کے ڈرامے سے پہلے سٹیج پر پیش کیئے گئے "لیلیٰ مجنوں" کے ڈراموں میں عیار کا کردار ایک سادہ اور معمولی کردار تھا جیسا کہ آرام کے ڈرامے میں نظر آتا ہے (۴۰) ــــــ آگے چل کر ہم عیار کے کردار کے بارے میں بالتفصیل بات کریں گے۔

حافظ محمد عبداللہ نے یہ ڈراما مہاراج رانا نہال سنگھ لوکندر بہادر دلیو جنگ جی دیو۔ ایم۔ سی۔ آئی۔ ایچ۔ والیٔ ریاست دھول پور کی فرمائش پر لکھا جیسا کہ وہ خود ڈرامے کے مقدمے میں کہتا ہے :- " حمد و نعت کے بعد خیر خواہِ خلق اللہ محمد عبداللہ بن ملتفی شیخ الٰہی بخش مغفور، متوطن چتورا ضلع فتح پورہ ہنسورہ، ناظرینِ حکایاتِ عزیب، وشائقینِ قصصِ عجیب کی خدمتِ والا درجت میں التماس کرتا ہے کہ میں نے یہ ناٹک اپنی جماعت موسومہ انڈین امپیل تھیٹریکل کمپنی کے لیئے جس ایمائے عالی جناب، معلّی القاب سدہ سری مہاراجہ دھراج سری راجہ سوائی رئیس الدولہ سپہدار الملک سر آمدِ احبائے ہند سری سوائی مہاراج رانا نہال سنگھ لوکندر بہادر دلیو جنگ جی دیو۔ ایم۔ سی۔ آئی۔ ایچ دام اقبالہ و ملکۂ والیٔ ریاست دھول پور پیٹرن کمپنی مذکورہ بالا ماہ اپریل ۱۸۸۵ء میں بمقام شہر فرخ آباد ترتیب دیا ہے۔ اور اس کو بنام " سوانح قیس مفتوں، معروف بہ عشق لیلیٰ و مجنوں " موسوم کیا ہے (۴۱)

پھر حافظ محمد عبداللہ اپنے اس ڈرامے کے مآخذ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

" قصہ ناٹک ہذا چند کتبِ قصص مشہور و معروف سے لیا گیا ہے۔ اور وہ بہ کمی و بیشی بعض مضامین جدید طرز پر مرتب ہو کر عربی و ہندی، انگریزی عروض کی مختلف بحروں میں بزبانِ فصیح اردو نظم کیا گیا ہے۔ بعض چیزیں دیگر شعرا کی طبع زاد ہیں جو ضروری ترمیم کے بعد اس میں داخل کی ہیں " ـــــــ (۴۲)

ـــــ اس کے بعد حافظ عبداللہ اس قصے کے پیش کرنے کے مقصد کی وضاحت یوں کرتا ہے :- " میں نے اس کھیل میں لڑکوں لڑکیوں کے ہم مکتب ہونے کی مضرت دکھائی ہے۔ اور مردوں کو عورتوں کی بے پردگی پر نہایت غیرت دلائی ہے۔ عورتوں کی بے پردگی کو بدلائل عقلی و نقلی مضر ثابت کیا ہے۔ اور شرعِ احمدی کی فضیلت کو جس میں پردۂ زناں فرض ٹھہرایا گیا، بخوبی جتادیا۔ اگرچہ یہ ناٹک بظاہر عشق و محبت کی کتاب ہے،

لیکن در پردۂ تفسیر آیۂ حجاب اور پند نامہ لاجواب ہے"۔ (۴۳)

ڈرامے میں پردے کی مدح اور مخلوط تعلیم کی مذمت میں، لیلیٰ کے والد عبد اللہ کی زبانی ایک ایسی لمبی نظم کہلوائی گئی ہے جس سے ڈرامے کا مقصد عیاں ہو جاتا ہے :-

عبدالرحمٰن : ٥٥ بلا یہ کیا ہوئی نازل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ آج بلایا میں گیا نوفل کے دربار   چرچا تھا واں بھی کہ ہے قیس پہ لیلیٰ نثار

٥٥ ہوا رسوا سر محفل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ حکم دیا شہ نے کہ ہو لیلیٰ و قیس کا بیاہ   بیٹی دوں میں کس طرح دیوانے کو آہ

٥٥ یہ پیش آئی عجب مشکل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ یاں رہ کر مانوں نہ میں جو فرمان شاہ   تو کر دے گا وہ مجھ اک لحظے میں تباہ

٥٥ ستائے گا بہت نوفل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ اب تو اسی میں خیر ہے چھوڑیں ملک و دیار   لیلیٰ کو لے ساتھ ہم بس ہو جائیں فرار

٥٥ کبھی ہوں پھر نہ یاں داخل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ لڑکی کو پڑھوایا تھا جو لڑکوں کے ساتھ   عزت و حرمت سے پڑے آخر دھونے ہاتھ

٥٥ عجب ذلت ہوئی حاصل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ بیٹی نے ایسا کیا جو مجھ کو بد نام   مکتب میں بٹھلانے کا ہے بس یہ انجام

٥٥ نہ پڑھ کر کچھ ہوئی قابل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ عشق جنوں کی قسم ہے ایک مرض ہے خراب   لاحق ہو جو دیکھ کر صورت خراب شتاب

٥٥ الٰہا [?] سچ ہوئے ناقل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ کرے نہیں عورت کے پردے پر جو طعن   ان کی ناقص فہم ہے، کرتا ہوں میں لعن

٥٥ سمجھ ان کی نہیں کامل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ پردہ نہیں عورت کا جن قوموں میں ٹھیک   دنیا میں ان کی سوا [?] ہوتی ہے تضحیک

٥٥ انہیں کیا میں کہوں عاقل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ فرض ہوا قرآن میں عورتوں کا حجاب   حکمت ہے اس میں یہی تا ہوں [?] وہ نہ خراب

٥٥ ہوں اس حکمت کا میں قائل   ہے لیلیٰ قیس پر مائل

٥٥ حکمت سے خالی نہیں کوئی فعل حکیم   ہے واجب ہر شخص پر قرآن کی تعظیم

ہے لیلیٰ قیس پر مائل ○○ رہا جو اس سے میں جاہل

پہلے سے قرآں کی جو کرتا نہیں تعمیل ○○ ہوتا ہے انجام کو وہ لا ریب ذلیل

ہے لیلیٰ قیس پر مائل ○○ نہ اس پر میں ہوا عامل

بے شک وہ ناداں ہے اس میں نہیں کچھ عقل ○○ کہتا ہے جو عقل کو دین میں کیا ہے دخل

ہے لیلیٰ قیس پر مائل (۴۴) ○○ وہ گو حافظ یا فاضل

حافظ عبداللہ کے ڈرامے کے قصے میں سب سے پہلی چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ لیلیٰ، قیس کی بہ نسبت اعلیٰ خاندان تھی - وہ امیر نجد عبد الرحمٰن کی بیٹی تھی - جبکہ قیس، قوم عامری کے سردار عبداللہ کا بیٹا تھا - اس کے باوجود قیس کی پیدائش کے وقت اس کے والد نے اس کی پیدائش کا جو جشن منایا، وہ کسی طرح بھی امراء کے اس قسم کے جشنوں سے کم نہ تھا - پس اس نے تحفے تحائف تقسیم کیئے۔ بہت سارا مال خرچ کیا - اور قبیلے میں یہ اعلان کردیا کہ جس روز قیس پیدا ہوا، اس روز قبیلے میں جو لڑکا بھی پیدا ہوگا وہ اس کا، اور اس کے والدین کا نان ونفقہ برداشت کرے گا :-

عبداللہ کو فرزند کیا حق نے عطا آج ○○ معلوم کریں سب کہ ہوا فضل خدا آج

انعام وہ لے اس کے یہاں زود تر آ کر ○○ پیدا ہو پسر آج ہی جس عامری کے گھر

تنخواہ پدر پائے گا اس لڑکے کا ہر ماہ (۴۵) ○○ لڑکا بھی پلے گا وہ اسی کے یہاں دلخواہ

اس منظوم ڈرامے میں بعض واقعات کے بیان میں بہت مبالغوں سے کام لیا گیا ہے جن کا عربی ماحول میں کوئی وجود نہیں تھا - یہ مبالغہ آمیز اسلوب وواقعات، اردو ادب میں فارسی ادب سے آئے ہیں جو رزمیہ منظومات سے مالامال تھا ——— حافظ عبداللہ کے اس ڈرامے میں ہمیں ایسے کردار ملتے ہیں جن کا اگرچہ تاریخی قصہ (یعنی لیلیٰ مجنوں کے قصے) سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ ڈرامے میں اتنے بنیادی ہیں کہ ڈرامہ انھی کے سہارے آگے بڑھتا ہے - مثلاً عیار کا کردار لے لیجیئے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں - اس کردار کا، ڈرامے میں، بڑا اثر ہے - قیس اور لیلیٰ کی محبت کی اطلاع لیلیٰ کی ماں تک عیار ہی کے ذریعے پہنچتی ہے :— عیار اپنے ایک دوست سے :-

کہ وہ مبتلا ہوگئی قیس پر ○○ یہ دے آیا لیلیٰ کے گھر میں خبر

یہ چرچا ہوا شہر میں در بدر ○○ خلل آبرو میں تمہاری پڑا

نہ واں جانے پائے وہ رشک قمر ○○ اُٹھالو ابھی اس کو مکتب سے تم

بہت غصے میں آئی وہ نامور ○○ سنا اس کی ماں نے جس وقت حال

ہ ہ نہیں لیلیٰ مکتب میں اب آئے گی — کرے کیا غضب قیس، دیکھیں مگر (۴۶)

اس کے بعد سے عیار کی عیاریوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور ڈرامے کے خاتمے تک جاری رہتا ہے۔ لیکن عیاریوں کی داستان شروع کرنے سے پہلے حافظ عبداللہ نے دو مرتبہ عیار سے ہمارا آمنا سامنا کرا کے اس کی فطرت ہم پر ظاہر کردی ہے۔ ایک منظر میں تو بانکے میاں اور عیار ایک ساتھ نظر آتے ہیں جہاں عیار صرف اس لیئے کھانے کی ہنڈیا کو ٹھوکر مار کر گرا دیتا ہے کہ کھانا اس کی پسند کا نہیں:۔

[بانکے میاں کا کھانے کی ہانڈی لے کر آنا اور اپنے پسر عیار کو کھانے کے لیئے بلانا]

بانکے میاں: ہ ہ چل آ بیٹا، چل آ بیٹا — بھوک لگی ہے کھانا کھا

[عیار کا کھانے کو دیکھ کر منہ برا بنانا، بانکے میاں کا پوچھنا]

ہ ہ تجھ کو ماں کے پیٹ سے ہم نے لیا نکال — بلا گلے میں اپنے ہائے کیسی لی یہ ڈال — چل

[عیار کا کھانے کو ناپسند کرکے ہانڈی پر لات مار کر گرانا]

عیار: ہ ہ ایسا کھانا بھاتا ہے ہم کو نہیں ذرا — لا تو متنجن یا ہم کو بریانی کھلوا — چل

[بانکے میاں کا عیار کو طمانچہ مارنا، اس کا بانکے میاں کو پچھاڑنا۔ بانکے میاں کا غل مچانا، پڑوسیوں کا دوڑ کر دونوں کو چھڑانا]

بانکے میاں: ہ ہ دھوم لڑکے نے کیسی مچائی — کرتا ہر دم ہے مجھ سے لڑائی — دھوم

ہ ہ بریانی کے بدلے کھا لات مکّے — اے بے ادب، نا سزائی — دھوم

[عیار کو لات مکّوں سے مارنا]

عیار: ہ ہ کیوں مارتا ہے تو او بڈھے مجھ کو — کیا تری کمبختی آئی

[عیار کا بانکے میاں کو چمٹنا، بانکے میاں کا اپنے تئیں چھڑا کر عیار سے لپٹنا] (۴۷)

دوسرا منظر زیادہ مزے دار ہے۔ اس میں بانکے میاں اپنے پڑوسیوں کی مدد سے عیار کو پا بدستِ دگرے دست بدست دگرے، اسی مکتب میں لاتے ہیں جس میں کچھ دیر پہلے قیس کو پڑھنے کے لیئے داخل کیا گیا ہے:۔

پڑوسی: ہ ہ ارے بانکے میاں! ارے بانکے میاں — بیٹے سے جھگڑنے میں ہے زیاں — ارے

بانکے میاں: ہ ہ میں بولا "آ کھانا کھا" یہ ایسا بدذات — کھانے کے برتن پر اس نے ماری بڑھ کر لات — ارے

پڑوسی: ہ ہ یہ لڑکا ہے بے ادب مکتب میں بٹھلا — ہاتھوں سے مت بد چلن اپنے اسے بنا — ارے

بانکے میاں: ہ ہ سچ کہتے ہو، پکڑو اس کو مل کر سب کے سب — مکتب میں بٹھلائیں اسے لے چل کے ہم اب — ارے

[سب کامل کر عیار کو اُٹھا لے جانا] (۴۸)

درحقیقت کامک کی شمولیت مغربی ڈرامے کے تتبع میں اردو ڈرامے کی روایت رہی ہے۔ لیکن مزاحیہ حصوں کو شامل کرنے کے مختلف انداز رہے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ ڈرامے کے آخر میں ایک الگ کامک کھیل پیش کر دیا جاتا تھا۔ پھر یہ انداز اختیار کیا جانے لگا کہ اصل پلاٹ کے سنجیدہ مناظر کے درمیان مزاحیہ مناظر شامل کیئے جانے لگے۔ لیکن یہ مناظر اصل پلاٹ سے بالکل غیر متعلق ہوتے تھے۔ اور کبھی کامک حصوں کے افراد اصل ڈرامے میں بھی حصہ لیتے تھے۔

حافظ عبداللہ ان ڈراما نگاروں میں سے ہیں جو کامک حصوں کو اصل پلاٹ میں اس طرح آمیز کر کے پیش کرتے ہیں کہ یہ اصل ڈرامے کا ایک حصہ ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں اصل پلاٹ سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی صورتِ حال عیار کی ہے ـــــ عیار اس ڈرامے کا ایک اہم کردار ہے جو ڈرامے کے پلاٹ کو منظم کرتا۔ اور کھیل کو آگے بڑھاتا ہے۔ یہ کردار جہاں بھی سامنے آتا ہے، ایک مضحکہ صورت دیکھنے میں آتی ہے (۴۹) ـــــ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ عیار کے اکثر مکالمے نثر میں ہیں۔ اور بہت کم مکالمے شعر میں ہیں۔ اس کی توجیہہ یہ کی جا سکتی ہے کہ عوام تماشائیوں کو خوش رکھنا، اور انہیں ہنسانا اس بات کا متقاضی ہوا کرتا ہے کہ مکالمے آسان ہوں اور نثر میں ہوں۔

اس ڈرامے میں حافظ عبداللہ نے تماشائیوں کو ہنسانے کے سلسلے میں فقط عیار اور اس کے والدین پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ڈرامے کے دوران لوگوں کے دل بہلانے، اور انہیں خوش کرنے کے سلسلے میں اس قسم کے مواقع پیدا کر دیتے ہیں جو تماشائیوں کے لیئے باعثِ تفریح ہوا کرتے ہیں ـــــ چوتھے ایک کے تیسرے منظر میں دیہاتی لکڑہارے لکڑیاں کاٹنے کے لیئے جنگل میں آتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے مقابلے میں شیخیاں بگھارتے ہیں۔ اور آخر آپس میں لڑ جھگڑ کر بھاگ نکلتے ہیں:-

○○ پہلا لکڑہارا : ہیں جنگل کے ہم سردار -
○○ دوسرا لکڑہارا : ہے کون ہمارا ہمسر -
○○ تیسرا لکڑہارا : ہم سب سے ہیں افضل تر -
○○ پہلا لکڑہارا : ہم سا تو جہاں میں نہیں کوئی ذی شان -
○○ دوسرا لکڑہارا : پڑتا ہے ہمارے پاؤں روز شیطان -
○○ تیسرا لکڑہارا : ہے شاہوں کی سی ہماری آن بان -
○○ پہلا لکڑہارا : مجھ سا نہیں ہے کوئی دانا

oo دوسرا لکڑہارا : مجھ کو تو نے کیا جانا -

oo تیسرا لکڑہارا : کچھ ہم کو بھی پہچانا -

oo پہلا لکڑہارا : ہوں سب سے میں تو سیانا -

oo سب لکڑہارے : ارے ہاں رے سیانا ہے تو سیانا - لکڑی کاٹنے -

[لکڑہاروں کا آپس میں لڑ کر بھاگ جانا] (۵۰)

اسی منظر میں سب لکڑہارے سروں پر لکڑیاں دھرے ہوئے آتے ہیں - اور مضحکہ

باتیں کرتے ہیں :-

oo پہلا : مری ہے جورو بد -

oo دوسرا : ہے میری پست قد -

oo تیسرا : ملی ہے یارو ہم کو لمبی ناڑسی مدم - اٹھا کے -

oo پہلا : مرے ہے گھر میں زر -

oo دوسرا : میں رکھتا ہوں گہر -

oo تیسرا : ہمارے گھر میں یارو بے شمار دھن درم - اُٹھا کے -

oo پہلا : بیئر عجب ہے مے -

oo دوسرا : ہے شیری خوب شے -

oo تیسرا : شراب ہے برانڈی، پورٹ، وین، جن ورم - اُٹھا کے -

oo دوسرا : لگالوں میں بھی دم -

oo تیسرا : چرس، تماکو، گانجا ڈھیر پر نہیں چلم - اُٹھا کے -

oo پہلا : ہے تاڑی میرے سنگ -

oo دوسرا : پئیں گے ہم تو بھنگ -

oo تیسرا : مدک، افیم، چنڈو پیتے ہم ہیں دم بدم - اُٹھا کے (۵۱)

پھر مجنوں کو دیوانہ وار دیکھ کر لیلیٰ کو خبر دینے نکل جاتے ہیں - چوتھے ایکٹ کے چوتھے منظر میں لیلیٰ ویرانے میں بدحواس پھرتی نظر آتی ہے - وہاں لکڑہارے آ نکلتے ہیں - اور لیلیٰ کو مجنوں کا حال زار بیان کرتے ہیں - ان آخری مناظر میں محض حرکات و سکنات سے مسخرا پن اور گفتگو سے لطف پیدا کیا گیا ہے - آخر میں سب مل کر گاتے ہیں - (۵۲)

حافظ محمد عبداللہ نے "مجنوں لیلیٰ" کی روایتی کہانی میں کافی تبدیلیاں کی ہیں۔ مثلاً ایک تبدیلی یہ ہے کہ اس نے لیلیٰ کے والد کی طرف سے شادی سے انکار کا سبب یہ بتایا ہے کہ قیس نے اس کی شہرت کو داغدار کر دیا۔ چنانچہ جب قیس کا والد اپنے بیٹے کی، لیلیٰ کے ساتھ منگنی کی درخواست لے کر اس کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے :

۰۰ عبدالرحمٰن : حضرت! پسر تو آپ کا وہ نیک کار ہے جس کی تمام شہر میں گھر گھر پکار ہے

۰۰ پوشیدہ ہوں گے آپ سے وہ اس کے فعل کیا بدنامی جن سے میری ہوئی بے شمار ہے

۰۰ انکار کا سبب ہے یہی، ورنہ اے جناب کیا تم کو بیٹی دینے میں کچھ ننگ و عار ہے (۵۳)

اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لیلیٰ کا والد، قیس کے جنوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے :- [عبدالرحمن خود سے]

۰۰ یارب! یہ کیسی آئی ہے سر پر میرے بلا دیوانے لڑکے (کو) کوئی کیا لڑکی دے بھلا (۵۴)

ان تبدیلیوں میں سے ایک تبدیلی ہمیں یہ بھی نظر آتی ہے کہ نوفل ہی اس ڈرامے میں خلیفۂ بغداد ہوتا ہے اگرچہ وہ جو حکم دیتا ہے اسے منوانے کی سکت نہیں رکھتا!۔۔۔ لیلیٰ اور قیس کے عقد نکاح کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اس حکم پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔

حافظ عبداللہ نے ڈرامے کو تماشائیوں کے لیے زیادہ موثر بنانے کے لیے اس کے انجام میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کر دی ہے۔ آرام کے "لیلیٰ و مجنوں" کے خاتمے کا خلاصہ یہ ہے کہ " قیس، لیلیٰ کی تلاش میں نکلتا ہے۔ وہ اس کو مل جاتی ہے۔ دونوں بغل گیر ہوتے ہیں۔ لیلیٰ کی روح گریہ وزاری کرتے ہوئے پرواز کر جاتی ہے " ـــــ حافظ عبداللہ نے اس حصے کو طول دے کر تین مناظر میں پھیلا دیا ۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ڈرامے کے اس آخری حصے کو اتنا طول دینے کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ ڈراما نگار ڈرامے کے آخری حصے میں تماشائیوں کو چلتے چلتے کچھ درد انگیز گانے سنوانا چاہتا ہے۔ (۵۵)

حافظ عبداللہ نے اپنے اس ڈرامے میں اپنے ان پیشروؤں سے بہت حد تک استفادہ کیا ہے جنہوں نے اس قصے کو پہلے منظوم کیا تھا۔ صرف استفادہ کی حد تک نہیں، بلکہ یہ تو بغیر کسی قابلِ ذکر تبدیلی کے، حرف بحرف نقل کرنے کی حد تک جا پہنچا ہے ـــــ حافظ عبداللہ نے ڈرامے کے اس مقدمے میں جو اس نے خود لکھا ہے، یہ ذکر کیا کہ اس نے یہ قصہ، قصص کی کتابوں سے لیا ہے۔ اور ضروری ترمیم کے بعد بعض اشیاء اس نے دوسرے شعراء سے نقل کی ہیں۔ مگر اس نے جن شعراء سے یہ نقل کی ہیں ان کے ناموں کا ذکر نہیں کیا۔ ڈاکٹر اسلم قریشی نے اس معاملے کی طرف اپنے درج ذیل قول میں اشارہ کیا ہے :- " حافظ محمد

عبداللہ نے اس ڈرامے کے دیباچے میں لکھا ہے کہ اس ڈرامے میں دوسرے شعراء کی طبعزاد چیزیں بھی ترمیم کے بعد داخل کی گئی ہیں۔ اس وضاحت کے بعد، اور ڈرامے میں کسی ایسے قرینے کی عدم موجودگی میں، کہ کونسی چیز کس کی ہے، یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مصنف، نظم نگاری میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ اور اس کے اسلوب شعرگوئی میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ اور ڈرامے کی شاعری کا مقام کیا ہے؟ (۵۶) ــــــــــــ

ــــ مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ حافظ محمد عبداللہ نے شعراء کے ناموں کا ذکر محض کثرتِ نقل کی وجہ سے نہیں کیا۔ اس لیئے کہ یہ نقل اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ ہمیں ڈرامے میں ایسے ایسے مناظر دکھائی دیتے ہیں جو زیادہ شعراء سے نہیں، بلکہ ایک ہی شاعر سے بعینہ نقل کیئے گئے ہیں۔ اور وہ شاعر، محمد تقی ہوس ہے۔ جس نے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو اپنی ایک مثنوی کا موضوع بنایا ــــــــــــ حافظ محمد عبداللہ نے ہوس سے اتنے اشعار نقل کیئے ہیں کہ اگر انہیں حذف کر دیا جائے تو سرے سے ڈرامے کا وجود ہی نہیں رہے گا ــــــ تیسرا ایکٹ، پانچواں منظر دیکھیئے:-

٥٥ مجنوں کو جو آج سونے لیلیٰ	جانے سے ہمارے تھی تسلی
٥٥ اب کیا اسے ہم جواب دیں گے	کس منہ سے یہ ماجرا کہیں گے
٥٥ کس درجہ امیدوار ہو گا	کس مرتبہ انتظار ہو گا
٥٥ ٹھہرا نہ وصالِ یار افسوس	وا حسرت و صد ہزار افسوس (۵۷)

حافظ نے اس منظر کو ہوس کی مثنوی لیلیٰ مجنوں سے مکمل طور پر لے لیا ہے۔ (۵۸) اور اس میں ایک لفظ، بلکہ ایک حرف کی تبدیلی بھی نہیں کی ــــــ یہی حال تیسرے ایکٹ کے ساتویں منظر کا ہے:-

٥٥ یارب میں غریب، غم رسیدہ	آزردہ دل و جفا کشیدہ
٥٥ کس سے کروں دردِ دل کی فریاد	ہو جان جو بندِ غم سے آزاد
٥٥ کس سے کہوں دل کی بے قراری	کس کو میں دکھاؤں آہ و زاری
٥٥ کب تک پھروں جان غم سے کھوتا	اے کاش میں مبتلا نہ ہوتا (۵۹)

حافظ نے اس منظر کو (جو پانچ صفحوں پر پھیلا ہوا ہے) ہوس سے مکمل طور پر لے لیا ہے۔ (۶۰) البتہ اس نے اصلی اشعار کے چند الفاظ میں بہت معمولی تبدیلی کی ہے۔ مثال کے طور پر حافظ عبداللہ کہتا ہے:-

٥٥ کس سے کروں دردِ دل کی فریاد	ہو جان جو بندِ غم سے آزاد (۶۱)

یہ شعر ہوسؔ کے ہاں ایسا ملتا ہے :۔

○○ کس سے کروں دردِ غم کی فریاد — جو جان ہو بندِ غم سے آزاد (۶۲)

ایسے یہ شعر بھی ہے :۔

○○ بے یار گئی یہ عمر برباد — فریاد ز دستِ عشق فریاد (۶۳)

یہی شعر ہوسؔ کے ہاں اس طرح ملتا ہے :۔

○○ بے دوست گئی یہ عمر برباد — فریاد ز دستِ عشق فریاد (۶۴)

یا بعض الفاظ میں اس نے کچھ تقدیم و تاخیر کی ہے۔ مثلاً درج ذیل
شعر ملاحظہ ہو :۔

○○ کب تک پھروں جان غم سے کھوتا — اے کاش میں مبتلا نہ ہوتا (۶۵)

یہ شعر ہوسؔ کے ہاں اس طرح ہے :۔

○○ کب تک پھروں غم سے جان کھوتا — اے کاش میں مبتلا نہ ہوتا (۶۶)

اور ایسے ہی اس شعر میں اس نے تقدیم و تاخیر سے کام لیا ہے :۔

○○ یا ہوتے ہی جان دے گزرتا — جو عشق میں روز و شب نہ مرتا (۶۷)

یہ شعر ہوسؔ کے ہاں یوں ہے :۔

○○ یا ہوتے ہی جان دے گزرتا — جو عشق میں رات دن نہ مرتا (۶۸)

یا پھر یہ شعر دیکھیئے :۔

○○ ماں کا تری حال ہے دگرگوں — ہے تیری ہی یاد اس کو مجنوں (۶۹)

جبکہ ہوسؔ کے ہاں یہ شعر یوں ہے :۔

○○ ماں کا تری حال ہے دگرگوں — ہے یاد تیری ہی اس کو مجنوں (۷۰)

یا اس نے اشعار کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر کی ہے جیسا کہ درج ذیل
دو شعروں میں نظر آتا ہے :۔

○○ بے یار گئی یہ عمر برباد — فریاد ز دستِ عشق فریاد

○○ یا عشق ہی درمیاں نہ آتا — جو جان پہ یہ زیاں نہ لاتا (۷۱)

جبکہ ہوسؔ کے ہاں ان دو شعروں کی ترتیب درج ذیل ہے :۔

○○ یا عشق ہی درمیاں نہ آتا — جو جان پہ یہ زیاں نہ لاتا

۰۰ بے دوست گئی یہ عمر برباد فریاد ز دستِ عشق فریاد (۷۲)

یا اس نے بعض حروف کو حذف کیا جیسا کہ اس نے اس شعر میں کیا :-

۰۰ اے جانِ پدر یہ حال کیا ہے ہے طبع کدھر، خیال کیا ہے (۷۳)

یہ شعر ہوس کے ہاں یوں ہے :-

۰۰ کہ اے جانِ پدر یہ حال کیا ہے ہے طبع کدھر، خیال کیا ہے (۷۴)

اس طریقے سے تیسرے ایکٹ کے آٹھویں منظر کو[(۷۵)] سوائے تھوڑے سے حصے کے، مکمل طور پر ہوس ہی سے لیا گیا ہے (۷۶) ـــــ اسی طرح اسی ایکٹ کا نواں منظر (۷۷) بھی حافظ نے ہوس سے لیا ہے (۷۸)- البتہ عربی زبان کے پانچ اشعار پر مشتمل ایک نظم اس منظر میں شامل کی گئی ہے جو ہوس کے یہاں نہیں ہے- ـــــ چنانچہ اگر ہم ان اشعار کو گننا شروع کریں جو حافظ نے ہوس سے نقل کیئے ہیں تو وہ تقریباً اسی ۸۰ کے قریب بنتے ہیں - اور سارے کے سارے تیسرے ایکٹ میں ہیں جو ان اسی اشعار کے علاوہ تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) اشعار پر مشتمل ہے -

حافظ عبداللہ کے ڈرامے میں معنی کے اعتبار سے ہوس کا ایک اثر نظر آتا ہے جسے ہم ڈرامے کی ابتدا میں محسوس کر سکتے ہیں جب حافظ کے درج ذیل اشعار پڑھیئے :-

۰۰ بیکار وہ مکان ہے جس میں کہ در نہیں کس کام کی صدف وہ کہ جس میں گہر نہیں
۰۰ ویرانہ ملک ہے وہ کہ جس میں بشر نہیں ناکام وہ دعا ہے کہ جس میں اثر نہیں
۰۰ بے قدر وہ شجر ہے کہ جس میں ثمر نہیں بدبخت وہ پدر ہے جو رکھتا پسر نہیں (۷۹)

ان اشعار کا ہوس کے درج ذیل اشعار سے تقابل کریں تو بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کے اشعار کا ماخذ کیا ہے :-

۰۰ مزرع میں ہے میری خشک سالی جو کوئی صدف ہو دُر سے خالی
۰۰ تاریک نظر میں ہے زمانہ رکھتا جو نہیں چراغ خانہ
۰۰ خواہش اپنی بھی غرض یہ ہر روز تا ہو شبِ تیرہ نور افروز (۸۰)

حافظ عبداللہ نے دوسرے شعراء سے بھی استفادہ کیا ہے اگرچہ حرف بحرف ان کے اشعار کو نقل نہیں کیا - مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب نوفل شاہ نے لیلیٰ کے والد کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی تلیں سے کر دے، اور لیلیٰ کا والد اس شادی پر رضامند نہیں ہوتا اگرچہ وہ بادشاہ کی حکم عدولی بھی کرنا نہیں چاہتا، تو لیلیٰ کا والد یہ فیصلہ کرتا کہ وہ شہر چھوڑ دے، اور

کسی اور جگہ نقلِ مکانی کرے - اس سلسلے میں حافظ عبداللہ کا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے

٥٥ کبھی ہوں پھر نہ یاں داخل — ہے لیلیٰ قیس پر مائل (۸۱)

یہ واقعہ ہمیں عبداللہ واعظ بن اسحاق کی مثنوی میں بھی ملتا ہے جس میں لیلیٰ کا والد، لیلیٰ کو ساتھ لے کر قیس سے نجات پانے کے لیئے اپنے وطن مصر کو خیر باد کہتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوتا ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ حافظ کے ہاں لیلیٰ کا والد، نوفل بادشاہ کی وجہ سے ملک کو چھوڑنا چاہتا ہے، جبکہ واعظ کے ہاں وہ قیس ہی کی وجہ سے ملک چھوڑ دیتا ہے :-

٥٥ فکر قاضی نے کی چھوڑوں مصر کو — تھوڑے دن جا رہوں دیگر شہر کو

٥٥ مصر سے وہ چلا لیلیٰ کو لے کر — جدا مجنوں سے کر مجنوں کا دلبر

٥٥ مسافر ہو کہا وہ شہر قاضی — کہ اس مجنوں کو میں کرتا ہوں ماضی

٥٥ چلا وہ چھوڑ کر حجرے حویلی — نہ چھوڑا واں اوپر کوئی یک سہیلی

٥٥ گیا جب چھوڑ او قاضی مصر کو — کیا ظاہر اُنے اپنے ہنر کو

٥٥ چھپا مجنوں سے لیلیٰ لے چلا ہے — برہ کی آگ میں مجنوں جلا ہے (۸۲)

عاجز کے ہاں بھی اس واقعے کی طرف اشارہ ملتا ہے : جب قیس کا والد، جو بادشاہ تھا، لیلیٰ کے والد کے پاس جاتا ہے، جو بادشاہ کی رعایا میں سے ایک تاجر تھا - اور اس سے یہ گزارش کرتا ہے کہ وہ لیلیٰ کی شادی قیس سے کر دے - مگر لیلیٰ کا والد اس گذارش کو مسترد کرتا ہے - اور وطن چھوڑنے کو اس بات پر ترجیح دیتا ہے کہ وہ قیس جیسے مجنوں کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دے - کہتا ہے :-

٥٥ اگر میں لیلیٰ کوں اسے دیوں گا — تو لوگاں کے طعنے تھے نا جیوں گا

٥٥ قبیلے تھے میرے بہوت میں مشکلوں — مروت تری، توڑ میں نا سکوں

٥٥ میں لیلیٰ کوں کر عقد اس کو جو دیوں — ملک چھوڑ اپنا، میں پردیس لیوں (۸۳)

ڈرامے میں ایک اور واقعہ بھی ہے جس میں حافظ عبداللہ، عبداللہ واعظ بن اسحاق کی مثنوی سے متاثر نظر آتا ہے - اور وہ ہے لکڑہاروں کا واقعہ، جس میں لکڑہاروں نے قیس کو صحرا میں حالتِ اضطراب میں پایا - بعد ازاں وہ لیلیٰ کے پاس گئے - اور اس کو ماجرا سنایا - پس لیلیٰ ان کے ہمراہ قیس کے پاس گئی -(۸۴)

اس کے علاوہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حافظ عبداللہ کے ہاں، قصے کے واقعات تقریباً وہی ہیں جو دوسروں کے ہاں ملتے ہیں - اسی طرح حافظ نے عامۃ الناس میں مجنوں لیلیٰ کے بارے

میں قصہ کہانیوں سے بھی دوسرے شعراء کی طرح استفادہ کیا - چنانچہ حافظ نے اپنے ڈرامے میں اس معروف قصہ کی طرف اشارہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لیلیٰ دوسروں کی نظر میں حسین نہیں تھی - اس لیئے کہ وہ اس کو مجنوں کی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے - یہ وہی بات ہے جو مجنوں نے نوفل بادشاہ سے اس وقت کہی جب نوفل نے اسے یہ پیشکش کی کہ وہ اس کی لونڈیوں میں سے، جس سے چاہے، محبت کرے، اس لیئے کہ لیلیٰ، نوفل کو پسند نہیں آئی - پس وہ کہتا ہے :-

oo نوفل : لیلیٰ تو کچھ حسین نہیں، اس پر ہے کیوں نثار بہتر ہیں اس سے لونڈیاں گھر میرے بے شمار

oo مجنوں : آنکھوں سے میری دیکھیئے لیلیٰ کو شہریار قدموں پر اس کے میں کروں حور و پری نثار (۸۵)

لیلیٰ و مجنوں کا قصہ اردو ادب میں تصوف کے ایک ایسے قصے کی حیثیت سے منتقل ہوا ہے جو عشق الہٰی کے اسرار کھولتا ہے - اور اگرچہ حافظ عبداللہ کا ڈراما تصوف کے نقطۂ نظر سے نہیں لکھا گیا، مگر اس کی تہہ میں بھی ہمیں صوفیانہ اثرات ملتے ہیں - مثال کے طور پر جب مجنوں مکتب میں لیلیٰ سے آگہی حاصل کرتا ہے - اور دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو قیس لیلیٰ سے کہتا ہے :-

oo شان خدا یاد آتی ہے مجھ کو چہرہ ترا دیکھ دلبر (۸۶)

اس پر مستزاد یہ کہ ڈرامے میں ہمیں کچھ ایسے اشارات ملتے ہیں جو حافظ عبداللہ کے دینی میلان کا پتہ دیتے ہیں - اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ، دینی تعلیم کا کس حد تک شغف رکھتے تھے ـــ مثلاً قیس کا والد، جب قیس کی تعلیم کی ابتدا کرنے کے لیئے قیس کو لے کر مکتب جاتا ہے تو کہتا ہے :-

oo عبداللہ (مجنوں سے) : کرو قیس آخون جی کو سلام -

(آخون جی سے) : یہ فرزند ہے میرا اے نیک نام

oo ذرا آپ مجھ پر کرم کیجیئے اسے علم دین کچھ پڑھا دیجیئے - (۸۷)

حافظ عبداللہ کے اس ڈرامے کی ایک امتیازی خصوصیت، سلاست زبان ہے - مگر یہ زبان بعض اوقات ادبی سطح سے گر جاتی ہے - چنانچہ عامیانہ اور بازاری حکایات کی بھی اس میں کمی نہیں - یہ سوقیات ہمیں ڈرامے کے بعض مخصوص کرداروں کی زبان پر جاری نظر آتی ہے - مثلاً بانکے میاں، جو عیار کا والد تھا، اس کی بیوی اور خود عیار :-

oo بیگم ("بانکے میاں کی بیوی، اور عیار کی ماں) اپنے شوہر سے کہتی ہے : ـــ

○○ ارے جنگلی موئے، ارے جنگلی موئے　　اُلّو بھی تجھ سے حیران ہوئے

○○ داروپی کے بھیوں سی کرتا ہے تو بات　　ہٹ جا یاں سے ورنہ میں ماروں گی لات (۸۸)

بانکے میاں: (دہقانوں سے) :-

○○ سن لوگدھو یہ ہوئی ہے عاقل شخصوں میں بات　　بچہ پیدا ہوگیا جو بیگم کے ماری لات (۸۹)

عیار (اپنے والد سے) :-

○○ کیوں مارتا ہے تو او بڈھے مجھ کو　　کیا تری کمبخت آئی (۹۰)

لیکن اس قسم کی زبان، معاشرے کے نچلے طبقے کی نفسیات کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے - اور ان کی بہت اچھی طرح غمازی کرتی ہے ـــــــ ان کوتاہیوں سے قطع نظر، ہمیں اس ڈرامے میں بعض نہایت خوبصورت تشبیہات بھی ملتی ہیں - درج ذیل اشعار پڑھ لیجیے:-

○○ حسن کیا اس کا خدا داد ہے، اللہ اللہ　　قد میں یہ غیرت شمشاد ہے اللہ اللہ

○○ اس کے شمشیر سے ابرو ہیں، مژہ خنجر ہے　　غصے کی آنکھ تو جلاد ہے اللہ اللہ (۹۱)

حافظ عبداللہ نے اپنے اس ڈرامے میں عربی زبان کی ایک نظم شامل کی جس کے بارے میں اگرچہ وثوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حافظ عبداللہ کی اپنی تالیف ہے یا نہیں، مگر ڈرامے کے دوران ہمیں بہت سارے عربی الفاظ و تراکیب ملتی ہیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ممکن ہے کہ حافظ عبداللہ عربی زبان سے اچھی خاصی واقفیت رکھتے تھے۔　صفحۂ دنیا: ص ۱۲۱ - ترکِ دائم: ص ۱۲۵ - صعوبت: ص ۱۲۹ - اور لاریب ذلیل: ص ۱۴۲ اس کے ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔

حافظ عبداللہ اس بات کو بھی نہیں بھولتے کہ دوسرے شعراء کی مانند زبان پر اپنی قدرت کا اظہار کرے - چنانچہ اس نے ڈرامے کی شخصیات کی زبان پر حروف میں نظمیں لکھیں جو پنجابی سی حرفی کی یاد دلاتی ہیں :-

○○ الہام "الف" سے ہوا، اللہ ہے بس ایک　　اور "بے" سے کرو بندگی، اے بندو ہو نیک

○○ تحقیق ہوا "تے" سے بری جو ہے تکبّر　　اور "ثے" سے دو روزہ کرو ثروت کو تصور (۹۲)

○○ شرمندہ "الف" ہے قدّ دلدار کے آگے　　بے عیب نہیں "بے" بھی لبِ یار کے آگے (۹۳)

اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ حافظ کو ڈرامے کی شخصیات کے نفسیات کا بھی علم تھا - پس اس نے کرداروں کے نفسیات کے مطابق مناسب زبان ڈھالی - اور یہی وہ چیز ہے جو ہمیں "عابدہ بیگم" کی زبان پر نظر آتی ہے جب وہ لیلا کو مدرسہ جانے سے روک دیتی ہے - اور اپنے

خاوند کو یہ بتاتے ہوئے خبر دیتی ہے :-

"جانے دیا نہیں اسے مکتب میں، میں نے آج ضد کرلی جانے کے لیئے پر بار بار ہے
دھمکی دکھائیں آپ بھی چل کر اسے ذرا مطلق وہ مجھ سے ڈرتی نہیں نابکار ہے (۹۴)

زن وشوہر میں یہ صورت حال بالعموم پیش آتی ہے کہ بچوں کی ماں اپنی مجبوری بیان کرتی ہے۔ اور باپ سے ڈرانے دھمکانے کے لیئے مُصر ہوتی ہے ——————— یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حافظ عبداللہ کا ڈراما گیتوں، دھنوں اور غزلوں سے مالامال ہے۔ وہ بذاتِ خود ڈرامے کے مقدمے میں لکھتا ہے :- "اس ناٹک میں ہر ایک چیز کی دھن تال کو فنِ موسیقی کے اعتبار سے قائم کیا ہے۔ اور کسی ایسے مشہور و معروف چیز کے حوالے سے، جو اکثر اسی دھن تال میں گائی جاتی ہے، اس کا طرز بھی جتا دیا ہے۔ کیونکہ کلام خاص اُپیرا ناٹک میں اسی راگ یا راگنی کا استعمال ہوتا ہے جو متکلم کی حالتِ موجودہ کے موافق و مناسبِ حال ہوتا ہے۔ مگر عام چیزوں کی دھن میں لحاظِ وقت ضرور ہے۔ ورنہ ایکٹر کا قصور ہے "۔ (۹۵) ——————— اور اس بات پر ڈرامے میں لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

الغرض حافظ عبداللہ نے قصہ لیلیٰ مجنوں کی ڈرامائی تشکیل میں بڑی کاوش کی۔ اس کے باوجود ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ یہ ڈراما ادبی لحاظ سے ایک بلند پایہ ڈراما ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ یہ ڈراما سرے سے کوئی ادبی قیمت نہیں رکھتا ——————— یہ ایک اچھا ڈراما ہے جو اپنے زمانے کے لوگوں کی ادبی ذوق کی غمازی کرتا ہے -

"مرقع لیلیٰ مجنوں"

مرزا محمد ہادی رسوا۔

عبداللہ ایک عرب سردار تھا جس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعائیں مانگیں:

°° کوئی اب غم ہے یارب تو فقط اولاد کا غم ہے ۔۔۔ کہ یوں تو فضل سے تیرے مجھے سب کچھ میسر ہے
°° خدایا! دے کوئی فرزند جس سے نام روشن ہو ۔۔۔ کہ بے اولاد میرا گھر سیاہ خانے سے بدتر ہے
°° بہ حق آل محمد ہو دعا مقبول عاجز کی ۔۔۔ یہ عبداللہ بھی یارب ترا اک عبد احقر ہے (۹۷)

اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کی دعا منظور کرلی۔ اور اسے ایک فرزند عطا فرمایا۔

عبداللہ نے کاہن کو بلایا۔ اور اس سے بچے کی فال نکالنے، اور نام رکھنے کو کہا۔ چنانچہ کاہن نے زائچہ بنا کر کہا:-

°° یہ لڑکا بڑا صاحب نام ہوگا ۔۔۔ حسینوں سے اس کو سدا کام ہوگا
°° کسی کی محبت کا یہ دم بھرے گا ۔۔۔ نہ اس بن جیے گا نہ اُس بن مرے گا
°° بہت اس کی طینت میں ہو پاک بازی ۔۔۔ حقیقی بنے اس کا عشق مجازی
°° کہیں گے اسے لوگ وحشت کا پتلا ۔۔۔ پھرے گا بہت دن یہ صحرا بہ صحرا
°° اگر نام پوچھو تو ہے قیس بہتر ۔۔۔ مگر لوگ مجنوں کہیں اس کو اکثر (۹۸)

بچپن میں قیس کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ وہ اکثر رویا کرتا تھا۔ اور کسی کو اس رونے دھونے کی کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ چنانچہ کاہن کو بلایا گیا۔ اور اس سے اس حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:-

°° یہ حضرت عشق کا عمل ہے ۔۔۔ آسیب جنوں کا کچھ خلل ہے
°° وحشت کا ہے اس کے سر پہ سایا ۔۔۔ سودا کچھ دل میں ہے سمایا (۹۹)

جب کاہن سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا علاج ہے تو اس نے کہا:-

°° دایہ! ہے عشق کی دوا حسن ۔۔۔ ہے عشق تو آگ اور ہوا حسن
°° جینا اس کا اگر ہے مطلوب ۔۔۔ دکھلا اس کو جمال محبوب
°° یعنی کچھ لوگ خوبصورت ۔۔۔ کرتے رہیں جان و دل سے خدمت (۱۰۰)

اس مشورے کے مطابق عمل کیا گیا۔ اور خوبصورت سے خوبصورت خواصیں قیس کی خدمت کے لئے لائی گئیں۔

قیس خوبصورت تھا۔ بچپن سے شعر وشاعری کی طرف مائل تھا۔ جب وہ کچھ بڑا ہوگیا تو اس کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ مکتب میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ لڑکیوں میں سے قیس کی چچازاد بہن تھی۔ لڑکی کا نام لیلیٰ تھا۔ اور اس کا والد امیر نجد، اور سردار بھی تھا ـــــــ لیلیٰ اور قیس کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیئے محبت پیدا ہوئی۔ ان کی یہ محبت، مکتب کے دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں پر ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے قیس اور لیلیٰ کو تکلیفیں پہنچنے لگیں۔ ـــــــ مکتب میں ایک آوارہ مزاج لڑکا پڑھتا تھا جس کا نام طرّار تھا۔ اسی طرح ایک لڑکی پڑھتی تھی جس کا نام خیلا تھا۔ یہ ایک طوائف زادی تھی۔ اور اس کی ماں زہرہ کی رسائی قوم کے اکابرین تک تھی۔ اسی طرح لیلیٰ کی ماں کے ہاں اس کا آنا جانا بھی تھا۔

خیلا، لیلیٰ پر حسد کرنے لگی اس نے اپنی ماں کے ذریعے سے لیلیٰ کو مکتب میں آنے سے روک دیا!۔ اس کی ماں، زہرہ، مادرِ لیلیٰ کی خدمت میں آکر اس سے کہنے لگی!۔

؎ دانا ہوکر بنی ہو نادان	صاحب زادی کا کچھ نہیں دھیان
؎ ہرچند کہ ہیں ابھی وہ کم سن	مکتب میں بھی جانے کے نہیں دن
؎ مکتب بھی وہ جس میں قیس جائیں	عشق الدین جہاں پڑھائیں
؎ اول تو برا وہ مولوی ہے	دیہاتی موا وہ مولوی ہے
؎ باتوں کا نہیں ہے جسے سلیقہ	کیا جانے پڑھانے کا طریقہ
؎ اب آگے نہ کچھ کہے گی بندی	عاقل کو ہے اشارہ کافی
؎ لڑکوں میں لڑکیوں کا پڑھنا	ہم نے تو کبھی سنا نہ دیکھا
؎ حرمت کا بھی کچھ تمہیں نہیں ڈر	بن بیاہی کو بھیجتی ہو باہر (۱۰۱)

چنانچہ بیگم، زہرہ کی بات سے پریشان ہوگئی۔ اور اس نے فیصلہ کیا کہ اب لیلیٰ، مکتب نہ جائے۔ جب ماں نے لیلیٰ کو مکتب جانے سے روک دیا تو لیلیٰ نے کہا!۔

؎ جو آپ کہیں وہی ہے بہتر «دل میں»! ہرچند کہ ہو وہ شاق دل پر (۱۰۲)

ادھر جب قیس مکتب میں آیا۔ اور اس نے دیکھا کہ لیلیٰ نہیں آئی تو وہ بہت دل گرفتہ ہوا۔ رونے لگ گیا۔ چنانچہ آخوندجی نے قیس سے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ مگر قیس نے کچھ نہیں بتایا ـــــ طرّار نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر آخوندجی کو بتایا!۔

؎ آخوندجی صاحب! خبر اس کی تمہیں کیا ہے لیلیٰ نہیں آئیں وہیں دل ان کا لگا ہے (۱۰۳)

آخوند جی، طرار کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گیا۔ اس نے قیس کو یہ کہتے ہوئے مکتب سے نکال دیا!۔

لو آج کھلا، واہ! بڑا کام کرو گے — کیا قصد ہے صاحب مجھے بدنام کرو گے
آوارہ مزاجوں کا پڑھانا نہیں اچھا — بس جائیے یاں آپ کا آنا نہیں اچھا (۱۰۴)

قیس مکتب سے نکل گیا۔ مگر شرم کی وجہ سے وہ گھر نہیں گیا۔ چنانچہ اس کا والد پریشان ہو گیا۔ طرار نے آکر اس کو سارا قصہ سنایا۔ قیس کے والد کو طرار کی بات پر یقین نہیں آیا۔ اس نے طرار کو گھر سے نکال دیا اور خود قیس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ جنگل میں جب قیس ملا تو والد نے اس کو مطمئن کرکے کہا!۔

ہم نے جانا کہ بے تاب تھا تو — رنج سے بے خور و خواب تھا تو
ہم سے کیا شرم تھی تجھ کو ایسی — بیتیاں کچھ گذرتی ہیں جیسی
دل ہی دل میں عبث رنج سہتا — اپنے ہمجولیوں سے تو کہتا
کچھ نہ کچھ اس کی تدبیر کرتے — ہم تو اک دن نہ تاخیر کرتے
میرے بھائی کی بیٹی ہے لیلی — ہر طرح تجھ کو ہے وہ پہنچتی
کیا چچا تیرا انکار کرتا ؟! — بیٹی دینے میں تکرار کرتا ؟!۔
کچھ تیرا ہم تو آباد کرتے — کرکے شادی تجھے شاد کرتے۔ (۱۰۵)

چنانچہ قیس کا والد اپنے چھوٹے بھائی عبد العزیز (لیلی کا والد) کے پاس گیا۔ اور اس سے اپنا مطلب بیان کیا۔ مگر لیلی کے والد نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا!۔

یہ نسبت بہت روز سے دل نشیں ہے — مگر کیا کروں میرا قابو نہیں ہے
نہیں ماں کو لیلی کی منظور بھائی — اسی سے ہوا میں بھی مجبور بھائی
کئی بار یہ تذکرے آچکے ہیں — ہر اک طرح سب اس کو سمجھا چکے ہیں
نہیں مانتی وہ کسی کا بھی کہنا — بس اب اس میں لازم ہے خاموش رہنا (۱۰۶)

قیس کے والد کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا۔ اور پھر اس نے لیلی کے والد سے حقیقی وجہ دریافت کرتے ہوئے کہا!۔

اگر مہر پر کچھ ہو تکرار بھائی — تو ہر طرح سے ہوں میں تیار بھائی
مرا مال و املاک دولت لکھا لو — میری جائیداد اور ریاست لکھا لو (۱۰۷)

پھر بھی لیلیٰ کے والد نے وہی جواب دیا کہ لیلیٰ کی ماں کو یہ رشتہ منظور نہیں ہے - اخیر میں جب قیس کے والد نے اصرار کیا کہ انکار کا سبب کیا ہے تو لیلیٰ کے والد نے کہا :-

٥٥ اگر قیس کے ہوتے اطوار اچھے — و یا پائے جاتے کچھ آثار اچھے
٥٥ بھتیجے کے ہوتے کیسے بیٹی دیتا — "نہیں" کا کبھی نام بھی میں نہ لیتا
٥٥ نہیں بات میں اس کی سنجیدگی کچھ — طبیعت میں ہے اس کی شوریدگی کچھ
٥٥ کیا میری بیٹی کو رسوا، یہ کیا تھا — مجھے تو کہیں کا نہ رکھا، یہ کیا تھا
٥٥ یہ بے ہودہ سودا جو سر میں سمایا — بزرگوں کا بھی دھیان دل میں نہ آیا
٥٥ چچا کی یہ حرمت ہے، یہ بھی نہ سمجھا — گھرانے کی عزت ہے، یہ بھی نہ سمجھا
٥٥ سمجھیئے اگر تو یہ صدمہ نہیں کم — یہی نا، بھتیجا تھا چپ ہو رہے ہم
٥٥ ابھی سے جو یہ عاشقی کا مزا ہے — تو پھر آگے چل کر خدا ہی خدا ہے
٥٥ یہ آوارگی ہو طبیعت میں جن کی — بھلا ان کو کس طرح دے کوئی بیٹی (۱۰۸)

قیس کا والد مایوس ہو کر گھر چلا گیا - اس نے اپنے بیٹے کو سارا واقعہ سنایا - اور پھر اس نے اس کو یہ نصیحت کی کہ وہ لیلیٰ کو چھوڑ دے —— قیس یہ سن کر بہت غمگین ہو گیا - اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے - اور پھر صحرا کا رخ کیا جہاں وہ وادیٔ نجد میں رہنے لگا:-

٥٥ اکثر آتی ہے وہاں کوچۂ لیلیٰ کی ہوا — اور لے جاتی کہاں کوچۂ لیلیٰ کی ہوا (۱۰۹)

قیس کی جدائی میں لیلیٰ بھی بہت پریشان تھی - اکثر تنہائی میں روتی رہتی تھی - اور زمانے کی شکایت کرتی رہتی تھی :-

٥٥ اے فلک! دل دکھانا ہے برا، آہ — دیکھ ہم کو ستانا ہے برا، آہ
٥٥ قیس کے وصل سے آج ہوئی یاس — عمر بھر کا چھڑانا ہے برا، آہ
٥٥ بے گنہ تو رلاتا ہے مجھے، ہائے — دیکھ ظالم، رلانا ہے برا، آہ
٥٥ غم کی آگ میں جلتی ہوں میں افسوس — مثلِ شمع جلانا ہے برا، آہ (۱۱۰)

ایک دفعہ جبکہ قیس صحرا میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ نوفل نامی روم کا بادشاہ وہاں سے گذرا - جب نوفل نے قیس کو دیکھا تو اس نے اپنے وزیر سے اس کے بارے میں پوچھا - اور وزیر نے بادشاہ نوفل کو بتایا :-

٥٥ واقف ہوں میں اس سے شہا! ہے یہ تو قیسِ عامری — لیلیٰ امیرِ نجد کی لڑکی یہ عاشق ہے یہی

۰۰ دنیا و مافیہا کی کچھ شاہا! نہیں اس کو خبر — تصویرِ یار آٹھوں پہر رکھتا ہے یہ پیشِ نظر (۱۱۱)

نوفل بادشاہ، قیس کے پاس گیا۔ اور اس سے کہنے لگا:۔

۰۰ اے عاشقِ تفتہ جگر! لیلیٰ کا ہوں میں نامہ بر — یہ مہر ہے، سرنامہ ہے، آنکھیں تو کھول اے بے خبر

۰۰ لایا ہوں تیرے دردِ دل کی میں دوا ہشیار ہو — لیلیٰ کا پیغامِ زبانی سن ذرا ہشیار ہو (۱۱۲)

قیس نے جب لیلیٰ کا نام سنا تو وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوگیا۔ چنانچہ

نوفل نے اس کو کہا:۔

۰۰ اے عاشقِ جان باختہ! چل ساتھ میرے نجد کو — کوشش سے میری کیا عجب ممکن وصالِ یار ہو

۰۰ موجود ہوں میں ہر طرح تیری حمایت کے لیئے — پہلو تہی ہرگز نہ ہوگی، تیری وصلت کے لیئے (۱۱۳)

چنانچہ قیس، نوفل کے ساتھ چلا گیا۔ قیس کو امیرانہ لباس پہنایا گیا۔
اور پھر بادشاہ کی مجلس میں بٹھایا گیا۔ قیس نے کچھ وقت بعد یہ محسوس کیا کہ بادشاہ اپنا وعدہ
بھول گیا ہے۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو یاد دلایا جس کی بنا پر نوفل بادشاہ نے عبدالعزیز (لیلیٰ کا والد)
کو بلوا کر کہا:۔

نوفل:۔

۰۰ عبدالعزیز! کون ہے تیرا یہ نوجواں؟! "عبدالعزیز": فرزند میرے بھائی کا ہے، اے شہِ زماں!

۰۰ نوفل: بیٹی ہے تیری کوئی کہ لیلیٰ ہے جس کا نام؟! "عبدالعزیز": بیٹی کا میری نام ہے یہ، اے فلک مقام!

۰۰ نوفل: ہو عقد آج دونوں کا منظور ہے مجھے — تجویز میں ہمارے کوئی عذر ہے تجھے؟!

۰۰ عبدالعزیز: کیا عذر مجھ کو حکمِ شہِ نامدار میں — لیکن نہیں یہ امر مرے اختیار میں

۰۰ راضی ہو میری قوم تو حاضر ہوں میں شہا! — راضی نہ ہو جو قوم تو قاصر ہوں میں شہا!

۰۰ نسبت کا یہ معاملہ ہے اے جہاں پناہ — عزت کا یہ معاملہ ہے اے جہاں پناہ

۰۰ شاہا! برے ہیں قیس کے اطوار کیا کروں — ہے قوم اس کے نام سے بیزار کیا کروں (۱۱۴)

نوفل بادشاہ لیلیٰ کے والد کی بات سے غضبناک ہوگیا۔ اس نے یہ
حکم دیا کہ بڑی فوج تیار کی جائے۔ اور نجد پر حملہ کرنے کے لیئے نجد کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ مگر
نوفل کے وزیر نے اس کو یہ کہتے ہوئے نجد پر حملہ کرنے سے روک دیا:۔

۰۰ قیس کی خوشی کے لیئے جس کو ہے جنوں کا خلل — خونِ بے گناہ سے کل دشت لالہ زار ہوا! (۱۱۵)

چنانچہ نوفل کو یہ احساس ہوگیا کہ اس نے اپنے فیصلے میں جلدبازی
کی۔ مگر چونکہ اس نے قیس سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی لیلیٰ سے شادی کرا کے دم لے گا، لہٰذا اس نے

خود لیلیٰ سے ملاقات کا قصد کیا تاکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ ایسی ہی حسین ہے جیسا کہ قیس کے عشق سے ظاہر ہوا ہے ؟ !- اور کوئی صورت اس کے حاصل کرنے کی تجویز کی جائے ــــ اگر اس کے مثل، یا اس سے بہتر حسینہ بھی دنیا میں موجود ہے تو قیس کو لیلیٰ کے عشق سے باز کیا جائے - ظن غالب ہے کہ قیس راضی ہو جائے - اور جنگ کی نوبت نہ آئے ــــــــــ چنانچہ نوفل نے فقیروں کا روپ دھار کر لیلیٰ کے محلے کا رخ کیا - جب وہ لیلیٰ کے والد عبد العزیز کی محل سرا تک پہنچا تو اس نے یہ آواز دی :-

○○ در پہ تمہارے آیا ہے بابا   آل اعرابی مرد مسافر
○○ کل سے نہیں کچھ کھایا ہے بابا   دیر سے ہے دروازے پر حاضر (۱۱۶)

لیلیٰ کی ماں نے فقیر کی آواز سنی تو اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ اس کا خاوند، نوفل بادشاہ سے لڑائی کرنے والا ہے - کیوں نہ اب ہم اس فقیر سے دعا کرائیں شاید اس کی برکت سے خاوند کو فتح نصیب ہو ــــ چنانچہ ماں نے لیلیٰ سے کہا :-

○○ شاہ سے ہے در پیش لڑائی   بھیک دے اس کو لیلیٰ پیاری
○○ کہہ دعا دے اے پردیسی   جنگ میں ہو کل فتح ہماری (۱۱۷)

اور لیلیٰ نے یہ کہتے ہوئے فقیر کو بھیک دی :-

○○ آ تو کدھر ہے اے پردیسی   بھیک لے مجھ سے اور یہ دعا دے
○○ نکلے یارب حسرت دل کی   سب کے بچھڑے خدا ملا دے
○○ آہ کہاں تک نالہ وزاری   دور ہو یارب دردِ جدائی
○○ جلد کہیں ہو فتح ہماری   بخت سے ہے در پیش لڑائی
○○ دشمن جان ہے ساری خدائی   مجھ سے فلک نے کی ہے برائی
○○ اب نہیں اٹھتا بار جدائی   آگے آئے میرے بھلائی ــــ (۱۱۸)

جب نوفل بادشاہ لیلیٰ کو دیکھ کر واپس آیا تو اس نے قیس کو بلایا اور اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ لیلیٰ کوئی ایسی حسین لڑکی نہیں - یہ بھی کہا کہ وہ لیلیٰ کی قوم سے لڑنے کے لئے تیار تھا - مگر اس کو خونِ رعیت، اور روزِ قیامت کا خیال آ گیا - لہذا بہتر یہ ہے کہ کنیزوں میں سے جو کنیز اس کو پسند آ جائے وہ لے جائے - صرف یہی نہیں - بلکہ اگر چاہے تو وہ سب کی سب لے جائے ــــ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس کو مال و دولت، منصب و جاگیر، اور خلعت و پوشاک

بھی دے گا ــــ قیس یہ سن کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ پھر اس نے نوفل کو کہا :-

○○ عقل کدھر ہے تری اے بادشاہ ــ شرط یہی تھی میری اے بادشاہ

○○ عہد تیرا کیا ہے ناپائیدار ــ تیرے سخن کا نہیں کچھ اعتبار

○○ ہیچ ہے تو، پوچ ہے تیرا سخن ــ دیکھ لیا تجھ کو بھی پیمان شکن

○○ مجھ کو خبر کیا کہ ہے کیا روم و شام ــ دل میں ہے یاں یاد صنم صبح و شام

○○ دشت سے مسکن کوئی بہتر نہیں ــ خاک سے خوش تر کوئی بستر نہیں

[کپڑے اتار کے، اور نوفل کے آگے پھینک کے]

○○ ہے یہ تیرا خلعت و پوشاک خاک ــ لا وہ میرا پیرہن چاک چاک

○○ خلعت و پوشاک کی پروا نہیں ــ منصب و املاک کی پروا نہیں

○○ قدر ہو لیلیٰ کی تجھے کیا بھلا ــ میرا سا دل میری سی آنکھیں تو لا

○○ تیری کنیزوں میں کہاں وہ پھبن ــ نام خدا خود ہے وہ گل بدن

○○ عشق کی کیا تجھ کو خبر بے تمیز ــ حسن کو کیا جانے کہ ہے کون چیز

○○ چاہوں میں جس کو وہی محبوب ہے ــ جس پہ دل آجائے وہی خوب ہے

○○ تیرے حسین تجھ کو مبارک رہیں ــ درد والم مجھ کو مبارک رہیں (۱۱۹)

پھر مجنوں صحرا کو نکل گیا۔ اور وہیں زندگی بسر کرنے لگا۔ ایک دفعہ مجنوں کی نظر ایک بڑھیا پر پڑی جس کے ساتھ ایک جوان اسیر تھا۔ مجنوں نے بڑھیا سے اس جوان کی اسیری کا سبب پوچھا تو بڑھیا نے بتایا کہ یہ جوان نہ تو قیدی ہے اور نہ ہی گرفتار، فقط پیٹ کے دھندے کے لئے یہ سوانگ رچا رکھا ہے۔ چنانچہ مجنوں نے بڑھیا سے درخواست کی کہ وہ اس جوان کو چھوڑ کر اسے اپنا قیدی بنالے :-

○○ پیر زن چھوڑ دے اس شخص کو از بہر خدا ــ مجھ کو زنجیر پنہا

○○ اس طرح سے تو مجھے نجد کے کوچوں میں پھرا ــ اپنا پابند بنا

○○ جو ملے تجھ کو نہیں اس میں اجارا میرا ــ مجھ کو حصہ بھی نہ دے

○○ مدت العمر نہ بھولوں گا میں احسان تیرا ــ مول لے مفت مجھے

○○ کیا عجب کوچۂ لیلیٰ میں کسی دن ہو گزر ــ گھر سے نکلے وہ ادھر

○○ میں اسے دیکھوں مجھے دیکھ لے وہ ایک نظر ــ ہوں نظارے دم بھر (۱۲۰)

بڑھیا راضی ہوگئی - اس نے قیس جوان کو (جو فی الحقیقت طرار تھا)
رہا کر دیا - اور مجنوں کی گردن میں زنجیر ڈال دی - پھر دونوں کوچۂ لیلیٰ کی طرف چلے گئے - محلے
میں جب مجنوں کی نظر لیلیٰ پر پڑی تو وہ غش کھا کر گر پڑا - جب لیلیٰ نے اس کو اس حال میں دیکھا
تو اس کو اس کی حالت پر بڑا افسوس ہوا - اس نے بڑھیا سے درخواست کی کہ وہ اس کو رہا کر دے
مگر بڑھیا نے سو درہم طلب کیئے - چنانچہ لیلیٰ نے بڑھیا کو مطلوبہ رقم مہیا کی - اور مجنوں کو
چھڑا لیا - یوں تھوڑی دیر کے لیئے لیلیٰ اور مجنوں کی ملاقات ہوگئی - پھر لیلیٰ چلی گئی - اور قیس
صحرا کی طرف روانہ ہوا -

ایک دفعہ مجنوں کا والد، مجنوں کی تلاش میں صحرا کی طرف نکلا -
جب مجنوں ملا تو والد اس سے بات کرنے لگا - مگر مجنوں نے اپنے والد کو نہیں پہچانا :-

○○ کون ہے تو مبتلا کس لیئے ہے بے قرار — کون ہے تو دل جلا کس لیئے ہے چشم تر
○○ تیری باتوں سے مجھ بوئے انس آتی ہے کچھ — اے شفیق مہربان جن ہے تو یا ہے بشر
○○ اے ضعیف ناتوان کس قدر ہے خوش بیاں — سچ بتا کیا میری لیلیٰ کا ہے تو نامہ بر
○○ بوئے الفت آتی ہے تیرے جسم زار سے — خود بخود کھینچتا ہے دل بان میں ہے یہ اثر (۱۲۱)

والد نے اس کو سمجھایا کہ وہ اس کا باپ ہے - پھر اس کو اس کی
ماں کی یاد دلائی، اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ گھر واپس چلے - چنانچہ مجنوں
کچھ دیر کے لیئے اپنے باپ کے ساتھ گھر واپس گیا - اور پھر دوبارہ صحرا کی خاک چھاننے لگا ——
—— دوسری طرف مجنوں کی جدائی میں لیلیٰ کی حالت بہت بری ہوگئی - چنانچہ اس نے
گھر سے بھاگنے کی کوشش کی مگر والد نے اس کو پکڑ کر اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی —— جب
ایک دن اس کے پاؤں سے زنجیر ہٹا دی گئی تو وہ مجنوں کی تلاش میں صحرا کی طرف نکلی - وہاں
مجنوں اپنے آپ سے یہ کہہ رہا تھا :-

○○ نہیں میرے سوا کوئی، انا لیلیٰ، أنا لیلیٰ — نہیں ہے دوسری لیلیٰ، انا لیلیٰ، انا لیلیٰ
○○ میں ہوں عاشق، میں ہوں رسوا، میں ہوں وہ یار بے پروا — یہ عشق اور عاشقی کیسی، انا لیلیٰ، انا لیلیٰ (۱۲۲)

لیلیٰ اور مجنوں دونوں کی ملاقات ہوئی تو لیلیٰ نے مجنوں کو کہا :-

○○ جذب الفت کا اثر دیکھ تو اے قیس ذرا — تیرے ملنے کی ہوس مجھ کو یہاں لائی ہے
○○ یہ تیرا خط ہے نہ رکھوں اسے کس طرح عزیز — نقد جاں میں نے گنوا کر یہ رقم پائی ہے

۰۰ کوئی دم کے لیئے صحرا کی ہوا کھاتی ہوں — پھر وہی کنج قفس ہے وہی تنہائی ہے

۰۰ پھر ہوس تیری نکالے گی مجھے زنداں سے — کہ وہی میں ہوں وہی یہ دل سودائی ہے

۰۰ پھر وہی لالۂ صحرا، وہی جنگل کی ہوا — پھر وہی میں ہوں، وہی بادیہ پیمائی ہے

۰۰ جان پر کھیل کے آئی ہوں یہاں تک اے قیس — دشت پُرخار میں لیلیٰ کو قضا لائی ہے (۱۲۳)

پھر لیلیٰ، مجنوں کے آغوش میں بے خبر سو گئی۔ تھوڑی دیر بعد لیلیٰ کی ماں آئی۔ اور لیلیٰ کو لے کر چلی گئی۔ جب گھر پہنچی تو اس نے لیلیٰ کو بُرا بھلا کہا۔ اس کے بعد لیلیٰ بیمار پڑ گئی ـــــ لیلیٰ کی بیماری زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ وہ چل بسی۔ مرنے سے پہلے لیلیٰ نے اپنے عزیزوں سے مخاطب ہو کر یہ وصیت کی :۔

۰۰ میرے مجنوں کو مرے بعد یہ دینا پیغام — اے محبت میں مری حد سے گزرنے والے

۰۰ تجھ پہ لیلیٰ ہوئی قرباں تری جان سے دور — دیکھ یوں بات پہ مر جاتے ہیں مرنے والے

۰۰ "بے وفا" تو تو کہا کرتا تھا ہم کو اے قیس — تو سلامت رہے اے نام کے دھرنے والے

۰۰ تو ہی کہہ دے کہ وفا اور کسے کہتے ہیں — عمر بھر نام پہ بیٹھے رہے بھرنے والے

۰۰ بیچ منجدھار میں الفت نے ڈبو دیا ہم کو — ہم نہ تھے ان میں جو ہیں پار اترنے والے

۰۰ حشر کے دن تجھے اللہ سے لیں گے اے قیس — صبر کر صبر کر یہ دن ہیں گزرنے والے

۰۰ تو نہ کڑھنا تجھے میری غم الفت کی قسم — اس کا غم کیا یونہی مر جاتے ہیں مرنے والے (۱۲۴)

جب مجنوں کو لیلیٰ کی موت کا پتہ چلا تو وہ روتا پیٹتا۔ گرتا پڑتا، لیلیٰ کے محلے کی طرف چلا گیا ـــــ پھر جب لیلیٰ کی قبر تک پہنچا تو یہ کہتے ہوئے اچانک اس کی سانس کی ڈور ٹوٹ گئی :۔

۰۰ اے اجل! اس سرزمین سے آتی ہے بوئے صنم — بس یہیں تیار ہو تربت ہماری ہائے ہائے

۰۰ شمع مدفن کی طرف کھینچتا ہے دل پروانہ وار — ہے یقین مجھ کو یہ ہے تربت ہماری ہائے ہائے (۱۲۵)

اور پھر

۰۰ قبر لیلیٰ سے لپٹ کر مر گیا مجنوں غریب — اب نہیں آتی صدائے آہ و زاری ہائے ہائے

۰۰ عاشق و معشوق دونوں کو ملایا خاک میں — ہے یہی انجام راہ و رسم یاری ہائے ہائے۔ (۱۲۶)

مرزا محمد ہادی رسوا کے "مرقع لیلیٰ مجنوں" کا خلاصہ سابقہ صفحات میں درج کیا گیا - جہاں تک اس کے فنی محاسن کا تعلق ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی زبان بہت بلند پایہ ہے - اس کا اسلوب بڑا پختہ ہے - اور یہ حقیقت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ مرزا کو اردو زبان میں مہارت تامّہ حاصل تھی ـــــ مرزا رسوا اردو زبان کی اصلاح، اور اس کے معیار کو بلند کرنے میں دلچسپی رکھتا تھا - اسی لیئے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ان ڈراموں کی زبان پر تنقید کرتا ہے جو اس کے زمانے میں سٹیج پر دکھائے جاتے تھے - اور جنہیں دیکھنے کا اسے اتفاق بھی ہوا - کہتا ہے: " حیران تھا کہ یہ کس شہر کی بولی ہے جو ان لوگوں کی زبانی سنتا ہوں - سمجھ میں تو آتی ہے مگر اچھی نہیں معلوم ہوتی - ایک شفیق سے معلوم ہوا کہ یہ نظم و نثر دہلی لکھنؤ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی - بمبئی کے مچھلی بازار کی بول چال ہے - یہ دساور وہیں کی ہے - وہیں کا مال ہے - میں نے دل میں کہا شکر ہے کہ اس مہملات کو ہماری زبان سے کوئی تعلق نہیں "(۱۲۷)

مرزا رسوا نے قصۂ لیلیٰ مجنوں کو نظم کرنے کا بیڑا اٹھایا تاکہ اردو زبان کی اصلاح، اور اس کی ادبی سطح کو بلند کر دیا جائے - چنانچہ وہ کہتا ہے: - " ذوق سخن سرائی نے صلاح دی کہ تو بھی انہیں متعارف قصوں سے کوئی قصہ لے کر مرقع بنا - دوستوں کو جو اس قصد کی اطلاع ہوئی، مجھ کو اور بھی دیوانہ بنایا - اصرار کو حد سے بڑھایا کہ اگر قصد ہے تو پھر دیر کیا ہے - آج کل تم کو فرصت ہے، جو دم ہے غنیمت ہے، خدا جانے کہاں جانا ہو، کہاں رہنا ہو، یہ جوش رہے یا نہ رہے، یہ شوق رہے یا نہ رہے - حسن و عشق کے قصوں میں لیلیٰ مجنوں کا افسانہ (جس کو تاریخی واقعے کی وقعت حاصل ہے)، عموماً مشرقی طبائع کو مرغوب ہے - واقعی بہت خوب ہے - دل نے اسی کو اختیار کیا، چند نمائشیں کہہ کر حضرت استادی و مکرمی جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج (مد ظلہ العالی) کی خدمت میں لے جا کے سنائیں - بعد حک و اصلاح ارشاد فرمایا: " مناسب ہے کہ تمام بحور مرقع میں آ جائیں تاکہ مبتدی موزوں طبعوں کو مفید تر ہو" - تعمیل حکم حضرت استاد کو عین سعادت سمجھ کے اس پر بھی کار بند ہوا - اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال رہا ہے کہ ہر ایک بحر کا نظم موسیقی موافق اس حالت کے ہو جس حالت کا اظہار شعر سے مطلوب ہے - اور یہ امر اہل ذوق و استشعار سے پوشیدہ نہ رہے گا " (۱۲۸)

اگرچہ مرزا رسوا نے اس قصے کو اردو زبان کی اصلاح کی خاطر نظم کیا ہے - مگر اس میں بہت سارے معانی، اور بے شمار مقاصد پوشیدہ ہیں جو اس قصے کو نظم

کرے۔ وقت مصنف کے پیش نظر تھے - چنانچہ ہمیں اس قصے میں بہت سے صوفیانہ حقائق نظر آتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مرزا رسوا کو تصوف کے ساتھ شغف تھا۔ یہ شغف ہمیں قصے میں کاہن کی باتوں میں نظر آتا ہے جب وہ قیس کی تعریف بیان کرتا ہے :۔

٥٥ بہت اس کی طینت میں ہو پاک بازی   حقیقی بنے اس کا عشق مجازی

٥٥ کہیں گے اسے لوگ وحشت کا پتلا   پھرے گا بہت دن یہ صحرا بہ صحرا

٥٥ محبت کا آزار گھڑیوں بڑھے گا   جنون بن کے جن اس کے سر پر چڑھے گا

٥٥ محبت اسے پھر ٹھکانے لگا دے   خودی سے چھڑا کر خدا سے ملا دے (١٢٩)

یا پھر جب کاہن عشق اور اس کی حیران کن کارروائیوں کی وضاحت کرتا ہے :۔

٥٥ یہ حضرت عشق کا عمل ہے   آسیب جنوں کا کچھ خلل ہے

٥٥ وحشت کا ہے اس کے سر پہ سایا   سودا کچھ دل میں ہے سمایا (١٣٠)

مرزا رسوا کی تصوف سے دلچسپی ہمیں اس واقعے میں نظر آتی ہے جس میں قیس، نوفل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے :۔

٥٥ زاہد کے واسطے تو یہ دنیا میں ہے حرام   اہل ریا کے واسطے عقبیٰ میں ہے حرام

٥٥ رندوں کو ہے حلال اگر زر نصیب ہو   عاشق کو ہے حلال جو وصل حبیب ہو (١٣١)

اسی طرح بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے مرزا رسوا نے تصوف اور اس کے مراتب کی طرف اشارہ کرنے کا ارادہ کیا ـــــــ اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس موقع میں مرزا رسوا تصوف کے بعض نظریات کی مخالفت کرتا ہوا نظر آتا ہے - یہ بات اس واقعے سے واضح ہو جاتی ہے جس میں قیس «فنا فی الذات» کے درجے تک پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے :۔ «أنا الیلیٰ» :۔

٥٥ نہیں میرے سوا کوئی، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ ⁝ نہیں ہے دوسری لیلیٰ، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

٥٥ میں ہوں عاشق، میں ہوں رسوا، میں ہوں وہ یار بے پروا ⁝ یہ عشق اور عاشق کیسی، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

٥٥ نہ اب ہے شمع و پروانہ، جلانا ہے نہ جل جانا   فقط شعلہ ہے اب باقی، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

٥٥ نہ وہ شمع جمال اب ہے نہ فانوس خیال اب ہے   نہ اب دوری، نہ اب صوری، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

٥٥ جو میرا ہے وہ تیرا ہے کہ جو تو ہے وہی میں ہوں   وہی مجنوں، وہی لیلیٰ، أنا الیلیٰ، أنا الیلیٰ

٥٥ نہ وصلت ہے، نہ فرقت ہے، نہ الفت ہے، نہ حسرت ہے   نہ ذلت ہے، نہ رسوائی، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

٥٥ نہ اب گل ہے، نہ بلبل ہے، نہ اب صیاد گلچیں ہے   بہار بے خزاں آئی، أنا الیلیٰ أنا الیلیٰ

○○ شراب عشق میں خود ہوں، خراب عشق میں خود ہوں — میں ہوں ساغر، میں ہوں ساقی، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ (۱۳۱)

یہ واقعہ فی الحقیقت مجنوں کے بارے میں ہمیں شبلی کا وہ قول یاد دلاتا ہے کہ جب اس سے اس کا نام اور اس کا حال پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا أنا لیلیٰ ۔ اور یہی فنا فی الذات کا درجہ ہے۔ مگر مرزا رسوا بہ زبان لیلیٰ اس نظریے کی مخالفت کرتا ہے :۔

○○ یہ کیا کہتا ہے تو مجنوں، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ — ارے تو ہے مرا شیدا، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ مرے عاشق، مرے شیدا، میں ہوں معشوق بے پروا — مجھے ہے یہ سخن زیبا، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ وہ یار ناز نیں ہوں میں، حسین مہ جبیں ہوں میں — جو تو ہے وہ نہیں ہوں میں، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ یہ کیسی خود نمائی ہے، یہ کیا دل میں سمائی ہے — یہ کیا نا آشنائی ہے، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

"مجنوں"

○○ ابھی کس کی صدا آئی کہ دل ہے جس کا سودائی — یہاں لیلیٰ کہاں آئی، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

"لیلیٰ"

○○ یہ ہے دیوانہ پن تیرا، یہ ہے مستانہ پن تیرا — یہ ہے بیگانہ پن تیرا، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ یہ باتیں چھوڑ اے ناداں! جنوں کا ہے یہ سب ساماں — سنبھال اپنا دل حیراں، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ جنوں کے طور ہیں بے شک نہیں ہوتی خبر اب تک — پکاروں میں تجھے کب تک، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ پکار آکر تو وحشت کو نہ کر بدنام الفت کو — لگے آگ اس محبت کو، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

"مجنوں"

○○ نہ ہو اتنا خفا دلبر جنوں کے جوش میں اکثر — کہا کرتا ہوں میں مضطر، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ

○○ یہ تھا سب وہم کا دھوکا، تجھے اب میں نے پہچانا — غلط ہے یہ مرا دعویٰ، أنا لیلیٰ أنا لیلیٰ (۱۳۲)

مرزا رسوا کے اس مرقع کی تہوں میں صوفیانہ باتوں کے علاوہ ہمیں اُس زمانے کی تعلیم پر شدید تنقید بھی ملتی ہے۔ مرزا رسوا نے اس زمانے کی تعلیم پر دو پہلوؤں کے لحاظ سے تنقید کی ہے ۔ ایک یہ کہ وہ تعلیم جس کا بیڑا ایسے مولویوں نے اُٹھایا ہوا ہے جنہیں دین کی مکمل معرفت ہی نہیں ۔ مثلاً مولوی عشق الدین جیسے مولوی جن کے مکتب میں قیس نے تعلیم حاصل کی ۔ مرزا نے مرقع کے حاشیے میں اس قسم کے معلمین پر واضح طور پر نکتہ چینی کی ہے ۔ کہتا ہے : " عبداللہ اپنے بیٹے کی تعلیم میں نہایت سرگرم اور مستعد معلوم ہوتا ہے ۔ اور خود بھی اس کو علم سے بہرہ ہے جیسا کہ اس کی گفتگو سے ظاہر ہے ۔ مگر واقع میں وہ بڑی غلطی کر رہا ہے کہ وہ اپنے پیارے لڑکے کو ایک کم حقیقت ملا کے سپرد

کرتا ہے۔ مگر اس نے اس بات میں دھوکا کھایا ہو تو عجب نہیں، اس لیے کہ ملّا کی ظاہری وضع نے اس کو فریب دیا کہ غلطی اس کی بے شک ہے کہ اس نے مولوی کے چال چلن کو کیوں نہ دریافت کر لیا۔ اس غلطی میں اکثر والدین بجائے نفع پہنچانے کے اپنے بچوں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ ایک کم استعداد اور بد وضع مولوی سے پڑھوانا اس سے بدتر ہے کہ لڑکا جاہل رہے ـــــــ مولوی عشق الدین بہ ظاہر نہایت مقطع اور متین بنتا ہے، مگر اس کی اصلی حالت کسی نہ کسی پیرائے میں ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ اولاً تو وہ اپنے تئیں علماء میں شامل کرتا ہے۔ اور ایک بے طمع معلم بنتا ہے۔ پھر یہ بھی کہے بغیر نہیں رہتا کہ آپ (یعنی عبداللہ والدِ قیس) تو خود ہی کچھ دیجیئے گا، پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے ـــــ حقیقت میں وہ طامع ہے جیسا کہ اس کی طرز گفتگو سے ثابت کیا گیا ہے " (۱۳۴)

دوسرا پہلو جس پر مرزا رسوا نے اپنے مرقع میں تنقید کی ہے وہ مخلوط تعلیم ہے، جہاں بچیاں بچوں کے ساتھ پڑھتی ہیں ۔ چنانچہ اس نے اس بات کی طرف ایک شعر میں اشارہ کیا ۔ یہ شعر اس نے زہرہ نامی ایک طوائف کی زبان سے کہلوایا ، جس کی بیٹی خیلا، لیلیٰ کے ساتھ مولوی عشق الدین کے مکتب میں پڑھتی تھی ۔ زہرہ طوائف، لیلیٰ کی ماں کے پاس جاکر اس سے کہتی ہے :۔

∞ لڑکوں میں لڑکیوں کا پڑھنا ہم نے تو کبھی سنا نہ دیکھا (۱۳۵)

یہ پہلو حافظ عبداللہ کے ہاں ہمیں بڑے واضح انداز میں ملتا ہے۔

ـــــــ مرزا رسوا نے اپنے مرقع میں عربوں کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ تعریف اس بات پر دلیل ہے کہ مرزا رسوا کا عربوں کے ساتھ گہرا قلبی تعلق تھا۔ ویسے اس نے عربوں کی ایسی صفات کی مدح کی ہے جو فی الحقیقت عربوں کے بارے میں معروف تھیں ۔ مثلاً بہادری اور جوانمردی، اور ان جیسی خوبیاں جن کے بارے باقاعدہ طور پر کتابیں لکھی گئی ہیں :۔

∞ جز حکم کردگار و شہنشاہ انبیا قوم عرب پہ زور کسی کا نہیں چلا (۱۳۶)

∞ میدان میں کسی سے نہ ہرگز دبا عرب ڈرتا نہیں کسی سے خدا کے سوا عرب (۱۳۷)

∞ ننگ و نام پر تو شہا جان دیتے ہیں یہ عرب ان معاملوں میں بھلا کس کا اختیار ہوا (۱۳۸)

مرزا رسوا نے قصے میں کچھ اضافے بھی کیے ہیں، اور کچھ ایسی تبدیلیاں بھی کی ہیں جو ہندوستانی ماحول سے مناسبت رکھتی تھیں ـــــ قصے میں قیس اور لیلیٰ کے والد الگ الگ قوم میں سے ہیں۔ اور دونوں سگے بھائی ہیں ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا رسوا نے ان کے بارے میں اس قدر مبالغے سے کام نہیں لیا جس قدر ان کے پیشرؤوں نے لیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی

وجہ یہ ہے کہ مرزا رسوا سے پہلے شعراء نے اس قصے کو مثنوی کی ہیئت میں منظوم کیا - اور مثنوی میں طوالت اور مبالغہ کی گنجائش ہوا کرتی ہے - اور ان شعراء کے ہاں اس قصے کے پس پردہ معاشرتی اصلاح کے کوئی مقاصد بھی نہیں تھے - ان کے پیش نظر محض عشق اور تصوف کے معانی اور نظریات کی تشریح تھی - مگر جہاں تک مرزا رسوا کا تعلق ہے تو اس نے اس قصے کو ایسے انداز میں نظم کیا کہ اس کو سٹیج کیا جائے، اور اس کا ایک اخلاقی، اور اجتماعی مقصد بھی ہو، نیز معاشرے کی چند خرابیوں پر تنقید بھی مصنف کے پیش نظر تھی -

جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مرزا رسوا نے اس قصے میں چند تبدیلیاں کی ہیں، مثلاً اس نے نوفل کو روم کا بادشاہ بنایا :-

٥٥ نوفل ہے یہ سلطان روم اے بے خبر اے بے ادب   ہر بار کہتا ہے اسے تو "نامبر" اے بے ادب (۱۳۹)

جبکہ دوسری منظومات میں نوفل عرب کا بادشاہ تھا - اسی طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا رسوا کے قصے میں لیلیٰ پر بھی جنوں کا دورہ پڑتا ہے - وہ گھر سے فرار ہونا چاہتی ہے مگر اس کا باپ اسے بیڑیاں پہنا دیتا ہے :-

٥٥ ہے یہ جنوں کا اثر قید ہے اس کا علاج   گو کہ یہ ہو ناگوار آہ کوئی کیا کرے

٥٥ قید کروں گا اسے لوہے کی زنجیر میں   پاؤں اگر ہوں فگار آہ کوئی کیا کرے (۱۴۰)

اور جب لیلیٰ قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو وہ جنگل میں قیس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اس کو پالیتی ہے :-

٥٥ اے عشق! دکھا مجھ کو راہ صحرا   اے شوق! بتا مجھ کو راہ صحرا

٥٥ اے قیس! تجھے پاؤں کس طرح میں   اے جذب! وہاں جاؤں کس طرح میں (۱۴۱)

مرزا رسوا کے قصے میں چند ایسے کردار ملتے ہیں جن کا اضافہ مرزا رسوا نے اپنی طرف سے کیا ہے - اور جو پہلے کی منظومات میں نہیں پائے جاتے ــــ مثلاً طرار کا کردار جو ایک ایک آوارہ مزاج لڑکا تھا - وہ قیس کے ساتھ مکتب میں پڑھا کرتا تھا - اور اس کا والد زہرہ طوائف کے ہاں کام کرتا تھا ــــ اس کردار کے اضافے سے مرزا رسوا کا مقصد ایسے طبقے کے لوگوں پر نکتہ چینی تھا جو اپنی اولاد کی تربیت کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے - اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بچہ جب پڑھائی کے لیے مدرسے میں داخل ہوگا تو اس کے اخلاق خود بخود بہتر ہو جائیں گے ــــ مرزا رسوا نے اس قسم کے لوگوں کی نفسیات کا بڑے اچھے طریقے سے تجزیہ کیا ہے، اور ان کے انداز گفتگو کو پورے طور پر واضح

کیا ہے - یوں لگتا ہے کہ گویا جو کچھ وہ کہتے ہیں انہیں آپ اپنے کانوں سے سن رہے ہیں، اگرچہ اس طرزِ بیان کی وجہ سے موقع میں ایسے جملے وارد ہوئے جن کی زبان ادبی ذوق سے لگا نہیں کھاتی :—

— طرار اور اس کے باپ خونخوار کے درمیان درج ذیل گفتگو ملاحظہ فرمائیں جس میں بازاریت اور عامیانہ پن ہے:-

○○ طرار: مردوں میں عشق میں کب تک نہیں لیا خبر اب تک — اے بوبک، اے بڈھے، اے باوا، اے باوا !
○○ خونخوار: یہ کیا انداز ہیں تیرے، اے مردک! اے گرگے ! — یہ کیسے سیکھے ہیں شیوے اے مردک! اے گرگے !
○○ "اے باوا، اے باوا"، یہ کیا بکتا ہے تو مرغ — اے یہ گفتگو ہم سے؟ اے مردک، اے گرگے !
○○ ملاؤں تجھ کو خیلا سے یہ تو کہتا ہے باوا سے — تو ہم تیرے نہیں بھڑوے، اے مردک، اے گرگے !
○○ اڑاتا ہے کبوتر تو، لڑاتا ہے بٹیریں تو — اے او الو کے پٹھے ! اے مردک، اے گرگے !
○○ ستاتا ہے ہمیں کیوں تو، ہمیں کیا کام ہے اس سے — اے او مرغی کے بچے ! اے مردک، اے گرگے !
○○ نہ آئے گا کبھی گھر پر، کہوں گا تیری اماں سے — لگائے گی تجھے جوتے، اے مردک، اے گرگے ! (۱۴۲)

اس طرح مرزا رسوا نے خیلا کی شخصیت کا بھی اضافہ کیا جو لیلیٰ اور قیس کے ساتھ مولوی عشق الدین کے مکتب میں پڑھا کرتی تھی - اس لڑکی کی ماں ایک طوائف ہے - مرزا رسوا نے اس لڑکی اور اس کے طبقے کی دیگر لڑکیوں کی نفسیات کا تجزیہ کیا ہے - یہ ایک ایسی نفسیات ہے جو کینہ، اور فخر و غرور سے پر ہے - اس قسم کی شخصیت کے سامنے سوائے اپنی ذات کے اور کچھ نہیں ہوتا - وہ یہ چاہتی ہے کہ سارے کے سارے لوگ اسی کی طرف توجہ دیں - یہی وجہ ہے کہ جب خیلا نے دیکھا کہ قیس، لیلیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے تو وہ اس سے حسد کرنے لگتی ہے - پس وہ لیلیٰ کو مکتب سے نکالنے کی کوشش شروع کر دیتی ہے تاکہ وہ قیس پر ڈورے ڈال سکے :-

○○ سمجھ کے لائیں تھیں بیوی پھنسے گا ہم سے قیس — فدا وہ دل سے ہوا اس کمینی پر دیکھو (۱۴۳)

مرزا رسوا کے اس موقع سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ طوائفیں، سرداران قوم اور اکابرین معاشرہ کے ساتھ خوب تعلقات رکھتی تھیں - لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ جب مولوی عشق الدین، خیلا کے مکتب میں داخلے پر تردد کا اظہار کرتا ہے کیونکہ وہ ایک طوائف کی بیٹی ہے - اور مکتب میں صرف شرفاء کے بیٹے بیٹیاں پڑھتی ہیں تو زہرہ طوائف اس کو مطمئن کر کے کہتی ہے :-

○○ یہ ذمہ مرا آپ اس کو پڑھائیں — کسی کا خطرا اپنے دل میں نہ لائیں
○○ بزرگوں سے ان سب کے ہوں آشنا — کریں گے بھلا عذر اس میں وہ کیا (۱۴۴)

اس ضمن میں مرزا رسوا طوائف کی زبان کے اظہار اور ان کی نفسیات

کے تجزیے میں کامیاب ہوا ہے ——— قصے کے جن واقعات اور کرداروں میں مرزا رسوا نے تغیر و تبدل کیا ہے ان میں سے نوفل کا کردار ہے —— مرزا رسوا نے نوفل کو روم کا بادشاہ بنایا ہے۔ اور جب نوفل صحرا میں قیس سے ملتا ہے۔ اور اس کا وزیر اس کو بتاتا ہے کہ قیس کسی سے اس وقت تک بات نہیں کرتا جب تک لیلیٰ کے بارے میں اسے کچھ نہ بتایا جائے، تو وہ کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے قیس کو بتاتا ہے کہ وہ لیلیٰ کا پیغام لے کر اس کے پاس آیا ہے :-

وزیر : باتیں کسی سے یہ کبھی کرتا نہیں بے ہوش ہے ؎ ہے ورد لب ذکر صنم الفت کا دل میں جوش ہے

نوفل : وزیر سے : مجھ کو بھی حسن و عشق کے لاکھوں فسانے یاد ہیں ؎ خوش ہو کے یہ باتیں کرے، ایسے بہانے یاد ہیں

مجنوں سے : اے عاشق تفتہ جگر! لیلیٰ کا ہوں میں نامہ بر ؎ یہ مہر ہے، سر نامہ ہے، آنکھیں تو کھول اے بے خبر!

لایا ہوں تیرے دردِ دل کی میں دوا ہشیار ہو ؎ لیلیٰ کا پیغام آ زبانی سن ذرا ہشیار ہو (۱۴۵)

درحقیقت مرزا رسوا کا نوفل کو روم کا بادشاہ بنانا، قصے کی کوئی خدمت نہیں کرتا۔ بہتر یہ تھا کہ نوفل کو عرب کا بادشاہ بنایا جاتا جیسا کہ مرزا سے پہلے کے شعراء کے ہاں ملتا ہے کیونکہ اس بات قاری یا تماشائی کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ روم کا بادشاہ عربوں کی سرزمین میں کس لیے آیا۔ اور کس وجہ سے وہ قیس کے معاملے میں اس قدر دلچسپی لینے لگا کہ وہ اس کی مدد پر کمر بستہ ہوگیا۔۔۔

مرزا رسوا کے مرقع میں کچھ نئے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں روم کا بادشاہ، فقیروں کا بھیس بدلتا ہے۔ اور لیلیٰ کو دیکھنے، اور اس کے حسن و جمال کی تحقیق کے پیش نظر، اس کے محلے میں جاتا ہے (۱۴۶) یہ واقعہ مرزا کے پیشرؤوں کے ہاں مفقود ہے ——— مزید برآں ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا رسوا نے ان قصوں سے بڑا فائدہ اٹھایا جو لیلیٰ مجنوں کے بارے میں عامۃ الناس کے ہاں خاصے معروف تھے۔ مثلاً وہ اس قصے کا ذکر کرتے ہیں جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ لیلیٰ خوبصورت نہیں تھی، اور خلیفہ نے جب اسے دیکھا تو اس کو تعجب ہوا کہ قیس اس سے کیسے محبت کرتا ہے، حالانکہ وہ جمال کی سطح پر نہیں ہے کہ اس کے عشق میں یوں سرگرداں پھرا جائے؛ — پس جب بادشاہ نے لیلیٰ سے اس بات کا ذکر کیا تو لیلیٰ نے اس کو کہا کہ : نہ تو مجنوں ہے، اور نہ ہی تیری آنکھیں مجنوں کی آنکھیں جیسی ہیں۔ ——— مرزا رسوا نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے۔ اور اپنے مرقع میں اس کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ اس نے اس میں یہ تھوڑی سی تبدیلی کی ہے کہ بادشاہ لیلیٰ سے نہیں، قیس سے کہتا ہے کہ لیلیٰ خوبصورت نہیں۔ اور قیس یہ جواب دیتا ہے کہ تو نے لیلیٰ کو میری آنکھوں سے نہیں دیکھا :-

نوفل : چھوڑ دے لیلیٰ کا نہ لے نام اب ؎ اُس کی محبت سے نہ رکھ کام اب

٭٭ میں تو سمجھتا تھا کہ ہے کچھ حسیں — آنکھ سے دیکھ آیا، وہ کچھ بھی نہیں

٭٭ حسن کی کچھ شان نہ کچھ آن بان — بس اسی صورت پہ تو دیتا ہے جان ؟!

٭٭ حور شمائل تری لیلیٰ نہیں — پیار کے قابل تری لیلیٰ نہیں

٭٭ گو وہ حسین ہو مگر ایسی نہیں — مری کنیزوں سے بھی اچھی نہیں (۱۴۷)

٭٭ قیس: قدر ہو لیلیٰ کی تجھے کیا بھلا — میرا سا دل، میری سی آنکھیں تو لا (۱۴۸)

یہی قصہ نجیب شاہ کی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔ اس میں نوفل بادشاہ لیلیٰ سے کہتا ہے کہ تم اتنی خوبصورت نہیں کہ قیس تمہاری محبت میں پاگل ہو جائے:-

٭٭ کہا مجنوں تجھ پر ہوا کیوں خراب — لیا ناز نیں تن پہ یہ کچھ عذاب

٭٭ تو اوروں سے کچھ خوبصورت نہیں — بہت دلبروں میں نہیں مہ جبیں

٭٭ کہا سن کے لیلیٰ نے اے شاہ دیں — نہ ہو جی خفا آپ مجنوں نہیں

٭٭ دلِ مجنوں سے پوچھو میری ادا — بھلا آپ کیا جانو یہ ماجرا (۱۴۹)

اس طرح ایک اور قصہ ہے جو عام لوگوں میں بھی برابر مشہور رہے اور لیلیٰ مجنوں کے اردو اور فارسی منظومات میں بھی ملتا ہے، یعنی قیس کی مسلسل آہ وزاری کا قصہ، جبکہ وہ ابھی بچہ تھا۔ اور بچپن ہی سے حسیناؤں کا گرویدہ تھا ـــــ مرزا رسوا نے اپنے مرقع میں اس قصے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور اس کا ذکر بھی کیا ہے (۱۵۰) اس قصے کے ذکر کرنے سے مرزا رسوا کا مقصد، قیس کی فطرت کا تجزیہ تھا، اور یہ واضح کرنا تھا کہ قیس عنقریب عشق مجازی اختیار کرے گا جو آخر کار اسے عشق حقیقی کی آخری حد تک پہنچا دے گا جو صوفیوں کی امیدوں کی انتہا ہوا کرتی ہے۔

مرزا رسوا نے اس واقعے کا بھی ذکر کیا ہے جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ قیس کا والد اس کی تلاش میں نکلا۔ اور جب اسے پالیا تو قیس اپنے والد کو نہ پہچان سکا (۱۵۱) یہ واقعہ سابق شعراء کے ہاں بھی ملتا ہے۔ اور یہ فارسی سے اردو میں منتقل ہوا ہے جیسا کہ ہم اس باب کی پہلی فصل میں وضاحت کر چکے ہیں۔

"مرقع لیلیٰ مجنوں" میں مرزا رسوا یہ نہیں بھولا کہ وہ اپنی قادر الکلامی کے اظہار میں اپنے پیشروؤں کے نقش قدم پر چلے۔ چنانچہ وہ ایسے اشعار کہتا ہے جو حروف ابجد سے معنی آفرینی کی عمدہ مثالیں ہیں اور اس کے پیشروؤں کے اسلوب سے مناسبت رکھتے ہیں:-

٭٭ "الف" ہے اک انوکھا حرف اسے اپنی ادا سمجھے — ہمارے بانکپن میں "بے" ہے کیوں، ہم اس کو کیا سمجھے

؎ تغافل "ت" سے ہے اور "ث" سے ثابت ہے ثواب اس کا　　جو سمجھے "جیم" سے جلوہ تو "ح" سے ہم حیا سمجھے (۱۵۲)

اسی طرح مرزا رسوا نے کرداروں کی نفسیات، اور ان کے مافی الضمیر کو بیان کرنے میں مہارت کا ثبوت دیا ہے ـــــــ اسی طرح اس نے قیس کے والد کی دینداری کو بھی اس طرح نمایاں کیا ہے کہ وہ خرافات اور اوہام سے خالی تھی ۔ اس نے اس کو ایسے انداز میں پیش کیا ہے کہ گویا وہ کاہنوں کے کلام پر یقین نہیں رکھتا :ـــ

؎ قسمت کی کسی کو کیا خبر ہے　　اللہ کے ہاتھ سر بسر ہے

؎ انجام میں ہو اگر بھلائی　　ہو پہلے بدی تو کیا برائی

؎ بے شک یہ پسر ہے صاف باطن　　کہتا نہیں ہے صاف کاہن (۱۵۳)

یہ بات فی الحقیقت مرزا رسوا کی فطرت سلیمہ، اور اس کے مزاج اور دین کا علم رکھنے کا پتہ دیتی ہے

مرزا رسوا نے موقع میں ایک اور نئی چیز کا اضافہ کیا ہے ۔ اور اگرچہ یہ چیز، میرے نزدیک، قصے کی کوئی خدمت نہیں کر پاتی، لیکن اس کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ طرار کے قصے اور زہرہ طوائف کی بیٹی خیلا سے اس کے معاشقے کا بیان ہے ۔ اس قصے میں مرزا نے طرار کے خیلا کے ساتھ محبت، اور اس محبت کے انجام کا بڑا طول طویل ذکر کیا ۔ اس محبت کا انجام یوں ہوا کہ جب خیلا اور اس کی ماں کو یہ معلوم ہوا کہ طرار کے پاس کوئی مال منال نہیں ہے تو انہوں نے اس کو جوتیاں ماریں ۔ اور گھر سے نکال دیا (۱۵۴) ـــــ یہ لمبا ضمنی قصہ، اصلی (یعنی لیلیٰ مجنوں کے) قصے کی پیشرفت اور بافت میں معاونت نہیں کرتا ـــ بلکہ اس کی وجہ سے قصہ لیلیٰ مجنوں کے واقعات کے درمیان ایک قسم کی بے ربطی پیدا ہوگئی ہے ۔ اس بے ربطی کی وجہ سے قاری یا تماشائی کو واقعات کی کڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کے سلسلے میں دقت پیش آتی ہے ۔

بہرحال ہم وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قصے کے پس پردہ مرزا رسوا کے جو مقاصد تھے وہ انہیں ہم تک پہنچانے میں کامیاب رہا ۔ مگر جہاں تک فی نفسہ اس موقع کا تعلق ہے تو یہ ایک فنی ڈرامے کی حیثیت سے پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا ۔ ایسا فنی ڈراما جو سٹیج پر پیش کیا جائے، اور لوگ اس کا بھی مشاہدہ کریں ـــــ یہ تصنیف بجائے خود ایک دلچسپ منظوم تمثیل ہے جس میں مثنوی کا عام انداز، یا اس دور کے غنائیہ ناٹک کی طرز مخصوص نمایاں ہے ۔ لیکن اسے کسی کمپنی نے اپنے تجارتی اسٹیج کے لئے قبول نہ کیا جس کی وجوہ حسب ذیل قرار دی جا سکتی ہیں :-

۱۔ اس ڈرامے کی زبان فصیح و بلیغ شاعرانہ تھی جسے مالکانِ کمپنی نے مروجہ روش کے خلاف سمجھا۔
۲۔ تدبیر کاری کا انداز اس دور کے ڈراموں سے کسی قدر مختلف تھا، چنانچہ اسے سٹیج کے منافی سمجھا گیا۔
۳۔ پلاٹ مشہور و معروف کہانی کا تھا۔ اس موضوع پر کئی عامیانہ ڈرامے موجود تھے جو وقت کی ضرورت، اور اسٹیج کے تقاضوں کو بدرجۂ احسن پورا کرتے تھے۔ اور عام مقبولیت و شہرت کے مالک تھے۔ ان کی جگہ کسی نئے ڈرامے کو تجربے کے لیئے پیش کرنا نامناسب اور خطرناک سمجھا گیا۔
۴۔ محض اصلاحِ زبان کے خیال سے کسی نئے ڈرامے کو پیش کرنا (اور وہ بھی عام مشہور ڈرامے کی جگہ) پر کمپنی کے لیئے اس وقت خلافِ مصلحت، اور خطرناک تھا۔ (۱۵۵)

اس کے علاوہ مرقع میں وہ اندرونی مکالمے ہیں جو اس میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے مکالمے کا اس زمانے میں، اور ایسے تماشائیوں کے سامنے سٹیج پر پیش کرنے میں بڑی دقت ہوتی تھی جو اکثر ذہن کے بجائے اپنے حواس خمسہ کو لطف اندوز کرنا چاہتے تھے ـــــ چنانچہ مصنف نے اکثر مقامات پر کسی اداکار کے مکالمے کے دوران میں ہدایت لکھی ہے کہ یہ مکالمہ "دل میں" ادا ہوتا ہے۔ اس "دل میں" سے اس کی مراد ہے "سائڈ میں" یا "آہستہ سے"، گویا وہ بات علیحدہ طور پر اس طرح ادا ہوتی ہے کہ مخاطب یا دوسرا کردار نہ سن سکے، صرف "تماشائی" یا قارئین کو سنانا مقصود ہے۔ ڈرامائی عمل میں یہ ترکیب عام ہے جو "سائڈ میں": (SIDE) یا "علیحدہ" کہلاتی ہے۔ چونکہ مصنف کو فنی اصولوں پر عبور نہیں۔ اس لیئے اس نے اس اصطلاح کو "دل میں" کہا ہے۔ اور اس پر غور نہیں کیا کہ "دل میں" کہی ہوئی بات کسی کے گوش گذار نہیں ہوسکتی، یہ "ناول نویسی" کی ترکیب ہے، اور رسوا کی ڈراما نگاری کا سارا عمل بھی "ناول نویسی" کے انداز پر ہے (۱۵۶) ـــــ چنانچہ رسوا کی سعی نامشکور رہی۔ اور شاید اسی ناقدردانی کے سبب اس نے پھر کوئی ڈراما نہیں لکھا۔ (۱۵۷)

علاوہ ازیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا رسوا نے اپنے اس ڈرامے میں ان پیشروؤں کا واضح طور پر کوئی اثر قبول نہیں کیا جنہوں نے ان سے پہلے اس قصے کو نظم کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے مرقع کے مقدمے میں یہ واضح کیا ہے کہ اس نے قصے کے واقعات کے بیان میں اس عربی قصے کا سہارا لیا ہے جو ابوبکر والبی کے مرتب شدہ دیوان میں وارد ہوا ہے: "میں ان واقعات کو کلیۃً اختیار نہ کرنے پر مجبور ہوا، اس لیئے کہ اکثر مضامین اس دیوان میں ایسے ہیں جو ہمارے ملک اور نیز فارسی کے شاعرانہ مذاق کے بالکل مخالف ہیں۔ پھر بھی تا حدِّ امکان اکثر واقعات اسی دیوان سے لیئے ہیں"۔ (۱۵۸)

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا رسوا نے عربی قصے سے

بہت کم استفادہ کیا ہے - صرف یہی نہیں، بلکہ اس نے بہت سارے واقعات میں تغیّر و تبدّل کیا ہے - اور اس کے ساتھ ساتھ کئی اور واقعات کا بھی اضافہ کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں - اور ان شاء اللہ جب ہم آگے چل کر عربی اور اردو میں "لیلیٰ مجنوں" کا تقابلی مطالعہ کریں گے تو اس معاملے پر بالتفصیل روشنی ڈالیں گے -

ڈاکٹر میمونہ انصاری کے خیال میں، مرزا رسوا کے اس ڈرامے کی ناکامیابی کا اصلی سبب اس کا منظوم ہونا ہے - کہتی ہے: "ڈرامے کی ناکامیابی کا اصلی سبب اس کا منظوم ہونا ہے - اس زمانے میں ڈرامے نثر میں لکھے اور اسٹیج کیئے جا رہے تھے" (۱۶۹)

مگر حقیقت یہ ہے کہ جس زمانے میں مرزا کا یہ ڈراما لکھا گیا ہے اس زمانے میں اور منظوم ڈرامے بھی لکھے اور اسٹیج پر کامیابی کے ساتھ پیش کیئے جا چکے تھے - اس کی مثال حافظ محمد عبداللہ کا ڈراما "لیلیٰ مجنوں" ہے - ہمارے خیال میں مرزا رسوا کا ڈراما بذاتِ خود ایک بلند پایہ ڈراما ہے - مگر عوام کے ادبی ذوق کے پست ہونے، اور ڈرامے کی زبان کے اعلیٰ معیار ہونے کی وجہ سے یہ اسٹیج پر پیش نہیں کیا جا سکا -

حواشی

۱۔ مرزا رسوا ۔ مرقع لیلیٰ مجنوں ۔ صفحہ ۱۰ ۔ مجلس ترقی ادب ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۳ء ۔

۲۔ حافظ محمد عبداللہ موضع چتورا ضلع فتحپورہ (ہسورہ) یوپی کے ایک مقتدر و متمول شیخ گھرانے سے تعلق رکھتا تھا ۔ حافظِ قرآن تھا ۔ اور عربی فارسی سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا ۔ شعر و سخن سے بھی خاصا لگاؤ تھا ۔ حافظ تخلص کرتا تھا ۔ فن شعر سے استادانہ واقفیت رکھتا تھا ۔ لیکن وہ اسے صرف ڈراموں تک ہی محدود رکھتا تھا ــــــ یہ پہلے "لائٹ آف انڈیا تھیٹریکل کمپنی" سے منسلک ہوا ۔ اور اس میں ڈراما نویسی کے ساتھ اداکاری کا کام بھی کرتا رہا ۔ پھر ۱۸۸۱ ۔ ۱۸۸۲ء میں "دی انڈین امپیریل تھیٹریکل کمپنی کی بنیاد ڈالی ۔ یہ اس کمپنی کے تنہا مالک اور مینجنگ ڈائریکٹر بھی تھا ۔

حافظ محمد عبداللہ کو ڈرامے اور ڈراما نگاری سے فطری شغف تھا ۔ وہ ان سے والہانہ عشق رکھتا تھا ۔ تقریباً پچاس منظوم ڈرامے اس نے لکھے تھے ۔ لیکن شاید سب کے سب محفوظ نہیں رہے ــــــ ۲۸، اپریل ۱۹۲۲ء کو جمعہ کے روز اُس کا انتقال ہوگیا ۔ اولاد میں اس نے صرف دو لڑکیاں چھوڑیں ۔ بحوالہ: مقدمہ حافظ عبداللہ کے ڈرامے ۔ مرتبہ امتیاز علی تاج ۔ ص ۳، ۴، ۵

۳۔ سید امتیاز علی تاج ۔ حافظ عبداللہ کے ڈرامے ۔ جلد دہم ۔ صفحہ ۱۰۸ ۔ ۱۰۹ ۔ مجلس ترقی ادب ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۱ء ۔

۴۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۲ ۔

۵۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۲ ۔

۶۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۵ ۔

۷۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۷ ۔

۸۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۸ ۔

۹۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۱۹ ۔

۱۰۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۳۱ ۔

۱۱۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۳۳ ۔

۱۲۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۳۷ ۔

۱۳۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۳۹ ۔

۱۴۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۴۰ ۔

۱۵۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۴۱ ۔

۱۶۔ أيضاً ۔ صفحہ: ۱۴۲ ۔

۱۷- أيضاً - صفحہ: ۱۴۳-

۱۸- أيضاً - صفحہ: ۱۴۵-

۱۹- أيضاً - صفحہ: ۱۴۷-

۲۰- أيضاً - صفحہ: ۱۵۰-

۲۱- أيضاً - صفحہ: ۱۵۰-

۲۲- أيضاً - صفحہ: ۱۵۱-

۲۳- أيضاً - صفحہ: ۱۵۵-

۲۴- أيضاً - صفحہ: ۱۵۵-

۲۵- أيضاً - صفحہ: ۱۶۱-

۲۶- أيضاً - صفحہ: ۱۶۳-

۲۷- أيضاً - صفحہ: ۱۶۵-

○○ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ثابت ہیں جس نے بھلائی اور بہتری کو مقدر فرمایا - اور شکر اس ذات کے لیے جس نے حسن و جمال پیدا فرمایا -

○○ وہ ایک ہے - بے نیاز ہے - اور صفاتِ مخلوق سے مبرّا ہے - وہ ایسا رب ہے جو ازل سے ہے - اور اس نے کمالِ قدرت سے کائنات پیدا فرمایا -

○○ وہ ایسا مولا ہے جس کا کوئی مشابہ نہیں - جس کی کوئی نظیر نہیں - اور جس کے کوئی برابر نہیں - جس کی کوئی اولاد نہیں - جس کا کوئی باپ نہیں - جس کا کوئی چچا نہیں - اور جس کا کوئی ماموں نہیں -

○○ وہ میرا رب ہے جس کا کوئی مخالف نہیں - جس کا کوئی ضد مقابل نہیں، اور جس کے لیے کوئی حدود و جہات نہیں - وہ اب ایسا ہے جیسا کہ پہلے تھا - اور اسے زوال نہیں آسکتا -

○○ وہ ہے جس سے پہلے نہ کوئی تھا، نہ اس کے بعد کوئی ہوگا - اور نہ ہی اس کے لیے وقت اور زمانے کی کوئی قید ہے - وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں - اور کوئی پردہ نہیں -

۲۸- أيضاً - صفحہ: ۱۶۶-

۲۹- أيضاً - صفحہ: ۱۶۷-

۳۰- أيضاً - صفحہ: ۱۶۹-

۳۱- أيضاً - صفحہ: ۱۷۰-

۳۲- أيضاً - صفحہ: ۱۷۷-

۳۳- أيضاً - صفحہ: ۱۸۱-

۳۴- أيضاً - صفحہ: ۱۸۲-

۳۵- أيضاً - صفحہ: ۱۸۴، ۱۸۵

۳۶- أيضاً - صفحہ: ۱۸۷-

۳۷- أيضاً - صفحہ: ۱۸۸-

۳۸- أيضاً - صفحہ: ۱۸۹- ۱۹۰-

۳۹- أيضاً - صفحہ: ۱۹۰

۴۰- أيضاً - صفحہ: ۹۴

۴۱- أيضاً - صفحہ: ۱۰۱-

۴۲- أیضاً - صفحہ: ۱۰۱-

۴۳- أیضاً - صفحہ: ۱۰۲-

۴۴- أیضاً - صفحہ: ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳-

۴۵- أیضاً - صفحہ: ۱۱۰-

۴۶- أیضاً - صفحہ: ۱۳۳-

۴۷- أیضاً - صفحہ: ۱۲۳- ۱۲۴-

۴۸- أیضاً - صفحہ: ۱۲۴-

۴۹- ڈاکٹر: أسلم قریشی - برصغیر کا ڈراما، تاریخ، افکار، انتقاد - صہ ۲۴۱ - مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد ۱۹۸۷ء-

۵۰- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۷۹-

۵۱- أیضاً - صفحہ: ۱۸۰- ۱۸۱-

۵۲- ڈاکٹر: أسلم قریشی - برصغیر کا ڈراما - صفحہ: ۲۴۲-

۵۳- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۶۹-

۵۴- أیضاً - صفحہ: ۱۶۹-

۵۵- أیضاً - مقدمہ - صفحہ ۹۶، ۹۷-

۵۶- ڈاکٹر: اسلم قریشی - برصغیر کا ڈراما - صفحہ: ۲۳۵-

۵۷- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۵۲-

۵۸- ہوس - لیلیٰ مجنوں - مطبع مصطفائی - ص ۱۳ - انڈیا - ۱۲۷۹ھ-

۵۹- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۵۷-

۶۰- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۵-

۶۱- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۵۷-

۶۲- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۵-

۶۳- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۵۸-

۶۴- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۵-

۶۵- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ: ۱۵۷-

۶۶- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۱۵-

۶۷- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۵۷-
۶۸- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۵-
۶۹- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۵۸-
۷۰- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۷-
۷۱- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۵۸-
۷۲- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۵-
۷۳- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۵۸-
۷۴- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۶-
۷۵- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴-
۷۶- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۲۱-
۷۷- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۶۶-
۷۸- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۲۰-
۷۹- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۰۸
۸۰- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۷-
۸۱- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۷۲-
۸۲- عبداللہ واعظ بن اسحاق - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۰۴-
۸۳- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۸۲-
۸۴- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۸۵، ۱۸۶ - واعظ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ : ۱۲۰-۱۲۱-
۸۵- حافظ عبداللہ کے ڈرامے - صفحہ : ۱۶۸-
۸۶- أیضاً - ۱۳۱-
۸۷- أیضاً - صفحہ : ۱۲۶-
۸۸- أیضاً - صفحہ : ۱۱۲-
۸۹- أیضاً - صفحہ : ۱۱۵-
۹۰- أیضاً - صفحہ : ۱۲۴-
۹۱- أیضاً - صفحہ : ۱۲۰

۹۲- أیضاً - صفحہ : ۱۲۵-

۹۳- أیضاً - صفحہ : ۱۲۹-

۹۴- أیضاً - صفحہ : ۱۳۶-

۹۵- أیضاً - صفحہ : ۱۰۲-

۹۶- مرزا رسوا کی ولادت سن ۱۸۵۸ء میں ہوئی - اس کا أصل نام محمد ہادی تھا اور مرزا تخلص تھا - مرزا رسوا کا بچپن لکھنو میں گذرا - اس کا والد نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتا تھا - رسوا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد آغا محمد تقی سے حاصل کی جسے علوم سے بہت زیادہ لگاؤ تھا - حساب، فارسی، نجوم وغیرہ مرزا نے اسی سے پڑھے - اس کے علاوہ مرزا نے مختلف لوگوں سے مستفید ہوا - مثلاً مرزا نے عربی، مولانا محمد یحیٰ لکھنوی سے، منطق مولانا کمال الدین موہانی سے، خوش نویسی شیخ حیدر بخش سے، اور طب مولانا غلام حسین کنتوری سے پڑھی —— بلند پایہ ادیب ہونے کے علاوہ أصناف سخن میں مرزا نے صرف غزل اور مثنوی کو اپنے لیئے مخصوص کیا - رسوا فنون لطیفہ میں ڈراما سے بھی خاصی دلچسپی رکھتا تھا - اردو تھیئٹر کا ابتدائی ترقی کا زمانہ شروع ہو چکا تھا، پلیشہ ور پارسی کمپنیاں مضافات اودھ خصوصاً لکھنو میں اپنا رنگ جما رہی تھیں - رسوا اپنے مخصوص احباب کے حلقے میں نمایاں حیثیت کا مالک اور میر محفل تھا - وہ بہ مقتضائے طبیعت و وقت متکیف ہوا - اور ڈراما نگاری کی طرف توجہ کی جس کا نتیجہ یہ ڈراما: "مرقع لیلیٰ مجنوں" کی شکل میں موجود ہے - مرقع لیلیٰ مجنوں کی تصنیف کا زمانہ تقریباً ۱۸۸۵ء ہے - اور ۱۸۸۷ء میں وہ دوسری بار الہ آباد سے شائع ہوا تھا - مرزا رسوا کی وفات بہ مقام حیدر آباد اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ہوئی - بحوالہ: مقدمہ مرقع لیلیٰ مجنوں - از عشرت رحمانی -

۹۷- مرز محمد ہادی رسوا - مرقع لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۴ - لاہور -

۹۸- أیضاً - صفحہ : ۱۹-

۹۹- أیضاً - صفحہ : ۲۸-

۱۰۰- أیضاً - صفحہ : ۳۰-

۱۰۱- أیضاً - صفحہ : ۵۸، ۵۹-

۱۰۲- أیضاً - صفحہ : ۵۹-

۱۰۳- أیضاً - صفحہ : ۶۱-

۱۰۴- أیضاً - صفحہ : ۶۹-

۱۰۵- أيضاً- صفحه: ۶۹-

۱۰۶- أيضاً- صفحه: ۷۱-

۱۰۷- أيضاً- صفحه: ۷۲-

۱۰۸- أيضاً- صفحه: ۷۴-

۱۰۹- أيضاً- صفحه: ۷۷-

۱۱۰- أيضاً- صفحه: ۷۷-

۱۱۱- أيضاً- صفحه: ۷۹

۱۱۲- أيضاً- صفحه: ۷۹-

۱۱۳- أيضاً- صفحه: ۸۱

۱۱۴- أيضاً- صفحه: ۸۴، ۸۵-

۱۱۵- أيضاً- صفحه: ۸۷-

۱۱۶- أيضاً- صفحه: ۸۹-

۱۱۷- أيضاً- صفحه: ۸۹-

۱۱۸- أيضاً- صفحه: ۹۰-

۱۱۹- أيضاً- صفحه: ۹۴-

۱۲۰- أيضاً- صفحه: ۱۱۶-

۱۲۱- أيضاً- صفحه: ۱۲۴-

۱۲۲- أيضاً- صفحه: ۱۳۳-

۱۲۳- أيضاً- صفحه: ۱۳۸-

۱۲۴- أيضاً- صفحه: ۱۴۴-۱۴۵-

۱۲۵- أيضاً- صفحه: ۱۵۰-

۱۲۶- أيضاً- صفحه: ۱۵۱-

۱۲۷- أيضاً- صفحه: ۵-

۱۲۸- أيضاً- صفحه: ۶-۷-

۱۲۹- أيضاً- صفحه: ۱۹-۲۰-

۱۳۰- أيضاً - صفحہ: ۲۸ -

۱۳۱- أيضاً - صفحہ: ۸۲ -

۱۳۲- أيضاً - صفحہ: ۱۳۳، ۱۳۴ -

۱۳۳- أيضاً - صفحہ: ۱۳۵، ۱۳۶ -

۱۳۴- أيضاً - صفحہ: ۳۵، ۳۶ -

۱۳۵- أيضاً - صفحہ: ۵۹ -

۱۳۶- أيضاً - صفحہ: ۸۵ -

۱۳۷- أيضاً - صفحہ: ۸۶ -

۱۳۸- أيضاً - صفحہ: ۸۷ -

۱۳۹- أيضاً - صفحہ: ۸۰ -

۱۴۰- أيضاً - صفحہ: ۱۲۷ -

۱۴۱- أيضاً - صفحہ: ۱۳۰ -

۱۴۲- أيضاً - صفحہ: ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱ -

۱۴۳- أيضاً - صفحہ: ۵۵ -

۱۴۴- أيضاً - صفحہ: ۴۵ -

۱۴۵- أيضاً - صفحہ: ۷۹ -

۱۴۶- أيضاً - صفحہ: ۸۸ -

۱۴۷- أيضاً - صفحہ: ۹۲، ۹۳ -

۱۴۸- أيضاً - صفحہ: ۹۴ -

۱۴۹- نجیب شاہ - لیلیٰ مجنوں - ورق:

۱۵۰- مرزا رسوا - مرقع لیلیٰ مجنوں - صفحہ: ۲۴ -

۱۵۱- أيضاً - صفحہ: ۱۲۴ -

۱۵۲- أيضاً - صفحہ: ۵۰، ۵۱ -

۱۵۳- أيضاً - صفحہ: ۲۰ -

۱۵۴- أيضاً - صفحہ: ۱۱۰ تا ۱۱۴ -

۱۵۵- أیضاً - صفحہ : ۱۱، ۱۲-

۱۵۶- أیضاً- صفحہ : ۱۴-

۱۵۷- أیضاً- صفحہ : ۱۲ -

۱۵۸- أیضاً- صفحہ : ۸ -

۱۵۹- ڈاکٹر : میمونہ بیگم أنصاری- مرزا محمد ہادی ومرزا رسوا -ص ۹۷- مجلس ترقی ادب- لاہور- ۱۹۶۳ء.

بابِ چہارم

تقابلی مطالعہ

پچھلے فصول وابواب میں ہم نے "لیلیٰ مجنوں" کی داستانوں کا عربی، فارسی، ترکی اور اردو شاعری میں خلاصہ اور تبصرہ بھی پیش کیا ہے - اگلے صفحات میں، "لیلیٰ مجنوں" کی ان ساری داستانوں کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں - مگر اس سے پہلے ہم آپ کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اگر "لیلیٰ مجنوں" کا موضوع شعرا کے بہت سے کارناموں کا محور رہا تو نثر میں اس موضوع کا کافی چرچا بھی رہا - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم عربی ادب میں اگرچہ سب سے پہلے صوفی شعرا نے "لیلیٰ ومجنوں" کے نام کو بطورِ علامت اپنی شاعری میں استعمال کیا تھا، مگر ایک مکمل داستان کی شکل میں سب سے پہلے نثر میں آیا جیسا کہ ابوالفرج اصفہانی کی "کتاب الأغانی" میں ملتا ہے - یا ابوالفرج سے پہلے ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان میں بھی ملتا ہے - کیونکہ ابوالفرج اور ابوبکر دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں "مجنوں لیلیٰ" کی شاعری کے ساتھ ساتھ واقعات کو نثر کی صورت میں پیش کیا -

اردو میں بھی معاملہ کچھ اس طرح ہے۔" مقالے کے مقدمے میں ہم نے اردو میں "لیلیٰ مجنوں" کے نثری ترجموں کی طرف اشارہ کیا ہے" - یہاں ہم صرف دو قصوں پر بات کرنے پر اکتفا کرتے ہیں - ایک حیدر بخش حیدری کا ہے، اور دوسرا سجاد حیدر یلدرم کا ——— حیدر بخش حیدری نے "قصہ لیلیٰ مجنوں" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۱ء میں مکمل ہوئی - مگر یہ کتاب اب نایاب ہے - البتہ اس کا دیباچہ برٹش میوزیم سے ڈاکٹر عبادت بریلوی کو ملا ہے (۱) یہ تصنیف حیدری کی دوسری تصنیف سمجھی جاتی ہے جسے اس نے گل کرسٹ کے کہنے پر تصنیف کیا - اور اس کی پہلی تصنیف (اس اعتبار سے) شمار کی جاتی ہے کہ جسے اس نے فورٹ ولیم کالج سے وابستہ ہونے کے بعد لکھا ——— دیباچہ کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں :-

"یہاں سے احوال یوں ہے کہ حضرت امیر خسرو دہلوی مرید حضرت نظام الدین اولیا کی کئی کتابیں فارسی کی اس حقیقت آگاہ نے تصنیف کی ہیں - اور ایک مثنوی میں احوال "لیلیٰ ومجنوں" کا جو لکھی ہے سو اس کے مضمون کو ساتھ فصاحت وبلاغت کے ادا کیا ہے ---- اب ۱۲۱۵ھ بارہ سو پندرہ بمطابق ۱۸۰۱ء اٹھارہ سو ایک عیسوی کہ سنہ تینتالیسواں جلوس بادشاہ موصوف سے ہے جناب عالی شان پشت پناہ سخن سنجان، بحرِ ہمت، گوہرِ مروّت، کوہِ حشمت، مخزنِ سخاوت، اعلیٰ دودمان جان گلکرسٹ صاحب بہادر زیادہ افضالہٗ نے اس سید حیدر بخش حیدری متخلص بہ حیدری دہلوی خوشہ چینی خرمن علم کو نہیں مولوی نظام غلام حسین غازی پوری مولوی عدالت نواب علی ابراہیم خان بہادر مرحوم حاکم بنارس کو فرمایا کہ تو اس قصہ پرسوز نظم ہندی کو بیچ زبان ریختہ اردوئے معلیٰ کے ساتھ فصاحت شیریں سخنی کے نثر کو اردو میں احاطۂ تحریر میں لا۔" (۲)

پھر بیسویں صدی عیسوی میں سجاد حیدر یلدرم نے قصہ لیلیٰ مجنوں کو نثر کی صورت میں بڑے اچھے انداز میں پیش کیا۔ یہ قصہ سجاد حیدر یلدرم کی کتاب "خیالستان" میں درج ہے جو ۱۹۱۰ء میں تصنیف ہوئی۔ اور جو یلدرم کے تیرہ نثر پاروں پر مشتمل ہے (۳) یلدرم کے حکایۂ لیلیٰ و مجنوں میں لیلیٰ اور مجنوں دونوں جدید دور میں پھر زندہ ہو گئے ہیں۔ اور جدید زندگی بسر کر رہے ہیں ــــ "حکایۂ لیلیٰ مجنوں" کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں:-

"تیسرا پہر تھا۔ قیس ہوٹل میں اپنے کمرے کی کھڑکی کھولے ہوئے بیٹھا اخباروں کو پڑھ رہا تھا۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر میں اخباروں کو میز پر رکھ کر سڑک پر آنے جانے والوں کی سیر کر رہا تھا۔ پانیر کو پڑھ چکا تو اس نے ایک روزانہ اخبار اُٹھایا اور پڑھنا شروع کیا: "ہم اس کے کہنے پر ذرا سا بھی تامّل نہیں کرتے کہ ---- صاحب کا زمانہ اپنے پیش رو کے زمانے سے ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔ وہ پچھلی غلطیاں، وہ ہماری قوم کو تہہ و بالا کر دینے والی غلطیاں، وہ شاید ہمیں امید کرنا چاہیئے کہ یقیناً ان کے زمانے میں سرزد نہ ہوں گی، قوم کی سرداری آسان کام نہیں، لیکن اس مشکل کام کو صاحب ان شاء اللہ اچھی طرح انجام دیں گے:-

دورِ مجنوں گذشت و نوبتِ ماست

ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست ؎

قیس آگے نہ پڑھ سکا۔ اس شعر نے اس کے قلب، اس کے جگر گاہ تک جا کر اس کے حسیاتِ خفتہ کو جو اس سفر میں اسے اس قدر نہ ستا رہے تھے، پھر چگا دیا۔ یہ عمر میں پہلی دفعہ نہ تھا کہ اس نے یہ شعر پڑھا ہو، لیکن اس پر ان دو مصرعوں کا اثر کچھ اور ہی ہوا، کیونکہ آج اسے پھر یہ علم ہوا تھا کہ وہ وہی پرانا قیس ہے۔ اور اس نے کہنا شروع کیا:- یہ کہتا ہے ہر کسے پنج روزہ نوبت اوست۔ یہ نہیں سمجھتا کہ جس مجنوں کے زمانے کو وہ ختم سمجھتا ہے وہ بدنصیب اپنی زندگی، اپنی مصیبت بھری زندگی پھر کاٹنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اور اس دفعہ کسی کو یقین بھی نہیں آتا کہ یہ وہی پرانا قیس ہے۔ اس لیئے کوئی اس سے ہمدردی نہیں کرتا۔ کوئی اس کے حالات پر توجہ نہیں کرتا۔ ہر کسے پنج روز نوبتہ اوست۔ بجا ہے۔ میں تو جس کی نوبت ختم ہو گئی تھی، سینکڑوں برس کے بعد پھر اسی سلسلۂ زلف کا اسیر، ان ہی بیڑیوں کا قیدی کر دیا گیا۔

قیس کے دماغ میں یہ خیالات گذر رہے تھے کہ اس کے کان میں ایک آواز، ایک پتلی آواز جو صاف بتا رہی تھی کہ یا لڑکے کی ہے یا کسی عورت کی پہنچی۔ اور اس نے سڑک پر نظر ڈالی۔ دیکھا کہ ایک تیرہ چودہ برس کا لڑکا معمولی نوکروں کے کپڑے پہنے ایک ہاتھ سے گیند اچھال

اچھال کر دوسرے ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنے آقا کے کسی کام پر، یا کوئی پیغام، یا پیغام کا جواب لیئے جا رہا ہے۔ اور نہایت مزے کے سروں میں گا رہا ہے :۔

داستاں میری سنو قصۂ مجنوں نہ سنو
وہ بھی کیا قصہ ہے جس کی کوئی بنیاد نہ ہو

قیس ایک دم پاؤں زمین پر مار کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اور اپنے دل سے نہایت غصے میں باتیں کرنے لگا :۔ اور لیجیئے۔ وہ بھی کیا قصہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو۔ تو یہ کوب مفارقت، یہ صحرا نوردیاں، یہ آہیں، یہ نالے جو میں نے وہاں کیئے۔ یہ سب فرضی ہی تھے۔ گویا میرے پاؤں میں چھالے پڑے ہی نہیں۔ گویا ان چھالوں کو کبھی کسی کانٹے نے پھوڑا ہی نہیں"۔ (۴)

"لیلیٰ مجنوں" کا قصہ اردو نثر میں بہت مقبول رہا۔ لیکن چونکہ اس مقالے میں ہمارا صرف شاعری ہی سے واسطہ ہے۔ لہٰذا ہم شاعری ہی کے حوالے سے بات کریں گے ——

—— مقالے کے پہلے باب میں، ہم نے دیکھا ہے کہ قدیم اور جدید، دونوں عربی شاعری میں "قصۂ لیلیٰ مجنوں" پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ قدیم عربی شاعری میں کسی بھی شاعر نے قیس اور لیلیٰ کے قصے کو مکمل داستان کی صورت میں نہیں لکھا۔ اور جدید شاعری میں احمد شوقی ہی واحد شاعر ہے جس نے اس قصے کی طرف توجہ دے کر اس کو منظوم کیا ہے۔ یہ سب کچھ جان کر مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کہ عربی شاعری جیسی ایک مالا مال اور معتبر شاعری اس قسم کے قصوں سے خالی رہا —— اس کی کیا وجہ ہے؟! —— کوئی واضح سبب نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ صنفِ مثنوی کا نام اگرچہ عربی الأصل ہے مگر عربی ادب اس صنف کے وجود سے محروم رہا —— سوال یہ ہے کہ کیا واقعی عربی ادب صنفِ مثنوی سے محروم رہا۔ کیا واقعی عربی ادب میں صنفِ مثنوی کا نام و نشان نہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر "مثنوی" کا لفظ کہاں سے آیا۔ تاریخ ادب اردو کی کتابوں میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس صنفِ شاعری کی اختراع کا سہرا شعرائے فارس کے سر ہے۔ تو پھر شعرائے فارس نے اپنی نوزائیدہ صنفِ شاعری کے لیئے اپنی ہی زبان کا ایک لفظ کیوں نہیں چنا؟! —— اس قسم کے سوالات میرے ذہن میں پیدا ہونے لگے۔ مگر جواب یہ تھا کہ لفظ "مثنوی" اگرچہ عربی الأصل ہے مگر وہ بھی دوسرے بہت ہی اور عربی الفاظ کی طرح فارسی زبان میں داخل ہوا۔ اور بہ مرورِ زمانہ فارسی ہی سمجھا جانے لگا۔ مگر مجھے اس جواب پر مکمل قناعت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ لفظ "مُشتَق" ہے "ثَنّیٰ" سے۔ اور مشتق کا مطلب یہ ہے کہ اصل سے بنایا گیا ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف یہی لفظ فارسی زبان میں آیا ہے - اور اس کا اصل مادہ فارسی زبان میں داخل نہیں ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ شعرائے فارس نے اس لفظ کی تشکیل نہیں کی - بلکہ یہ لفظ عربی زبان میں تشکیل کیا گیا تھا - اور اسی حالت میں فارسی زبان میں منتقل ہو گیا ہے ـــــ بس اگر یہی حال ہے لفظ مثنوی کا، تو پھر اس لفظ کا عربی میں کیا مطلب تھا - کس چیز کو "مثنوی" کہا جاتا تھا - ہمارا یہ تعجب باقی نہیں رہتا جب ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ عربی شاعری نہ صرف مثنوی سے آشنا تھی، بلکہ وہ اس صنفِ شاعری سے مالا مال اور بھری ہوئی تھی - گویا عربی شاعری کا صنفِ مثنوی سے محروم ہونا، سراسر وہم پر مبنی دعویٰ ہے -

× تاریخ ادب اردو کی کتابوں میں صنفِ مثنوی کے بارے میں ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ "مثنوی" عربی لفظ ہے - اس سے مراد وہ مسلسل نظم، جس کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں - اور تمام اشعار ایک ہی بحر میں ہوں - مثنوی میں قصیدے یا غزل کی طرح شروع سے آخر تک قافیہ یا ردیف کی پابندی نہیں ہوتی - ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں - مثنوی کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں ہوتی - فارسی اور اردو میں سینکڑوں اور ہزاروں اشعار کی مثنویاں ملتی ہیں - مثنوی عموماً چھوٹی بحروں میں لکھی جاتی ہے -

جہاں تک عربی شاعری کا تعلق ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ دورِ عباسی میں شاعری کی ایک صنف وجود میں آئی ہے جس کا نام "مزدوج" رکھا گیا ہے - "مُزدوج" سے مراد وہ مسلسل اشعار ہیں جن کے ہر شعر کے دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں - اور اگلے شعر کے قافیوں سے الگ ہوتے ہیں ـــــ عربی ادب کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ملتا ہے کہ سب سے پہلا شاعر جس نے "مزدوج" کہی وہ "بشار بن برد" تھا [م : ۱۶۷ھ] - اس کے بعد ابان بن عبد الحمید اور ابو العتاہیہ نے [۲۱۱ھ] ، صنفِ مزدوج میں طبع آزمائی کی - ابو العتاہیہ کے درج ذیل دو شعر ملاحظہ فرمائیں :-

oo حَسْبُكَ مِمَّا تَبْتَغِيهِ القُوتُ   مَا أَكْثَرَ القُوتَ لِمَنْ يَمُوتُ

oo إِنَّ الشَّبَابَ حُجَّةُ التَّصَابِي   رَوَائِحُ الجَنَّةِ فِي الشَّبَابِ

ترجمہ :-

oo تمہارے لیئے صرف خوراک کافی ہے - مرنے والوں کو خوراک کی حاجت ہی کیا ہے -

oo جوانی عشق و محبت کا سبب ہے - جوانی میں جنت کی خوشبوئیں مہکتی ہیں -

مگر نقادِ شعر، اور خصوصاً "ابن رشیق" کی نظر میں یہ صنفِ شاعری

بیکار ہے - اور سنجیدہ شاعری کی توہین - چنانچہ بڑے شعراء نے اس صنف میں شاعری کرنے سے اجتناب کیا - اور یہی بہتر سمجھا کہ وہ مسلسل قافیہ بندی والی نظم کی طرف توجہ دیں (۵)

اب میں آپ کی توجہ عربی شاعری کی ایک صنف کی طرف دلانا چاہوں گا جس کا نام ہے "الشعر التعلیمی" - جو دورِ عباسی کے شروع میں معرضِ وجود میں آئی ہے - اور جس کا مطلب "تعلیم کی غرض سے شاعری" - اس صنف میں کسی علم، یا کسی فن کو بغرض حفظ وتفہیم، شاعری کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے - ویسے اس قسم کی صنفِ شاعری اکثر زبانوں، خصوصاً فارسی اور اردو میں ملتی ہے - اور قدیم عربی شاعری میں بکثرت ملتی ہے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علمِ نحو، علمِ صرف، علمِ تجوید وقراءت، علم سیرتِ رسول پاک، اور دیگر علوم کو شاعری کا جامہ پہنایا گیا ہے تاکہ وہ آسانی سے یاد رہیں - ان منظوم علوم کو "الألفیات" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - "الفیات" کا مطلب وہ منظومات ہیں جن میں سے ہر ایک نظم ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہوتی ہے - اور جو کسی علم یا فن کے بارے میں کہی گئی ہو - اس قسم کے منظومات کا مابہ الامتیاز یہ ہوتا ہے کہ یہ چھوٹی بحروں میں کہے جاتے ہیں - ان کے ہر شعر کے اپنے اپنے الگ قافیے ہوتے ہیں - اور یہی ہے مثنوی کا طرۂ امتیاز -

عربی زبان میں "الفیات" کافی تعداد میں ملتی ہیں - آنے والی سطروں میں چند الفیات کے نام دیئے جا رہے ہیں :-

۱- الفیۃ ابن مالک : یہ الفیہ علم نحو میں ہے - اس کا مصنف ابو عبد اللہ جمال الدین محمد بن عبد اللہ الطائی الجیانی معروف بہ ابن مالک متوفی ۶۷۲ھ ہے -

۲- الفیۃ ابن معط : یہ بھی علم نحو میں ہے اور اس کا مصنف زین الدین بن عبد المعطی متوفی ۶۲۸ھ ہے

۳- الألفیۃ الوردیۃ : یہ الفیہ خوابوں کی تعبیر میں ہے - اس کا مصنف زین الدین عمر بن محمد بن وردی متوفی ۷۴۹ھ ہے -

۴- الألفیۃ فی المعانی والبیان : یہ الفیہ علم بلاغت میں ہے - اور اس کا مصنف برہان الدین ابراہیم بن محمد بن القبانی الحلبی، متوفی ۸۵۰ھ ہے -

۵- الألفیۃ فی النحو والتصریف والخط - یہ علم نحو وصرف اور فنِ خطاطی میں ہے - اس کا مصنف جلال الدین بن عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ہے -

۶- الألفیۃ فی الألغاز الخفیۃ : یہ الفیہ پہیلیوں کے بارے میں لکھا گیا - اس کا مصنف ابوبکر بن محمد ابن ابراہیم الأربلی، متوفی ۸۱۵ھ ہے

۷ - الألفیۃ فی أصول الفقہ : یہ الفیہ فقہ میں ہے - اس کا مصنف شمس الدین محمد ابن برماوی شافعی، متوفی ۸۳۱ھ ہے -

۸ - الألفیۃ فی الفرائض : یہ علم الفرائض میں ہے - اور اس کا مصنف قاضی ابو ولید محب الدین محمد بن الشحنہ الحلبی ، متوفی ۸۱۵ھ ہے -

اوپر والی سطروں میں صرف چند الفیات کے نام دیئے گئے ہیں - ورنہ یہ کثیر التعداد ہیں - اور ان کو یہاں زیر بحث لانا مقصود نہیں - اب یہ دو تین اشعار درج کیئے جا رہے ہیں جو "الفیۃ السیرۃ النبویہ" سے لیئے گئے ہیں - اور جس کا مصنف عبد الرحیم بن الحسین العراقی المصری ، متوفی ۸۰۶ھ ہے :-

٥٥ أَحْمَدُ رَبِّي بِأَتَمِّ الْحَمْدِ — وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أُهْدِي
٥٥ إِلَى نَبِيِّهِ وَأَرْجُو اللَّهَ — فِي نَجْحِ مَا سَأَلْتُهُ شِفَاهَا
٥٥ مِنْ نَظْمِ سِيرَةِ النَّبِيِّ الْأَمْجَدِ — أَلْفِيَّةً حَاوِيَةً لِلْمَقْصِدِ
٥٥ وَلْيَعْلَمِ الطَّالِبُ أَنَّ السِّيَرَا — تَجْمَعُ مَا صَحَّ وَمَا قَدْ أُنْكِرَا
٥٥ وَالْقَصْدُ ذِكْرُ مَا أَتَى أَهْلُ السِّيَرْ — بِهِ وَإِنْ إِسْنَادُهُ لَمْ يُعْتَبَرْ

ترجمہ :-

٥٥ میں اپنے رب کی تمام تعریفیں کرتا ہوں - اور درود بھیجتا ہوں -

٥٥ اللہ کے رسول پر، اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اُس شخص کو شفا عطا فرمائے جس کی شفایابی کے لیئے میں نے اس سے دعا مانگی تھی -

٥٥ رسول پاک ؐ کی سیرتِ طاہرہ کو منظوم کر کے اس الفیہ میں، اپنا مقصد پورا کرتا ہوں -

٥٥ طالبعلم کو معلوم ہو جائے کہ سیرتِ نبوی کی کتابوں میں صحیح اور غیر صحیح [روایات] درج ہوتی ہیں -

٥٥ سیرت لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اہلِ سیرت نے جن روایات کا ذکر کیا ہے، ان کو اکٹھا کر دیا جائے، خواہ ان کے اسناد صحیح کیوں نہ ہوں -(۶)

اس کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعرائے فارس نے اس میدان میں بہت ترقی کی - اور لاتعداد مثنویاں لکھ کر اپنی زبان کے ادب کو مضبوط ادب بنا دیا ———

——— اب اگرچہ اس بات کا یقین آ گیا ہے کہ عربی شاعری میں صنفِ مثنوی بھی شامل ہے تاہم یہ

سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ شعرائے عرب نے قدیم ادوار میں "لیلیٰ مجنوں" اور اس سے مشابہ دیگر قصوں کو منظوم کیوں نہیں کیا؟! ——— اس سوال کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عربوں کے مزاج، اور ان کی طبیعت کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ عربی مزاج، عربی ماحول کی طرح سادہ تھا۔ عربی ماحول میں سوائے پہاڑوں، صحراؤں، وادیوں، اونٹوں، گھوڑوں، خیموں، اور بھیڑ بکریوں کے، اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ عربی شاعر کے خیالات و افکار ان چیزوں کی حدود سے باہر نہیں جا سکے۔ اور یہی چیزیں ان کی قوتِ متخیلہ کی جولاں گاہیں بنتی رہیں۔ لہٰذا ہر بات کو مختصر کرنا ان کی فطرت کے مطابق تھا ——— اس کے برعکس اگر ہم عجمی مزاج اور طبیعت کا تجزیہ کریں تو یہ بات سامنے آجائے گی کہ عجمی مزاج، تجزیہ کرنے، بات سے بات پیدا کرنے، اور چیزوں کو فلسفے کی نگاہ سے دیکھنے کی طرف مائل ہے۔ عجمیوں کی فطرت میں یہ بات رچی بسی ہے کہ وہ ہر چیز کو تعلیلی اور تجزیاتی انداز سے لیتے ہیں۔ یہی چیز قدیم یونانیوں کے ہاں بھی ملتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ فارسی، اور اس کے تتبع میں ترکی اور اردو ادبیات میں رزمیہ اور بزمیہ شاعری بکثرت ملتی ہے جو عجمیوں کے ذہن، اندازِ فکر اور ماحول سے مطابقت رکھتی ہے۔

اس مقدمے سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب تک "قصۂ لیلیٰ مجنوں" فارسی ماحول میں نہیں پہنچا تھا۔ اور جزیرہ نمائے عرب کی حدود سے باہر نہیں نکلا تھا تب تک عربی شعراء نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اس داستان کو ہزاروں اشعار میں منظوم کر لیا جائے۔ کیونکہ ان کی فطرت کا رجحان، جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ اختصار کی طرف زیادہ مائل تھا۔ لیکن جب یہ قصہ فارسی صوفی شعراء کے ہاں پہنچا تو فارسیت کی خصوصیات اس میں سمٹ گئیں؛ انہوں نے اس قصے کو بڑھا چڑھا کر ہزاروں اشعار پر مشتمل مثنویوں کی صورت عطا کی۔ اور چونکہ جن شعراء نے اس قصے کو پہلے پہل منظوم کیا تھا صوفی شاعر تھے۔ ان کا مقصد تصوف کے اسرار و رموز، اور دقائق و عقائد کو عامۃ الناس کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ لہٰذا ان شعراء کو اس قصے کے نظم میں زیادہ مبالغے سے کام لینا پڑا۔ اتنا مبالغہ کیا کہ وہ قیس جو عربی ماحول میں ایک حساس شاعر، اور عربی صوفیائے کرام کی نظر میں ایک نیک بندہ سے زیادہ کچھ نہ تھا، فارسی ماحول میں آکر بڑا ولی اللہ بن گیا۔ اور اس کے ہاتھوں معجزہ در معجزہ ظہور پذیر ہونے رہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام آنے کے بعد عربی شاعری کا مزاج متعین ہونے لگا۔ اسلام سے پہلے تو شاعر کو آزادی تھی کہ وہ جس میدان میں شاعری کرنا چاہتا ہے

کرے۔ لیکن اسلام آنے کے بعد، خصوصاً قرنِ اول میں، اول تو مسلمان قرآن پاک اور حدیث شریف کی طرف توجہ دینے لگے۔ اور ان مقدس چیزوں کو شاعری پر ترجیح دینے لگے، اور بے شک وہ حق بجانب تھے، لہذا مسلمان شعرا، لیلیٰ مجنوں جیسے قصوں کو منظوم کرنا اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ فتوحات اسلامیہ میں مسلمان مصروف رہے۔ شعراء بھی اس میدانِ جہاد میں شاعری اور تلوار دونوں سے ان کے شریکِ کار رہے۔ لہذا انہیں وقت ہی میسّر نہ آسکا کہ وہ لیلیٰ مجنوں جیسے قصے نظم کرتے ـــ اس کے علاوہ شعراء مثنوی کی ہیئت میں لکھنے کو پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔

ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ تاریخ ادب عربی میں جتنے بھی عشاق کے قصے ملتے ہیں ان کی اکثریت شعرا کی تھی۔ چنانچہ جاہلی دور میں عروہ بن حزام، عنترہ بن شداد، مالک بن صمصامہ، مرقش اکبر اور مرقش اصغر ـ اور اسلامی دور میں مجنوں لیلیٰ، قیس لبنیٰ، جمیل بثینہ، اور کثیر عزہ، یہ سب عشاق شاعر بھی تھے۔ انہوں نے دیوان بھی چھوڑے۔ اور ان کے عشق و محبت کا قصہ ان کے اشعار میں درج تھا جس کی وجہ سے کسی شاعر کی حوصلہ افزائی نہیں ہوئی کہ وہ پھر سے ان کے قصوں کو منظوم کرے۔

بہرحال ہم اس مسئلے میں مزید الجھنا نہیں چاہتے۔ اور زیرِ بحث موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ بس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صوفیائے کرام کے سر علامتی ادب کی نشو و نما کا سہرا رہا۔ انہوں نے ادب میں علائم و رموز کا استعمال رائج کیا۔ اس بات کی محرک وہ عداوت تھی جو صوفیائے کرام اور فقہاء کے درمیان پیدا ہوگئی تھی۔ صوفیائے کرام اپنے آپ کو اہلِ باطن کہتے، اور فقہاء کو اہلِ ظاہر اور اربابِ رسوم کے نام سے یاد کرتے تھے ـــ فقہاء نے صوفیائے کرام کے اس نقطۂ نظر کو اپنی توہین محسوس کیا۔ چنانچہ وہ صوفیوں کو غضب کی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ اور ان پر تکفیر کے فتوے صادر کرنے لگے۔ فقہاء نے دیکھا کہ صوفی اپنے الہام، وجدان اور ذوقِ باطن کے نام پر ایسی باتیں کرتے ہیں جو شریعت کے احکامِ ظاہری سے بھی کبھی کبھی متصادم ہوجاتی ہیں، بلکہ قرآنی تعلیم سے بھی ٹکرانے لگتی ہیں۔ تو انہوں نے صوفیائے کرام کی مخالفت میں شدت اختیار کرلی۔ بس فقہاء اور صوفیاء کی جنگ کا سب سے نازک، تلخ اور لرزہ خیز دور وہ تھا جو منصور حلاج [۷] کی ذات کی صورت میں رونما ہوا۔

صوفیائے کرام کو رموز و علائم کا راستہ اس لیئے اختیار کرنا پڑا تاکہ

ان فقہاء اور عامۃ الناس کے ساتھ تصادم سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو صوفیائے کرام کے کلام کو ایسے ہی نہیں سمجھتے جیسا کہ خود صوفیائے کرام چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عذری محبت کے قصوں میں معشوقوں کے ناموں کو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا ہے:۔

٥٥ أُسَمِّيكِ لُبْنَى فِي نَسِيبِي تَارَةً ... وَآوِنَةً سُعْدَى وَآوِنَةً لَيْلَى

٥٥ حِذَارًا مِنَ الْوَاشِينَ أَنْ يَفْطِنُوا بِهَا ... وَإِلَّا فَمَنْ لُبْنَى فَدَيْتُكِ وَمَنْ لَيْلَى (۸)

ترجمہ:

٥٥ کبھی کبھی اپنی غزل میں تیرا نام لبنیٰ رکھتا ہوں اور کبھی سعدیٰ اور کبھی لیلیٰ۔

٥٥ تاکہ رقیب کہیں اس کو تاڑ نہ لیں، ورنہ، میں تجھ پر فدا ہوں، کون ہے لبنیٰ؟ اور کون ہے لیلیٰ؟!۔

صوفیانہ شاعری میں لیلیٰ کا نام اسی غرض کے لیے بہت آیا ہے۔ صوفیاء نے اس نام کو بہت پسند کیا۔ اور دوسرے ناموں کے مقابلے میں اس کا زیادہ استعمال کیا۔

٥٥ لَقَدْ فُضِّلَتْ لَيْلَى عَلَى النَّاسِ كَالَّتِي ... عَلَى أَلْفِ شَهْرٍ فُضِّلَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ

٥٥ فَيَا حُبَّهَا زِدْنِي جَوًى كُلَّ لَيْلَةٍ ... وَيَا سَلْوَةَ الْأَيَّامِ مَوْعِدُكِ الْحَشْرُ (۹)

ترجمہ:۔

٥٥ لیلیٰ کو تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح لیلۃ القدر کو ایک ہزار مہینوں پر حاصل ہے۔

٥٥ سو اے اس کی محبت! ہر شب میرے سوز دروں میں اضافہ کرتی رہ۔ اور اے زمانے کی فراموش کاری! تجھ سے تو حشر کے دن ہی ملاقات ہو گی۔

ایک صوفی کہتا ہے:۔

٥٥ لَا تَقُلْ دَارُهَا بِشَرْقِيِّ نَجْدٍ ... كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارُ

٥٥ وَلَهَا مَنْزِلٌ عَلَى كُلِّ مَاءٍ ... وَعَلَى كُلِّ دِمْنَةٍ آثَارُ (۱۰)

ترجمہ:۔

٥٥ یہ نہ کہو کہ اس کا گھر نجد کے مشرق میں ہے۔ بلکہ سارے کا سارا نجد لیلیٰ عامریہ کا گھر ہے۔

٥٥ ہر چشمے کے پاس اس کا مکان ہے۔ اور ہر پتھر پر اس کا نشان ہے۔

ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیائے کرام "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کی طرف مائل رہتے ہیں۔ دوسرے بہت سارے عذری قصوں پر اس قصے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنی مجالس میں مجنوں کے حالات بیان کرتے ہیں۔ مثلاً شبلی کہتا ہے: اے میری قوم! ۔ یہ بنو عامر کا مجنوں

تھا جس سے جب لیلیٰ کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو وہ کہتا تھا: میں لیلیٰ ہوں —— پس وہ لیلیٰ سے لیلیٰ ہی میں کھویا رہتا تھا۔ اور سوائے لیلیٰ کے، ہر مقصد سے غافل رہتا تھا۔ تمام چیزوں کا مشاہدہ لیلیٰ کی آنکھوں سے کرتا تھا ------ پس کوئی شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے جبکہ وہ صحیح وسالم، اور چیزوں میں فرق کرسکتا ہے۔ اور صاحب عقل ہے۔ یہ تو ناممکن ہے۔(۱۱)

صوفیائے کرام مجنوں کے اشعار کا بھی استعمال کرتے، ان کی اپنے اشعار میں تضمین کرتے، اور خود مجنوں کا تذکرہ اپنی مجلسوں میں کیا کرتے تھے ---۔ شبلی سے ایک شخص نے کہا کہ وہ اس کے لیئے دعا کرے۔ تو شبلی نے مجنوں کا وہ شعر پڑھا جو درج ذیل ہے:۔

٥٥ مَضَىٰ زَمَنٌ وَالنَّاسُ يَسْتَشْفِعُونَ بِي   فَهَلْ لِي إِلَىٰ لَيْلَى الْغَدَاةَ شَفِيعُ (۱۲)

ترجمہ:۔

٥٥ ایک زمانہ گزر گیا ہے جب لوگ مجھے سفارشی بنایا کرتے تھے۔ اب لیلیٰ کے حضور کیا کوئی میری سفارش کرے؟!۔

شبلی کے ہاں جب بھی کوئی فقیر آتا تو وہ اس سے پوچھتا کہ تو کوئی خبر یا نشانی لے کر آیا ہے؟!۔ اور پھر یہ شعر پڑھتا:۔

٥٥ أُسَائِلُ عَنْ لَيْلَىٰ فَهَلْ مِنْ مُخْبِرٍ   يُخْبِرُنَا عِلْمًا بِهَا أَيْنَ تَنْزِلُ

ترجمہ:

٥٥ میں لیلیٰ کے بارے میں پوچھتا ہوں کیا کوئی بتانے والا ہے جو ہمیں بربنائے علم اس بات کی خبر دے کہ اس کی منزل کہاں ہے۔

اس کے بعد کہتا ہے: تیری عزت وجلال کی قسم! سوا تیرے، گھر میں بتانے والا کوئی نہیں۔(۱۳)

لیکن یہ بات ہمارے لیئے بہت تعجب خیز ہے کہ نہ تو کسی صوفی عرب شاعر نے قدیم عربی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے پورے قصے کو نظم کیا، اور نہ ہی کسی غیر صوفی شاعر نے۔ بس یہی ہے سب سے پہلی سبقت جو فارسی شاعری کو قدیم عربی شاعری پر حاصل ہے —— فارسی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی حیثیت صرف ایک شاعرانہ علامت ہی کی نہیں رہی، بلکہ پورے کا پورا قصہ بار بار نظم کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ "لیلیٰ مجنوں" کے ان منظوم قصوں کی شکل میں فارسی شعراء نے ایک طرف تصوف کے اسرار ورموز اور نظریات وعقائد کو آسان کرکے عوام کے

سامنے پیش کیا ۔ تو دوسری طرف قصے کو منظوم کرکے فارسی ادب کی صنفِ مثنوی کو مالا مال کر دیا ۔ ایسے ہی ترکی اور اردو شعراء نے کیا ـــــــ چنانچہ جب سے اردو شاعری اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی تب سے "لیلیٰ مجنوں"، اور اس قسم کے دیگر قصوں کو اپنے اندر سمیٹنے لگی ۔

اس کے برعکس عرب شعراء نے بیسویں صدی عیسوی سے پہلے اس طرف کوئی دھیان نہیں دیا ۔ اور عربی شاعری اس قسم کے منظوم قصوں سے اس وقت تک تہی دامن رہی جب تک کہ احمد شوقی نے ۱۹۲۱ء میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کو منظوم نہ کیا ـــــــ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خواہ "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ ہو یا عشقیہ کہانیوں کے دیگر قصے ، اس ضمن میں عربی شاعری میں ایسے قصے بہت کم ملتے ہیں ـــــ اس کے برعکس فارسی، ترکی اور اردو ادب ایسے قصوں سے بھرے ہوئے ہیں ۔ عربی شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کا معاملہ صرف صوفیائے کرام کی زبانوں پر جاری ہونے تک محدود رہا ۔ اس سے کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا ـــ صوفی شاعر یا تو خود قیس کے چند اشعار پڑھتے، یا قصۂ مجنوں کے متعلق ایک دو شعر کہتے جو اپنی عقیدت یا ایک اصول کو تقویت پہنچا سکیں ۔

جدید دور میں بھی عربی شاعری نے عشقیہ قصوں کی طرف بہت کم دھیان دیا چنانچہ بیسویں صدی عیسوی میں احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ"، اور صلاح عبد الصبور کے ڈرامے "لیلیٰ والمجنون" کے علاوہ "لیلیٰ مجنوں" کو ایک مکمل قصے کی شکل میں کسی نے منظوم نہیں کیا ۔ صرف یہی نہیں، بلکہ خود صلاح عبد الصبور کا ڈراما "لیلیٰ والمجنون" درحقیقت زیرِ بحث قصۂ لیلیٰ مجنوں کی منظوم شکل نہیں ۔ بلکہ یہ تو صرف ایک علامت کے طور پر استعمال ہوا ۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ "لیلیٰ مجنوں" کا اصل قصہ، صلاح عبد الصبور کے ڈرامے میں ایک پس منظر سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا ۔ ورنہ دونوں قصے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں ـــــــ

گویا ہمارے سامنے صرف احمد شوقی کا ڈراما "مجنون لیلیٰ" ایک ایسا قصہ ہے جو "لیلیٰ مجنوں" کے اصلی قصے کی منظوم صورت سمجھی جانے کے قابل ہے ۔ اور جس کا، فارسی، ترکی اور اردو ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصوں کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جانے کے لائق ہے ۔ ـــ واضح رہے کہ "لیلیٰ مجنوں" کا قصہ اردو ادب میں براہِ راست عربی ادب سے منتقل نہیں ہوا، بلکہ یہ فارسی ادب ہی کے ذریعے اردو ادب میں داخل ہوا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں جب شعراء نے اسے منظوم کرنے کا ارادہ کیا تو ان شعراء میں سے بعض نے عربی قصے کو ملحوظِ خاطر رکھا ۔ اور عربی کتابوں کی طرف براہِ راست رجوع کیا جیسا کہ مرزا محمد ہادی رسوا نے اپنے مرقع "لیلیٰ مجنوں" میں

دعویٰ کیا ہے اگرچہ ہمیں اس کے اس دعویٰ سے پورا اتفاق نہیں کہ اس نے تا حدّ امکان اکثر واقعات اسی [ابوبکر والبی کے مرتبہ] دیوان سے لیئے ہیں ۔ کیونکہ مرزا رسوا کے مرقع کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اکثر واقعات " والبی کے مرتبہ دیوان سے نہیں لیئے گئے ۔ اس کے برعکس مرزا رسوا کا قصہ وہی قصہ ہے جو اردو یا فارسی شعراء کے ہاں ملتا ہے ۔ البتہ اس میں چند واقعات درج ہیں جو خود مرزا رسوا کی جدت پسندی کی بدولت وارد ہوئے ہیں ۔ مگر جہاں تک والبی کے مرتبہ دیوان کا تعلق ہے تو مرزا رسوا نے اس سے کوئی بھی مکمل واقعہ اخذ نہیں کیا ۔ ہاں اس نے یہ تو کہا کہ قیس ، لیلیٰ کا چچازاد بھائی تھا ، جبکہ فارسی ، ترکی اور اردو کے ان شعراء کے ہاں ، جنہوں نے " لیلیٰ مجنوں " کا قصہ منظوم کیا ، اس بات کی طرف دور کا اشارہ بھی نہیں ۔ سب کے ہاں لیلیٰ ، قیس سے اجنبی تھی ۔ حالانکہ عربی ادب میں واقعی قیس ، لیلیٰ کا چچازاد بھائی تھا ۔

دوسرے یہ کہ مرزا رسوا نے دو ایسے واقعات کی طرف سرسری اشارہ کیا ہے جو والبی کے مرتبہ دیوان میں شامل ہیں :-

۱ ۔ اس نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ قیس صحرا میں کھڑا ہوا کرتا تھا جہاں نجد کی طرف سے ہوا آنے کا امکان ہوتا تھا تاکہ لیلیٰ کی خوشبو محسوس کرکے اس کی تسلی ہوجائے ۔ اس ضمن میں مرزا رسوا کے مرقع میں یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ وادیٔ نجد میں لے چل مجھے اے وحشتِ دل ۔

٥٥ اکثر آتی ہے وہاں کوچۂ لیلیٰ کی ہوا ۔

٥٥ اور لے جائے کہاں کوچۂ لیلیٰ کی ہوا (۱۴)

۲ ۔ مرزا رسوا کے مرقع میں یہ واقعہ آیا ہے کہ ایک دفعہ قیس صحرا میں تھا کہ ایک راہ گیر نے آکر اس کو بتایا کہ لیلیٰ بیمار ہے ۔ چنانچہ قیس نے یہ اشعار کہے :-

٥٥ کیا ستاتا ہے اے فلک مجھ کو ۔۔۔ کیوں ستاتا ہے اے فلک مجھ کو

٥٥ کاش اے دل ! طبیب ہوتا میں ۔۔۔ غم گسار حبیب ہوتا میں

٥٥ فکر تیمار دل ربا کرتا ۔۔۔ کچھ نہ کچھ اس کی میں دوا کرتا (۱۵)

یہ واقعہ ہمیں والبی کے مرتبہ دیوان ملتا ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ قیس صحرا میں سویا ہوا تھا کہ ایک راہ گیر نے آکر اس کو بتایا کہ لیلیٰ بیمار ہے ۔ تو مجنوں نے چند اشعار کہے جن میں سے یہ شعر درج ذیل ہے :-

°° يَقُولُونَ لَيْلَىٰ بِالْعِرَاقِ مَرِيضَةٌ   فَمَا لَكَ لَا تَضْنَىٰ وَأَنْتَ صَدِيقُ (۱۶)

ترجمہ :-

°° کہتے ہیں کہ لیلیٰ عراق میں بیمار پڑی ہے تو "اے قیس" ! تم کیسے نہ پریشان ہوئے کیونکہ تم اس کے دوست ہو۔

دیوان مجنون لیلیٰ مرتبہ عبد الستار أحمد فراج میں یہ شعر اس طرح آیا ہے :-

°° يَقُولُونَ لَيْلَىٰ بِالْعِرَاقِ مَرِيضَةٌ   فَيَا لَيْتَنِي كُنْتُ الطَّبِيبَ الْمُدَاوِيَا (۱۷)

ترجمہ :-

°° کہتے ہیں کہ لیلیٰ عراق میں بیمار پڑی ہے ۔ کاش میں اس کا معالج ہوتا ۔

اس کے علاوہ مرزا رسوا نے اپنے مرقع میں وہی واقعات درج کیے ہیں جو اپنے سے پہلے کے شعراء کے ہاں بھی موجود ہیں ۔ البتہ اس نے چند نئے واقعات کا اضافہ کیا ہے جن کے بارے میں باب سوم کی فصل دوم میں بات کی جاچکی ہے ——— بہر حال "قصہ لیلیٰ مجنوں" کا، چاہے عربی اور فارسی میں ہو یا ترکی اور اردو، خلاصہ یہ ہے کہ قیس نے لیلیٰ سے بہت محبت کی ۔ مگر اس سے اس کی شادی نہیں ہوسکی ۔ یہی ہے وہ اصل قصہ جس پر مختلف ادبیات میں کامل اتفاق ہے۔ لیکن جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں عربی ادب میں ، اور دوسرے ادبیات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے ۔ کبھی یہ اختلاف کم ہوتا ہے ، اور کبھی اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ قصہ بالکل مختلف ہوجاتا ہے ——— ان اختلافات میں سے ایک یہ ہے جو قیس کا لیلیٰ سے تعارف کے بارے میں ——— اصل عربی قصے میں روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ قیس کا لیلیٰ سے تعارف اس وقت ہوا تھا جب دونوں ابھی چھوٹے تھے ۔ اور اپنے قبیلے کے مویشی چراتے تھے ۔ اور یہ کہ لیلیٰ، قیس کی بنت عم تھی ——— ——— مگر فارسی ، ترکی اور اردو ادب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قیس کا لیلیٰ سے تعارف صحرا ، جنگل اور چراگاہوں میں نہیں ، بلکہ مکتب میں ہوا تھا جب دونوں تحصیل علم کی خاطر مکتب میں پڑھتے تھے ۔ اور یہ کہ لیلیٰ ، قیس کی کوئی رشتہ دار نہیں تھی ۔ البتہ اردو ادب میں مرزا رسوا نے لیلیٰ کو قیس کی چچا زاد بہن بتایا ۔

جیسا کہ پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مکتب کا تصور اس زمانے میں عربوں کے ہاں نہیں تھا ۔ چنانچہ "لیلیٰ مجنوں" کے اصل قصے میں مکتب کا کوئی ذکر ہی نہیں ——— مکتب کا یہ تصور اہل فارس کے ہاں بعد میں ملتا ہے جب ایران میں اسلام پھیل گیا ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فارسی ، ترکی اور اردو میں

قیس اور لیلیٰ آپس میں خط کتابت کرتے ہیں ـــــ ہاں ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ قیس اور لیلیٰ تحریری پیغامات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ مگر ہم اس رائے سے متفق نہیں۔

عربی ادب میں "قصۂ لیلیٰ مجنوں" کے اور فارسی، ترکی اور اردو ادب میں "قصۂ لیلیٰ مجنوں" کے درمیان ایک اور اختلاف قیس اور لیلیٰ کی شادی کے بارے میں ملتا ہے ـــ عربی ادب میں اصل قصہ میں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ قیس نے مرتے دم تک کسی بھی عورت سے شادی نہیں کی۔ نہ لیلیٰ سے، اور نہ ہی کسی اور سے ـــــ جبکہ لیلیٰ کی شادی، قبیلۂ ثقیف کے ایک نوجوان ورد نامی سے ہوئی ـــ احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں بھی یہی معاملہ ہے یا قیس کی شادی نہیں ہوتی۔ اور لیلیٰ کی ہوجاتی ہے ـــــ اور اگرچہ لیلیٰ کی ازدواجی زندگی کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کیونکہ تاریخ ادب عربی کی کتابوں میں اس ضمن میں معلومات نہیں ملتیں، تاہم قیس کے دیوان میں ہمیں ایک شعر ملتا ہے جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ لیلیٰ کی اپنے خاوند سے اولاد ہوئی۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اس کی اولاد کی شادی بھی ہوگئی۔

٥٥ فَشَبَّ بَنُو لَیْلَیٰ وَشَبَّ ابْنُ بِنْتِہَا ۔۔۔۔ وَحُرْقَۃُ لَیْلَیٰ فِی الْفُؤَادِ کَمَا ھِیَا (۱۸)

ترجمہ:-

٥٥ لیلیٰ کی اولاد بڑی ہوگئی۔ اور اس کا نواسا بھی بڑا ہوگیا۔ مگر لیلیٰ کی محبت کا داغ ابھی تک میرے دل میں جوں کا توں ہے۔

فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں، خسرو دہلوی کی مثنوی چھوڑ کر یہ بتایا جاتا ہے کہ اگرچہ لیلیٰ کی شادی ہوگئی۔ مگر اس کا خاوند اس کے قریب نہ آسکا۔ اور لیلیٰ شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی وقتِ مرگ تک باکرہ ہی رہی۔

لیلیٰ کا باکرہ رہنے کا مسئلہ سب سے پہلے فارسی ادب میں پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ تصوف کے ایک عقیدے کی عکاسی کرتا ہے جس کو "تجرد" کہتے ہیں۔ چنانچہ فارسی اور اردو میں لیلیٰ کی شادی تو ہوئی۔ مگر یہ کوئی لمبے عرصے تک برقرار نہیں رہی۔ اور لیلیٰ ساری زندگی باکرہ ہی رہی۔ یہ معاملہ "لیلیٰ مجنوں" کی ترکی مثنویوں میں بھی جوں کا توں رہا۔ اور ان ترکی مثنویوں سے احمد شوقی نے اثر قبول کیا ـــــ احمد شوقی کو ترکی زبان پر پورا عبور حاصل تھا۔ اس کی ذاتی لائبریری میں لاتعداد ترکی تصنیفات موجود تھیں۔ چنانچہ ترکی قصے کا سب سے پہلا اثر جو ہمیں احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں دکھائی دیتا ہے وہ ہے لیلیٰ کا ساری زندگی باکرہ رہنا:-

○○ لیلیٰ :- لَمْ تُعَذَّبْ بِالْحُبِّ عَذْرَاءُ قَبْلِي ... كَعَذَابِي وَلَنْ تُعَذَّبَ بَعْدِي

○○ عفراء :- هِيَ عَذْرَاءُ، رَبِّي اشْهَدْ

لیلیٰ :- أَجَلْ ... عَذْرَاءُ حَتَّى يَضُمَّنِي رُكْنُ لَحْدِي

○○ عفراء :- وَالَّذِي أَنْتِ تَحْتَهُ؟!

لیلیٰ :- تَحْتَ بَعْلٍ ... غَيْرِ ذِي جَفْوَةٍ وَلَا مُسْتَبِدٍّ (۱۹)

ترجمہ :-

○○ لیلیٰ :- مجھ سے پہلے کوئی بھی باکرہ لڑکی محبت کی وجہ سے، میری طرح عذاب میں مبتلا نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی میرے بعد [کوئی بھی ہوگی]۔

○○ عفراء : لیلیٰ کی دوشیزگی برقرار ہے، میرے خدا! گواہ رہنا۔ [لیلیٰ] :- ہاں۔ اور اس وقت تک یہ برقرار رہے جب تک میری قبر مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

○○ عفراء :- اور وہ شخص جس سے تمہارا نکاح ہوا؟!۔ [لیلیٰ] :- وہ تو ایسا شخص ہے جو نہ تو ظالم ہے اور نہ ہی آمر۔

امیر خسرو دہلوی کی مثنوی میں مجنوں کی شادی ہوئی، مگر لیلیٰ سے نہیں، نوفل بادشاہ کی بیٹی سے۔ اگرچہ یہ شادی صرف ایک رات تک برقرار رہ سکی جبکہ لیلیٰ کی شادی نہیں ہوئی۔ اردو میں عبد اللہ واعظ بن اسحاق کی مثنوی میں نہ تو لیلیٰ کی شادی ہوئی، اور نہ ہی قیس کی۔ بلکہ قیس نے لیلیٰ کا رشتہ مانگا ہی نہیں۔ حافظ عبد اللہ اور مرزا رسوا کی منظومات میں نہ لیلیٰ کی شادی ہوئی اور نہ ہی قیس کی۔

قدیم اور جدید عربی ادب میں قصے کے مطابق لیلیٰ کے والد نے لیلیٰ سے قیس کی شادی سے اس لیئے انکار کردیا کہ قیس نے لیلیٰ کا اپنی شاعری میں ذکر کیا تھا۔ بالخصوص جب اس نے یہ شعر کہا:-

○○ أَبَتْ لَيْلَةٌ بِالْغَيْلِ يَا أُمَّ مَالِكٍ ... لَكُمْ غَيْرَ حُبٍّ صَادِقٍ لَيْسَ يَكْذِبُ (۲۰)

ترجمہ : اے اُم مالک! وادی غیل میں گذاری ہوئی شب پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجھے تجھ سے سچی محبت ہے جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔

جب یہ شعر لیلیٰ اور اس کے والد تک پہنچا تو انہیں بہت غصہ آیا۔ ایک دفعہ جب قیس کی ملاقات اس کے چچا سے ہوئی۔ اور اس سے اس شعر کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے یہ جواب دیا:-

○○ لَمْ تَكُنْ وَحْدَهَا وَلَا كُنْتُ وَحْدِي ... إِنَّمَا نَحْنُ فِتْيَةٌ وَعَذَارَى

۵۵ جَمَعَتْنَا خَمَائِلُ الْغَيْلِ بِاللَّيْلِ　　　كَمَا يَجْمَعُ الْحَيُّ السُّمَارَا (۲۱)

ترجمہ:- ۵۵ نہ لیلیٰ اکیلی تھی، اور نہ ہی میں اکیلا تھا۔ بلکہ لڑکے اور لڑکیاں وہاں خاصی تعداد میں موجود تھیں۔

۵۵ ہمیں اکٹھا کر دیا رات کے وقت، وادیٔ غیل کے سبزہ زاروں نے، جیسے رات کے وقت قصے کہنے اور سننے والوں کو چوپال اکٹھا کر دیتا ہے۔

ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان میں ایک روایت یہ بھی ہے جس کے مطابق لیلیٰ کے والد نے شادی سے اس لیئے انکار کر دیا کہ قیس دیوانہ تھا (۲۲) ہم اس روایت کو اس لیئے رد کرتے ہیں کہ قیس اس وقت کم عقلی کا شکار ہو گیا تھا جب اس کی لیلیٰ سے شادی نہ ہو پائی۔ اس کی حالت اس وقت مزید بگڑ گئی جب لیلیٰ، بنو ثقیف کے ورد سے بیاہ دی گئی۔

لیلیٰ مجنوں کی فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں یہ بات بنائی گئی ہے کہ لیلیٰ کے والد کے انکار کی وجہ قیس کی دیوانگی تھی۔ چنانچہ ان مثنویوں کی اکثریت میں "سگِ لیلیٰ" کا واقعہ ملتا ہے جس میں لیلیٰ کا کتا اس مجلس میں آیا جس میں قیس کی لیلیٰ کے ساتھ منگنی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس واقعے سے لیلیٰ کے قبیلے والوں کو قیس کی دیوانگی کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے شادی سے انکار کر دیا۔

اصل قصے کے مطابق قیس کی شادی کے سلسلے میں اس زمانے کے دو سرکاری ملازمین کی کوششیں شامل رہیں: ایک عمر بن عبد الرحمٰن بن عوفؓ تھا، اور دوسرا نوفل بن مساحق۔ یہ دونوں تحصیلِ زکاۃ پر یکے بعد دیگرے اموی دور میں خلیفہ عبد الملک بن مروان کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ قیس کی لیلیٰ سے شادی ہو جائے۔ چنانچہ ہر ایک قیس کو اپنی معیت میں لے کر قبیلۂ لیلیٰ کے پاس گیا۔ اور لیلیٰ کے افرادِ خاندان سے خاصے مذاکرات کیئے۔ مگر یہ ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور آخر کار دونوں امیر، قیس کے مسئلے سے دستبردار ہو گئے تاکہ نوبت جنگ اور خونریزی تک نہ پہنچے (۲۳) ــــــــ لیلیٰ کے اہلِ خاندان کے، اور سفارش کرنے والوں کے درمیان یہ سفارشات اور یہ کوششیں، گفتگو اور ردّ و کدّ سے آگے نہیں بڑھیں۔ جبکہ فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں، اولاً سفارش کرنے والے بادشاہ تھے۔ اور پھر ان سفارشوں اور کوششوں میں گھمسان کا رن پڑا جس میں خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ سروں کو گردنوں سے جدا کیا گیا، اور جسموں کی دھجیاں بکھیر دی گئیں ــــــــ صرف یہی نہیں، بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ قبیلۂ لیلیٰ

شکست کھائی۔ خود لیلیٰ اور اس کے والد کو گرفتار کر لیا گیا ———— یہاں پر "لیلیٰ مجنوں" کی مثنویات آپس میں مختلف ہیں۔ بعض مثنویوں میں لیلیٰ کا والد نوفل بادشاہ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ لیلیٰ کی شادی قیس سے نہ ہونے دے۔ کیونکہ یہ بات اس کے لیئے، اور اس کے سارے قبیلے کے لیئے رسوائی کا باعث ہو گی۔ اور یہ کہ لیلیٰ کی قیس سے شادی کرنے پر وہ اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ وہ لیلیٰ کو قتل کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اور کتوں کے آگے پھینک دے ——— چنانچہ یہ سن کر نوفل کا دل نرم ہو گیا۔ اس نے لیلیٰ، اس کے والد، اور اس کے قبیلہ والوں کو معاف کر دیا۔ اور قیس کے سارے معاملے سے دستبردار ہو گیا حالانکہ اس نے شروع میں قیس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی لیلیٰ سے شادی ضرور کرائے گا۔

بعض مثنویات میں معاملہ یہاں پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ اس میں یہ اضافہ ہوا کہ جب لیلیٰ گرفتار ہو گئی تو نوفل اس کے دامِ محبت کا اسیر ہو گیا۔ چنانچہ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ قیس کو کسی نہ کسی طریقے سے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اور لیلیٰ اس کی ہی ہو جائے۔ اس پر نوفل نے اپنے غلام کو زہر کا پیالہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ مگر تقدیر کا فیصلہ کہیئے یا ولی اللہ قیس کی کرامات کہیئے، زہر کا پیالہ نوفل ہی کے حصے میں آیا۔ اور وہ فوراً مر گیا۔ لیلیٰ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ واپس گئی۔ اور قیس نے دوبارہ صحرا کا رخ کیا ———— درحقیقت یہ سارے واقعات "لیلیٰ مجنوں" کے تاریخی قصے میں وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ ان کے متعلق مؤرخینِ ادب نے کچھ رقم نہیں کیا۔ یہ تو صرف ایرانی عقل ودانش کا کرشمہ ہے جو رزمیہ اور تفصیلی شاعری سے مانوس ہے۔ اور یہی ہے ایرانی عقل ودانش کی جھلک جو فردوسی کے شاہنامہ [جو شدید جنگوں اور سخت لڑائیوں سے بھرا پڑا ہے] کے اشعار میں دکھائی دیتی ہے۔

اب جب ہم لیلیٰ کی شادی کے موضوع کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اصل عربی قصے میں ایک ایسا واقعہ ہے جس کی طرف فارسی، ترکی اور اردو شعراء نے خفیف سا اشارہ بھی نہیں کیا۔ حالانکہ یہ واقعہ قیس کی، اور ورد کی نفسیات کے تجزیے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا تھا۔ یعنی قیس کی، لیلیٰ کے شوہر ورد سے ملاقات کا واقعہ ———— اس واقعے سے، جو کتاب "الأغانی" میں دو اشعار میں سمٹا ہوا ہے، احمد شوقی نے اپنے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اس کے ذریعے سے اس نے قیس اور ورد کی نفسیات کا اچھی طرح تجزیہ کیا۔ البتہ احمد شوقی نے اس واقعے کے ضمن میں عربوں کے رسم ورواج، عادات وتقالید، اور اس سے بڑھ کر دین کے اصولوں سے

انحراف کیا - اگرچہ اس کا مقصد عربوں کی تعریف کرنا تھا ——— واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ قیس کا گذر وَرد کے محلے میں ہوا - محلے میں قیس نے جب وَرد کو دیکھا تو دونوں کے درمیان یہ گفتگو ہوئی ! -

٥٥ قیس : تو کیا تو ہی قبیلۂ ثقیف والا وَرد ہے ؟! - [وَرد] : ہاں ! اور اس [قبیلۂ ثقیف] کی سرزمین میں ورد [پھول] ہی اُگا کرتے ہیں -

٥٥ قیس : - تمہارا نام "وَرد" کیوں رکھا گیا ؟! - تمہارا لقب قبیلہ کے درخت کا "قلام" : تراشہ ، یا گلی سڑی گھاس کیوں نہ پڑا ؟! -

٥٥ وَرد : [صبر اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے] :-

پھولوں کا کیا قصور ہے - اور انہیں کیا نقصان ہے اگر زکام میں مبتلا کوئی شخص ان کی خوشبو نہ سونگھ سکے ؟! -

٥٥ قیس : تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں ! کیا تم نے لیلیٰ کو رات کے وقت آغوش میں لیا - اور اس کے منہ کو چوما ؟! -

٥٥ اور کیا تم پر لیلیٰ کی زلفیں اسی طرح نچھاور ہوئی کہ جس طرح شبنم میں کلیاں جھومتی ہیں ؟! -

٥٥ وَرد [تھوڑی سی خاموشی کے بعد] :- "ہاں" اور "نہیں" اے قیس !

قیس : - نہیں - یا "ہاں" کہو یا "نہیں" -

٥٥ وَرد : اے قیس ! فرض کرو کہ "ہاں" ، تو کیا حلال کام بھی کبھی قابلِ تہمت و ملامت ہوتا ہے -

٥٥ کسی شوہر سے کبھی یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اس نے اپنی بیوی کو چوما ہے ؟ اور کتنا ؟ ! -

٥٥ ہاں ! میں نے اسے سر تا پا چوما ہے -

قیس یہ جواب سن کر آگ بگولا ہو گیا - لیکن وَرد نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا : -

٥٥ وَرد : اے قیس ! میں وہی ہوں جس کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے - میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا -

٥٥ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ، اگرچہ تمہارا مجھ پر کوئی حق نہیں کہ میں تمہارے لیئے قسم کھاؤں -

٥٥ مجھ پر کتنی ہی ایسی راتیں گذری ہیں کہ جن میں مجھے نیند نہیں آئی -

٥٥ جب سے لیلیٰ میرے گھر آئی ہے تو میرا کوئی لمحہ پچھتاوے کے بغیر نہیں گذرا -

٥٥ میں لیلیٰ کا ایسے ہی طواف کرتا رہا ہوں جیسے کہ ایک بت پرست کسی بت کا طواف کرتا ہے -

٥٥ اور اکثر جب میں اس کی خوابگاہ میں داخل ہوتا تھا تو میرے قدم مجھے دھوکہ دے جاتے تھے -

٥٥ گویا کہ وہ میرے لیئے محرمات کا درجہ اختیار کر گئی تھی حالانکہ میرے اور اس کے درمیان "رحم" کا کوئی رشتہ موجود نہیں تھا -

○○ مجھ پر یہ زیادتی --- اے قیس! تمہاری شاعری نے کی ہے - اور یہ جرم اسی کا ہے -

○○ اس شاعری نے لیلیٰ کو میری نظروں میں اتنی مقدس بنا دیا ہے کہ وہ میرے لیئے ایسے ممنوع ہو گئی جیسے کہ حرم کا شکار ہو -

○○ چنانچہ میں نے لیلیٰ کو اب پیش کر دیا بطورِ نذرانہ، محبت، شاعری، درد و سوز اور قیس کی بارگاہ میں -

○○ قیس :- مگر آؤ اے قبیلہ ثقیف کے خوبرو جوان آؤ! - اور مجھے وہ سب کچھ بتاؤ جو تم نے کسی کو اب تک نہیں بتایا -

○○ تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم نے پائی ہے ساری مصیبت میری شاعری سے، اور میرے زبان و بیان نے تم پر درد و الم کا سیلاب بہا دیا ہے -

○○ تم نے بات بھی کی ہے تو بڑی مختصر - خدا کی قسم! اس کی پوری وضاحت کرو -

○○ ورد : تو پھر اے قیس میری بات کو غور سے سنو [قیس] :- سچ سچ بتاؤ -

ورد : کیا سچ بولنا میری عادت نہیں ہے -

○○ اگر تم نہ ہوتے تو میں قبیلۂ ثقیف کے سوا کسی اور قبیلہ کو [شادی کرنے کے لیئے] منتخب نہ کرتا - اور نہ ہی بنو عامر کی لڑکیوں [مراد لیلیٰ اور اس کا قبیلہ بنو عامر] کی طرف دھیان دیتا -

○○ میں نے زندگی گذاری تمہارے شعروں کے ساتھ ساتھ - تمہاری چھوٹی غزلوں کو خود گاتا رہا - اور بڑے قصیدے دوسروں کو سناتا رہا -

○○ تمہاری شاعری کے الفاظ میں مجھے لیلیٰ کا سایہ دکھائی دیتا رہا - اور میں دیکھتا رہا تمہاری نظموں میں اس کی تصویر -

○○ اور پھر جب تمہیں جواب ہو گیا اور کہا گیا کہ تمہاری شاعری دو محبت کرنے والوں کے درمیاں حائل ہو گئی ہے -

○○ تو میں نکلا لیلیٰ کے قبیلے کی جانب کہ اس کا رشتہ مانگوں، اور میں نے اپنی اس کوشش میں اپنے مال و دولت کی پروا نہیں کی -

○○ میں نے لیلیٰ سے شادی کر لی - مگر اس کے رعبِ جمال میں آ گیا - اور کون ہے وہ شخص جو مجھ سے پہلے امرِ حلال سے ڈرا ہو -

○○ چنانچہ اے قیس! تمہاری شاعری --- میری تمام مصیبتوں کی جڑ ہے - محض اس کی وجہ سے، اور لیلیٰ کی وجہ سے میں راہِ عافیت سے دور ہوا -

○○ تمہاری شاعری نے اسے خلعتِ حسن وجمال بخشا تو میں اس پر فریفتہ ہو گیا۔ لیکن جب ہماری باہم ملاقات ہوئی تو تمہاری اسی شاعری نے اسے لباسِ جلال وہیبت پہنا دیا۔

○○ میں جب بھی لیلیٰ کے پاس حقوقِ ازدواج لینے گیا تو مجھے اس کے تقدس نے انہیں وصول کرنے سے روک دیا[۲۴]

قیس اور ورد باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں لیلیٰ اپنی خوابگاہ سے نکل آئی تو ورد نے اسے بلا کر بتا دیا کہ تمہارا عاشق یہاں ہے ـــــ ورد کے اس طرزِ کلام سے قیس کو حیرت ہوئی اور اس نے چلا جانا چاہا۔ مگر ورد نے اسے روک لیا۔ اور اس سے درخواست کی کہ وہ لیلیٰ سے مل لے۔ اس پر قیس نے ورد سے کہا کہ وہ بھی اس کے پاس رہے تاکہ وہ لیلیٰ سے ملاقات کو برداشت کر سکے۔ مگر ورد نے جواب دیا:-

○○ ورد: قیس! میں سمجھتا ہوں کہ اس ملاقات میں ہم دونوں کا اکٹھا ہونا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تم حبیبِ دل ہو، جبکہ میری حیثیت خاوند کی ہے۔

○○ آہ! تم دونوں کو میری وجہ سے، اور مجھ کو تم دونوں کی وجہ سے کیا کیا دیکھنا پڑ رہا ہے۔ پس ہم تینوں تقدیر کی زد پر آ گئے ہیں[۲۵]

اس کے بعد ورد، لیلیٰ اور قیس کو اکٹھے چھوڑ کر چلا گیا ـــ بات کرنے کے دوران قیس نے لیلیٰ سے ایک بوسہ کی درخواست کی:-

○○ قیس: میرے دل کی تمنا، لیلیٰ! اپنا منہ میرے منہ کے قریب کرو جیسا کہ دو گانے والے پرندے اپنی چونچیں ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔

○○ اور ایک بوسے کا مزا چکھیں جس کے بعد ہماری دونوں روحیں اور ہمارے دونوں جسم نہ کوئی تکلیف پائیں، نہ کوئی بیماری۔

○○ زندگی کی ہر نعمت اور ہر خوشی ہمارے ہونٹوں میں سمٹ آتی ہے جب وہ باہم ملتے ہیں۔

○○ ہم دونوں کے سینے یوں دھڑکنے لگتے ہیں جیسے کہ ان سینوں کے اندر پہلے دل کے ساتھ ایک اور دل لگا دیا گیا ہو۔

«لیلیٰ گریز کرتی ہے»

○○ لیلیٰ: - کیا؟! - «قیس»: - کیوں نہیں؟! - «لیلیٰ»: اے قیس! تم ایسا نہیں کرو گے - اور نہ یہ چیز میرے بس میں ہے -

○○ قیس: - لیلیٰ! تم میری بات نہیں مانو گی؟! - «لیلیٰ»: - میں اپنے آقا کے حکم سے نافرمانی نہیں کرتی۔ مگر میرے دل کے اندر میں ایک آواز ہے جو مجھے منع کرتی ہے -

○○ اے قیس! ورد ---؟ - تم نے اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا - اور اسے بالکل بھلا دیا - گویا اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے -

○○ قیس :۔ (غصے میں) ! - لیلیٰ ! - تمہاری مراد تمہارا شوہر ہے ؟! (لیلیٰ : سر جھکائے ہوئے) : ہاں -

قیس :۔ تم نے کب محبت کی ورد سے ؟! جو اب تم سے اس کی محبت کا اظہار ہو رہا ہے -

○○ لیلیٰ :۔ کیوں بھڑکتے ہو ؟ - (قیس) :- اس چال کی وجہ سے جو میرے لیئے تم نے ابھی اختیار کی -

لیلیٰ :۔ اے قیس! لگتا ہے کہ تم جلنے لگے ہو -

○○ ورد --- شوہر ہے --- اے قیس! --- اور واضح ہو کہ اس کا مجھ پر حق زوجیت ہے کہ میں اس کی رعایت کروں -

○○ قیس :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں محبت کرتے ہو ؟ - (لیلیٰ) :- نہیں - بلکہ تم مجھ پر زیادتی کر رہے ہو - کیونکہ میرے دل نے تمہارے سوا کسی اور کو نہیں چاہا -

○○ مگر میں خاوند کے گھر کو نہیں چھوڑوں گی جب تک کہ وہ اپنے فضل و احسان سے مجھے طلاق نہ دے دے -

○○ ہم جو شریف زادیاں ہیں اگر زمانہ ہم پر ستم ڈھائے تب بھی ہم اپنی مصیبت کی شکایت اللہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں کرتیں -

○○ قیس :۔ بہر حال تم میرے ساتھ جاؤ گی - (لیلیٰ) :- نہیں - میں خاوند کی امانت میں خیانت نہیں کروں گی - کیونکہ اس نے مجھ سے وعدہ خلافی کبھی نہیں کی - اور نہ کبھی خیانت کا مرتکب ہوا ہے -

○○ اس کی جوانمردی آبِ صفا کے چشمہ جیسی ہے جس کے خواص کبھی متغیّر نہیں ہوتے - اور نہ ہی دیگر جوانوں کی طرح وہ قسم قسم کے رنگ بدلتا ہے -

○○ قیس [مذاق اڑاتے ہوئے] :- میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ورد کی محبت میں بہت سچی ہو - جبکہ مجھ سے تمہاری محبت محض جھوٹ اور فریب تھی -

○○ لیلیٰ :- قیس! - (قیس چلتے ہوئے) ! مجھے چھوڑ دو - اللہ کی دھرتی بڑی وسیع ہے - میں کل ہی دوستوں کو اور مقاماتِ رہائش کو تبدیل کروں گا -

قیس لیلیٰ کو چھوڑ کر جانے لگتا ہے - مگر لیلیٰ اسے پکڑ لیتی ہے :-

○○ لیلیٰ :- اے قیس! - عقل کرو - (قیس) : نہیں - چادر چھوڑ دو - چھوڑ دو -

پھر قیس چادر چھڑا کر اپنا راستہ لیتا ہے - اور لیلیٰ کو روتا ہوا چھوڑ دیتا ہے :-

لیلیٰ :- خدا قیس پر رحم کرے - اسے پھر وہ کچھ ہونے لگا ہے جو پہلے ہوا تھا - (۲۶)

قیس شدید غصے کی حالت میں لیلیٰ کو چھوڑ دیتا ہے - اور صحرا کو نکل جاتا ہے۔

لیلیٰ اس کی اس حرکت پر پریشان ہوتی ہے اور پھر تسلیم کرتی ہے کہ اس کی دوشیزگی ابھی تک سلامت ہے - اور وہ مرتے دم تک ایسی ہی رہے گی ——— یہاں قیس اور لیلیٰ دو معمولی انسان ہیں - ان کے اپنے جذبات واحساسات ہیں - وہ خوش ہوتے ہیں - اور اداس بھی - غصہ کرتے ہیں اور بردباری سے بھی کام لیتے ہیں ——— قیس چاہتا ہے کہ لیلیٰ اس کے ساتھ بھاگ نکلے - اور ساتھ ہی اس سے بوسہ لینے کی درخواست کرتا ہے ——— یہاں یہ رویہ انسان کا فطری اور طبعی رویہ ہے - بالمقابل لیلیٰ اپنی حرمت وتقدس اور اپنے شوہر کی عزت وآبرو کا خیال کرتے ہوئے انکار کر دیتی ہے - یہاں بھی یہ رویہ فطری اور انسانی رویہ ہے جو ایک خدا خوف اور اطاعت شعار بیوی کی عکاسی کرتا ہے - پس اس سب کچھ کی بدولت لیلیٰ اور قیس کی شخصیتیں قاری کے نزدیک پسندیدہ ہیں - اور یہی فرق ہے عربی قیس اور عجمی قیس کے درمیان - اور یہی در اصل بنیادی فرق ہے عربی زبان میں قصۂ "لیلیٰ مجنون" کو منظوم کرنے کے مقصد، اور فارسی، ترکی اور اردو زبانوں میں اسی قصے کو منظوم کرنے کے مقصد میں -

اس واقعے میں جس چیز کے متعلق ہم احمد شوقی سے متفق نہیں وہ یہ کہ ورد اپنی بیوی [لیلیٰ] سے قیس کی ملاقات کراتا ہے - یہ ملاقات خود ورد کے گھر، اور تنہائی میں ہوتی ہے - اور اگرچہ احمد شوقی کا اس بات سے مقصد، عربوں کی مروّت کو سراہنا ہے - مگر یہ اہلِ اسلام کی معاشرتی روایات کے قطعاً خلاف ہے -

اصل عربی قصے کے، اور فارسی، ترکی اور اردو قصوں کے درمیان اختلافات میں سے ایک یہ اختلاف ہے جو قیس اور لیلیٰ کی موت اور تکفین وتدفین سے متعلق ہے ——— اصل عربی قصہ میں اس واقعہ کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے ——— ابوالفرج اصفہانی کی کتاب "الأغانی" کی روایات کے مطابق قیس کی موت، لیلیٰ کی موت سے پہلے واقع ہوئی - یہ اس وقت ہوئی جب قیس کا بدن کمزور پڑ گیا - اس کے وحشی پن اور جنگلوں اور صحراؤں میں حیوانات کے ساتھ سرگرداں، اور مارے مارے پھرنے کے سبب، اسے کمزوری لاحق ہوئی - اور وہ بیماریوں کا شکار ہو گیا - اس کے پاس نہ تو اتنا کھانا تھا جو اس کی جسمانی ضرورتوں کو پورا کر سکتا - اور نہ ہی اس نے اپنی صحت اور صفائی کا کوئی اہتمام کیا ——— ایک دفعہ قیس کا اپنے اہلِ خاندان سے رابطہ منقطع ہو گیا - پس جب کئی دن پیہم وہ اسے تلاش کرتے رہے تو اسے اس حال میں پایا کہ وہ ایک پتھریلی وادی میں مردہ پڑا ہوا تھا - اور اپنی انگلیوں سے اس نے یہ اشعار لکھ دیئے تھے! -

٥٥ ألا أيها الشيخ الذي ما بنا يرضى شقيتَ ولا أدركتَ من عيشك الخفضا
٥٥ شقيتَ كما أشقيتني وتركتني أهيم مع الهلاك لا أطعم الغمضا (٢٧)

ترجمہ:- اے وہ شیخ جو مجھے [بحیثیت لیلیٰ کے خاوند کے] قبول نہیں کرتا - تو مصیبتوں اور مشقتوں میں گھر جائے - اور زندگی میں تجھے کبھی بھی سکون وراحت نصیب نہ ہو۔

٥٥ تجھے ایسے ہی مشقتوں کا سامنا ہو جیسے تونے مجھے مصائب میں مبتلا کر دیا - اور مجھے اس حال میں چھوڑا کہ میں بھٹکے ہوؤں کے ساتھ سرگرداں پھر رہا ہوں - اور میری آنکھیں نیند سے محروم ہو چکی ہیں -

اگرچہ ہم اس بات کی تائید نہیں کرتے کہ قیس ہی نے یہ اشعار رقم کیئے تھے - کیونکہ ہمیں اس بارے میں بھی تردد ہے کہ کیا قیس پڑھ اور لکھ سکتا تھا یا نہیں - مگر ہم ان اشعار کا، جیسا کہ ابو الفرج کی کتاب الأغانی میں وارد ہوئے، ذکر کرتے ہیں —— یہ دو اشعار دیوان قیس میں ایک لمبی نظم کے پہلے دو شعر ہیں —— بہرحال راجح قول کے مطابق یہ واقعہ سن ۶۵ھ اور سن ۸۰ھ کے درمیان پیش آیا - (۲۷)

جہاں تک ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان کا تعلق ہے تو اس میں یہ روایت کی جاتی ہے کہ لیلیٰ پہلے ہی مر گئی - قیس صحرا میں تھا - جب اس کو پتہ چلا تو وہ فوراً لیلیٰ کے محلے گیا - لیلیٰ کے اہل خاندان سے اس نے تعزیت کی - اور انہوں نے اس سے بھی تعزیت کی - قیس نے ان سے قبر لیلیٰ کے متعلق پوچھا - اور پھر قبر پر گیا - وہاں اس نے یہ مرثیہ کہا :-

٥٥ ويا قبر ليلى أكرمنّ محلّها يكن لك ما عشنا علينا بها نعم
٥٥ ويا قبر ليلى إنّ ليلى غريبة بأرضك لا خال لديها ولا ابن عم
٥٥ ويا قبر ليلى ما تضمّنت قبلها شبيهاً لليلى ذا عفاف وذا كرم
٥٥ ويا قبر ليلى غابت اليوم أمّها وخالتها والحافظون لها الذمم (۲۸)

ترجمہ: ٥٥ اے قبر لیلیٰ! اس [لیلیٰ] کو اپنے اندر آرام دینا - یہ زندگی بھر تیرا ہم پر احسان ہوگا -

٥٥ اے قبر لیلیٰ! لیلیٰ تیرے اندر اجنبی ہے - نہ اس کا ماموں ہے - اور نہ ہی اس کا چچا زاد بھائی -

٥٥ اے قبر لیلیٰ! تونے اس [لیلیٰ] سے پہلے لیلیٰ جیسا کوئی صاحب عفت وعصمت اور کریم الأصل انسان اپنے اندر نہیں سمویا -

٥٥ اے قبر لیلیٰ! آج اس کے پاس نہ تو اس کی ماں ہے - نہ اس کی خالہ ہے اور نہ ہی اس کے دیکھ بھال کرنے والے

قیس سارا دن مارا مارا پھرتا تھا - پھر رات کے وقت قبر کے پہلو میں سو جاتا تھا - ایک عرصے تک یہ سلسلہ چلتا رہا - یہاں تک کہ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا اور بیمار پڑ گیا - ایک عرصے بعد اس کو ایک پتھریلی وادی میں مردہ پڑا ہوا پایا گیا - اور اس نے یہ دو اشعار ریت پر لکھ دیئے تھے:-

۰۰ تَوَسَّدَ أَحْجَارَ الْمَهَامَةِ وَالْقَفْرِ ۔۔۔ وَمَاتَ جَرِيحَ الْقَلْبِ مُنْدَمِلَ الصَّدْرِ

۰۰ فَيَا لَيْتَ هَذَا الْحِبَّ يَعْشَقُ مَرَّةً ۔۔۔ فَيَعْلَمَ مَا يَلْقَى الْمُحِبُّ مِنَ الْهَجْرِ (۲۹)

ترجمہ: - ۰۰ اس نے صحراؤں اور بیابانوں کے پتھروں کو اپنا سرہانا بنایا - اور اس حالت میں مرا کہ اس کا سینہ تو زخموں سے صحیح و سالم تھا، مگر اس کا دل زخموں سے چور تھا -

۰۰ کاش یہ محبوب ایک بار عشق کرتا تو اسے پتہ چل جاتا کہ عاشق کو جدائی میں کس قدر مشقتیں جھیلنا پڑتی ہیں -

احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" کے مطابق لیلیٰ پہلے مر گئی - قیس کو اس کے دوست بشر نے اس کی موت کی خبر دی - چنانچہ قیس لیلیٰ کی قبر پر گیا - وہاں یہ مرثیہ کہہ کر اس کی روح پرواز کر گئی - یہ خیال احمد شوقی نے ترکی مثنویوں سے مستعار لیا:-

۰۰ میری آنکھو! یہ ہے جگہ رونے کی - اے میرے آنسوؤں! یہ ہے جگہ تمہارے بہنے کی -

۰۰ یہاں ہے جسم لیلیٰ کا - یہاں ہے اس کی نشانی - یہاں ہے میری زندگی زمین کے اندر رکھی ہوئی -

۰۰ یہاں ہے لیلیٰ کا دہن شیریں، خوشبو والا اور ہنسنے والا - لگتا ہے کہ فنا کے پردے سے وہ ابھی چمک اُٹھے گا -

۰۰ یہاں میری جوانی کی کتاب بند ہو گئی - اب قبرستان اسے نہیں کھولے گا -

۰۰ یہاں دفن ہیں محبت کے حادثے اور میٹھی آرزوئیں، اور اے لیلیٰ! ، لذیذ دکھ -

۰۰ اے تقدیر کے ٹھکرائے ہوئے شخص! تمہیں کون ہے پناہ دینے والا اور بچانے والا، سوائے موت -

۰۰ زندگی تقدیر کی طاقت کے آگے جھک جاتی ہے - مگر خود تقدیر موت کی طاقت کے سامنے سر جھکا دیتی ہے -

۰۰ اے تقدیر کے ٹھکرائے ہوئے شخص! کیا تم کو قرار نہیں ملے گا - کیا تم آرام نہیں کرو گے - کیا تم کو سکون کی دولت ہاتھ نہیں آئے گی -

۰۰ کیوں نہیں! تم پہنچ گئے پناہ گاہ تک، اور یہ مٹی ہی ہے تمہاری پناہ گاہ ۔ (۳۰)

فارسی مثنویوں کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لیلیٰ کی وفات ہوئی - جیسا کہ نظامی کی مثنوی اس کی تصدیق کرتی ہے، اس کے مرنے کے بعد قیس اس کی قبر پر گیا:-

۰۰ در مہر تو تن بخاک میداد ۔۔۔ بر یاد تو جان پاک میداد

٥٥ در عاشقی تو صادقی کرد	جان در سر کار عاشقی کرد
٥٥ احوال چه پرسیم که چون رفت	با عشق تو از جهان برون رفت
٥٥ تا داشت در این جهان شماری	جز با غم تو نداشت کاری
٥٥ این گفت و بگریه دیده تر کرد	و آهنگ ولایت دگر کرد
٥٥ چون راز نهفته بر زبان داد	جانان طلبید و زود جان داد (۲۱)

امیر خسرو کے ہاں بھی یہی معاملہ ہے :-

٥٥ مجنون زخبر بری وفادار	آگہ شدہ بُد ز زحمت یار
٥٥ آزردہ دل و جگر دریدہ	بر در بعیادتش رسیدہ
٥٥ کامد ز درون در نفیرے	وز خانہ پدید شد سریرے
٥٥ لیلیٰ گویان برادر و خویش	ایشان ز پس و جنازہ در پیش
٥٥ بردند برون جنازۂ ماہ	برخاست فغان ز کوچہ و راہ
٥٥ یکجا شدہ مرد و زن فراہم	پروین و بناتِ نعش باہم
٥٥ عاشق کہ نظارۂ چنان دید	برداشت قدم کہ ہمعنان دید
٥٥ در پیشِ جنازہ رفت خندان	نے درد و نہ داغِ دردمندان (۲۲)

مکتبی کے ہاں بھی یہی بات ہے :-

٥٥ چندانکہ طبیب خستہ کوشید	آن آتش دل زیادہ جوشید
٥٥ بربود اجل زکف عنانش	بگرفت ز رگ عنان جانش
٥٥ آن گلبن نو شکفتہ شد زرد	وان چشمہ آفتاب شد سرد
٥٥ لیلیٰ بگذشت ازین گذرگاہ	صد قافلہ جان خلق ہمراہ
٥٥ بگذشت چو آفتاب گردون	جان بر لب و لب بیادِ مجنون (۲۳)

اور ہاتفی کے ہاں بھی :-

٥٥ من زان تو ام تو زان من باش	من جان تو ام تو جان من باش
٥٥ این گفت و سپرد جان بجانان	آسود ز خیل ناتوانان (۲۴)

البتہ عبدالرحمٰن جامی اپنی مثنوی میں، جس کا قصہ فی الحقیقت اصل عربی قصے کے قریب ترین ہے، یہ بیان کرتا ہے کہ پہلے قیس مر گیا ۔ ایک بدّو نے اس کو ایک

سفید ہرن کو آغوش میں لیئے ایک گڑھے میں مردہ پڑا دیکھا۔ اور بدو نے قیس کو دفن کیا۔

٥٥ کان حلہ نشین عرابی راد	در ربع ودمن رئیس واستاد
٥٥ یک چند کہ در دیار خود بود	مشغول بکار وبار خود بود
٥٥ سرزد ز دلش ہوای مجنون	طیارہ زحلہ را ند بیرون
٥٥ برعامریان گذشت از آغاز	جست ازھمہ کس نشان او باز
٥٥ گفتند کہ یک دو روز بیش ست	کز وی دل این قبیلہ ریش ست
٥٥ نی دیدہ کسی زوی نشانی	نی نیز شنیدہ داستانی
٥٥ بیرون ز وقوف غیر باشد	ان شاء اللہ کہ خیر باشد
٥٥ برخاست عرابی وشتابان	روکرد زحلہ در بیابان
٥٥ نہ کوہ گذاشت نہ درو دشت	برھر جایی چو باد بگذشت
٥٥ می گشت وجب وجب زمین را	می جست حریف نازنین را
٥٥ چون یکدو سہ روز جست وجو کرد	نومید براہ خویش رو کرد
٥٥ ناگاہ نمود زیر کوھی	جمع آمدہ وحشیان گروھی
٥٥ شد تیز بسوی شان روانہ	مجنون را دید در میانہ
٥٥ با آھوئکی سفید وروشن	ھمچون لیلیٰ بچشم وگردن
٥٥ خفتہ بمغاکئی ہم آغوش	وز مرگ شدہ بخواب خرگوش
٥٥ بربالش خاک وبستر خار	جان دادہ زدرد فرقت یار
٥٥ ھمخوابہ چو دیدہ ماجرا یش	او نیز بمردہ در وفایش[۲۵]

یہ واقعہ جیساکہ واضح ہے اصل عربی قصے کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے ـــــ بہرحال یہ جامی کی مثنوی کی ایک انفرادیت ہے کہ اس میں ایسے واقعات درج ہیں جو براہِ راست عربی قصے سے مأخوذ ہیں۔ اور کسی دوسری فارسی مثنوی میں مذکور نہیں ہیں۔ ـــــ حمدی اور فضولی کی ترکی مثنویوں کے قصے کے مطابق لیلیٰ پہلے مری، اور قیس کی موت بعد میں واقع ہوئی۔

جہاں تک اردو منظومات کا تعلق ہے تو ان کی اکثریت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لیلیٰ کی موت پہلے واقع ہوئی: ـــــ

عاجز :-

٥٥ کلیما کھئی مجنوں کے دھیان کا — یہی شغل تھا دین ایمان کا

٥٥ شکر ریز لب میانے آ، دم رھیا — میٹھا جیوں شربت اجل کا پیا

٥٥ ماری آہ، جیو چھوڑ، کھئی والسلام — برہ کے شہیدان میں کیتا مقام

٥٥ ہوا شور شر سب قبیلے منے — روے ماں آپس کوں اگن میں بھوے

٥٥ پدر پھاڑ کپڑے لا یار اکھ تن — فلک بے مہر نے یو چھوڑ یا تن

٥٥ قبیلے میں ہر گھر میں ماتم کیے — نہ بسرے دیناں میانے جب لگ جیے (۳۶)

تجلی :-

٥٥ یہ گھر جس کو کہتے ہیں گور اے حبیب! — کہ پہنچا نہیں اوس میں ہرگز رقیب

٥٥ نہ یہاں عیب جو ہے نہ کوئی طعن گو — یہ خلوت ہے یہاں میں ہوں تو بھی ہو

٥٥ گلے لگ کے تا حشر سوویں گے یہاں — جدا جیسے واں ہیں نہ ہوں گے وہاں

٥٥ سخن یہ کہا اور لیا نام یار — کیا راہ جاناں میں جان کو نثار

٥٥ ہوئی جان تن خستہ سے یوں ہوا — کہ طائر ہوا جوں قفس سے رہا (۳۷)

ہوس :-

٥٥ تابوت مرا تراش موزوں — از چوب درخت بید مجنوں

٥٥ پھر کرکے کفن شہاب سے لال — دے اوسمیں چھپا تو میرے تمثال

٥٥ یعنی بہ تجمل تمامی — جس طرح سے کہہ گیا نظامی

٥٥ آراستہ کن عروس وارم — بسپار بخاک پردہ دارم

٥٥ تا سنکے وہ در دمند مہجور — یہ حرف کہ لیلیٰ بہ از حور

٥٥ کر کرکے وداع زندگانی — دنیا سے گئی بسخت جانی

- -

٥٥ کرکے یہ بیاں وہ ماہ طلعت — بس ہوگئی اس جہاں سے رخصت (۳۸)

نجیب :-

٥٥ غرض رو رو اس طرح سے کہہ سنا — وہیں نام لیا نکال جی دیا

٥٥ گئی روح چھوڑ اس کی دار فنا — بخلد بریں اور پیام لقا (۳۹)

مرزا رسوا :-

سفید ہرن کو آغوش میں لیئے ایک گڑھے میں مردہ پڑا دیکھا۔ اور بدو نے قیس کو دفن کیا۔

٥٥ کان حلہ نشین عرابی راد	در ربع و دمن رئیس و استاد
٥٥ یک چند کہ در دیار خود بود	مشغول بکار و بار خود بود
٥٥ سر زد ز دلش ہوای مجنون	طیارہ ز حلہ راند بیرون
٥٥ بر عامریان گذشت از آغاز	جست از ہمہ کس نشان او باز
٥٥ گفتند کہ یک دو روز بیش ست	کن وی دل این قبیلہ ریش ست
٥٥ نی دیدہ کسی ز وی نشانی	نی نیز شنیدہ داستانی
٥٥ بیرون ز وقوف غیر باشد	ان شاء اللہ کہ خیر باشد
٥٥ برخاست عرابی و شتابان	رو کرد ز حلہ در بیابان
٥٥ نہ کوہ گذاشت نہ درو دشت	بر ہر جایی چو باد بگذشت
٥٥ می گشت وجب وجب زمین را	می جست حریف نازنین را
٥٥ چون یکدو سہ روز جست و جو کرد	نو مید براہ خویش رو کرد
٥٥ ناگاہ نمود زیر کوہی	جمع آمدہ وحشیان گروہی
٥٥ شد تیز بسوی شان روانہ	مجنون را دید در میانہ
٥٥ با آہوی یکی سفید و روشن	ہمچون لیلیٰ بچشم و گردن
٥٥ خفتہ بمعانقہ ہم آغوش	وز مرگ شدہ بخواب خرگوش
٥٥ بر بالش خاک و بستر خار	جان دادہ ز درد فرقت یار
٥٥ ہمخوابہ چو دیدہ ماجرایش	او نیز بمردہ در وفایش (۳۵)

یہ واقعہ جیسا کہ واضح ہے اصل عربی قصے کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے ـــــ بہرحال یہ جامی کی مثنوی کی ایک انفرادیت ہے کہ اس میں ایسے واقعات درج ہیں جو براہِ راست عربی قصے سے ماخوذ ہیں۔ اور کسی دوسری فارسی مثنوی میں مذکور نہیں ہیں۔ ـــــ حمدی اور فضولی کی ترکی مثنویوں کے قصے کے مطابق لیلیٰ پہلے مری، اور قیس کی موت بعد میں واقع ہوئی۔

جہاں تک اردو منظومات کا تعلق ہے تو ان کی اکثریت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لیلیٰ کی موت پہلے واقع ہوئی : ـــــ

عاجز :-

oo کلیما کھئی مجنوں کے دھیان کا — یہی شغل تھا دین ایمان کا
oo شکر ریز لب میا نے آ، دم رہیا — میٹھا جیوں شربت اجل کا پیا
oo ماری آہ، جیو چھوڑ، کھئی والسلام — برہ کے شہیدان میں کیتا مقام
oo ہوا شور شر سب قبیلے منے — روے ماں آپس کوں اگن میں بھونے
oo پدر پھاڑ کپڑے لا یا راکھو تن — فلک بے مہر نے یو پھوڑ یا تن
oo قبیلے میں ہر گھر میں ماتم کیے — نہ لسرے دنیاں میانے جب لگ جیے (۳۶)

تجلی :-

oo یہ گھر جس کو کہتے ہیں گور اے حبیب! — کہ پہنچا نہیں اوس میں ہرگز رقیب
oo نہ یہاں عیب جو ہے نہ کوئی طعن گو — یہ خلوت ہے یہاں میں ہوں تو بھی ہو
oo گلے لگ کے تا حشر سوویں گے یہاں — جدا جیسے واں ہیں نہ ہوں گے وہاں
oo سخن یہ کہا اور لیا نام یار — کیا راہ جاناں نیں جاں کو نثار
oo ہوئی جان تن خستہ سے یوں ہوا — کہ طائر ہوا جوں قفس سے رہا (۳۷)

ہوس :-

oo تابوت مرا تراش موزوں — از چوب درخت بید مجنوں
oo پھر کر کے کفن شہاب سے لال — دے اوسمیں چھپا تو میرے تمثال
oo یعنی بہ تجمل تمامی — جس طرح سے کہہ گیا نظامی
oo آراستہ کن عروس وارم — بسیار بخاک پردہ دارم
oo تا سنلے وہ دردمند مہجور — یہ حرف کہ لیلیٰ بہ از حور
oo کر کرکے وداع زندگانی — دنیا سے گئی بسخت جانی

- -

oo کرکے یہ بیاں وہ ماہ طلعت — بس ہوگئی اس جہاں سے رخصت (۳۸)

نجیب :-

oo غرض رو رو اس طرح سے کہہ سنا — وہیں نام لیا نکال جی دیا
oo گئی روح چھوڑ اس کی دار فنا — بخلد بریں اور پیام لقا (۳۹)

مرزا رسوا :-

○○ میرے مجنوں کو میرے بعد یہ دینا پیغام — اے محبت میں مری حد سے گزرنے والے

○○ تجھ پہ لیلیٰ ہوئی قربان تری جان سے دور — دیکھ یوں بات پہ مر جاتے ہیں مرنے والے

○○ "بے وفا" تو تو کہا کرتا تھا ہم کو اے قیس! — تو سلامت رہے اے نام کے دھرنے والے

○○ تو ہی کہہ دے کہ وفا اور کسے کہتے ہیں — عمر بھر نام پہ بیٹھے رہے بھرنے والے

○○ بیچ منجدھار میں الفت نے ڈبویا ہم کو — ہم نہ تھے ان میں جو ہیں پار اترنے والے

○○ حشر کے دن تجھے اللہ سے لیں گے اے قیس! — صبر کر صبر کر یہ دن ہیں گزرنے والے

○○ تو نہ کڑھنا تجھے میری غمِ الفت کی قسم — اس کا غم کیا یونہی مر جاتے ہیں مرنے والے(۴۰)

مگر واعظ کے نزدیک قیس پہلے ہی مر گیا:۔

○○ سنی مجنوں نے جب آواز لیلیٰ — سنو تب آنکھ مجنوں نے کھولی

○○ نظر مجنوں کی لیلیٰ پر پڑی جب — کہا مجنوں نے لیلیٰ کیوں جھڑی اب

○○ ایسی لاغر ہوئی کیوں ایک دم میں — کروں میں جان قربان آ قدم میں

○○ تصدق جان تجھ اوپر کروں میں — ترے بدلے بلا لے کر مروں میں

○○ وہ مجنوں مر گیا یہ بات کہہ کر — بزاں لیلیٰ گری اُن کے قدم پر (۴۱)

اسی طرح حافظ عبداللہ کے ہاں بھی ہے:۔

مجنوں:۔

○○ تو ہی بادِ صبا جا ری — مری پیاری سے کہہ آ ری — تو ہی

○○ جلد ذرا لیلیٰ کو یہ پہنچا — آخری مرا پیام

○○ مجنوں پیتا ہے موت کا جام — چلو گلفام کرے آرام — تو ہی

○○ نزع میں مجھ کو دید کا تیرے — ہے بے حد ارمان

○○ جس سے نکلتی نہیں اب جان — یہ کر احسان کہ اس آن — تو ہی

○○ مرض الموت میں حالت میری — ہائے بہت ہے خوار

○○ ایسے میں ترا ہو جو دیدار — مرے، ہٹے آزار — تو ہی

○○ عشق مجازی کا مری پیاری — بس ہے یہی انجام

○○ مفت میں عاشق ہو بدنام — سہے آلام، مرے ناکام — تو ہی(۴۲)

عربی اور زیرِ بحث غیر عربی قصے کے درمیان ایک اور بنیادی اختلاف ہے جو ماحول سے متعلق ہے ـــ اصل عربی قصے میں ماحول ایک صحرائی ماحول ہے۔ اس میں

پہاڑوں، صحراؤں اور بیابانوں، وادیوں، ٹیلوں، خیموں، اونٹوں، گھوڑوں اور دیگر مانوس اور غیر مانوس جانوروں کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آتا۔ مگر فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں آپ کو ایک تمدنی ماحول نظر آئے گا جس میں مکتبوں، باغوں، برفانی پہاڑوں، اور مختلف قسم کے پھولوں اور پرندوں کی تصویر کشی دکھائی دے گی۔ درحقیقت دونوں قصوں میں یہ فرق، جیسا کہ ہم مقالے کے کئی مقامات پر ذکر کر چکے ہیں، عربی اور ایرانی ماحول کے درمیان وہی حقیقی فرق ہے ـــــ چنانچہ عربی قصے میں قیس کا لیلیٰ سے تعارف وادیوں اور چراگاہوں میں ہوتا ہے:۔

۰۰ تَعَلَّقْتُ لَيْلَىٰ وَهِيَ ذَاتُ ذُؤَابَةٍ   وَلَمْ يَبْدُ لِلْأَتْرَابِ مِنْ ثَدْيِهَا حَجْمُ

۰۰ صَغِيرَيْنِ نَرْعَى الْبَهْمَ يَالَيْتَ أَنَّنَا   إِلَى الْيَوْمِ لَمْ نَكْبَرْ وَلَمْ تَكْبَرِ الْبَهْمُ (۴۲)

ترجمہ: میں لیلیٰ کی محبت میں گرفتار ہوا جبکہ ابھی اس کے سر پر صرف ایک زلف تھی۔ اور ابھی اس کی چھاتیاں نمودار نہیں ہوئی تھیں۔

۰۰ ہم دونوں ننھے ننھے تھے۔ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ کاش آج تک نہ ہم دونوں بڑے ہوتے، اور نہ وہ بھیڑ بکریاں بڑی ہوتیں جنہیں ہم چرایا کرتے تھے۔

قیس اپنے والد الملوّح کی قبر پر اونٹنی ذبح کرتا ہے جیسا کہ قدیم عربوں کا معمول رہا:۔

۰۰ عَقَرْتُ عَلَىٰ قَبْرِ الْمُلَوَّحِ نَاقَتِي   بِذِي الرِّمْثِ لَمَّا أَنْ جَفَاهُ أَقَارِبُهُ

۰۰ فَقُلْتُ لَهَا كُونِي عَقِيرًا فَإِنَّنِي   غَدَاةَ غَدٍ مَاشٍ وَبِالْأَمْسِ رَاكِبُهُ

۰۰ فَلَا يُبْعِدَنْكَ اللّٰهُ يَا ابْنَ مُزَاحِمٍ   فَكُلُّ امْرِئٍ لِلْمَوْتِ لَابُدَّ شَارِبُهُ

۰۰ فَقَدْ كُنْتَ طَلَّاعَ النِّجَادِ وَمُعْطِيَ الْجِيَادِ، وَسَيْفًا لَا تُفَلُّ مَضَارِبُهُ (۴۴)

ترجمہ:۔ ۰۰ میں نے [ذی الرمث] میں [اپنے باپ] مُلوّح کی قبر پر اپنی اونٹنی اس وقت ذبح کردی جب اس کے رشتہ داروں نے اس سے جفا کی۔

۰۰ تو میں نے اس اونٹنی سے کہا کہ تو قربان ہو جا۔ میں اس پر کل تک سوار ہوا کرتا تھا جبکہ کل میں پیدل چلنے والا ہوں گا۔

۰۰ اے ابن مزاحم! اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ ہر شخص کو بہرحال موت کا جام پینا ہی پڑے گا۔

۰۰ تم تو بہت بہادر اور سخی تھے۔ اور ایسی تلوار کی مانند تھی جس کی دھار کبھی کند نہیں ہوتی۔

جب قیس، لیلیٰ کا رشتہ مانگتا ہے، تو بطورِ حقِ مہر، لیلیٰ کے اہلِ خانہ کو پچاس[۵۰]

سرخ رنگ والی اونٹنیاں دینے کی پیشکش کرتا ہے (۴۵) ـــــ صحرائی ماحول قیس کے اشعار میں بھی اوضح من الشمس نظر آتا ہے۔ کہتا ہے:-

٥٥ أَظُنُّ هَوَاهَا تَارِكِي بِمَضَلَّةٍ — مِنَ الْأَرْضِ لَا مَالَ لَدَيَّ وَلَا أَهْلُ
٥٥ وَلَا أَحَدٌ أُفْضِي إِلَيْهِ وَصِيَّتِي — وَلَا صَاحِبٌ إِلَّا الْمَطِيَّةُ وَالرَّحْلُ
٥٥ مَحَا حُبُّهَا الْأُلَى كُنَّ قَبْلَهَا — وَحَلَّتْ مَكَانًا لَمْ يَكُنْ حُلَّ مِنْ قَبْلُ (۴۶)

ترجمہ:- ٥٥ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی محبت مجھے کسی ایسی بے آب وگیاہ جگہ میں چھوڑنے والی ہے جہاں میرے پاس نہ مال ومنال ہوگا، اور نہ ہی اہل وعیال۔

٥٥ اور میرے پاس نہ تو کوئی ایسا ہوگا جس کو میں اپنی وصیت سنادوں، اور نہ ہی کوئی دوست ہوگا سوائے سواری اور کجاوے کے۔

٥٥ اس کی محبت نے ساری سابقہ محبتوں کو بھلادیا۔ اور [میرے دل میں] اس نے وہ مقام حاصل کیا جو اس سے پہلے کسی نے حاصل نہیں کیا۔

یہ بھی کہتا ہے:-

٥٥ أَلَا إِنَّ لَيْلَى الْعَامِرِيَّةَ أَصْبَحَتْ — تُقَطَّعُ إِلَّا مِنْ ثَقِيفٍ حِبَالُهَا
٥٥ فَهُمْ حَبَسُوهَا مَحْبَسَ الْبُدْنِ وَابْتَغَى — بِهَا الْمَالَ أَقْوَامٌ أَلَا قَلَّ مَالُهَا (۴۷)

ترجمہ:- ٥٥ یہ تو وہ لیلیٰ عامریہ ہے۔ اس کے تعلقات کی رسیاں سوائے قبیلہ ثقیف کے، باقی سب سے ٹوٹ رہی ہیں۔

٥٥ انہوں نے [لیلیٰ کے والدین نے] اس [لیلیٰ] کو اس طرح قید کردیا جیسا کہ قربانی کے اونٹوں کو باندھا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس کے ذریعے سے مال ودولت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ خدا کرے اس کا مال نہ رہے۔

اور کہتا ہے:-

٥٥ أَخَذَتْ مَحَاسِنَ كُلِّ مَا — ضَنَّتْ مَحَاسِنُهُ بِحُسْنِهِ
٥٥ كَادَ الْغَزَالُ يَكُونُهَا — لَوْلَا الشَّوَى وَنُشُوزُ قَرْنِهِ (۴۸)

ترجمہ:- ٥٥ ہر وہ چیز جس کا حسن نایاب ہے۔ اس کے سارے محاسن لیلیٰ کو نصیب ہوئے۔

٥٥ قریب تھا کہ ہرنی بھی لیلیٰ بن جاتی اگر اس کی باریک پنڈلیاں اور ابھرے ہوئے سینگ نہ ہوتے۔

اس قسم کے اشعار قیس کے دیوان میں بہت ملتے ہیں۔ یہ اس صحرائی ماحول کا عکس پیش کرتے ہیں جس میں خود قیس نے زندگی بسر کی ہے۔

اس طریقے سے احمد شوقی نے اپنے ڈرامے میں اس صحرائی ماحول کی احسن طریقے سے مرقع کشی پیش کی ـــــ ایک دفعہ قیس بن ذریح لیلیٰ کے ہاں مجنوں کے لیئے سفارش کرنے گیا۔ وہاں ابن ذریح اور لیلیٰ اور اس کی سہیلیوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ملاحظہ فرمائیں:۔

لیلیٰ [ابن ذریح سے] :۔

٥٥ آج تم یثرب سے ہمارے ہاں تشریف لائے ہو تو بتاؤ کہ تم نے صحرائی زندگی کو کیسا پایا؟!

٥٥ کیا تم اپنے مکانوں، یا اپنے محلات میں رہتے ہوئے اس تابندہ گنبد گردوں کو دیکھ سکتے ہو؟!۔

٥٥ کیا اس کے سینے پر ستارے یوں نہیں لگتے جیسے ایک حسین وجمیل خاتون کے گلے میں الماس کے موتیوں کا ہار ہوتا ہے؟!۔

٥٥ ھند :۔ بس کرو اے ماموں زادبہن! ۔ ریشمی کپڑے مردہ لاشوں کو زیب نہیں دیتے۔

٥٥ اے ابن ذریح! غور سے دیکھو تو تم کو صحرا سنسان قبرستان کی طرح معلوم ہوگا۔

٥٥ اے ابن ذریح! ہم صحرا اور اس کی بیکار زندگی سے اکتا چکے ہیں۔

٥٥ ایک جگہ تو چولہا رکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو دوسری جگہ بکریوں کے دودھ نکالنے والا دکھائی دیتا ہے۔

٥٥ اور خیموں کے پیچھے اونٹنی کھیت میں کھڑی بکری کی آواز کا جواب دے رہی ہوتی ہے۔

٥٥ جبکہ تم یثرب یا عراق، یا شام میں اونچے کمروں میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوئے ہو۔

٥٥ تمہاری بزم کو معبد اور عزیض جیسے نامور گلوکار آراستہ کر رہے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے ہاں بھیڑیے صدا دیتے ہیں۔

٥٥ تم تو انواع واقسام کے کھانے کھاتے ہو۔ جبکہ ہم وہی چیزیں کھاتے ہیں جو ہمارے مویشی کھاتے ہیں۔

٥٥ لیلیٰ :۔ اے ابن ذریح! ھند نے تو بڑی زیادتی کی ہے۔ ویسے وہ بچپن ہی سے سنگدل ہے۔

٥٥ صحرا تو سخیوں کا ڈیرا ہے اور وعدوں کو نبھانے کا مقام ہے۔

٥٥ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اس کا پہلا بوسہ صحرا ہی کو ملتا ہے۔ اور دوسرا بوسہ شہری زندگی کو۔

٥٥ ہم صحرائی دوشیزائیں کھلی فضاؤں کے خوشبودار پھول ہیں، جبکہ شہری حسینائیں گملوں میں سجنے والے گلاب ہیں۔

٥٥ محبت ہم کو مار دیتی ہے مگر شہر والیاں عشق و محبت کے دام سے خوبصورتی سے نکل جاتی ہیں۔

○○ ہمیں زندگی کے غموں کا کچھ پتہ نہ تھا - اور اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ہم کب جانتے کہ یہ غم کیا ہوتے ہیں -

○○ ہم اپنی صحرائی زندگی میں کبھی ہرنوں کو شکار کرنے جاتے ہیں - اور کبھی پھاڑ کھانے والے شیروں کا پیچھا کرتے ہیں -

ھند : [لیلیٰ کا مذاق اڑاتے ہوئے] :-

○○ اور صحرا کے ہر گوشے میں کوئی شاعر یا اس کا راوی مل جاتا ہے جو اپنی لیلیٰ کے لئے شعروں کے گیت گا رہا ہوتا ہے -(۴۹)

ڈرامے کے ایک اور مقام پر قیس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہوئے :-

○○ سَجا اللَّيلُ حتّىٰ هاجَ لِي الشِّعْرُ وَالهَوىٰ	وَما البِيدُ إلّا اللَّيلُ وَالشِّعْرُ وَالحُبُّ
○○ مَلَأْتَ سَماءَ البِيدِ عِشْقاً وَأَرْضَها	وَحُمِّلْتُ وَحْدِي ذٰلِكَ العِشْقَ يا رَبُّ
○○ أَلَمَّ عَلىٰ أَبْياتِ لَيْلىٰ بِيَ الهَوىٰ	وَما غَيْرُ أَشْواقِي دَلِيلٌ وَلا رَكْبُ
○○ وَباتَتْ خِيامِي خُطْوَةً مِنْ خِيامِها	فَلَمْ يَشْفِنِي مِنْها جِوارٌ وَلا قُرْبُ (۵)

ترجمہ : ○○ رات چھا گئی یہاں تک کہ شعر و محبت نے میرے اندر ہیجان پیدا کر دیا - صحرا تو شعروں، محبتوں، اور راتوں سے عبارت ہے -

○○ اے اللہ ! تو نے صحرا کے آسمان اور اس کی زمین کو عشق سے بھر دیا ہے - اور اس عشق کا بار ایک مجھ اکیلے ہی سے اٹھوا لیا ہے -

○○ عشق مجھ کشاں کشاں لیلیٰ کے خیموں کے پاس لے آیا ہے - اور سوائے میرے شوقوں اور محبتوں کے، میرا نہ کوئی رہبر تھا، اور نہ ہی میری کوئی سواری تھی -

○○ میرا خیمہ اس کے خیمے سے ایک قدم کے فاصلے پر رہ گیا - مگر اس کا اتنا قرب و جوار بھی میرے لئے سامانِ تسلی مہیا نہ کر سکا -

بہر حال احمد شوقی کے ڈرامے میں صحرائی ماحول ہر جگہ دکھائی دیتا ہے - اور یہ احمد شوقی کا کمال ہے ——————— فارسی، ترکی اور اردو مثنویات میں ماحول بہت زیادہ مختلف ہے - ان میں ایسے باغات ملیں گے جن کے بارے میں مثنوی نگاروں نے صفحات کے صفحات لکھ دیئے ہیں - اسی طرح برفانی پہاڑ، اور مختلف النوع پرندے بھی نظر آئیں گے جن سے عربی ماحول ناواقف ہے - ہاں فارسی شعراء نے صحرا، اور علاقۂ نجد کی طرف کئی دفعہ اشارہ کیا - مگر یہ اشارے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے — فارسی اور اردو مثنویوں میں

درج ذیل مختلف نمونے ملاحظہ فرمائیں :—— فارسی مثنویات سے نمونے :۔

١۔ نظامی گنجوی :۔

٥٥ چون پرده کشیده گل بصحرا   شد خاک بروی گل مصرا

٥٥ خندید شکوفه بر درختان   چون سکهٔ روی تیره بختان

٥٥ از لالهٔ سرخ واز گل زرد   گیتی علم دو رنگ بر کرد

٥٥ از برگ ونوا بباغ وبستان   یا برگ ونوا هزار دستان

٥٥ سیرابی سبزه های نوخیز   از لؤلؤ تر زمرد انگیز

٥٥ لاله زورق فشانه شنگرف   کافتاده سیاهیش بران حرف

٥٥ زلفین بنفشه از درازی   در پای فتاده وقت بازی

٥٥ غنچه کمر استوار میکرد   بیکان کشی زخار میکرد

٥٥ گل یافت ستبرق حریری   شد باد بگوشواره گیری

٥٥ نیلوفر از آفتاب گلرنگ   برآب سپر فکند بی جنگ

٥٥ سنبل سر نامه باز کرده   گل دست بدو دراز کرده

٥٥ شمشاد بجعد شانه کردن   گلنار به نار دانه کردن

٥٥ نرگس ز دماغ آتشین تاب   چون تبزدگان بجستهٔ ازخواب

٥٥ خورشید ز قطره های باده   خون از رگ ارغوان گشاده

٥٥ زآنچشمهٔ سیم کز سمن رست   نسرین ورقی که داشت میشست

٥٥ گل دیده ببوس باز میکرد   چون مثل ندید ناز میکرد

٥٥ سوسن نه زبان که تیغ در بر   نی نی غلطم که تیغ برسر

٥٥ مرغان زبان گرفته چون زاغ   بگشاده زبان مرغ در باغ

٥٥ دراج ز دل کبابی انگیخت   قمری نمکی ز سینه میریخت

٥٥ هر فاخته برسر چناری   در زمزمهٔ حدیث یاری

٥٥ بلبل ز درخت سر کشیده   مجنون صفت آه برکشیده

٥٥ گل چون رخ لیلیٰ از عماری   بیرون زده سر به تا جداری

٥٥ در فصل گلی چنین همایون   لیلیٰ ز وثاق رفت بیرون

٥٥ بند سر زلف تاب داده / گلزار بنفشہ آب داده
٥٥ از نوش لبان آن قبیلہ / گردش چو گہر یکی طویلہ
٥٥ ترکان عرب نشینشان نام / خوش باشد ترکتازی اندام
٥٥ در حلقۂ آن بتان چون حور / میرفت چنانکہ چشم بد دور
٥٥ تا سبزۂ باغ را ببیند / در سایۂ سرخ گل نشیند
٥٥ با نرگس تازه جام گیرد / با لالہ نبید خام گیرد
٥٥ از زلف دهد بنفشہ را تاب / وز چہرۂ گل شگفتہ را آب
٥٥ آموزد سرو را سواری / شوید ز سمن سپید کاری
٥٥ از نافۂ غنچہ باج خواهد / وز ملک چمن خراج خواهد
٥٥ بر سبزه ز سایہ نخل بندد / بر صورت سرو گل بخندد (۵۱)

۲۔ امیر خسرو دہلوی :۔

٥٥ رفتند بہم بسے جمیلہ / در نخلستان آن قبیلہ
٥٥ گہ بر رخ یاسمین خمیدند / گہ در تہ شاخ گل خزیدند
٥٥ ہر شاخ گلے شگوفہ پرورد / لیلیٰ بمیانہ چون گل زرد
٥٥ ہر غنچہ کشاده لب بخنده / لیلیٰ چو بنفشہ سرفگنده
٥٥ ہر لالہ ببوئے مشک گشتہ / لیلیٰ چو نہال خشک گشتہ
٥٥ ہر بت رطبے ز بار می خورد / لیلیٰ ز زمانہ خار می خورد
٥٥ ہر سرو ز جو بجامہ میرست / لیلیٰ ز سرشک جامہ می شست
٥٥ ہر کبک روان بناز مائل / لیلیٰ چو تذرو نیم بسمل
٥٥ لختے چو در آن بساط گلروئے / گشتند میان سبزۂ و جوئے
٥٥ از گرمئ آفتاب سوزان / در سایہ شدند نیم روزان
٥٥ در انجمنے کہ رشک مہ بود / یک سایہ و آفتاب ده بود (۵۲)

خسرو کے یہ اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں :۔

٥٥ آمد چو خزان بغارت باغ / بنشست بجائے بلبلان زاغ
٥٥ رخسارۂ لالہ پر ز چین گشت / آئینۂ آب آہنین گشت

۰۰ ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ — در ریختن آمد از سر شاخ
۰۰ پُر برگ شدہ زمین گلزار — چون مجلس مکرمان ز دینار
۰۰ ریزان گل ولالہ شست در شست — مالیدہ چنار دست بر دست
۰۰ ہر سوی برہنہ گلستانی — چون راہ فتادہ کاروانی
۰۰ ز آسیب طپانچہای صرصر — غلطان بزمین شگوفۂ تر
۰۰ منقار کلاغ بر سر گل — مقراض شدہ بپر بلبل
۰۰ خفتہ علم شکوفہ بر خاک — عباس شدہ درخت ضحاک
۰۰ شیرازۂ گل گرہ کشادہ — ہر سو ورقے بروں فتادہ
۰۰ ماندہ ہمہ غنچہای خوشبوی — از خندۂ شکرین ترش روی
۰۰ برگے کہ ز باد شد گریزان — ہر گوشہ روان فتان وخیزان
۰۰ نرگس کہ بخواب چشم بستہ — از بانگ زغن ز خواب جستہ
۰۰ سوسن ز غبار سینہ پر خار — کآزادۂ وباخسان سروکار
۰۰ رخسارۂ یاسمین زمین سای — پیمانۂ لالہ باد و پیمای
۰۰ در زلزلہ سرو راست خانہ — چون مردم راست در زمانہ
۰۰ گیسوی بنفشہ خاک بوسان — چون زلف خمیدۂ عروسان
۰۰ نسرین بلت زمانہ خوردن — وز شاخ بناز یانہ خوردن
۰۰ در ہم شدہ جعد سنبل از بار — شانہ طلب از درخت شمشاد
۰۰ ناگہ بچنیں شگوفہ ریزی — افتادہ گلے برستخیزی (۵۳)

۳- عبدالرحمٰن جامی :-

۰۰ آراستہ دید مرغزاری — از باغ بہشت یادگاری
۰۰ از سبزہ زمین چو سبز مفرش — وز گل گل مختلف منقش
۰۰ یا مصحفی از زمردش حرف — از لالہ بران وقوف شنگرف
۰۰ با خود ورقے برات ز زنگار — بنوشتہ الف الف بتکرار
۰۰ طفلان گیا مگر بہاران — بودند بران ز عشق کاران
۰۰ یا خود زرہی نہفتہ در زنگ — پوشیدہ ز سبزہ بر بدن تنگ

تاثیر شهاب وناوک برق   در سینه وتن نگردش عرق
آورده زجیب خاک لاله   بیرون زعقیق تر پیاله
یا خود قدحی زلعل سیراب   پر نیزهٔ از زمرد ناب
کش باد بلعب خویش نازان   میگرداندش چو کاسه بازان
یا مشعله ایست بر فروزان   بی روغن و بی فتیله سوزان
کز مشعله دار خرده بینش   محکم شده پای بر زمینش
سوریش بیاسمین معانق   خیریش بیاسمین موافق
نیل آورده بنفشه با میل   تا بر رخ نسترن کشد نیل
گوگرد سرشت بود میلش   وآن شعله نیلگون دلیلش
نرگس همه دیده از کناره   میکرد باین وآن نظاره
سوسن همه تن زبان بهر سوی   می بود ازین وآن سخن گوی
در بازی ورقص نوغزالان   با یکدیگر چو خرد سالان
گه این یک ازآن ربوده لاله   گه آن یک ازین کشیده ناله
لب سرخ زسرخ لاله خوردن   یا سبز زسبزها سپردن
گشته رمه آهوان بسیار   از سبزه وگل همه چرا خور (۵۲)

۳ - مکتبی شیرازی :-

چون سبزه زخاک سر برآورد   طاوس بهار پر برآورد
در بزمگه گل از چپ وراست   شبنم بنشست وسبزه برخاست
از قطره ابر صبحگاهی   آتشگه لاله پر سیاهی
ابر آبچکان زبحر پرجوش   همچون زبخار دیگ سرپوش
هر خار زگل کلید باغی   هر شاخ فتیله چراغی
گفتی سمن ازشجر دمیده   مرغیست که از قفس پریده
بر شاخ ، بنفشه مطرا   پران مگسی است رشته بر پا
برگنبدی شجر زتقدیر   ابر آمده تخته بند تعمیر
از جوش گل وبهار وسنبل   چون میوه ، زمین نهفته درگل

۰۰ گل های زمین شعاع خور بود   کز پنجره های ابر بنمود
۰۰ هر چشمه حیاتی از لالیش   سبز از قدم خضر حوالیش
۰۰ بستان چو عرب زنان گلفام   نیلی ز بنفشه کرده اندام
۰۰ هر کس در باغ را نشان جست   کز شاخ کلید بوستان رست
۰۰ از ناله بالهای کبکان   با قهقهه کوهسار خندان
۰۰ کبک از هوس بهار در کوه   شد شاخ بشاخ و کوه بر کوه
۰۰ آهو که ز جام لاله شد مست   رقصان شد و کوه کوه میجست (۵۵)

٥- هاتفی هروی :-

۰۰ چون موسم صرصر خزان شد   تب لرزه نصیب بوستان شد
۰۰ گردید ز لرزهٔ خزانی   رخسارهٔ باغ زعفرانی
۰۰ شد دیدهٔ نرگس چمن زرد   رنج یرقانش ناتوان کرد
۰۰ افکند شکوفه حله از دوش   شد صحن چمن از و کفن پوش
۰۰ گشتند بنفشهای خوش بوی   در ضعف کبودیٔ لب جوی
۰۰ هر شاخ که داشت میوهٔ تر   چون شاخ گوزن گشت بی بر
۰۰ بگرفت زبان تیز سوسن   اندر وحلش فتاد توسن
۰۰ چون رنج رسید بوستان را   خون ریخت ز دیده ارغوان را
۰۰ گلهای چمن بباد رفتند   از دیده نهان ز یاد رفتند
۰۰ بگشاد سر کلاله سنبل   شد موی کشاده در غم گل
۰۰ آن شاخ که بود برگ را تخت   تابوت شدش چو تیره شد بخت
۰۰ بی برگ بماند شاخ نسرین   شد چهرهٔ نسترین پر از چین
۰۰ پیمانهٔ لاله پر شد از باد   بیچاره شد وز پا در افتاد
۰۰ هر مرغ که بود نغمه پرداز   از باد خنک گرفتش آواز
۰۰ مانند آب زلال از تکاپوی   افلیج شد و نرفت در جوی
۰۰ خون در تن لاله خشک گردید   خود را بکفن چو مشک پیچید
۰۰ آمد همه خانه های بلبل   در وقت رحیل هودج گل

٥٥ ماتم کده شد نشیمن باغ — فریاد کنان زهر طرف باغ
٥٥ زاغان زغذای باغ محزون — جامہ سیہ و دو دیدہ پرخون (۵۶)

اردو مثنویات سے نمونے:۔

۱۔ عاجز:۔

٥٥ اتھا باغ یک خوب جنت شکل — گیا مجنوں اس کے تماشے بدل
٥٥ دیکھے خوب گلشن میں نادر او پھول — کرے یاد کوں جائے سودہ بھول
٥٥ کھلے پھول بن میانے نادر کلیاں — بھنور اس اوپر خیال کرتا رلیاں
٥٥ دیکھے پھول بٹ موگرا بن منیں [کذا] — کرے یاد موھن نین من منے [کذا]
٥٥ پھولے پھول سنبل زلف دھات ھو — دیکھے خوش ھو مجنوں، رہے آپ کھو
٥٥ دیکھے پھول نورس کا نو رنگ سوں — لبد یاد سوں خوش کرے جیو کوں
٥٥ کنول کیاں کلیاں دیکھ سرو و بھیر — جو بن دھات اس دیکھ رہے خوش ہو کر
٥٥ جو شمشاد دیکھے تو قد یاد آئے — سرو کے لطافت منے من گما ئے (۵۷)

۲۔ واعظ بن اسحاق:۔

٥٥ کروں گا کس طرح میں ان کو راضی — میں کیا ہدیہ لجاؤں پیش قاضی
٥٥ دھتورے آکڑے ایرنڈ کے ڈوڑے — تھوڑا اور لیمڑے کر بیل توڑے
٥٥ ایسے جھاڑوں کے پتے ساتھ لے کر — ہوا داخل سو مجنوں مصر اندر (۵۸)

۳۔ تجلی:۔

٥٥ جہاں سے خزاں نے کیا جب فرار — اور اوس باغ عالم میں آئی بہار
٥٥ گل تر کو یہاں رنگ آتش ہوا — مغان عندلیبوں کا دلکش ہوا
٥٥ زلبس بلبلوں نے ترنم کیا — ہنسی گل کلی نے تبسم کیا
٥٥ زمین چون عروسان ہوئی سرخ پوش — کیا لالۂ دشت گلشن نے جوش
٥٥ لباس کہن دی شگوفہ نے گل — سراپای [کذا] پہنی پوشاک گل
٥٥ یہ نرگس نے کی سوی اہل نظر — طبق سیم کی میں دھری لائی زر
٥٥ صبا جانب گلشن آنے لگی — ہنسے گل کلی مسکرانے لگی
٥٥ مہک نسترن اور نسرین کی بو — صبا کے چلے ساتھ ہر ایک سو (۵۹)

۴- نجیب :-

۰۰ اے ساقی کدھر ہے تو فرخندہ خو — ذرا آج میرے بغل گیر ہو

۰۰ پیالی کو بھر بھر کے پیتے چلیں — یہ موسم بہاری ہے آ دیکھ لیں

۰۰ خدا جانے جیتے رہیں پار سال — کہاں ہم کہاں تم کہاں پھر یہ فال

۰۰ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں — قضا سے لڑا ہم سے جاتا نہیں

۰۰ گئی جب خزاں آیا وقتِ بہار — نکلنے لگی سیر کو گلعذار

۰۰ گلوں نے بہر سو تبسّم کیا — مکیں و مکاں سارا مہکا دیا

۰۰ وہ ہمدرس محبوبوں کے ہو ایک جا — چلے سیر کو اوٹھ کے چھوٹا بڑا

۰۰ کبھو بلبلوں کا تماشا کریں — کبھو سرو و شمشاد پر دل دھریں

- - - - - - - - - -

۰۰ کوئی تھا کھڑا شاخ سنبل پکڑ — کسو کی تھی نرگس کے اوپر نظر

۰۰ کسو نے لیا لالہ کا پھول توڑ — کسو نے کیا ہے ہزاری کا زور

۰۰ کوئی نسترن کوئی نسریں پہ شاد — کوئی آ گلابی کی دیتا تھا داد

۰۰ ہے یکطرف کو شیر بر جان نثار — اور اک طرف آہو بہت غمگسار

۰۰ اور اک طرف سے قمریاں نعرہ زن — کہیں طوطیاں کہیں زاغ و زغن [کذا] (۴۰)

۵- ہوس :-

۰۰ گل رنگ زمینِ باغ ساری — ہر سمت کو نہر آبِ جاری

۰۰ ہر شاخ میں کونپلیں بھری ہیں — سیراب سے کیاریاں ہری ہیں

۰۰ ہر نافہ غنچہ مشک آمیز — سر سبز ہر اک نہال نوخیز

۰۰ ہر شاخِ نہالِ نو دمیدہ — ہر سرو جوانِ سرکشیدہ

- - - - - - - - - -

۰۰ ہر گل سے عرق ٹپک رہا ہے — خوشبو سے چمن مہک رہا ہے

۰۰ ہر شاخ جھکی ہے بارِ گل سے — رنگیں ہے چمن بہارِ گل سے

۰۰ یہ دور کلی کے ہے سبو کا — کچھ ہوش نہیں حبابِ جو کا

۰۰ گل پتوں میں یوں میانِ گلشن — چون سبز کنول کے تختے روشن

۰۰ ہے غنچۂ گل ہر اک گلابی — ہر شاخ نہال ہے شرابی

۰۰ ساقی مصروف جامِ مُل ہے — بلبل مدّاحِ فصلِ گل ہے

- - - - - - - - - -

٥٥ سر رشتۂ عشق سرو گلشن — قمری کا ہوا ہے طوق گردن
٥٥ ہر مرغ چمن چمن پھری ہے — ہر فاختہ نعرہ زن پھری ہے
٥٥ ہے بوقلمون ہر اک خیابان — ہے چشم نظارہ جسکے حیران
٥٥ نرگس کہیں سرنگوں ہے اس طرح — پرشرم ہو چشم یار جس طرح
٥٥ لالہ کہیں اپنا رنگ دکھلائے — نسرین کہیں اپنی بو پہ اترائے
٥٥ داودی کہیں کمر کو کس کر — خوشبو ہوئی یاسمن میں بس کر
٥٥ سنبل کہیں اپنا نافہ کھولے — بلبل کہیں شاخ گل پہ بولے (۶۱)

اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فارسی اور اردو مثنویوں میں عربی صحرائی ماحول کی جھلک کبھی دکھائی نہیں دی — اس کے برعکس ان مثنویوں کے کئی مقامات پر عربی ماحول کی تصویر نظر آتی ہے ——— اردو مثنویوں میں اگرچہ عربی ماحول کا کچھ اثر بھی ہے، مگر ہندوستانی ماحول زیادہ نظر آتا ہے - چنانچہ ان مثنویوں میں پھولوں، پودوں اور پرندوں کے علاوہ ہمیں ہندوستانی رسمیں بھی نظر آتی ہیں - ہوس کی مثنوی میں چھٹی کی رسم ملاحظہ فرمائیں :-

٥٥ آیا جو ہے دن چھٹی کا ناگاہ — باہم ہوا غسل زہرہ و ماہ
٥٥ میں کیا کہوں بات اوس خوشی کا — تھی دھوم محل میں جو چھٹی کا
٥٥ کوئی لڑکے کو جاکے دیکھتے تھے — کوئی شکر کے سجدے کر رہے تھے
٥٥ لیتے تھے زچہ کی کوئی بلائیں — دیتے تھے کھڑے کوئی دعائیں
٥٥ مہمانوں کا واں ہجوم کرنا — میراثیوں کا وہ دھوم کرنا
٥٥ کہتے کوئی شاد شاد آئے — اللہ نے یہ خوشی دکھائے
٥٥ سب پہنے لباس فاخرانہ — بیٹھے تھے قریب اہل خانہ
٥٥ جس حجرے میں وہ زچہ بنی تھی — میں کیا کہوں نقل اوس جگہ کی
٥٥ پاکیزہ تمام سقف و ایوان — ہو دیکھ کے جس کو عقل حیران
٥٥ دیواروں میں طاق چھوٹے چھوٹے — ستھرائی پہ جن کی جان لوٹے
٥٥ نقاشی چھتیں وہ جب نظر آئیں — بہزاد کی آنکھیں چھت کو لگ جائیں
٥٥ تھے لخلخے روشن اوس میں ہر سو — تھا جن سے وہ سب مکان خوشبو

٥٥ تھی چلونوں پر بہار دولی — تھیں ڈوریاں جو کلابتونی
٥٥ گرد اوسکے تھی موتیوں کی جھالر — پاؤں پہ جڑے تھے لعل و گوہر
٥٥ زربفت کی مسند ایک ستھری — پاس اوس کے بصد صفا بچھی تھی
٥٥ بیٹھی جو تھی وہاں زچہ بصد ناز — میں کیا کہوں اوس گھڑی کا انداز
٥٥ جب روز گذر کے رات آئی — اور مہ بفلک دیار دکھائی
٥٥ دالان سے وہ زچہ بھی بارے — اوٹھنے لگی دیکھنے کو تارے
٥٥ زنہارئ قبیلہ ہولیاں ساتھ — دے وویں زچہ کے ہاتھ میں ہاتھ
٥٥ دو اونیں خواصیں ماہ پیکر — تلواریں نکالیں ایدہر اودہر
٥٥ کوئی چلی پھلکے پاؤں دھرتی — مصحف کا زچہ پہ سایہ کرتی
٥٥ لیکن وہ زچہ بحسن و خوبی — تھی چشمۂ حسن بیچ ڈوبی
٥٥ سیوتی سا وہ رنگ بھینا بھینا — اور منہ پہ گلاب سا پسینا
٥٥ پُرسلک گہر سے مانگ ساری — اور ہوتی تھی سر پہ زر نثاری
٥٥ ٹیکلے تھے وہ خوشنما جبین پر — سب جسمیں لگے تھے لعل و گوہر
٥٥ تھی سرمہ سے یوں وہ نرگس چشم — چون کھینچی ہے تیغ ترک پرخشم
٥٥ ہونٹوں پہ فقط جو رنگ پان تھا — وہ رنگ نہ تھا بلائے جان تھا

---

٥٥ انا کے تئیں دیا پسر کو — مسند پہ گئے وہ بیٹھ خوش ہو
٥٥ میراثیں گائیں باری باری — گذری وہ خوشی میں رات ساری (۶۲)

درج بالا اشعار میں ہمیں میراثیوں، پانوں اور ٹیکلوں کے الفاظ نظر آتے ہیں جو ہندوستانی ماحول کو سامنے لاتے ہیں — اب نجیب کے ہاں ختنہ کی رسم ملاحظہ فرمائیں:

٥٥ لگا ہونے چاروں طرف ناچ و رنگ — بڑی دوستوں کے دلوں میں امنگ
٥٥ کہیں کو طوائف کا ایک اژدھام [کذا] — کہیں کوٹھی کا ایک بہت شادکام [کذا]
٥٥ وہ بہروپیے اور نقار چے — وہ ہمجھولی بیٹھے سرنا بجے
٥٥ بجانے لگے ہلکے یہ زیر و بیم — کہ دنگ ہو رہے جیسے کسریٰ و جم

---

٥٥ جو تھے اس جگہ سب لگے گانے — کہ قاضی و ملا لگے باجنے
٥٥ غرض صبح سے پھر ہوا وقت شام — نہلانے لگے قیس کو ہر خاص و عام (۶۳)

○○ بٹھا قیس کو لاکے مسند اوپر — بلا کرکے حجام دے سیم وزر
○○ کرے چاؤ سے ختنۂ مہ جبیں — کہا سب نے اور قیس نے دیں دیں

یہاں طوائفوں اور بہروپیوں وغیرہ سے ہندوستانی ماحول صاف صاف نظر آتا ہے ـــــ عاجز کے ہاں رسم ختنہ ملاحظہ فرمائیں! -

○○ برس دس پچھیں شہ گنائے خوشی — بجالیائے سنت منائے خوشی
○○ عرب تا عجم سب اکابر جیتے — بلا میہانے سو سب کی کیتے
○○ تماشا کنک دھات کا سازسوں — کلاونت ناچیں، کیتے، نازسوں
○○ پھرا لیائے سرگشت، ختنا کیے — جو مکھو پر سو موتی، ہو تارے دیے (۶۵)

ایک اور چیز فارسی اور اردو مثنویوں میں پائی جاتی ہے، اور اصل عربی قصے میں نہیں ملتی، یعنی لیلیٰ اور قیس کے آپس میں خط کتابت ــــ فارسی اور اردو شعراء نے قیس اور لیلیٰ کے خطوط کے ذریعے سے جذبات نگاری اور مرقع کشی کی بڑی اچھی مثالیں پیش کیں جنہیں ہم یہاں پیش کرنا چاہتے تھے، مگر مختلف مثنویوں میں خطوط کے معانی کی تکرار کے پیش نظر ہم فارسی مثنویوں سے عبدالرحمٰن جامی کی مثنوی میں لیلیٰ اور مجنوں کے دو خطوط کو، اور اردو مثنویوں سے نجیب شاہ کی مثنوی میں لیلیٰ اور مجنوں کے دو خطوط کو بطور نمونہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:-

۱- جامی کی مثنوی میں لیلیٰ کا خط:-

○○ آغاز بنام ایزد پاک — تسکین دہ بیدلان غمناک
○○ از ابروی نیکوان کمان ساز — ور غمزہ خدنگ فتنہ انداز
○○ رخسارۂ شاہد گل آرای — مشتاقی جان بلبل افزای
○○ درمان کن درد دردمندان — مرہم نہ ریش سینہ چاکان
○○ از برق جمال دین و دل سوز — وز صبح وصال دیدہ افروز
○○ دیباچۂ نامہ چون رقم زد — از صورت حال خویش دم زد
○○ آن پای بدامن غرامت — وین روی بگوشۂ ملامت
○○ لی لی غلطم ز بیزبانی — بلیلی بسخن شکرفشانی
○○ یعنی ز من بدام لبستہ — نزدیک تو ای ز دام جستہ

ای رفته ز همدمان سوی دشت — همراه تو نی جز آهوی دشت
از درد تو تا شد آهو آگاه — باشد ز سه حرف او دو حرف آه
ای جسته ز محرمان خود دور — از تیز تکیت در حسد دور
کن تیز سوی من این تک و تاز — در گور حسود آتش انداز
ای اشک فشان بهر گوزنی — از بار دل تو کوه وزنی
خود را زین وزن اگر رهاند — پیدا باشد کز و چه ماند
ای زاطلس و خز ترا کناره — پهلوی تو خوش بخار و خاره
از ما کرده کناره چونی — افتاده بخار و خاره چونی
سر با که همی نهی ببالین — همخواب کنی بیک نهالین
بر مهد شبت که می نهد کام — وز شهد لبت که می خورد کام
بلیسوده بدست راحتت کیست — مرهم بخش جراحتت کیست
شبها کف پای تو که بیند — خار از کف پای تو که چیند
خوانت که نهد بچاشت یا شام — هم خوان تو کیست جز دد و دام
با اینهمه شکر کن که باری — نبود چو منت بسینه باری
باری چه که کوههای اندوه — هر ذره از آن بجای صد کوه
پند پدر و جفای مادر — درد سر و ماجرای شوهر
روز آن و شبان نیم زمانی — دور از نظر نگاهبانی
چون آه کشم نظر براهت — گوید که برای کیست آهت
ور گریه کنم ز داغ حرمان — گوید که بگریه نیست فرمان
ور خانه نهم چو پای بیرون — گوید که ز در میای بیرون
ور روی نهم بچشمهٔ آب — گوید که ز چشمهٔ روی بر تاب
در جای کنم بعرصهٔ دشت — گوید تا کی چنین توان گشت
دوران چو گلم بناز پرورد — وز خار ستیزه غنچه ام کرد
شوهر کردن نه کار من بود — کاری نه باختیار من بود
از مادر و از پدر شد این کار — زیشان بدلم خلید این خار

٥٥ هر کس که چو گل رخ تو دیدست — یا بوی تو از صبا شنیدست

٥٥ کی دیده بهر کسی کند باز — یا صحبت هر خسی کند ساز

٥٥ همخوابهٔ من نبوده هرگز — سر بر سر من نسوده هرگز

٥٥ نه دست که گیرد آستینم — نه پای که بسپرد زمینم

٥٥ گشته زمن خراب مهجور — فارغ بنگاهی آنهم از دور

٥٥ زین غم روزش شبی است تاریک — زین رنج تنش چو موی باریک

٥٥ وز کشمکش غمش زهر سوی — نزدیک گسستن ست آن موی

٥٥ آن موست حجاب را بهانه — خوش آنکه بر افتد از میانه

٥٥ تا روی تو بی حجاب بینم — خورشید تو بی سحاب بینم

٥٥ نامه که شد از حجاب بنیاد — آخر چو به بی نقابی افتاد

٥٥ زد خاتم مهر اختتامش — از حلقهٔ میم والسلامش

٥٥ پیچید چو درج عیش عاشق — از دست رفیق ناموافق

٥٥ بنوشت بران زچشم پرخون — کامر زادش خدای بیچون

٥٥ کز کلبهٔ غم بکوی هجران — در شهر بلا زملک حرمان

٥٥ پرسد خبری زعمر سیری — بر شیوهٔ جان دهی دلیری

٥٥ وین حرف وفا بدو رساند — تا حال اسیر خود بداند (۶۶)

۲- جامی کی مثنوی میں مجنوں کا خط :-

٥٥ چون بست زبان ازین سر آغاز — گشت از دل ریش راز پرداز

٥٥ کین هست صحیفهٔ نیازی — زار زده دلی بدلنوازی

٥٥ یعنی زمن بخار خفته — نزدیک تو ای چو گل شگفته

٥٥ ای همچو بهار تازه خندان — لیکن نه بروی دردمندان

٥٥ ای باغ ولی نشیمن زاغ — بهر همه مرهم و مرا داغ

٥٥ ای روی زمین نهفته چون گنج — در دامن دیگران گهر سنج

٥٥ ابر تو ولی بروزگاران — برق از تو بمن رسد نه باران

٥٥ گشته همه از تو چون بهشت ست — خاکم زتو چون بخون سرشت ست

اینست عنایت تو بر من — کز برق تو ام بسوخت خرمن
بر سوخته خرمنان ببخشای — رشحی ز زلال لطف بگشای
ای چشمهٔ آب زندگانی — لیک از پی تشنهٔ که دانی
آن تشنه شده ز چشمه سیراب — من سوخته دل بصد تف و تاب
خضر است بلی بچشمه درخور — کو تشنه بمیر صد سکندر
زانی که سکندر است لب خشک — با سوخته دل چو نافهٔ مشک
کی بهره برد چو من گدائی — در ظلمت هجر مبتلائی
آندم که رسید نامهٔ تو — پر عطر وفا ز خامهٔ تو
بر دیدهٔ خونفشان نهادم — در سینه بجای جان نهادم
تعویذ دل رمیده کردم — قوت تن قحط دیده کردم
هر حرف وفا ز وی که خواندم — از دیده سرشک خون فشاندم
هر نقش امل ز وی که دیدم — از سینه نوای غم کشیدم
در وی سخنان نوشته بودی — صد تخم فریب کشته بودی
غمخواری من بسی نمودی — غمهای مرا بسی فزودی
زاغوش کسی نباشد انصاف — کز عشق کسی دگر زدن لاف
لب از دگریت بوسه آلود — پاکی زبان ندار دم سود
گیرم که تو دوری از کم و کاست — ناید بزبان تو بجز راست
مسکین عاشق چه بدگمانست — هر لحظه اسیر صد گمانست
هر شبهه به پیش او دلیلی است — هر پشهٔ مرده زنده پیلی است
کاهی ببیند گمان برد کوه — کوهیش آید بسینه ز اندوه
از مور کند توهم مار — صد زخم خورد بجان افکار
مرغی که ببام یار بیند — کو دانه ز بام یار چیند
زان مرغ بخاطرش غباریست — کز غیر بدوست نامه آریست
گفتی که ببوسه دل ندارم — وز فکر کنار بر کنارم
این درد نه بس که صبح تا شام — همصحبت تست کام ناکام

٥٥ رویی که بسالها نه بینم	وان میوه که عمرها نه چینم
٥٥ هر روز هزار بار بینند	هر لحظه بکام خویش چینند
٥٥ گفتی که ز درد پایمال است	وز غصه بمعرض زوال است
٥٥ خواهد زمیانه زود رفتن	بر باد هوا چو دود رفتن
٥٥ گر او برود ترا چه کم یار	کالای ترا چه کم خریدار
٥٥ زانجیر بن ار جدا شود زاغ	صد مرغ دگر ستاده در باغ
٥٥ ممکن بود از تو کام هر کس	محروم از آن همین منم بس
٥٥ چون روز امیدم از سفیدی	رو رست خوشم بنا امیدی
٥٥ نومید چو خواهیم درین بار	نبود بامیدواریم کار
٥٥ گر از من خسته بر کرانی	این بس که بکام دیگرانی
٥٥ کام دل دشمنان که خواهی	حاصل بادا چنانکه خواهی
٥٥ چون کام تو هست کام ایشان	بادا کامم بنام ایشان
٥٥ هر پوست که دوست داری آنرا	حیف ست که پوست خوانی آنرا
٥٥ از دوستی تو پوست مغزست	آن پوست که خوانیش نه نغزست
٥٥ آنرا که تو دوست داری ای دوست	گر دوست ندارمش نه نیکوست
٥٥ با هر که تو دوستدار اویی	از من نسزد بجز نکویی
٥٥ عاشق که برای دوست کاهد	آن به که رضای دوست خواهد
٥٥ از خواهش خویش رو بتابد	در راه مراد او شتابد
٥٥ عشق از طلب مراد دورست	عاشق زمراد خود نفورست
٥٥ شادان بغم غمین بشادی	خاک ست بکوی نامرادی
٥٥ هرچند که من نه از تو شادم	یکبار نداده مرادم
٥٥ خاطر ز زمانه شاد بادت	گیتی همه بر مراد بادت
٥٥ دمسازی دوستان ترا باد	ور من میرم ترا بقا باد (۶۷)

۳ - نجیب کی مثنوی میں مجنوں کا خط :-

٥٥ بنام خدای زمین و زمان	پس از نعت سید شه مرسلان

٥٥ کہ اے بے وفا سرو باغ وفا
وائے زینت افزائے فوج دغا

٥٥ مگر آپ کے زوج کا ماجرا
بنا سیر دل ہمکوں ظاہر ہوا

٥٥ بھلا اب تمہیں اوسے آرام ہو
ہمیں بس ترے نام سے کام ہو

٥٥ تمہارا دل اب اور سے یوں ہلا
ہمیں اب ترے عشق سے ہے شفا

٥٥ اے جاناں تو اس کی شکایت نہ جان
میں یہ چاہتا ہوں تو پاوے امان

٥٥ تو چوں جائے اے جاں! دل شاد ہو
کسی طرح تو خانہ آباد ہو

٥٥ جو میں چاہوں تو خاک بر سر رہے
خدا مجھ کو محبوس دوزخ کرے

٥٥ تو خود اپنی صورت کے مختار ہے
یہ مجنوں یہاں اس میں لاچار ہے

٥٥ بس اب شاد رہ گھر کو آباد کر
نہ اس طرح رہ غمزدہ بے خبر

٥٥ مگر دل سے یہ بات مت بھولنا
بمیزان انصاف تک تولنا

٥٥ ہوا تیرے غم سے یہاں تک خراب
بنا میرا دل جل کے مثل کباب

٥٥ تیرے غم سے میں گھر سے بے گھر ہوا
سبھی میرا سامان ابتر ہوا

٥٥ دیا سبکو لیلیٰ کے اوپر بھلا
سو لیلیٰ کا یہ حال ہے برملا

٥٥ جسے چاہے تو اس کو دلشاد رکھ
مگر اپنے مجنوں کو یاد رکھ (٦٨)

٥٥ جو ہے ہجر میں مجھ کو تجھ سے وصال [کذا]
نہیں اس کی تشریح کے قیل و قال

٥٥ جو انصاف سے دل میں سوچو ذرا
تو سنیئے میں لکھتا ہوں ماجرا

٥٥ بدل مجھ سے جو عہد و پیمان تھا
بھلا اب وہ بالکل کدہر گم ہوا [کذا]

٥٥ مجھے کر کے اس طرح گھر سے تباہ
کیا واہ یوں دوستی کا نباہ

٥٥ مجھے دیکھا اس طرح رنج و بلا
ہوا آپ کا دل اودہر مبتلا

٥٥ عجب تیرا سنگین دل واہ واہ
یونہی چاہیئے دوستی کا نباہ

٥٥ یہ ہے طالع نامور آپ کے
جو اگر ملے ستم پر آپ کے

٥٥ ہوا آپ کو اپنی شادی سے چین
ولے ہمکو مرنا ہوا فرض العین

٥٥ غضب صاف اس طرح دل توڑنا
یہ ادہر ہی ادہر ہے دل جوڑنا (٦٩)

٥٥ بھلا سمجھیئے آپ نے کیا کہا
جو اس طرح میرا دیا جی جلا

٥٥ تمہیں وہاں مبارک سلامت ہوئی
مجھے ہر طرف کی ملامت ہوئی

٥٥ تمہیں وہاں ہوا دل کا عیش و ترنگ — مجھے اس طرف اپنا جینا ہے تنگ

٥٥ تمہیں اوس طرف جاہ و حشمت ملی — مجھے ہر طرف کی ندامت ملی

٥٥ ہوا جو ہوا بس تو دل شاد رہ — تو جوں جانے اس طرح آباد رہ

٥٥ بس آگے نہیں اس سے زیادہ کلام — علیک السلام اے علیک السلام (۷۰)

۲۔ نجیب کی مثنوی میں لیلیٰ کا خط :-

٥٥ بنام جہاندار جان آفریں — حکیم سخن بر زبان آفریں

٥٥ پس از عجز و ز اشتیاق وصال — ہو معروض خاطر یہ بندی کا حال

٥٥ چلا تھا جو وہ نامۂ مشکبار — ز صحرای تاتار آن گلعذار

٥٥ مجھے ہے ز بس اوس نے خوشتر کیا — زمین و زمان سب معطر کیا

٥٥ لکھا تھا جو وہ زوج کا ماجرا — مجھے مو بمو اوس نے واقف کیا

٥٥ یہ آج ہم نے تم سے ہے فتویٰ سنا — کہ یک زن کو دو زوج بھی ہے روا

٥٥ وہ بھجوائیے ہم کوں جلدی کتاب — کہ جس میں لکھا ہو اسی ڈھب کا باب

٥٥ میاں وہ شریعت تیری زور ہے — جو دو زوج ایک زن کو جائز لکھے

٥٥ آجی آپ کی سر کی مجھ کوں قسم — سوا تیرے دلبر نہیں کچھ الم

٥٥ اے مجنوں! مجھے اپنے جی کی قسم — تری یاد میں یہ گزرتا ہے دم

٥٥ اے مجنوں! سمجھ رکھیئے یہ لاکلام — مجھے تجھ سے کام اور تمہیں مجھ سے کام

٥٥ اے مجنوں! نہ لانا یہ جس میں خطر — جو جان تیری الفت کا جیسے اثر (۷۱)

٥٥ اے مجنوں! یوں ہی رکھنا جس میں یقین — واہ [کذا] مجنوں کی میں، کسو کی نہیں

٥٥ اے مجنوں! بڑا دل میں ارماں ہے — نہ اس طرح تو مجھ کو طعنہ لکھے

٥٥ برائے خدا، کچھ نہ کیجیئے گمان — مجھے اپنی صورت پہ قربان جان

٥٥ کرے کوئی سر میرا تن سے جدا — ولے میری الفت سر مو نجا

٥٥ یہ سب دین و دنیا کا عز و وقار — کیا تیری الفت پہ بالکل نثار

٥٥ میاں واللہ باللہ یونہی جانیو — آجی تم باللہ یونہی مانیو

٥٥ قیامت کو ہو کوئی جنت طلب — کوئی حوض کوثر کا منت طلب

٥٥ ولے میں پھروں نعرہ زن چارسو — کہ یارب ملا میرے دلدار کو

٥٥ میں عاشق نہیں عشرت جام کی   ہے محتاج لیلیٰ ترے نام کی

٥٥ تیرے عشق میں سخت بےہوش ہوں   ترے بادۂ غم سے پر جوش ہوں

٥٥ بھلا تم نے کیا میرا شکوہ لکھا   چلے جب کو رونا دیا جی جلا

٥٥ تمہیں مجھ کو اس طرح لکھنا نہ تھا   کہ اے بے وفا سرو باغ وفا

٥٥ یہ مت سمجھنا میں دغادار ہوں   ترے غم میں سو بار بیمار ہوں

٥٥ رکھی آپ کی یہ امانت درست   میں ہوں قول پر اپنے چالاک چست

٥٥ کیا ہے جو مکتب میں تجھ سے قرار   یا جو عہد و پیمان ہے اے گلعذار

٥٥ نہ توڑا نہ توڑے یہ خستہ جگر   وہ ہے جان میں میری نقش الحجر

٥٥ آجی میری تقصیر کیجیے معاف   ہے مضمون خط آپ کا برخلاف

٥٥ کہو کس مخالف نے تم سے کہا   کہ لیلیٰ کا، مجنوں سے جی بھر گیا

٥٥ ابھی تک تو قائم ہے ارض و سما   یہ عالم بھی سیراب ہے جا بجا

٥٥ جو اس بات کا کچھ ہے ہوتا اثر   تو عالم اوسی دم تھا زیر و زبر

٥٥ اگر مجھ سے اس طرح آزردہ ہو   تو لیلیٰ کو جی بیوفا مت کرو

٥٥ سوا تیرے کوئی نہیں اب عزیز   سمجھ رکھیئے لیلیٰ کو اپنی کنیز

٥٥ ذرا سوچ تو دل میں اے مہرباں   تجھے چھوڑ کر اب میں جاؤں کہاں

٥٥ یہ سچ ہے اے مجنوں میرے یہ صلاح   کیا میرا اوپر ہے اوپر نکاح

٥٥ مگر جس اوپر میرا مقدور تھا   اسی میں نے سو طرح قائم رکھا

٥٥ سنو کہ یہ تم بھی بھلا جا بجا   کہ لیلیٰ نے مجنوں کا یہ حق رکھا

٥٥ اگر میرے کہنے کا نہیں کچھ یقیں   تو غیروں سے کیجیئے اسے دلنشیں

٥٥ میاں! آپ کے سیم تن کی قسم   مجھے تیرے اس گلبدن کی قسم

٥٥ قسم مجھ کو اس عہد و پیمان کی   قسم مجھ کو مجنوں، تری جان کی

٥٥ کبھو بھی سوا تیرے اے خوش خصال   نہیں آیا دل میں کسو کا خیال

٥٥ تیری خوبروئی پہ قربان ہوں   اس ایوان عصمت کی دربان ہوں

٥٥ مجھے جس کا پہلے یہ اندیشہ تھا   وہی تو نے میری شکایت لکھا

٥٥ بہر طرح اسی جی کو ہے درد غم   جو تو یار ہے تجھ کو ہے وہ الم

۰۰ کہو اب، دل کا احوال کن کو لکھوں — غرض دل میں یہ ہے کہ کچھ کھا مروں

۰۰ بس اب جس طرح جانے دل صاف کر — نہیں میں چلی کھا کے خونِ جگر

۰۰ خدا تم سے مجھ کو ملا دے شتاب — جو ہوں دو بدو یہ سوال و جواب

۰۰ اے مجنوں! مجھے تیرے جی کی قسم — نہ لاتا تو اس بات کا جی پہ غم

۰۰ تیرے غم میں جب سے میں خانی ہوں [کذا] — فقط تیرے دم کی دیوانی ہوں

۰۰ تو اس طرح غمگین، میں اس ڈھب خراب — تجھے وہ عذاب اور مجھے یہ عذاب

۰۰ میں کس طرح سمجھاؤں تم کو بھلا — کہاں تم کہاں لیلیٰ مبتلا

۰۰ کروں اب میں کس طرح کا کہو جتن — جو دل سے ترے صاف ہو یہ محن

۰۰ کہاں سے تجھے لا پلاؤں دوا — جو ہو درد سے تجھ کو بالکل شفا

۰۰ اگر لیلیٰ کا دل میں ہے اعتبار — تو ہرگز نہ رکھیو یہ جس میں غبار

۰۰ برائے خدا مت جلا جان کو — نہ پھر اس طرح سے گو مگو

۰۰ ذرا آپ ادہر قدم رنج کر — جو قربان ہوں آپ کے سر اوپر

۰۰ اے عالی نصیب! اے معلیٰ لقب — نہ اس طرح کا کہو تو رنج و تعب

۰۰ تو گلزار شاہنشہی کا ہے پھول — نہ اس طرح ہو اپنے جی میں ملول

۰۰ تو ہے خانداں سے امیر عرب — نہ ہو بس تو اس طرح سے پُر تعب

۰۰ تو ہے گوہر کانِ جاہ و حشم — نہ ہو اس طرح درد سے پر اَلم

۰۰ تو ہے بے بہا گوہر آب دار — نہ ہو اس طرح درد سے بے قرار

۰۰ اے البتہ البتہ یہ جانیو — مکرر سہ [۳] کر یونہی جانیو

۰۰ بس اب یہ حکایت ہے نت ناتمام — سوا اس کے بس کیا لکھوں والسلام (۴۲)

عجیب ہے کہ یہاں لیلیٰ اور مجنوں کے ان خطوط میں ہندوستانی نفسیات واضح ہے۔ اگرچہ بعض اشعار کہیں ساقط الوزن ہیں لیکن میرے نزدیک یہ کاتب کی نالائقی کی وجہ سے ہے، شاعر کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

داستان وہ صنفِ سخن ہے جس میں کوئی قصہ اس طرح سے بیان کیا جائے کہ سننے اور پڑھنے والے داستان کے واقعات کو سن اور پڑھ کر محظوظ بھی ہوں اور متحیر بھی۔ تحیر و تعجب کی اس حالت کے پیدا ہونے میں داستان میں بالعموم مافوق الفطرت عناصر بڑی اہمیت

کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض داستانیں ایسی ہیں جن میں مافوق الفطرت عناصر کا ہونا نہ ہونے کے برابر رہا ۔ ان داستانوں میں سے "لیلیٰ مجنوں" کی داستان سرفہرست ہے ۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ داستان ایک واقعی قصے پر مبنی ہے ۔ اور اس میں تاریخی وجود رکھنے والے کرداروں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس داستان میں تصوف کے اسرار و رموز اور اس کے عقائد و اصول کی تشریح و توضیح کرنا مقصود تھا ۔ لہٰذا یہ مناسب سمجھا گیا کہ حد درجہ مبالغہ آمیز اور مافوق الفطرت عناصر کو اس میں کم سے کم جگہ دی جائے ۔

بہرحال زیر بحث داستان میں ماورائی عناصر کا استعمال قرین قیاس ہے ۔ لیکن جب صنفِ داستان زوال پذیر ہوئی ۔ اور اس کی جگہ ناول نے لے لی ۔ تو مافوق الفطرت عناصر کا استعمال بھی ختم ہو گیا ۔ کیونکہ ناول کا تعلق بنیادی طور پر حقیقی اور واقعی زندگی سے ہوتا ہے ۔ ڈرامے کا بھی یہی حال ہے ۔ اس میں خیالی اور غیر منطقی واقعات کی گنجائش نہیں ہوتی ـــــ اس کے باوجود احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں اس قسم کے کچھ واقعات نظر آتے ہیں ۔ چنانچہ ڈرامے کی چوتھی فصل کا پورا پہلا منظر، جو تقریباً سترہ ۱۷ صفحوں پر مشتمل ہے ، جن و شیاطین کے لیے مخصوص کیا گیا ہے ـــــ اس منظر میں احمد شوقی نے اس قدیم عربی تصور سے استفادہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بڑے شاعر کا ایک ہمزاد ہوتا ہے جو شاعر کے دل میں خیالات و اشعار لا ڈالتا ہے ـــــ اس منظر میں قیس اپنے شاعری ہمزاد سے ملتا ہے ۔ قیس کا ہمزاد ، قیس کو اسی کے چند اشعار سناتا ہے جس کی وجہ سے قیس اس کو سارق شعر سمجھ کر ملامت کرتا ہے ـــــ نمونہ ملاحظہ فرمائیں :۔

٥٥ قیس :۔ میں ایک اشعار چوری کرنے والا دیکھ رہا ہوں جو [دوسروں کا حق چرانے میں] ایسا جری ہے کہ اس کا ثانی نہیں۔

٥٥ ایک شعر، یا زیادہ سے زیادہ دو اشعار کی چوری کی جا سکتی ہے ۔

٥٥ مگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی پوری کی پوری نظم اپنی طرف منسوب نہیں کر سکتا ۔

٥٥ اور جو اشعار تم نے سنائے وہ تو میرے کہے ہوئے اور میرے ذہن کی اپج ہیں ۔

٥٥ ابھی تک میں نے ان کو اپنے منہ سے نہیں نکالا ۔ اور نہ ہی کسی کے کانوں نے ان کو سنا ہے ۔

٥٥ تو کون ہے ؟ ! ۔ اور میرے سحر بھرے کلام تک کہاں سے پہنچے ؟!۔

٥٥ اُموی [قیس کا شعری ہمزاد] : ۔ میں وہی ہوں جو گا ہے بگاہے تمہارے دل میں اشعار ڈالتا ہوں۔

○○ میں [تمہارے] دل میں آنے والے وسوسے اور شیطان ہوں -

[قیس]: نہیں نہیں، تو میرا شیطان نہیں ہے -

پھر قیس اپنے آپ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہتا ہے :-

○○ ہاں ہاں میں نے اپنے شیطان [ہمزاد] کا نام سنا ہے - مگر میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے -

○○ میرے ماں باپ نے راتوں [کے قصہ کہانیوں] میں اس کے بارے میں مجھے بتایا ہے -

قیس تردد کرتے ہوئے اموی سے مخاطب ہوتا ہے :-

○○ کیا تو ہی اموی نہیں ہے ؟! - [اموی] : اس کا ذکر کرنے سے نہ ڈر -

○○ قیس :- تو تو محض ایک ایسا وہم ہے جو میرے اعصاب پر سوار ہے -

○○ میری عقل اگر حاضر ہوتی تو میں تیرے وجود ہی سے انکار کر دیتا ، مگر بے سود ! -

قیس ٹھپی کے ساتھ زمین کریدتے ہوئے -

○○ میرا برا ہو ! کیا قیس ایک ہے ؟! - یا ہم یہاں دو قیس ہیں ؟! -

○○ ہم دونوں میں سے کون شاعر ہے ؟! - یہ اموی ، یا میں ؟! -

○○ یا جو کچھ میرے اور اس کے ساتھ ہو رہا ہے کیا وہ جادو کا کھیل تو نہیں ؟! -

○○ یا پھر کیا میں مجنوں ہوں - اور لیلی کی محبت نے میرے ساتھ زیادتی کی ؟! -

○○ اموی :- قیس ! - [قیس] :- اے قیس ! میں حاضر ہوں -

○○ اموی :- میں قیس نہیں ہوں ! - [قیس] :- تو تب تو کون ہے ؟ -

○○ اموی :- میں نے کہا میں اس [قیس] کا ہمزاد ہوں -

○○ قیس :- قیس تو ایک آدم زاد ہے - تو اس سے نہیں ہو سکتا -

[اموی] : میری حیثیت قیس عامری کے لیئے باطنی شعور کی سی ہے -

○○ قیس :- تو میرا باطنی شعور ہے ! - میں تجھ سے اپنے رب کی پناہ مانگتا ہوں -

[اموی] :- اللہ جل شانہ سے پناہ نہ مانگ -

○○ کیونکہ اسی نے ایسا چاہا کہ ہر قوم کے ہر قادر الکلام شاعر کی زبان ہم ہوں -(۷۳)

اس کے برعکس یہ چیز ہمیں حافظ عبداللہ اور مرزا رسوا کے ڈراموں میں نہیں ملتی ـــــ درحقیقت احمد شوقی کے ڈرامے میں یہ واحد اساطیری واقعہ نہیں ، بلکہ اس نے اس قسم کے واقعات سے بہت کام لیا جو قصے کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں ـــــ چنانچہ اس نے واقعات کے مناظر کی

تصویر کشی، اور کرداروں کے مافی الضمیر کو بیان کرنے میں ان سے بڑی مدد لی۔ اور اس طریقے سے اس نے حقیقی اور اساطیری واقعات کا حسین امتزاج پیش کر کے ایسا تاریخی ڈراما لکھا جس کے لکھنے کا مقصد عربوں کی مروّت، سخاوت، اور اچھی قدروں یا رسم و رواج کی خاطر قربانیاں دینے کے جذبے پر روشنی ڈالنا تھا ــــــ درج ذیل نمونے میں آپ دیکھیں گے کہ قیس آگ لینے کے لیئے لیلیٰ کے گھر جاتا ہے۔ اور وہ لیلیٰ سے اس قدر محوِ گفتگو ہو جاتا ہے کہ آگ اس کے جسم کو چھونے لگتی ہے۔ مگر قیس کو اس کا احساس تک بھی نہیں ہوتا:ــــ

ہ ہ لیلیٰ:۔ میرے چچا کا بیٹا ---- قیس ---- میرے ہاں ۔ مرحبا مرحبا۔

ہ ہ قیس:۔ لیلیٰ! ۔ تمہیں اچھی زندگی نصیب ہو۔ اور تمہارے اعلیٰ مقاصد پورے ہوں۔

پھر لیلیٰ اپنی کنیز کو بلا کر اسے آگ لانے کو کہتی ہے۔ لیلیٰ اور کنیز دونوں گھر کے اندر جاتی ہیں۔ اور آگ لا کر قیس کے پاس آتی ہیں:۔

ہ ہ لیلیٰ:۔ قیس! [قیس]:۔ لیلیٰ میرے پہلو میں ہے ۔ تو ہر چیز میرے ہاتھ میں ہے ۔

ہ ہ لیلیٰ:۔ اس گھڑی نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ یہ کیسی اچھی گھڑی ہے جو پوری زندگی سے بہتر ہے۔

ہ ہ قیس:۔ سچ کہتی ہو؟!۔ [لیلیٰ]:۔ نہیں میرا دل ---- لوہے کا نہ پتھر کا۔

ہ ہ تمہارے پاس دل ہے تو اس سے پوچھو ۔ وہ تمہیں سب کچھ بتائے گا۔

ہ ہ میں نے محبت میں اس سے کہیں زیادہ برداشت کیا جتنا کہ بنی نوع انسان برداشت کر سکتا ہے۔

ہ ہ قیس!۔ لیلیٰ! مجھے معلوم نہیں ۔ میں کیسے شکایت کروں۔ اور کیسے اپنا دل کھولوں؟!۔

ہ ہ میں شوق اور محبت کی کامل تشریح کروں یا اس کا کوئی خلاصہ پیش کروں؟!۔

ہ ہ لیلیٰ!۔ قیس! مجھے بتاؤ کہ دشت میں تمہارا کون ہے؟!۔

ہ ہ جس کے بارے میں تمہاری ایسی غزلیں ہیں جو دشت و صحرا سے گذر کر شہروں تک پہنچ گئی ہیں۔

ہ ہ تجھے وہاں جو ہرنی ملی بھی تو نے اس کے گلے میں موتیوں (شعروں) کا ہار سجا دیا۔

ہ ہ کیا تم ہم کو بھول کر کسی نیل گائے کی محبت میں گرفتار ہو گئے ہو۔

ہ ہ قیس:۔ لیلیٰ! تم نے نیل گائے پر غیرت کھائی حالانکہ نیل گائے کو تم پر غیرت نہیں آئی۔

ہ ہ صحرا مجھے اس لیئے محبوب ہے کہ اس میں جگہ جگہ تمہاری تصویریں ہیں۔

ہ ہ تم دیگر حسیناؤں کی مانند نہیں ہو ۔ ہرگز نہیں ۔ نہ صحرا کا چاند ایک عام چاند جیسا ہوتا ہے۔

اس ملاقات میں قیس، لیلیٰ سے اپنی محبت کے بارے میں باتیں کرتا رہا۔ اس

وقت اس نے اپنے ہاتھ میں وہ آگ پکڑی ہوئی تھی جسے لیلیٰ اس کے لیئے لائی تھی - محبت کی باتوں میں مستغرق ہونے کی وجہ سے قیس کو اس بات کا احساس نہ ہو سکا کہ آگ اس کے ہاتھ کو لگنے والی تھی۔ — آگ لگنے سے قیس بے ہوش ہو کر گر پڑا - چنانچہ لیلیٰ نے اپنے والد کو بلایا تاکہ قیس کی مدد کرے۔ باپ نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ اگر لوگ قیس کو اس حالت میں دیکھیں گے تو ان کی رسوائی ہوگی - مگر لیلیٰ نے اپنے باپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ یہ تو تیرا بھتیجا ہے - اور اسے تمہاری محبت کی ضرورت ہے۔ جب قیس کو افاقہ ہوا تو اس کے چچا نے اسے خبردار کیا کہ دوبارہ یہاں نہ آئے - چنانچہ قیس نے اپنے چچا سے پوچھا :-

°° قیس :- چچا جان ! میں نے کیا قصور کیا ؟ - [لیلیٰ] :- قیس کا کیا قصور ہے ؟! -

مہدی [لیلیٰ کا باپ] :- کیا تم بھول گئی کہ لوگ کیا کہتے ہیں ؟! -

°° قیس :- وہ جھوٹ بولتے ہیں چچا جان ! [مہدی] :- وادیٔ نخیل میں تم کس وقت ملے، دن کو یا رات کو ؟! (۴۲)

کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جو اصل عربی قصے میں مذکور ہیں، احمد شوقی کے ڈرامے میں بھی موجود ہیں - مگر فارسی، (عبدالرحمٰن جامی کو چھوڑ کر) ترکی اور اردو شعراء نے اسے نظر انداز کر کے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا - ان واقعات میں سے ایک اہم واقعہ ہے، قیس کا خلیفہ کی طرف سے خون حلال کرنے کا واقعہ —— احمد شوقی نے اپنے ڈرامے میں اس واقعے کی طرف ضمنی طور پر اشارہ کیا :-

°° قیس :- [ابن عوف سے] :- تو پھر اے ابن عوف! خلیفہ کو یہ کہنا ہے کہ کس نے حلال کیا تمہارے لیئے عاشقوں کا خون ؟! -

°° کیونکہ اس کی حکومت نے میرے خون کو حلال کیا - حالانکہ میرا خون پلکوں کی تلوار کی دھار پر بہہ چکا ہے۔

°° ابن عوف :- اے قیس ! کیا تمہیں منظور ہے کہ میں خلیفہ کے حضور تمہارے لیئے سفارش کروں ؟! -

°° قیس [خودداری سے] :- نہیں ! - خالقِ کائنات کی قسم نہیں ! -

°° مگر لیلیٰ کے پاس جاؤ - وہاں میرے لیئے سفارش کرو - اور اس کے دل کو میرے شوق و محبت کا واسطہ دو۔

°° اس کے پاس جاؤ - اور اسے یاد دلاؤ کہ عہد و پیمان کی حفاظت کی جاتی ہے - اور پھر یاد دلاؤ اس کے مجھ سے کیئے ہوئے عہد و پیمان -

°° لیلیٰ جب ملے گی اپنے لطف و کرم سے میرے خون کو محفوظ کر دے گی - اور اے امیر ! - میری بیڑیوں کو

توڑ دے گی۔ (۷۵)

صرف جامی نے اس واقعے کو اپنی مثنوی میں (۷۶) تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔

——— عربی ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے، اور فارسی، ترکی اور اردو ادب میں "لیلیٰ مجنوں" کے قصے کے درمیان، درج بالا بنیادی اختلافات سے صرف نظر کر کے میرے نزدیک سب سے بڑا اختلاف تصوف کا وہ رنگ ہے جس میں فارسی، ترکی اور اردو کے قصے رنگے گئے ہیں ———

——— اصل عربی قصہ مجازی عشق کا قصہ تھا۔ اس میں قیس، لیلیٰ، اور دیگر کردار معمولی انسان تھے۔ تصوف سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ مگر صوفیائے کرام نے اس کو عشق الٰہی کا قصہ بنا کر پیش کیا جس میں تصوف کے مختلف عقائد و نظریات پیش کئے گئے۔ بالخصوص وحدت الوجود (۷۷) اور فنا فی الذات کے نظریے، جو فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ قیس پر چھوٹی عمر ہی میں تصوف اور عشق کی نشانیاں نمودار ہوتی ہیں۔ جنون کے اثرات اس میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ صحرا کا رخ کر دیتا ہے۔

اصل عربی قصے میں قیس، لیلیٰ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں، واقعی کچھ کم عقلی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور اسی کم عقلی کی بدولت قیس کو مجنوں کہا جانے لگا تھا۔ مگر عجمی مثنویوں میں جنوں کے وہ معنیٰ نہیں رہے جو عربی قصے میں موجود ہیں، بلکہ یہ تو عقل کے تسلط سے آزاد ہو کر قلب کی سلطنت میں شامل ہونے میں بدل گیا۔ احمد شوقی نے بھی شاید اسی تصور سے متأثر ہو کر اپنے ڈرامے کا نام "قیس و لیلیٰ" نہیں، بلکہ "مجنون لیلیٰ" ہی رکھا ہے۔

اصل عربی قصے میں قیس کے حالات جب بگڑ گئے تو اس نے لوگوں سے بیزار ہو کر، اور اپنی کم عقلی سے مجبور ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ مگر عجمی مثنویوں میں یہ حقیقت برقرار نہیں رہی۔ اور قیس کے صحرا کا رخ کرنے کا مطلب یہ بن گیا کہ وہ دنیاوی اور مادی خواہشوں اور لذتوں سے جان چھڑا کر زاہدانہ اور متصوفانہ زندگی گزارنے لگا۔ (۷۸)

صوفیائے کرام کے نظریات کے مطابق انسان عشق مجازی ہی کے ذریعے عشق حقیقی تک پہنچ سکتا ہے (۷۹)۔ گویا مخلوق سے عشق کرنا ایک پل ہے جسے پار کر کے سالک اپنے خالق تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یہی ہے فنا فی الذات کا مرحلہ (۸۰)، جس کی توضیح و تشریح کی خاطر شعراء نے اپنی مثنویوں میں کئی واقعات کا ذکر کیا ہے جو عام انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتے ——— مثال کے طور پر واقعۂ فصد کو لیجیے۔ لیلیٰ کے ہاتھ پر جس وقت نشتر پھیرا جاتا ہے

اور اس کی رگوں سے خون بہنے لگتا ہے عین اسی وقت قیس کی رگوں سے بھی خون کا فوارہ بہنے لگتا ہے۔
یہ واقعہ اکثر فارسی اور اردو مثنویوں میں ملتا ہے[۸۱]

جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اپنے معشوق کی ہر چیز جو اس سے منسوب ہوتی ہے عزیز رکھتا ہے۔ بعینہ یہی حال ارباب طریقت کا ہے۔ وہ تمام موجودات کو خدا کی مخلوق سمجھ کر ہر ایک کو عزیز رکھتے ہیں۔ کسی کو بھی برا نہیں جانتے[۸۲]۔ اس نظریے کی روشنی میں واقعۂ "سگ لیلیٰ" کی توجیہہ ہوسکتی ہے جس میں قیس، لیلیٰ کے کتے سے مخاطب ہوکر اس سے محبت کرتا ہے[۸۳]۔

صوفیائے کرام کے نزدیک محبت کے دعویدار کو ہر وقت یاد خدا میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اس کے احکام کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور ان کی تعمیل میں جان کا بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ برائی یا بھلائی جو کچھ اس کی طرف سے ہو سب کو رحمت سمجھنا چاہیئے۔ حضرت رابعہ بصریہ یہ اشعار پڑھا کرتی تھی :-

٥٥ تَعْصِي الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ ‏ هٰذَا لَعَمْرِي فِي الْفِعَالِ بَدِيعُ
٥٥ لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ ‏ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

ترجمہ :- ٥٥ تو اللہ سے نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے قسم ہے یہ افعال میں نادرات ہے۔

٥٥ اگر اس سے تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کو مانتا۔ مُحِبّ تابع فرماں ہوتا ہے محبوب کا۔

اس اصول کی روشنی میں ہم بہ آسانی اس واقعہ کی توجیہہ کرسکتے ہیں جس میں لیلیٰ، قیس سے کہتی ہے : میرا تھوڑا سا انتظار کر۔ میں واپس آتی ہوں ــ پھر اس کے بعد چھ ماہ، اور بعض مثنویوں کے مطابق نامعلوم عرصے تک واپس نہیں آتی۔ اس عرصے میں قیس جس جگہ پر کھڑا تھا، کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ لیلیٰ واپس آئی ــ یہی ہے محبوب کے احکامات کی تعمیل کرنا[۸۴]

احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں تصوف کے جو بھی اثرات موجود ہیں وہ فارسی مثنویوں سے ترکی مثنویوں کے ذریعے اس کے ڈرامے میں منتقل ہوکر نمودار ہوئے ہیں۔ اس واقعہ کو بطور نمونہ لے لیں جس میں وحدت الوجود کی جھلک واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ اس واقعے میں قیس، ابن عوف کی معیت میں لیلیٰ کے محل میں داخل ہوتا ہے۔ جب لیلیٰ کے قبیلے والے قیس کو آتے دیکھتے ہیں تو وہ اسے منع کرنے کے لئے اسلحہ سے لیس ہوکر تیار ہوجاتے ہیں۔ مگر قیس کو لیلیٰ ہی کی تصویر نظر آتی ہے:-

۰۰ ابن عوف :- اے قیس ! - ہوش میں آ - [قیس] : پکارنے والا کون ہے ؟! -

۰۰ ابن عوف !- وادی ، ہتھیاروں سے لیس لیلیٰ کے قبیلے سے بھر گئی -

۰۰ اور تو اے قیس ! تھوڑی دیر بعد ایک ایسے مدمقابل کے پاس جانے والا ہے جو بڑا سخت اور مضبوط ہے -

۰۰ ہوش میں آ کر لوگوں سے ملنے کے لئے تیار ہو جا - اس حال میں ان سے نہ مل کہ گم کردہ ہوش وحواس ہو -

قیس : دیکھتے ہوئے ! -

۰۰ اے ابن عوف ! کیا تم لیلیٰ کے قبیلے کے لوگوں کو مسلح دیکھ رہے ہو - اور لیلیٰ کو نہیں دیکھ رہے ؟! -

۰۰ تو پھر مجھے کیا ہوا ہے کہ لیلیٰ کے سوا کسی کی شناخت نہیں کر رہا - خواہ اس کے ارد گرد کتنے ہی لوگ کیوں نہ ہوں -

۰۰ لیلیٰ کی محبت نے میری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے - اور میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھ سکتا (۸۵)

اسی طرح لیلیٰ کا ساری زندگی باکرہ رہنے کا خیال ترکی مثنویوں کے ذریعے فارسی مثنویوں سے مستعار لیا گیا - اور یہ تصوف کا اثر ہے ——— حافظ عبداللہ کے ڈرامے "لیلیٰ مجنوں" اور مرزا رسوا کے مرقع "لیلیٰ مجنوں" میں تصوف کے اثرات بھی فارسی اور اردو مثنویوں سے آئے ہیں -

احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" پر تصوف کا ایک اور اثر ہے جو "لیلیٰ مجنوں" کی فارسی مثنویوں سے ترکی مثنویوں کے ذریعے بھی منتقل ہوا ہے - یہ اثر اس خواب سے متعلق ہے جس کو قیس کے دوست نے قیس کی وفات کے بعد دیکھا ہے - اس واقعے کی گونج احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" کے اس واقعے میں سنائی دیتی ہے جس میں مجنوں ، لیلیٰ کی قبر پر جاتا ہے ——— - ابن ذریح بھی وہاں گیا - اور اس نے یہ اشعار کہے :-

۰۰ يَا لَيْلَ قَبْرُكِ رَبْوَةُ الْخُلْدِ   نَفَحَ النَّسِيمُ بِهَا ثَرَى نَجْدِ

۰۰ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ مَلَكاً   يَتَنَفَّسُونَ تَنَفُّسَ الْوَرْدِ

- - - - - - - - - - - -

۰۰ نَفَحَاتُ طِيبٍ هُنَا وَهُنَا   مَا لِلرِّيَاضِ بِهِنَّ مِنْ عَهْدِ

۰۰ يَا قَيْسُ صَبْراً هَهُنَا مَلَكٌ   ذَبَحَ الصَّبَابَةَ مُشْتَهَدَ الْوَجْدِ (۸۶)

ترجمہ : ۰۰ اے لیلیٰ ! تیری قبر گویا جنت خلد کی ایک اعلیٰ منزل ہے - اور جنت نے نجد کی مٹی کو یہ قبر بطور تحفہ دی

۰۰ ہر جانب سے میں ایک فرشتہ دیکھ رہا ہوں جن سے گلاب کی خوشبوئیں آرہی ہیں -
۰۰ پیاری پیاری خوشبوئیں ادھر اُدھر پھیل رہی ہیں - ایسی خوشبوئیں کہ جن سے گلستان آشنا نہیں۔
۰۰ اے قیس! صبر کرو - یہاں ایک فرشتہ ہے جو شہیدِ عشق و محبت ہے -

اس قسم کے خواب "لیلیٰ مجنوں" کی اردو مثنویوں میں بھی ملتے ہیں -

عبداللہ واعظ بن اسحاق نے مثنوی کے آخر میں وفاتِ مجنوں کے موقع پر اس خواب کا ذکر کیا ہے جس میں کسی آدمی نے مجنوں کو دیکھا - مجنوں نے بتایا کہ جب فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیئے آیا تو مجنوں نے اس کو اجازت نہیں دی جب تک کہ فرشتہ لیلیٰ کی شکل بنا کر نہ آیا - اور ایسے ہی ہوا - پھر مجنوں کے ملاقی نے مجنوں سے پوچھا کہ حشر کے دن کیا کروگے ؟! - تو مجنوں نے کہا کہ میں اللہ تعالی سے کہوں گا ! -

۰۰ دکھا یا رب مجھے لیلیٰ کا جلوہ نہیں تو دل پہ ہوگا بہت بلوا (۸۷)

تجلی کی مثنوی میں اس قسم کا خواب ملتا ہے - مگر خواب دیکھنے والا خود تجلی ہے - اس خواب میں تجلی نے لیلیٰ اور مجنوں کو جنت میں بیٹھے ہوئے دیکھا - اور ان سے اس نے گفتگو بھی کی - تجلی نے مجنوں کو بتایا کہ اس نے ۱۰ سن کے عشق پر مبنی ایک قصہ لکھا ہے - مجنوں نے اس پر تجلی کو داد بھی دی - (۸۸)

جہاں تک کردار نگاری کا تعلق ہے تو چونکہ ادب عربی میں قصے کو منظوم کرنے کا مقصد اس مقصد سے مختلف تھا جس کے تحت فارسی، ترکی اور اردو شعراء نے قصے کو منظوم کیا ہے - لہٰذا کرداروں کی تصویر کشی عربی ادب میں، دوسرے ادبیات سے مختلف ہے - البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعراء نے خواہ عربی کے ہوں یا فارسی کے، اور اردو کے ہوں یا ترکی کے، کرداروں کی نفسیات کے تجزیے میں بڑا کمال دکھایا - مثال کے طور پر احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں ابن عوف، لیلیٰ کے ہاں قیس کے لیئے سفارش کرنے کی خاطر گیا - وہاں جب لیلیٰ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ قیس سے شادی کرے یا نہیں - تو لیلیٰ نے قیس سے شادی کرنے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے ابن عوف نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا : -

۰۰ اے لیلیٰ ! تم حد سے بڑھ گئی ہو - سوچو کہ تمہارے اس نا معقول فیصلے کا کیسا برا نتیجہ نکلے گا -
۰۰ لیلیٰ : - تمسخرانہ انداز میں : - اے ابن عوف ! کیا میری حیثیت ایک کمزور لڑکی کے سوا کچھ اور بھی ہے جس کی رائے تمام امور میں کمزوری پر بن آرکتی ہے ؟!

○○ ابن عوف :- اے لیلیٰ ! تمہارے معاملے میں میرا موقف شریفانہ تھا - مگر مجھے اس کا بدلہ اچھا نہیں ملا -

○○ لیلیٰ :- اے امیر ! میں نے اپنا دامن ہمیشہ صاف رکھا - لیکن جب بھی محلے میں گئی تو کیچڑ بھرے کپڑے لے کر واپس آئی -

○○ ابن عوف :- اے لیلیٰ ! اگر تم نے بنو ثقیف کے آدمی ورد کے رشتے کو دل سے قبول کر لیا ہے تو قیس کے لیے میرا غم شدید ہے -

"لیلیٰ کے والد سے"

○○ اب قبیلہ کے سردار ! - اللہ حافظ [میں چلتا ہوں] - میں نے آپ لوگوں کا بہت وقت لیا -

○○ اور اے لیلیٰ ! - تمہیں توفیق نصیب ہو - [لیلیٰ] : اے میرے سردار ! تم تو قیس کے دوست رہے - کیا تم میرے بھی دوست بنو گے ؟! -

○○ ابن عوف :- تم نے مجھ سے ناممکن چیز مانگی ہے - میں تو شعروں کے ورد [پھول] ، یعنی قیس ہی کی خاطر آیا ہوں ، قبیلہ ثقیف کے آدمی ورد نامی کے لیے نہیں آیا -

ابن عوف تو چلا گیا مگر لیلیٰ پچھتاوے اور ندامت کا مجسمہ بن گئی - لیکن اب تو پچھتاوے اور ندامت کا وقت گذر چکا ہے ، کیونکہ اب معاملہ طے ہو چکا ہے - لہذا لیلیٰ کہتی ہے :-

○○ ہائے میرے رب ! یہ میں نے کیا کہا ؟! - میں نے اس باوقار و معزز قاصد امیر کے ساتھ کیا کیا !!

○○ یہ تو ایک ایسا موقف تھا کہ جس میں بلاشبہ ابن عوف حق پر تھا جبکہ میں غلطی پر تھی -

○○ مجھے کیا ہوا کہ میں غضبناک ہو گئی - اور اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی - بے شک غصے میں آنے والے کا معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے -

○○ انہوں نے مجھے کہا کہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو - اے کاش ! میں نے اچھی طرح سوچا ہوتا - یا اپنے آپ پر قابو پا لیا ہوتا -

○○ پس میں تو اس وقت طرح طرح کے وساوس کا شکار رہی حتی کہ میں نے اپنی غیر ذمہ دارانہ اور فضول باتوں سے دو آدمیوں [قیس اور ورد] کو قتل کر ڈالا -

○○ گویا کہ مجھ پر کسی کا دباؤ تھا - یا پھر میری زبان کی باگ ڈور کسی شیطان کے ہاتھ میں تھی -

○○ افسوس ہے ! میں نے تو کچھ اور سوچا تھا - جبکہ قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا - پس یہ تو تقدیر ہی ہے جو آدمی کی زندگی کو چلاتی ہے (۸۹)

اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ اس موقع سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا

سکتا تھا۔ اور کرداروں کی نفسیاتی کشمکش کا بھی مزید تجزیہ کیا جاسکتا تھا۔ اس واقعہ میں لیلیٰ کا
موقف ایسا تھا کہ اس نے رسوم و رواج کو مدِ نظر رکھ کر بغیر کسی تأمل کے، شادی سے انکار کر دیا۔ اور
بعد میں احمد شوقی نے صرف ان چند شعروں ہی میں لیلیٰ کے پچھتاوے کو بیان کیا۔ حالانکہ یہ ایک ایسا
موقف تھا جس کے ذریعے لیلیٰ کی نفسیاتی کشمکش کا پورے طور پر نقشہ کھینچا، اور تجزیہ کیا جاسکتا تھا۔

اس پر مستزاد یہ کہ ہمارے نزدیک اس واقعہ میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لیا
گیا ہے کہ لیلیٰ کو قیس سے شادی کرنے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا۔ مگر لیلیٰ نے رسوم و رواج
کے دباؤ کے تحت شادی سے انکار کر دیا۔ یہ بات درحقیقت ڈرامے کے مزاج سے لگا نہیں کھاتی، اگرچہ
احمد شوقی کا اس واقعہ سے مقصد یہ بتانا تھا کہ عرب باپ شادی جیسے حساس معاملات میں
اپنی بیٹیوں کو بہت حد تک آزادی دے دیتے تھے۔ اور لڑکیاں بھی رسم و رواج کی پرواہ کرتی تھیں۔

اردو اور فارسی میں ہمیں ایسی بہت مثالیں ملتی ہیں جن میں
کرداروں کی تصویر کشی اور ان کے جذبات کی مرقع کشی کی گئی ہے۔ فارسی مثنویوں میں سے جامی
کی مثنوی سے یہ نمونہ ملاحظہ فرمائیں :۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ لیلیٰ نے سوچا
کہ قیس کی محبت کا امتحان لیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ قیس اپنی محبت میں سچا ہے یا نہیں:
[واضح رہے کہ یہ قصہ عربی ادب میں بھی ملتا ہے] :-

کرد قیس رمیده دل چو لیلی   دریافت بسوی خویش میلی
می خواست که غور آن بداند   تا بهره بقدر آن رساند
روزی که پری رخان آن حی   بودند ز نر و ماده باوی
با هر پسری که خنده کردی   بی بیع و شرا ایش بنده کردی
با هر دختر که لب گشادی   پیشش بکنیزی ایستادی
بودند درین هنر که ناگاه   قیس هنری درآمد از راه
روی زغبار راه پرگرد   جانی زفراق یار پر درد
بوسید زمین و مرحبا گفت   بر لیلی و خیل او دعا گفت
لیلی سوی او نظر نینداخت   زان جمع بجمال او نپرداخت
از عشوه کشید زلف بر دو   وز ناز فکند چین در ابرو
با هر که نه قیس خنده آمیز   با هر که نه قیس در شکر ریز

۰۰ باهرکه نه قیس در تبسم — باهر که نه قیس در تکلم
۰۰ رو در همه بود و پشت با او — خوش با همه و درشت با او
۰۰ قیس از برخش نظاره کردی — از پیش نظر کناره کردی
۰۰ ور آن بسخن زبان گشادی — این گوش بدیگری نهادی
۰۰ چون قیس زلیلی این هنر دید — حال خود ازین هنر دگر دید
۰۰ شاخ املش گلی دگر کرد — شد لالهٔ سرخ او گل زرد
۰۰ از هر مژه لعل تر فرو ریخت — بر صفحهٔ گل گهر فرو ریخت
۰۰ پرده ز رخ نیاز برداشت — وین ناله جان گداز برداشت
۰۰ کان رونق کار و بار من کو — وان حرمت اعتبار من کو
۰۰ خوش آنکه چو لیلیم بدیدی — از صحبت دیگران بریدی
۰۰ با من بودی با من نشستی — با من ز سخن دهن نبستی
۰۰ زو خواستمی بروزگاران — عذر گنه گناهگاران
۰۰ کو با همه بی گناهی من — یک تن پی عذر خواهی من
۰۰ گرمی نشود شفیع من کس — این اشک چو خون شفیع من بس
۰۰ لیلی چو غزل سرائیش دید — وین نغمهٔ جان گداز بشنید
۰۰ آورد زجمله رو بسویش — بگشاد زبان بگفت و گویش
۰۰ شد در رخ او زلطف خندان — گفت ای شه خیل دردمندان
۰۰ ما هر دو دو یار مهربانیم — وز زخمهٔ عشق در مغانیم
۰۰ بیگانه تنیم و آشنا دل — پر چنگ زبان و پر صفا دل
۰۰ چین در ابرو اگر فگندم — تا ظن نبری که کین پسندم
۰۰ بر روی گره میان مردم — باشد گره زبان مردم
۰۰ عشقی که بود ز نقد جان به — چون گنج ز دیدها نهان به (۹۰)

"لیلی مجنون" کی اردو مثنویوں میں سے ہوس کی مثنوی اس معاملے میں بہت عمدہ مثالیں پیش کرتی ہے - خوبی یہ ہے کہ ہوس نے ماں، باپ، عاشق، معشوق اور دوست و دشمن کے غم کی کیفیتوں کے نازک فرق کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے - اس احتیاط نے

اس کے بیان کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دلکش و اثر انگیز بنا دیا ہے۔ اس کا مشاہدہ تیز ہے۔ اور وہ انسانی جذبات کی نزاکتوں سے واقف ہے۔ اس کے بیان میں تصنع اور آورد نہیں، بلکہ بے تکلفی اور برجستگی ہے (۹۱) - ہوس کی مثنوی سے اس واقعہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں جس میں مجنوں کا والد مجنوں کو تلاش کرتا ہے :-

٥٥ اک دن پدر اوس کا غم سے رو رو	نکلا تھا پسر کے ڈھونڈنے کو
٥٥ خویشان و قبیلہ ہو کے ہمراہ	سب گھر سے چلے بہ نالہ و آہ
٥٥ دیکھا جو نہ اوس نے اپنا پیارا	مہر پدری نے جوش مارا
٥٥ دل ٹکڑے جگر سے آہ کرتا	ہر سمت چلا نگاہ کرتا
٥٥ گہ سوے فلک نگاہ کر کے	کہتا آنکھوں میں اشک بھر کے
٥٥ کیوں تو نے فلک یہ کیا دکھایا	مجھ سے مرا لعل یوں چھڑایا
٥٥ خواہش میں پسر کی جب ہوا پیر	تب کی تھی دعا نے میری تاثیر
٥٥ تقدیر میں میری تھا جو فرزند	یکچند رہا دل اوس سے خرسند
٥٥ سو میرے ہمائے بخت کا صید	ہے دام بلائے عشق میں قید
٥٥ دل تھا میرا جس سے شاد و خرم	ہے عشق میں اوس کا حال درہم
٥٥ پالا تھا جسے بناز و نعمت	ہے غم سے کچھ اور اس کی حالت
٥٥ کی جسے کبھو نہ رہ نوردی	قسمت میں ہے اوس کی دشت گردی
٥٥ گل دیکھ جسے فگار ہووے	اوس پا کو خراش خار ہووے
٥٥ آغوش میرا ہو جسکے جا گہ	وہ خاک فتادہ ہو سر رہ
٥٥ کہتا ہوا یہ بچشم پرخون	جاتا تھا وہ در تلاش مجنون (۹۲)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف ہوس کی مثنوی اس ضمن میں یکتا ہے۔ بلکہ اردو کی دوسری مثنویوں میں ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں جو جذبات نگاری کے باب میں ہوس کی مثنوی سے کچھ کم نہیں - نجیب کی مثنوی سے یہ نمونہ ملاحظہ فرمائیں جس میں قیس کی ماں کے جذبات کو بیان کیا گیا ہے :-

٥٥ پڑا جب وہ مجنوں پہ درد و الم	لگا رہنے جنگل میں با درد و غم
٥٥ نہ اپنوں سے الفت، نہ غیروں سے کام	رہے پھرتا مجنوں بنا صبح و شام

٥٥ لگی رونے وہ مادرِ مہربان — کہ پالا تھا مجنوں کو جس نے بجان

١٠٠ ارے ہے کوئی یاں سہیلی بھلا — مرے قیس کو لاوے کوئی بلا

٥٥ جو کوئی اوسکے دل سے اٹھائے جنوں — میں اوسکو جواہر بہت تول دوں

٥٥ تم ایسا کرو مل مل کے بہرِ خدا — جو اپنی وہ دے آکے صورت دکھا

٥٥ اٹھو تم جواہر کی خیرات دو — نہیں جاکے کعبہ میں منت بدو

٥٥ وہ فرزند کس طرح ہے لاڈلا — میں پالا ہے کس طرح سینہ لگا

٥٥ غضب آج اس طرح بسمل پڑے — اکیلا بیاباں میں دکھ بھرے

٥٥ لٹا دو یہہ سارا ابھی ملک و مال — بجز قیس ہے اپنے جی کا وبال

٥٥ جو لختِ جگر میرا یوں ہو خراب — تو مجھ ماں کو ہے اپنا جینا عذاب

٥٥ جہاں ہو وہ مجکو ذرا لے چلو — میرے سر کو پاؤں پہ اوسکے ملو

٥٥ یہہ کہہ کر وہ کھونے لگی جان کو — لگی جانیں پر غم بیاباں کو

٥٥ اوٹھے سب پرستار اور اقربا — وہاں اوسکو مسند کے اوپر بیٹھا

٥٥ کہا آپ کوں تم سنبھالو ذرا — نہ گھبراؤ ایسے نہ ہو مبتلا

٥٥ پہلے دیکھو جاتے ہیں ہم اوسکے پاس — ادب سے کریں گے بہت التماس

٥٥ یہہ طرح ہم اوسکو لاویں گے یہاں — نہ گھبرائیں آپ بیٹھو یہاں [کذا] (۹۳)

عبداللہ واعظ بن اسحاق کی مثنوی سے یہ واقعہ بطور نمونہ دیکھیں جس میں لیلیٰ کے والد کی ایک خادمہ نے قیس اور لیلیٰ کو رات کے وقت ایک ساتھ بیٹھتے، اور محبت کی بات کرتے دیکھا تو اس نے لیلیٰ کے والد کو سارا معاملہ بتایا۔ والد کا ردعمل دیکھیں۔

٥٥ یہ سب احوال قاضی نے سنا جب — بھوکا آگ کا قاضی ہوا تب

٥٥ چھپائے عشق تو لیکن چھپے نئیں — اگن مجنوں کے لیلیٰ بن بجے نئیں

٥٥ فکر قاضی نے دل میں کی سو ایسی — یہ کیسی ماجرا اور بات کیسی

٥٥ کنیزک دور ہو یہ بات کیسی — مری دختر نہیں ہے لیلیٰ ایسی

٥٥ اسے تو مار کر دیتی ہے گالی — چھپا صورت تری لگتی ہے کالی

٥٥ پیچھے قاضی کو وہیں یہ فکر آئی — سچ یہ بات ہے یا غل مچائی

٥٥ تو سن قاضی کو اس غم نے جلایا — کنیزک نے سخن کیسا سنایا

٭٭ فکر قاضی نے کیا تب دل میں اپنے — کہ کل دیکھوں گا میں اپنی نظر سے

٭٭ نہ جاگے کوئی سب سو گئے محل میں — دیکھا قاضی نے مل بیٹھے اپس میں

٭٭ کنیزک نے کہا سو سب سچا ہے — قتل مجنوں کے تئیں کرنا بجا ہے (۹۴)

بہرحال اس تقابلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ "قصہ لیلیٰ مجنوں" اردو میں براہِ راست عربی سے نہیں آیا۔ بلکہ یہ فارسی ہی کے ذریعے اردو میں منتقل ہوا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اردو میں "قصہ لیلیٰ مجنوں" پر اثرات زیادہ فارسی ہی کے ہیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ فارسی مثنویوں کا جدید عربی ادب میں "قصہ لیلیٰ مجنوں" پر کافی اثر ہے جیساکہ ہم احمد شوقی کے ڈرامے "مجنون لیلیٰ" میں دیکھ چکے ہیں۔ اس کے باوجود ہم نے یہ دیکھا کہ اردو میں "قصہ لیلیٰ مجنوں" پر اصل عربی قصے کے بھی براہِ راست اثرات پائے جاتے ہیں جیساکہ ہمیں مرزا محمد ہادی رسوا کے مرقع "لیلیٰ مجنوں" میں ملتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس شاعر نے بھی "لیلیٰ مجنوں" کو منظوم کیا، چاہے وہ عربی کا ہو یا فارسی کا، ترکی کا ہو یا اردو کا، اس نے کسی نہ کسی حد تک جدت پسندی سے کام لیتے ہوئے کوئی نہ کوئی اضافہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اس جدت پسندی کی وجہ سے قصہ بالکل بدل جاتا ہے جیساکہ واعظ بن اسحاق کی مثنوی میں نظر آتا ہے ـــــــــ لیکن، فارسی، ترکی اور اردو مثنویوں میں "قصہ لیلیٰ مجنوں" کا ڈھانچہ غالباً وہی رہا جو اصل عربی قصے کا تھا۔

حواشی

۱۔ عابدہ بٹ ۔ فورٹ ولیم کالج کے تین نثر نگار ۔ ایم۔اے اردو کا مقالہ ۔ صفحہ ۲۵، ۲۶، ۲۷۔

۲۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۵ تا ۲۷۔

۳۔ سجاد حیدر یلدرم ۔ خیالستان ۔ صفحہ ۱۶۔

۴۔ ایضاً ۔ صفحہ ۲۲۷ تا ۲۲۹۔

۵۔ ڈاکٹر جودۃ الرکابی ۔ فی الأدب الأندلسی ۔ صفحہ ۳۱۲ ۔ دمشق ۱۹۵۵ء ۔ اور ڈاکٹر محمد حسن الزیات ۔ تاریخ الأدب العربی ۔ صفحہ ۱۷۴ ۔ ط لاھور ۔

۶۔ اس بارے میں جو تفصیل میں جانا پسند کرتا ہے تو وہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی کتاب الغیبۃ السیرۃ النبویہ کا مقدمہ پڑھے ۔ یہ کتاب ، المجمع العربی الباکستانی کے مطبوعات میں سے ہے ۔

۷۔ منصور حلاج مشہور صوفی ہے ۔ سنہ ۲۴۴ھ میں پیدا ہوا ۔ اور ۳۰۹ھ میں اس کو پھانسی دی گئی۔

۸۔ الراغب الأصفھانی ۔ محاضرات الأدباء ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۶۰ ۔ بیروت ۔ ۱۹۶۱ء ۔

۹۔ یہ دو شعر کتاب اللمع فی التصوف صفحہ ۳۲۲ میں اس اعتبار سے وارد ہوئے ہیں کہ یہ صوفی مشہور شبلی کے اشعار ہیں حالانکہ یہ خود مجنون کے اشعار ہیں ۔ پہلا شعر "دیوان مجنون لیلیٰ" صفحہ ۱۶۰ قطعہ ۱۴۱ میں آیا ہے ۔ اور دوسرا شعر صفحہ ۱۳۰ قطعہ ۱۱۴ میں

۱۰۔ بحوالہ ڈاکٹر ابراھیم بسیونی کی کتاب نشأۃ التصوف الإسلامی صفحہ ۲۲۰۔

۱۱۔ السراج الطوسی ۔ کتاب اللمع ۔ صفحہ: ۴۳۷ ۔ قاھرۃ ۔ مصر ۔ ۱۹۶۰ء

۱۲۔ ابوعبدالرحمن السلمی ۔ طبقات السلمی ۔ صفحہ ۴۴۳۔

۱۳۔ الشعرانی ۔ الطبقات الکبریٰ ۔ صفحہ ۱۱۷۔

۱۴۔ مرزا رسوا ۔ مرقع لیلیٰ مجنوں ۔ صفحہ ۷۶۔

۱۵۔ ایضاً ۔ صفحہ ۱۴۲ ۔ ۱۴۳۔

۱۶۔ ابوبکر والبی ۔ دیوان مجنون لیلیٰ ۔ صفحہ ۳۸۔

۱۷۔ عبدالستار احمد فراج ۔ "دیوان مجنون لیلیٰ" ۔ صفحہ ۳۰۶ ۔ قطعہ ۳۱۱۔

۱۸۔ ابوبکر والبی ۔ دیوان مجنون لیلیٰ ۔ صفحہ ۹۰۔

۱۹۔ احمد شوقی ۔ مجنون لیلیٰ ۔ صفحہ ۱۰۰ ۔ ۱۰۱۔

۲۰۔ عبدالستار احمد فراج ۔ دیوان مجنون لیلیٰ ۔ صفحہ ۴۷ ۔ قطعہ ۱۰۔

۲۱۔ احمد شوقی ۔ مجنون لیلیٰ ۔ صفحہ ۳۔

۲۲- ابوبکر والبی - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۹ -

۲۳- ان امراء کی کوششوں کے علاوہ ایک اور کوشش یہ تھی جو عربی مشہور شاعر، اور مجنوں لیلیٰ کے ہم عصر عاشق، قیس بن ذریح نے کی تھی - مگر یہ کوشش بھی ناکام ہوئی -

ابوالفرج اصفہانی - کتاب الاغانی - جلد دوم - صفحہ ۹۴ -

۲۴- احمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ۹۱ - ۹۲ -

(قيس):
أَهذا أَنتَ وَردُ بَني ثَقيفٍ :: (ورد): نَعَمْ وَالوَردُ يَنبُتُ في رُباها

(قيس):
وَلِمْ سُمِّيتَ وَرداً، لِمْ تُلَقَّبْ :: بِقَلّامِ العَشيرَةِ أَوْ غَفاها

(ورد في سكون وحلم):
وَما غَرَّ الوُرودَ وَما عَلَيها :: إِذا المَزكومُ لَمْ يَطعَمْ شَذاها

(قيس):
بِرَبِّكَ هَلْ ضَمَمْتَ إِلَيكَ لَيلى :: قُبَيلَ الصُّبحِ أَوْ قَبَّلتَ فاها
وَهَلْ رَفَّتْ عَلَيكَ قُرونُ لَيلى :: رَفيفَ الأُقحُوانَةِ في نَداها

(ورد بعد فترة سكون):
نَعَمْ وَلا يا قَيسُ، (قيس):
بَلْ :: لابُدَّ مِنْ لا أَوْ نَعَمْ

(ورد):
هَبْها نَعَمْ يا قَيسُ هَلْ :: مَعَ الحَلالِ مِنْ تُهَمْ
أَلمَرءُ لا يُسأَلُ هَلْ :: قَبَّلَ أَهلَهُ؟ وَكَمْ؟
أَجَلْ لَقَدْ قَبَّلتُها :: مِنْ رَأسِها إِلى القَدَمِ

- - - - - - -

(ورد):
أَنا الَّذي ظُلِمتُ قَيسُ :: ما أَنا الَّذي ظَلَمْ
أَلِيَّةً وَما عَلَيَّ :: لَكَ يا قَيسُ مِنْ قَسَمْ
كَمْ مَرَّتِ اللَّيلَةُ بي :: وَاللَّيلَتانِ لَمْ أَنَمْ
مُنذُ حَوَتْ داري لَيلى :: ما خَلَوتُ مِنْ نَدَمْ
كانَتْ إِطافَتي بِها :: كَالوَثَنِيِّ بِالصَّنَمْ
وَرُبَّما جِئتُ فِراشَها :: فَخانَتني القَدَمْ
كَأَنَّها لي مَحرَمٌ :: وَلَيسَ بَينَنا مِنْ رَحِمْ

بِشِعْرِكَ يَا قَيْسُ جَنَيْ :: عَلَيَّ هَذَا وَاجْتَرَمْ
هَيَّبْتَهَا فَامْتَنَعَتْ :: كَأَنَّهَا صَيْدُ الْحَرَمْ
وَهَبْتَهَا لِلْحُبِّ وَالشِّعْرِ :: وَقَيْسٍ وَالْأَلَمْ

(قيس):
وَلَكِنْ تَعَالَ تَرَى ثَقِيفٍ :: أَبِنْ لِي مَا لَمْ تُبَيِّنْ تَعَال
تَقُولُ لَقِيتُ بِشِعْرِيَ الشَّقَاءَ :: وَجَرَّ عَلَيْكَ بَيَانِيَ الْوَبَالَا
لَقَدْ قُلْتُ قَوْلًا فَأَوْجَزْتُهُ :: فَبِاللَّهِ إِلَّا شَرَحْتَ الْمَقَالَا

(ورد):
إِذَنْ إِصْغِ قَيْسُ، (قيس):
قُلِ الصِّدْقَ وَرْدُ :: (ورد):
وَهَلْ كَانَ الصِّدْقُ لِي إِلَّا خِلَالَا

فَلَوْلَاكَ مَا اخْتَرْتُ إِلَّا ثَقِيفٍ :: وَلَمْ أُلْقِ لِلْعَامِرِيَّاتِ بَالَا
ذَهَبْتَ بِشِعْرِكَ مُنْذُ الشَّبَابِ :: أُغَنِّي الْقِفَارَ وَأَرْوِي الطُّوَالَا
أَرَى بَيْنَ أَلْفَاظِهِ ظِلَّ لَيْلَى :: وَأَلْمَحُ بَيْنَ الْقَوَافِي الْخَيَالَا
فَلَمَّا رُدِدْتَ وَقِيلَ الْقَصَائِدُ :: وَالْعِشْقَ بَيْنَ الْمُحِبِّينَ حَالَا
خَرَجْتُ إِلَى حَيِّهَا خَاطِبًا :: وَلَمْ أَدَّخِرْ دُونَ مَسْعَايَ مَالَا
بَنَيْتُ بِهَا فَتَهَيَّبْتُهَا :: وَأَيُّ امْرِئٍ هَابَ قَبْلِيَ الْحَلَالَا
فَشِعْرُكَ يَا قَيْسُ أَصْلُ الْبَلَا :: لَقِيتُ بِهِ وَبِلَيْلَى الْقَلَالَا
كَسَاهَا جَمَالًا فَعَلَّقْتُهَا :: فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَسَاهَا جَلَالَا
إِذَا جِئْتُهَا لِأَنَالَ الْحُقُوقَ :: نَهَتْنِي فَدَاسَتْهَا أَنْ أَنَالَا

٢٥- ايضاً - صفحه ٩٣ -

(ورد):
قَيْسُ أَرَى الْمَوْقِفَ لَا يَجْمَعُنَا :: أَنْتَ حَبِيبُ الْقَلْبِ وَالزَّوْجُ أَنَا
يَا لَكُمَا مِنِّي وَيَا لِي مِنْكُمَا :: نَحْنُ الثَّلَاثَةَ ارْتَطَمْنَا بِالْقَضَا

٢٦- أيضاً - صفحه ٩٦ تا ٩٨

(قيس):
لَيْلَايَ، لَيْلَى الْقَلْبِ، (ليلى):
قَيْسُ مَا لِي :: دَارَتْ بِيَ الْأَرْضُ وَسَاءَ حَالِي

(قيس):
فِدَاكِ لَيْلَى مُهْجَتِي وَمَالِي :: مِنَ السَّقَامِ وَمِنَ الْهُزَالِ

تَعَالَيْ إِمْكِي لِيَ النَّوَىٰ تَعَالِي :: أَلْقِي ذِرَاعَيْكِ عَلَيَّ خَيَالِ

(تصافحه بشوق)

(ليلى):

أَحَقٌّ حَبِيبَ القَلْبِ أَنْتَ بِجَانِبِي :: أَحُلْمٌ سَرَىٰ أَمْ نَحْنُ مُنْتَبِهَانِ

أَبَعْدَ تُرَابِ المَهْدِ مِنْ أَرْضِ عَامِرٍ :: بِأَرْضِ ثَقِيفٍ نَحْنُ مُغْتَرِبَانِ

(قيس):

حَنَانَيْكِ لَيْلَيْ، مَا لِخِلٍّ وَخِلِّهِ :: مِنَ الأَرْضِ إِلَّا حَيْثُ يَجْتَمِعَانِ

فَكُلُّ بِلَادٍ قَرَّبَتْ مِنْكِ مَنْزِلِي :: وَكُلُّ مَكَانٍ أَنْتِ فِيهِ مَكَانِي

(ليلى):

فَمَالِي أَرَىٰ خَدَّيْكَ بِالدَّمْعِ بُلِّلَا :: أَمِنْ فَرَحٍ عَيْنَاكَ تَبْتَدِرَانِ

(قيس):

فِدَاؤُكِ لَيْلَايَ الرُّوحُ مِنْ شَرِّ حَادِثٍ :: رَمَاكِ بِهَذَا السُّقْمِ وَالذَّوَبَانِ

(ليلى):

تَرَانِي إِذَنْ مَهْزُولَةً يَا قَيْسُ؟ حَبَّذَا :: هُزَالِي وَمَنْ كَانَ الهُزَالُ كَسَانِي

(قيس):

هُوَ الفِكْرُ لَيْلَيْ، فِيمَنِ الفِكْرُ، (ليلى):

فِي الَّذِي :: تَجَنَّيْ، (قيس):

كَفَانِي مَا لَقِيتُ كَفَانِي

(ليلى):

أَأَدْرَكْتَ أَنَّ السَّهْمَ يَا قَيْسُ وَاحِدٌ :: وَأَنَّ كِلَيْنَا لِلْهَوَىٰ هَدَفَانِ

كِلَانَا يَا قَيْسُ مَذْبُوحٌ :: قَتِيلُ الأَبِ وَالأُمِّ

طَعِينَانِ بِسِكِّينٍ :: مِنَ العَادَةِ وَالوَهْمِ

لَقَدْ زُوِّجْتُ مِمَّنْ لَمْ :: يَكُنْ ذَوْقِي وَلَا طَعْمِي

— — — — — — — —

(قيس):

مُنَىٰ النَّفْسِ قَرِّبِي فَاكِ مِنْ فَمِي :: كَمَا لَفَّ مِنْقَارَيْهِمَا غَرِدَانِ

نَذُقْ قُبْلَةً لَا يُعْرَفُ البُؤْسُ بَعْدَهَا :: وَلَا السُّقْمُ رُوحَانَا وَلَا الجَسَدَانِ

فَكُلُّ نَعِيمٍ فِي الحَيَاةِ وَغِبْطَةٍ :: عَلَىٰ شَفَتَيْنَا حِينَ يَلْتَقِيَانِ

وَيَخْفِقُ صَدْرَانَا خُفُوقاً كَأَنَّمَا :: مَعَ القَلْبِ قَلْبٌ فِي الجَوَانِحِ ثَانِ

(ليلى):

وَكَيْفَ؟، (قيس):

وَلِمَ لَا؟، (ليلى):

لَسْتَ يَا قَيْسُ فَاعِلاً :: وَلَا لِي بِمَا تَدْعُو إِلَيْهِ يَدَانِ

(قيس):
أتعشقينني يا ليل؟، (ليلى):
لم أعصِ آمري :: ولكنَّ موتاً في الضمير نهاني
وورد يا قيس؟ ورد ما خفلت به :: لقد ذهلت فلم تجعل له شانا

(قيس غاضباً):
تعنين زوجك يا ليلى؟، (ليلى منكسة رأسها):
نعم، (قيس):
ومتى :: أحببت ورداً؟ ترى أحببته الآنا

(ليلى):
فيم انفجارك؟ (قيس):
من كيد فجئت به، (ليلى): :: إني أراك أبا المهدي غيرانا
ورد هو الزوج فاعلم قيس أن له :: حقاً على أؤديه وسلطانا

(قيس):
إذن تحاببتما؟، (ليلى):
بل أنت تظلمني :: فما أحب سواك القلب إنسانا
ولست بارحة من داره أبداً :: حتى يسرحني فضلاً وإحسانا
نحن الحرائر إن مال الزمان بنا :: لم نشك إلا إلى الرحمان بلوانا

(قيس):
بل تذهبين معي، (ليلى):
لا، لا أخون له :: عهداً فما حاد عن عهدي ولا خانا
فتى كنبع المغالم يختلف خلقا :: ولا تلون كالفتيان ألوانا

(قيس متهكماً):
أراك في حب ورد جد صادقة :: وكان حبك لي زوراً وبهتانا

(ليلى):
قيس، (قيس صارخاً):
إتركيني بلاد الله واسعة :: غداً أبدل أحباباً وأوطانا

- - - - - - -

(ليلى):
أتعقل يا قيس، (قيس):
لا، خلي الردا دعي :: (ليلى):
وارحمتاه لقيس عاد ما كانا

٢٧- عبد الستار احمد فراج - ديوان مجنون ليلى - صفحه ١٧٧- قطعه ١٩٦ -

۲۷ ———— قیس کے سنِ وفات کے ضمن میں تاریخِ ادب کی کتابوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیر اعلام النبلاء کا مصنف کہتا ہے کہ یزید بن معاویہ اور عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں مجنوں زندہ تھا۔ [جلد چہارم۔ صفحہ ۷] ——— فوات الوفیات کے مصنف کا قول ہے کہ قیس سن ۸۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوا [جلد سوم۔ صفحہ ۲۱۳] ——— النجوم الزاہرہ کے مصنف کا قول ہے کہ قیس عامری اور قیس لبنیٰ کی وفات سن ۶۵ھ یا ۶۸ھ میں ہوئی [بحوالہ دیوان مجنوں لیلیٰ۔ صفحہ ۲۲] ——— شذرات الذھب کا مصنف کہتا ہے کہ مجنوں کی وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی [بحوالہ دیوان مجنوں لیلیٰ۔ صفحہ ۲۲]۔ اگرچہ غالب گمان یہ ہے کہ اس قول میں غلطی ہوئی ہے۔ اور ۷۰ھ کے بجائے ۱۷۰ھ لکھا گیا ہے۔ اس لیے کہ نوفل بن مساحق، جسے قیس سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے، سن ۷۴ھ/۶۹۳ء میں فوت ہوا ہے۔ اس وقت قیس جنوں میں مبتلا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ نوفل بن مساحق سے اس کی ملاقات سن ۷۴ھ سے پہلے ہی ہوئی۔ گویا کہ اگر قیس کی موت ۱۷۰ھ میں واقع ہوئی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر کم سے کم ۱۳۰ سال تھی۔ اور یہ قیس کے بارے میں تاریخی روایات کے پیشِ نظر بعید از قیاس ہے

اس اختلاف کے پیشِ نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قیس کی وفات سن ۶۵ اور ۸۰ھ کے درمیان ہوئی ہے ————————

———— جہاں تک لیلیٰ کی وفات کا تعلق ہے تو اس ضمن میں کسی نے کچھ نہیں کہا ———— البتہ ابوبکر والبی نے اپنے مرتبہ دیوان مجنون لیلیٰ میں بتایا کہ لیلیٰ کی وفات مجنوں کی وفات سے پہلے ہوئی۔

ابوبکر والبی کے مرتبہ دیوان مجنوں لیلیٰ کا صفحہ ۸۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۸- ابوبکر والبی۔ دیوان مجنون لیلیٰ۔ صفحہ ۸۳۔

۲۹- ایضاً - صفحہ ۹۴ -

۳۰- احمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۱۷

(قیس):

أعَنْنِيَ هَذَا مَكَانُ الْبُكَا :: وَهَذَا مَسِيلُكِ يَا أَدْمُعُ
هُنَا رَجْمُ لَيْلَى، هُنَا رَسْمُهَا :: هُنَا رَمْقِي فِي الثَّرَى الْمُودَعِ
هُنَا فَمُ لَيْلَى الزَّكِيُّ الضَّحُوكِ :: يَكَادُ وَرَاءَ الْبِلَى يَلْمَعُ
هُنَا سِحْرُ جَفْنٍ عَفَاهُ التُّرَابُ :: وَكَانَ الرُّقَى فِيهِ لَا تَنْفَعُ
هُنَا مِنْ شَبَابِي كِتَابٌ طَوَاهُ :: وَلَيْسَ بِنَاشِرِهِ الْبَلْقَعُ
هُنَا الْحَادِثَاتُ، هُنَا الْأَمَلُ الْحُلْوُ :: يَا لَيْلُ وَالْأَلَمُ الْمُمْتِعُ
طَرِيدُ الْمَقَادِرِ هَلْ مَنْ يُجِيرُكَ :: مِنْهَا سِوَى الْمَوْتِ أَوْ يَمْنَعُ
تَذِلُّ الْحَيَاةُ لِسُلْطَانِهَا :: وَلِلْمَوْتِ سُلْطَانُهَا يَخْضَعُ
طَرِيدُ الْحَيَاةِ أَلَا تَسْتَقِرُّ :: أَلَا تَسْتَرِيحُ، أَلَا تَهْجَعُ
بَلَى قَدْ بَلَغْتَ إِلَى مَفْزَعٍ :: وَهَذَا التُّرَابُ هُوَ الْمَفْزَعُ

۳۱- نظامی گنجوی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۵۸۷ -

۳۲- امیر خسرو دہلوی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۵۲

۳۳- مکتبی شیرازی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۴۴ -

۳۴- ہاتفی ہروی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۹۱، ۹۲ -

۳۵- عبد الرحمٰن جامی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۸۹۲ -

۳۶- عاجز - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۱۷ -

۳۷- تجلی - لیلیٰ مجنوں - ورق ۶۷ ب

۳۸- ہوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۵۸ -

۳۹- نجیب - لیلیٰ مجنوں - ورق ۵۰ ب

۴۰- مرزا محمد رسوا - مرقع لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۴۵ -

۴۱- واعظ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۲۴ -

۴۲- حافظ عبد اللہ - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۸۹ -

۴۳- عبد الستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۳۸ - قطعہ ۲۲۵ -

۴۴ - ایضاً - صفحہ ۶۵ - قطعہ ۳ -

۴۵ - ابوالفرج اصفہانی - کتاب الأغانی - صفحہ ۱۴ -

۴۶ - عبدالستار احمد فراج - دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۴۶ -

۴۷ - أیضاً - صفحہ ۴۷ -

۴۸ - ایضاً - صفحہ ۳۳ -

۴۹ - احمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۶ -

أتيت لنا اليوم من يثرب :: فكيف ترى عالم البادية
أكنت من الدور أو الغمور :: ترى هذه القبة العافية
كأن النجوم على خدرها :: قلائد ماس على غانية

هند

كفي يا بنة الخال، هذا الحرير :: كثير على الرمة البالية
تأمل تر البيد يا ابن ذريح :: كمقبرة وحشة خاوية
سئمنا من البيد يا ابن ذريح :: ومن هذه العيشة الجافية
ومن موقد النار في موضع :: ومن حالب الشاة في ناحية
وراغية من وراء الخيام :: تجيب من الكلاء الثاغية
وأنتم بيثرب أو بالعراق :: أو الشام في الغرف العالية
مغنيكمو معبد والغريض :: وقينتنا الضبع العاوية
وقد تأكلون فنون الطهاة :: ونأكل ما طهت الماشية

ليلى:

قد اعتسفت هند يا ابن ذريح :: وكانت على مهدها قاسية
فما البيد إلا ديار الكرام :: ومنزلة الذمم الوافية
لها قبلة الشمس عند البزوغ :: وللحضر القبلة الثانية
ونحن الرياحين ملء الفضا :: وهن الرياحين في الآنية
ويقتلنا العشق، والحاضرات :: يقمن من العشق في عافية
ولم نعتصم بهموم الحياة :: ولم ندر - لولا الهوى - ما هية؟
وأنا نخف لصيد الظباء :: وأنا إلى الأسد الضارية

هند (ساخرة):

وفي كل ناحية شاعر :: يغني بليلاه أو راوية

۵۰ - أیضاً - صفحہ ۱۹ ، ۲۰ -

۵۱- نظامی گنجوی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۴۹۴ - ۴۹۵ -

۵۲- خسرو دہلوی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۴۱ -

۵۳- ایضاً - صفحہ ! ۱۴۵ - ۱۴۶ -

۵۴- عبدالرحمٰن جامی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۸۳۵ -

۵۵- مکتبی شیرازی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۵۷ - ۵۸ -

۵۶- ہاتفی ہروی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۸۸ -

۵۷- عاجز - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۰۴ - ۱۰۵ -

۵۸- واعظ - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۹۱ -

۵۹- تجلی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۴۶ ب -

۶۰- نجیب - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۴۴ - ۴۴ ب -

۶۱- ہوس - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۲۶ -

۶۲- ایضاً - صفحہ ۷، ۸ -

۶۳- مخطوطہ نمبر (۲) میں اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح آیا ہے :-

اونہی قیس کی غسل کو خاص و عام -

۶۴- نجیب - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۵ ب، ۶ ب، ۷ ب -

۶۵- عاجز - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۵۸ - ۵۹ -

۶۶- جامی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۸۶۱ تا ۸۶۴ -

۶۷- ایضاً - صفحہ ۸۶۹ - تا ۸۷۱ -

۶۸- مخطوطہ نمبر (۲) میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ یوں آیا ہے :-

مگر اپنے بندے کو بھی یاد رکھو -

۶۹- مخطوطہ نمبر (۲) میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ یوں آیا ہے :-

اور ادہر ہی ادہر یہ دل جوڑنا -

۷۰- نجیب - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۳۰ ب، ۳۱ الف، ۳۱ ب -

۷۱- یہ شعر اوراس کے بعد جو شعر بھی دونوں مخطوطے نمبر (۲) میں نہیں ہیں -

۷۲- نجیب - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۳۲ الف، ۳۲ ب، ۳۳ الف، ۳۳ ب، ۳۴ الف -

۴۳ - احمد شوقی - مجنون لیلا - صفحه ۸۱ تا ۸۳ -

.. قیس :- أرى سارق أشعار ... جریئاً ماله ثان

.. فقد یسطو على بیت ... وقد یسرق بیتان

.. ولا ینتحل الإنسان ... أبیاتاً لإنسان

.. وما أنشدت من شعر ... فمن صنعی وإحسانی

.. ولم أهتف به بعد ... ولم تسمعه أذنان

.. فمن أنت ومن أین ... أتت أذنیك ألحانی

.. الأموی :- أنا الملقی علیك الشعر ... من آن إلى آن

.. أنا الهاجس والشیطان

[قیس] لا، لا، لست شیطانی

ثم یناجی نفسه

.. أجل سمعت باسم شیطانی ... ولكنی لم أره

.. أبی وأمی حدثا ... نی فی اللیالی خبره

یعود إلى خطاب الأموی مترددا

.. ألست أنت الأموی ... [الأموی] :- لا تخف أن تذكره

.. قیس :- ما أنت إلا صورة ... فی عصبی مصورة

.. وعبث لو كان عقلی ... حاضراً لأنكره

قیس وهو ینكت الأرض بعود :-

.. ونحن أقیس واحد ... أم نحن قیسان هنا

.. وأینا الشاعر؟ أهذا ... الأموی أم أنا

.. أم الذی بی وبه ... من عبث السحر بنا

.. أم أنا مجنون على ... حب لیلى قد جنى

.. الأموی :- قیس ! - [قیس] :- لبیك قیس !

[الأموی] :- ما أنا قیس ! - [قیس] :- من إذن ؟!

[الأموی] :- قلت إننی شیطانه

.. قيس !- قيس من آدم فما أنت منه [الأهوى] !. أنا من قيس عامر وجدانه

.. قيس !- أنت وجداني ؟!- استعذت بربي منك- [الأهوى] :- لا تستهزئ بجل شانه

.. هكذا شاء : كل شاعر قوم عبقري اللسان نحن لسانه

٤٧- أيضاً - صفحة ١٢٩ - ١٣٠

(ليلى) :

قيس ابن عمي عندنا :: يا مرحبا ، يا مرحبا

(قيس) :

متعي ليلى بالحياة :: وبلغت الإربا

— — — —

(ليلى)

قيس

(قيس) :

ليلى بجانبي :: كل شيء إذن حضر

(ليلى) :

جمعتنا فأحسنت :: ساعة تغفل العمر

(قيس) :

أتجدين؟

(ليلى) :

ما فؤادي :: حديد ولا حجر

لك قلب فسله يا قيس :: ينبئك بالخبر

قد تحملت في الهوى :: فوق ما يحمل البشر

(قيس) :

لست ليلى داريا :: كيف أشكو وأنفجر

أشرح الشوق كله :: أم من الشوق أختصر

(ليلى) :

نبئني قيس ما الذي :: لك في البيد من وطر

لك فيها قصائد :: جاوزتها إلى الحضر

كل ظبي لقيته :: صغت في جيده الدرر

أترى قد سلوتنا :: وعشقت المها الأخر

(قيس) :

فرت ليلى من المها :: والمها منك لم تغر

حَبَّبَ البِيدَ أَنَّهَا :: بِكِ مَعْبُوقَةَ الصُّوَرْ
لَسْتِ كَالْغِيدِ لَا وَلَا :: قَمَرَ الْبِيدِ كَالْقَمَرْ

— — —

(قیس):
عَمِّ مَاذَا جَنَيْتُ؟

(لیلی):
مَاذَا جَنَى قَيْسُ؟ :: (المهدی):
نَسِيتِ الرُّوَاةَ وَالأَخْبَارَا

(قیس):
إِنَّهُمْ يَأْفِكُونَ يَا عَمِّ

(المهدی):
وَالْغَيْلَ أَلَيْلاً فَنَيْتَهُ أَمْ نَهَارَا

۷۵- أيضاً - صفحه ۴۱- ۴۲ -

(قیس):
قُلْ لِلْخَلِيفَةِ يَا ابْنَ عَوْفٍ فِي غَدٍ :: مَنْذَا أَبَاحَ لَهُ دَمَ الْعُشَّاقِ
هُدِرَتْ حُكُومَتُهُ دَمِي فَتَحَرَّشَتْ :: بِدَمٍ عَلَيَّ سَيْفُ الْجُفُونِ مُرَاقِ

(ابن عوف):
أَرَنَيْتَنِي عِنْدَ الْخَلِيفَةِ نَافِعاً :: يَا قَيْسُ، (قَيْسُ فِي أَنْفَقٍ):
لَا وَالْوَاحِدِ الْخَلَّاقِ
بَلْ عِنْدَ لَيْلَى فَامْضِ فَانْفَعْ لِي لَدَى :: لَيْلَى وَنَاشِدْ قَلْبَهَا أَشْوَاقِي
جِئْهَا تَذَكِّرْهَا الْعُهُودَ وَحِفْظَهَا :: وَاذْكُرْ لَهَا عَهْدِي وَصِفْ لَهَا وَثَاقِي
لَيْلَى إِذَا هِيَ أَقْبَلَتْ حَقَنَتْ دَمِي :: كَرَماً، وَفَكَّتْ يَا أَمِيرُ وِثَاقِي

۷۶- جامی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحه ۸۰۵ تا ۸۸۸

۷۷- وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے ضمن میں صوفیائے کرام درج ذیل آیات کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں: « وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ » سورۂ انفال - آیت ۱۷۔
ترجمہ: اور [کافروں پر] آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی۔
یہ آیت کریمہ بظاہر صرف اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اور انہیں کافروں پر فتح دی۔ لیکن صوفیانہ نقطۂ نظر سے، اس کی تاویل دوسرے طرح کی

جائے گی - یعنی یہ کہ خدائے واحد و برتر، فاعل مطلق ہے - ہر فعل کا صدور صرف اسی سے ہوتا ہے - اور اسی کی طرف ہوتا ہے - عبد اور رب کی وہ نسبت ہے جو کاتب اور قلم کی - قلم کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے - وہی اسے حرکت دیتا ہے - وہی اسے چلاتا ہے - اور جو چاہتا ہے وہ لکھتا ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" سورۂ نور - آیت ۳۵ -

ترجمہ: اللہ نور دینے والا ہے آسمان کا اور زمین کا -

ایک اور جگہ وارد ہوا ہے: "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ" -

ترجمہ: - جس طرف تم منہ کرو گے، اسی طرف اللہ کا رخ ہے

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ علی - تاریخ تصوف اسلام - ترجمہ رئیس احمد جعفری - صفحہ ۵۱، ۵۲ - لاہور ۱۹۵۰ء -

۷۸ - صوفی کے لیے ترکِ دنیا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جہاز کے لیے پانی، یا نماز کے لیے وضو - جب تک دنیا کی خواہش دل سے دور نہیں ہوتی منزلِ مقصود کوسوں دور رہتی ہے - ظاہر بین نظروں کو مال اور دولت اور دنیا کے تعلقات کا ترک نہایت دشوار اور ناقابلِ برداشت ہے - لیکن جنہوں نے حقیقت کی نظروں سے دنیا کو دیکھ لیا ہے ان کو اس تلخی میں وہ مزا ملتا ہے کہ اہلِ دنیا کو اتنی لذت دنیا کی کسی چیز میں نہیں مل سکتا -

سید اعجاز حسین اعجاز - آئینہ معرفت - صفحہ ۲۱۹ - الہ آباد - انڈیا - بارِ اول ۱۹۳۲ء -

۷۹ - اس معاملے میں صوفیائے کرام یہ آیت پیش کرتے ہیں "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ"

ترجمہ: - اے ایمان والو! تم میں جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ کو محبت ہوگی، اور ان کو اللہ سے محبت ہوگی - وہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے اور کافروں پر تیز - جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں - اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے - یہ اللہ کا فضل ہے - وہ جسے چاہے عطا کر دے - اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور بڑا علم والا ہے -

تصوف اسلامی کے ہیکل میں جس ہستی نے سب سے پہلے حبِ الٰہی کو ایک مستقل اور محکم مسلک کی صورت میں پیش کیا ہے وہ صرف حضرت رابعہ بصریہ ہے [م ۱۸۵ھ] - سیدہ رابعہ بصریہ کا شمار اسلام کے عاشقین اور محزونین میں ہے - اس نے متصوفانہ ادب کا آغاز

کیا - اور نثر و نظم کے ایسے موتی بکھیرے جن کی آب و تاب اب تک قائم ہے - اور ہمیشہ قائم رہے گی۔

——— حبّ الٰہی سے مراد یہ نہیں ہے کہ خشیتِ الٰہی کا فقدان ہوجائے - اپنی جگہ پر وہ بھی موجود ہے - خود حضرت رابعہ کی زندگی میں ہم کو حزن و بکا کے آثار و عناصر صاف اور بکثرت نظر آتے ہیں - لیکن جنت کے لالچ اور جہنم کے خوف کے ماسوا ایک اور جذبہ بھی اس کے اندر بڑی شدت سے کام کر رہا تھا - اور یہ حبّ الٰہی کے سوا کچھ اور نہیں تھا -

خوفِ جہنم اور طمعِ جنت سے بے نیاز ہوکر خدا کو صرف اس لیئے یاد کیا جائے کہ وہ خدا ہے - اس سے محبت کی جائے - اس کی ذات سے بے انتہا اور والہانہ محبت کی جائے - حضرت رابعہ بصریہ کی ایک مناجات ملاحظہ فرمائیں :-

"اے میرے معبود ! - اگر میں تیری عبادت جہنم کے ڈر سے کرتی ہوں تو تو مجھے نارِ جہنم کا لقمہ بنادے - اگر میں تیری عبادت جنت کے لالچ میں کرتی ہوں تو تو مجھے اس سے ہمیشہ کے لیئے محروم کردے - اور اگر میں صرف تجھ سے، تیری ذات سے، تیرے لیئے محبت کرتی ہوں تو اے میرے مولا :-
مجھے اپنے جمالِ ازلی سے محروم نہ کیجیئے -

۸۰ - فنا کی ایک تعریف یہ ہے کہ بندے کا اپنے افعال کو افعالِ حق میں فنا کردینے، اور خود اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ حق کے ساتھ قائم رہنے کو بھی فناء کہتے ہیں - اور بقا اللہ کی ذات میں اپنی ذات کو گم کرکے اسی کے ساتھ قائم رہنے پر باقی رہنے کو کہتے ہیں ——— فناء سے مراد ہے اپنے رب کے ذکر و شغل میں اپنے آپ کو فنا کردینا ——— آگے چل کر فنا نفس، اتحادِ ذاتِ رب اور استغراقِ ذاتِ الٰہی نے بالکل نیا رخ اختیار کرلیا - یہ جذبہ اتنا ابھرا، اور بڑھا کہ فنا کے قائل لوگوں کا مسلک شرع سے ٹکرانے لگا - اور یہ باتیں کرنے والے گمراہ اور کافر قرار دیئے جانے لگے - اس سلسلے میں یہ قول تو بہت زیادہ مشہور ہے : "لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِی" : میرے سوا کوئی معبود نہیں - میری عبادت کرو، میری شان کتنی بلند ہے ——— اس قسم کے اقوال پر کفر و ضلالت کے فتوے دیئے گئے -

حضرت ابو یزید بسطامی، جن کی وفات ۲۶۱ھ میں ہوئی، استغراقِ ذاتِ رب، فناءِ نفس اور اتحادِ ذات کے جذبے میں اس درجہ آگے بڑھ گیا تھا کہ ایک مرتبہ عالمِ جذب و سکر میں اس نے فاش و برملا کہا : اللہ نے ایک مرتبہ مجھے دکھایا، اپنے سامنے کھڑا کیا اور مجھ سے کہا :- اے ابو یزید! میری مخلوق تیرے جلوہ کی مشتاق ہے - میں نے خدا سے کہا :- تو پھر اے خدا! تو مجھے اپنی وحدانیت سے مزین کردے - اور اپنی انانیت کا لباس کیوں نہیں پہنا دیتا ؟ - تو مجھے اپنی احدیت کے رتبۂ بلند پر فائز کر -

یہاں تک کہ تیری مخلوق میرا جلوہ دیکھ لے - پھر جب وہ مجھ سے کہیں گے : - ہم نے تیرا دیدار کر لیا تو یہ میں نہیں ہوں گا ، تو ہوگا ــــ تو نہیں ہوگا! - میں ہوں گا ! - ــــــــ

ــــ حلاج کے درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں ! -

۰۰ أَنَا مَنْ أَهْوَىٰ وَمَنْ أَهْوَىٰ أَنَا ۔ فَإِذَا أَبْصَرْتَنِي أَبْصَرْتَنَا

۰۰ نَحْنُ رُوحَانِ مَعًا فِي جَسَدٍ ۔ أَلْبَسَ اللّٰهُ عَلَيْنَا الْبَدَنَا

ترجمہ : - ۰۰ میں کون ہوں ؟! - محبوب - اور محبوب کون ہے ؟ - میں ! - اگر تو مجھ کو دیکھ لے تو گویا تو نے ہم دونوں کو دیکھ لیا -

۰۰ ہم دو روحیں ہیں جو ایک ساتھ ایک ہی جسم میں موجود ہیں - اللہ نے ہمیں جامۂ بدن پہنا دیا ہے -

مذکورہ اشعار میں اگر مخلوق میں سے کسی فرد کی دوسرے فرد سے محبت میں فنا ہو جانے کا عالم یہ ہے تو کہیئے اللہ کے ساتھ محبت کرنے کا عالم کیا ہوگا ــ کسی مرد دانا کا قول ہے کہ دو محبت کرنے والے اس وقت تک محبت کی حقیقت کو نہیں پا سکتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کو اس طرح نہ پکارے کہ اے میں ! ــــــ صوفیائے کرام کی اس طرح کی تمام باتیں اس حدیث قدسی سے مستفاد ہیں جس میں خدا ، رسول ؐ کی زبان سے کہتا ہے : " وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ ، وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا ، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَسْعَىٰ بِهَا ، فَبِي يَسْمَعُ ، وَبِي يُبْصِرُ وَبِي يَنْطِقُ ، وَبِي يَعْقِلُ ، وَبِي يَبْطِشُ ، وَبِي يَمْشِي "

ترجمہ : - میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں - اور جب وہ میری نظروں میں عزیز ہو جاتا ہے تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے - اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے - اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے - اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے - اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ دوڑتا ہے - وہ مجھ سے سنتا ہے ، مجھ سے دیکھتا ہے - میرے بول بولتا ہے - میری عقل سے سمجھتا ہے - میری پکڑ اس کی پکڑ ہے - میری چال اس کی چال -

یہ وہ حدیث قدسی ہے جو صوفیا کے عقیدۂ فنافی اللہ کا مرکز و مصدر ہے -

کہتے ہیں کہ انسان ایسی روحی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ محب کی حیثیت سے محب کی ذات پر محبوب کی ذات غالب آجاتی ہے - اور محب کون ہے ؟ انسان ! - محبوب کون ہے ؟ اللہ !

پھر جب دو ذاتیں متحد ہو جائیں تو یہی گویا وحدت وجود ہے۔

تاریخ تصوف ص ۵۷ - کتاب اللمع صفحہ ۴۳۷-۴۳۸-۵۱۰ ملاحظہ فرمائیں -

۸۱ - ہاتفی کی مثنوی کا صفحہ ۴۲ - واعظ کی مثنوی کا صفحہ ۱۱۶ - تجلی کی مثنوی کا ورق ۴۹ ب ، نجیب کی مثنوی کا ورق ۲۰ ب ، ۲۱؟ اور ہوس کی مثنوی کا صفحہ ۲۳ ملاحظہ فرمائیں -

۸۲ - سید اعجاز حسین اعجاز - آئینہ معرفت صفحہ ۱۰۲ - الہ آباد - انڈیا - ۱۹۳۲ء -

۸۳ - ہاتفی کی مثنوی کا صفحہ ۵۲ - خسرو دہلوی کی مثنوی کا صفحہ ۱۰۸ - عاجز کی مثنوی کا صفحہ ۸۱ - تجلی کی مثنوی کا ورق ۳۳ ب اور نجیب کی مثنوی کا ورق ۲۴؟ ملاحظہ فرمائیں -

۸۴ - نجیب کی مثنوی کا ورق ۲۷ ب - اور واعظ کی مثنوی کا صفحہ ۱۱۵ ملاحظہ فرمائیں - اسی طرح عبد الرحمٰن جامی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں ، صفحہ ۸۸۷ ، ۸۸۸ ، ۸۸۹ -

۸۵ - احمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ۴۵ -

○○ ابن عوف : قَيْسُ ! إِنْتَبِهْ قَيْسُ - [قيس] :- مَنِ الْمُنَادِي ؟!

[ابن عوف] : أَلْحَيُّ فِي السَّلَاحِ سَدُّوا الْوَادِي

○○ وَأَنْتَ قَيْسُ بَعْدَ حِينٍ غَادِ ... عَلَى خُصُومٍ لُدٍّ شِدَادِ

○○ فَالْقَ الرِّجَالَ صَاحِيَ الْفُؤَادِ ... لَا تَلْقَهُمْ مُضَيَّعَ الرَّشَادِ

" قَيْسُ مُتَطَلِّعاً كَذَلِكَ "

○○ أَتُبْصِرُ يَا ابْنَ عَوْفٍ حَيَّ لَيْلَى ... تَدَجَّجَ فِي السِّلَاحِ وَلَا تَرَاهَا

○○ فَمَا لِيَ لَا أُحَقِّقُ غَيْرَ لَيْلَى ... وَإِنْ كَثُرَ السَّوَادُ لَدَى حِمَاهَا

○○ لَقَدْ أَلْقَى الْهَوَى لَيْلَى حِجَاباً ... عَلَى عَيْنَيَّ فَلَسْتُ أَرَى سِوَاهَا

۸۶ - أيضاً - صفحہ ۱۲۳ -

۸۷ - واعظ - مثنوی لیلیٰ مجنون - صفحہ ۱۳۴ -

۸۸ - تجلی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۲۱؟ ، ۷۱ ب ، ۷۲؟ -

۸۹ - احمد شوقی - مجنون لیلیٰ - صفحہ ۷۰ -

(ابن عوف) :

تَجَاوَزَتْ لَيْلَى غَايَةَ السُّخْطِ فَاذْكُرِي ... عَوَاقِبَ رَأْيٍ قَدْ رَأَيْتُ سَخِيفْ

(ليلى متهكمة) :

أكنتَ ابنَ عوفٍ تيّرَ أنّني ضعيفةٌ :: تناهتْ لرأيٍ في الأمورِ ضعيفُ

(ابن عوف):

أرىٰ وقفتي يا ليلَ كانتْ شريفةً :: ولكنْ جزائي كانَ غيرَ شريفُ

(ليلىٰ):

أتقذفُ ثوبي يا أميرُ فطالما :: ظهرتُ بهِ في الحيِّ غيرَ نظيفُ

(ابن عوف):

لئنْ كنتِ يا ليلىٰ بوردٍ قريرةً :: فإنّي على قيسٍ لجدُّ أسيفُ

- - - - - - -

(ابن عوف):

أآنَ بحفظِ اللهِ يا سيّدَ الحيّ :: لقد طالَ لبثي عندكم ووقوفي

ووقفتِ ليلىٰ، (ليلىٰ):

لقدْ كنتَ سيّدي :: حليفاً لقيسٍ هل تكونَ حليفي

(ابن عوف):

سألتِ محالاً إنّما جئتُ خاطباً :: لوردِ القوافي لا لوردِ ثقيفِ

- - - - - - - -

(ليلىٰ):

ربّاهُ ماذا قلتُ ماذا كانَ منْ :: شأنِ الأميرِ الأريحيِّ وشأني

في موقفٍ كانَ ابنُ عوفٍ محسناً :: فيهِ وكنتُ قليلةَ الإحسانِ

مالي غضبتُ فضاعَ أمري منْ يدي :: والأمرُ يخرجُ منْ يدِ الغضبانِ

قالوا انظري ما تحكمينَ فليتني :: أبصرتُ رشداً أو ملكتُ عناني

وما زلتُ أهذي بالوساوسِ ساعةً :: حتّى قتلتُ اثنينِ بالهذيانِ

وكأنّني مأمورةٌ وكأنّما :: قدْ كانَ شيطانٌ يقودُ لساني

قدرتُ أشياءَ وقدّرَ غيرَها :: حظٌّ يخطُّ مصايرَ الإنسانِ

۹۰- جامی - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۲۲۸ - ۲۲۹ -

۹۱- ڈاکٹر فرمان فتحپوری - اردو کی منظوم داستانیں - صفحہ ۲۴۲ -

۹۲- ہوس - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۵، ۱۶ -

۹۳- نجیب - مثنوی لیلیٰ مجنوں - ورق ۱۷ ب، ۱۸ الف -

۹۴- واعظ - مثنوی لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲ -

ضمیمہ

اب جبکہ طویل مثنویوں کا دور نہیں رہا۔ صنفِ داستان زوال پذیر ہو چکی، دیگر اصنافِ ادب منصۂ شہود پر آ گئیں۔ زمانہ بدل گیا۔ اور لوگوں کا طرزِ زندگی، اور طریقۂ تفکر بھی بدلا۔ مگر قصۂ لیلیٰ مجنوں کا، دلوں پر، وہی سحر و جادو اب بھی ہے جیسے کہ گزشتہ زمانے میں بھی تھا۔ زمانۂ حاضر میں اس عاشق حزیں کی شہرت جوں کی توں ہے، اور لیلیٰ کی شخصیت کی کشش بھی۔ — آج تک یہ قصہ کتابوں کی زینت بنتا رہا ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور سینما میں ڈراموں اور فلموں کی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے — اس جادو، اور اس شہرت کی بنیادی وجہ سوائے اس کے، اور کچھ نہیں کہ قیس اور لیلیٰ سچے عاشق تھے۔ اور جس کام میں خلوص، سچائی، اور خونِ جگر شامل ہوتا ہے، اس کام کو دوام نصیب ہوتا ہے :-

٥٥ ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام   جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

- -

٥٥ رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت

معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

٥٥ قطرۂ خونِ جگر سل کو بناتا ہے دل   خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود (۱)

تاہم اس قصے کے خلود و دوام میں شعرائے فارس کا سب سے بڑا ہاتھ ہے — نظامی گنجوی کا نام اس ضمن میں سرِ فہرست ہے — اس نے فارسی زبان میں اس قصے کو منظوم کر کے ایک ایسا سرمایہ تیار کیا جس سے ترکی، اردو اور عربی ادباء و شعراء بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ اور سب کے سب اس گنجوی کی مثنوی کی تقلید بھی کرتے رہے — لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے فارسی شعراء کا، اس قصے کی شہرت میں، کوئی حصہ نہیں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر شاعر نے حسبِ توفیق اس باب میں کچھ نہ کچھ پیش کیا — پھر بھی نقطۂ آغاز بہرحال نظامی گنجوی ہی کی مثنوی ہے — چنانچہ نظامی کی مثنوی کا اثر، بعد کی ہر مثنوی میں کئی مقامات پر دکھائی دیتا ہے — اس کے باوجود یہاں پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ لیلیٰ مجنوں کی کوئی ایسی مثنوی نہیں جسے ہم نظامی کی مثنوی، یا کسی اور شاعر کی مثنوی کی حرف بہ حرف تقلید قرار دے سکیں۔ ہاں، یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کسی مثنوی کے اکثر واقعات بعینہٖ کسی اور مثنوی سے لیئے گئے ہیں۔ مگر اس میں ایسے واقعات بھی شامل ہوتے ہیں جو کسی دوسری مثنوی سے ماخوذ ہوتے ہیں — مثال کے طور پر ہوس کی مثنوی، نظامی کی مثنوی کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔ مگر اس میں چند ایسے واقعات ہیں جو دوسرے فارسی شعراء کی مثنویوں میں درج ہیں۔ اور نظامی کی مثنوی میں نہیں ملتے ---- حب لیلیٰ کو مکتب جانے سے منع کیا گیا۔ تو قیس کی جدائی میں اکثر وہ رو پڑتی تھی۔

اور تنہا بیٹھا کرتی تھی۔ مگر جب اس سے اس بارے میں پوچھا جاتا تھا کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں، یا چہرہ کیوں زرد ہے تو وہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لیتی تھی تاکہ اس کی محبت کا راز دوسروں پر منکشف نہ ہوجائے۔ (۲) ------- اب یہ واقعہ نظامی کی مثنوی میں نہیں ملتا، اور دوسرے شعراء کے ہاں ملتا ہے ـــــــ دوسری مثنویوں پر اثر ڈالنے کے ضمن میں نظامی گنجوی کی مثنوی کے بعد ہاتفی کی مثنوی آتی ہے ـــ اس مثنوی کے واقعات کی جھلک ترکی اور اردو کی لیلیٰ مجنوں کی مثنویوں میں بہت دکھائی دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتفی کی مثنوی میں ایسے واقعات ہیں جو صوفیائے کرام کے دلوں کے زیادہ قریب ہیں ـــ اس بات کی وضاحت ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ہم پر تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدیم عربی ادب میں، صوفی ادب کو چھوڑ کر، قصۂ لیلیٰ مجنوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی توجہ اس کو فارسی، ترکی اور اردو ادب میں ملی ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ لیلیٰ مجنوں کو بحیثیت علامت بھی بہت کم استعمال میں لایا گیا ـــــ غیر صوفی عرب شعراء کے دواوین کو پڑھیں۔ کوئی ایسا شاعر نہیں ملے گا جس نے فارسی، ترکی اور اردو شعراء کی طرح، مجنوں یا لیلیٰ کو بحیثیت علامت استعمال کیا ہو۔ یہاں تک کہ صوفی شعراء کے ہاں بھی یہ علامت نسبتاً کم استعمال کی گئی ـــــ مشہور صوفی، شبلی [۲۴۷ھ/۸۶۱ء تا ۳۳۴ھ/۹۴۶ء] کے دیوان کا مطالعہ کیجئے۔ تو اس میں صرف دو اشعار ملیں گے جو مجنوں کے بارے میں لکھے گئے، اور جو درج ذیل ہیں:۔

٥٥ بَاحَ مَجْنُونُ عَامِرٍ بِهَوَاهُ — وَكَتَمْتُ الْهَوَىٰ فَفُزْتُ بِوَجْدِي

٥٥ فَإِذَا كَانَ فِي الْقِيَامِ نُودِي — أَيْنَ أَهْلُ الْهَوَىٰ؟ تَقَدَّمْتُ وَحْدِي (۳)

ترجمہ:

٥٥ مجنوں عامری نے اپنی محبت کو ظاہر کرکے کھو دیا، جبکہ میں نے اپنی محبت کو چھپا کر محفوظ کر لیا۔

٥٥ لہٰذا جب قیامت کا دن ہوگا اور یہ بلایا جائے کہ محبت کرنے والے کہاں ہیں؟! تو آگے بڑھنے والوں میں، میں اکیلا ہی ہوں گا۔

اب یہ تھا ابوبکر شبلی جیسے مجنوں لیلیٰ سے بہت لگاؤ تھا۔ اور اسی لگاؤ کی وجہ سے شبلی کو "مجنوں لیلیٰ" ہی کے نام سے پکارا جانے لگا۔ تو چہ جائیکہ دوسرے شعراء ـــــ ـــــ اس کے برعکس اردو کے صوفی اور غیر صوفی، دونوں قسم کے شعراء نے اپنے اشعار میں "لیلیٰ مجنوں" کو بطورِ علامت برابر برابر استعمال کیا ہے ـــ چنانچہ اردو کے اکثر و بیشتر جدید اور قدیم شعراء کے ہاں

"لیلیٰ مجنوں" کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور ملتا ہے ــ آپ بے شک کوئی بھی دیوان لے لیں۔ اور اس کا مطالعہ کریں تو آپ کو دسیوں اشعار ایسے نظر آئیں گے جن میں لیلیٰ یا مجنوں، یا دونوں کو بطورِ علامت استعمال کیا گیا ہے، یہاں تک کہ ایسے شعراء بھی ملیں گے جن کے دیوان کے کم و بیشتر صفحے میں ایک ایک یا دو دو اشعار ملیں گے جن میں لیلیٰ مجنوں کا ذکر ہے ـــــ مثال کے طور پر مصحفی کا دیوان دیکھیں۔ اس میں لیلیٰ اور مجنوں کی علامتوں کے استعمال کی اتنی بہتات ہے کہ ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ کیا شعر کہتے وقت مصحفی کے ذہن پر "لیلیٰ مجنوں" کا خیال اکثر چھایا رہتا تھا؟!!

ـــــ اس معاملے [یعنی اردو شاعری میں، عربی شاعری کی بہ نسبت "لیلیٰ مجنوں" کی علامتوں کا زیادہ استعمال ہونے] کی توجیہہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اردو میں فنِ غزل نے جو ترقی کی ہے وہ عربی فنِ غزل نہیں کر سکا۔

بہر حال اردو شاعری میں "لیلیٰ مجنوں" کی علامتوں کو مختلف معنوں کے لیئے کام میں لایا گیا ہے ـ یہ رنگا رنگ، متنوع، اور گوناگوں معنی بالخصوص غالب اور اقبال کے اشعار میں ملتے ہیں ـ لیکن سب سے زیادہ کام جو "لیلیٰ مجنوں" کی علامتوں سے لیا گیا ہے وہ یہ تھا کہ لیلیٰ کو نصب العین اور اعلیٰ مقصد کے لیئے ایک علامت بنایا گیا۔ اور مجنوں کو اس مقصد اور اسی نصب العین کے متلاشی انسان کے لیے ـــــ یا پھر یہ کہ مجنوں کے قصے کی طرف اشارہ کر کے شاعر نے عشق میں اپنی برتری کا مظاہرہ کیا ہے ـ میرا مطلب یہ ہے کہ ایسے اشعار میں آپ کو جذبۂ تعلی کی جھلک دکھائی دے گی ـ اس ضمن میں آپ غالب اور میر تقی میر کے اشعار پڑھ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ انہوں نے ان علامتوں سے کیا کیا کام لیا۔

آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ "لیلیٰ مجنوں" کو بطورِ علامت صرف غزل میں استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ دیگر اصنافِ شاعری میں بھی یہ علامتیں بہت نظر آتی ہیں۔

ـــــ اب آئیے اردو کے چند شعراء کے دیوان کا مطالعہ کریں، اور دیکھیں کہ ان میں "لیلیٰ مجنوں" کی علامتیں کیسی کیسی استعمال ہوئیں ـــــ مگر اس سے پہلے آپ خود مجنوں کے دیوان سے یہ چند اشعار پڑھ لیجیئے :-

•• أُحِبُّ مِنَ الأَسْمَاءِ مَا وَافَقَ اسْمَهَا :: أَوَاشْبَهَهُ أَوْ كَانَ مِنْهُ مُدَانِيَا (٤)

•• وَقَدْ يَجْمَعُ اللَّهُ الشَّتِيتَيْنِ بَعْدَمَا :: يَظُنَّانِ كُلَّ الظَّنِّ أَنْ لَا تَلَاقِيَا (٥)

•• فَيَارَبِّ إِذَا صَيَّرْتَ لَيْلَى هِيَ الْمُنَى :: فَزِنِّي بِعَيْنَيْهَا كَمَا زِنْتَهَا لِيَا
•• وَإِلَّا فَبَغِّضْهَا إِلَيَّ وَأَهْلَهَا :: فَإِنِّي بِلَيْلَى قَدْ لَقِيتُ الدَّوَاهِيَا (٦)

•• أُصَلِّي فَمَا أَدْرِي إِذَا مَا ذَكَرْتُهَا :: أَثِنْتَيْنِ صَلَّيْتُ الْفَجْرَ أَمْ ثَمَانِيَا (٧)

•• هِيَ السِّحْرُ إِلَّا أَنَّ لِلسِّحْرِ رُقْيَةً :: وَإِنِّي لَا أُلْفِي لَهَا الدَّهْرَ رَاقِيَا (٨)

•• فَإِنْ تَمْنَعُوا لَيْلَى وَتَحْمُوا بِلَادَهَا :: عَنِّي فَلَنْ تَحْمُوا عَلَيَّ الْقَوَافِيَا
•• فَأَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ أَنِّي أُحِبُّهَا :: فَهَذَا لَهَا عِنْدِي فَمَا عِنْدَهَا لِيَا (٩)

•• فَيَارَبِّ سَوِّ الْحُبَّ بَيْنِي وَبَيْنَهَا :: يَكُونُ كَفَافًا، لَا عَلَيَّ وَلَا لِيَا (١٠)

•• فَمَا أُشْرِفُ الْأَيْفَاعَ إِلَّا صَبَابَةً :: وَلَا أُنْشِدُ الشِّعْرَ إِلَّا تَدَاوِيَا (١١)

•• يَارَبِّ لَا تَسْلُبَنِّي حُبَّهَا أَبَدًا :: وَيَرْحَمُ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ آمِينَا (١٢)

•• وَبِي مِنْ هَوَى لَيْلَى الَّذِي لَوْ أَبُثُّهُ :: جَمَاعَةَ أَعْدَائِي بَكَتْ لِي عُيُونُهَا (١٣)

•• إِذَا الْحُجَّاجُ لَمْ يَقِفُوا بِلَيْلَى :: فَلَسْتُ أَرَى لِحَجِّهِمُ تَمَامَا (١٤)
•• تَمَامُ الْحَجِّ أَنْ تَقِفَ الْمَطَايَا :: عَلَى لَيْلَى وَتُقْرِيهَا السَّلَامَا

•• وَمَا النَّاسُ إِلَّا الْعَاشِقُونَ ذَوُو الْهَوَى :: وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يُحِبُّ وَيَعْشَقُ (١٥)

•• كَأَنِّي إِذَا لَمْ أَلْقَ لَيْلَى مُعَلَّقٌ :: بِسَبَبَيْنِ أَهْفُو بَيْنَ سَهْلٍ وَحَالِقِ ١٦

٭٭ طُوبَىٰ لِمَنْ أَنْتِ فِي الدُّنْيَا قَرِينَتُهُ :: لَقَدْ نَفَىٰ اللّٰهُ عَنْهُ الْهَمَّ وَالْجَزَعَا (۱۷)

٭٭ وَزَادَنِي كَلَفًا فِي الْحُبِّ أَنْ مُنِعَتْ :: أَحَبُّ شَيْءٍ لِلْإِنْسَانِ مَا مُنِعَا (۱۸)

٭٭ كَأَنَّ فِجَاجَ الْأَرْضِ حَلْقَةُ خَاتَمٍ :: عَلَيَّ فَمَا تَزْدَادُ طُولًا وَلَا عَرْضَا

....

٭٭ رَضِيتُ بِقَتْلِي فِي هَوَاهَا لِأَنَّنِي :: أَرَىٰ حُبَّهَا حَتْمًا وَطَاعَتَهَا فَرْضَا (۱۹)

اب یہاں بعض منتخب اردو شعراء کے چیدہ اشعار اہلِ ذوق

حضرات کے ملاحظہ کے لئے درج کردئیے جائیں :-

ولی دکنی

٭٭ ہوئی دیوانگی مجنوں کی یو میرے جنوں آگے :: کہ جیوں ہے حسن لیلیٰ بے تکلف پائے نام اس کا (۲۰)

٭٭ پایا ہے جگ میں اے [ولی] وو لیلیٰ مقصود کوں :: جو عشق کے بازار میں مجنوں نمن رسوا ہوا (۲۱)

٭٭ عزل مجنوں کے بعد مجھ کوں ولی :: صوبۂ عاشقی بحال ہوا (۲۲)

٭٭ اے ولی جب سوں کیا عشق میں تحصیلِ جنوں :: روح مجنوں نے اپس کا مجھے استاد کیا (۲۳)

٭٭ کشور دل کوں ترے ناز نے تسخیر کیا :: فوجِ مجنوں کوں تری زلف نے زنجیر کیا (۲۴)

٭٭ تماشا دیکھ اے لیلیٰ کہ تیرے غم کی گردش میں :: بگولے کی نمط پھرتا ہے مجنوں خوار ہر جانب (۲۵)

٭٭ نہ ڈھونڈو شہر میں فرہاد و مجنوں کا ٹھکانا تم :: کہ ہے عشاق کا مسکن کبھو صحرا کبھو پربت (۲۶)

٭٭ عاشقاں اے رشک لیلیٰ دیکھ تیرے دم کے تئیں :: مثل مجنوں ہیں بیاباں گرد وحشت کی قسم (۲۷)

٭٭ عشق میں اس رشک لیلیٰ کے ولی :: مثل مجنوں کیں بیابانی ہوئے (۲۸)

٭٭ ہوش کھونا عاشق بیدل کا کچھ مشکل نہیں :: نام لے اُس رشکِ لیلیٰ کا کرو مجنوں مجھے (۲۹)

٭٭ عشق میں جس کوں مہارت خوب ہے :: مشرب مجنوں طرف منسوب ہے (۳۰)

٭٭ غم نہیں مجنوں کو ہرگز اے ولی :: خانۂ زنجیر اگر آباد ہے (۳۱)

٭٭ جنوں کے ملک کے سلطان کو کیا حاجت ہے افسر کی :: بگولا سر اُپر مجنوں کے سوا افسر برابر ہے (۳۲)

٭٭ جو عشق کے نگر کا ہے صوبہ دار جگ میں :: مجنوں لیلیٰ حسن اس کا خطاب بس ہے (۳۳)

٥٥ تجھ زلف سوں اے غیرتِ لیلیٰ — بید خواناں ہوئے ہیں سب مجنوں (۳۴)

نوٹ : اس قسم کے مزید اشعار کے لیئے صفحات نمبر : ۲۳-۴۴-۵۰-۷۵-۱۷۷-۲۰۰-۲۴۰ اور ۲۶۰ ملاحظہ فرمائیں ۔

میر تقی میر

٥٥ سو بار بیاباں میں گیا محمل لیلیٰ — مجنوں کی طرف ناقہ کوئی گانہ آیا (۳۵)

٥٥ عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے — قیس کی آبرو کا پاس کیا (۳۶)

٥٥ عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میر — مجنوں کے دشتِ خار کا داماں بھی جل گیا (۳۷)

٥٥ عجب کیا ہے بلاک عشق ہیں فرہاد و مجنوں کے — محبت روگ ہے کوئی کہ کم اس سے جیا ہوگا (۳۸)

٥٥ شہرۂ عالم اسی یُمنِ محبت نے کیا — ورنہ مجنوں ایک خاک افتادۂ ویرانہ تھا (۳۹)

٥٥ کہئے گا اس سے قصۂ مجنوں — یعنی پردے میں غم سنائیے گا (۴۰)

٥٥ سنتے ہیں لیلیٰ کے خیمے کو سیاہ — اس میں مجنوں کا ولے ماتم رہا (۴۱)

٥٥ شہر کی سی رہی رونق اسی کے جیتے جی — مرگیا قیس جو تھا خانہ خدا وادی کا (۴۲)

٥٥ قیس و فرہاد اور وامق عاقبت جی سے گئے — سب کو مارا عشق نے مجھ خانماں ویراں سمیت (۴۳)

٥٥ مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہ کب مانے ہے عاقل — پرسر نہیں اے میر سزاوارِ محبت (۴۴)

٥٥ میں اور قیس و کوہکن اب جو زباں پہ ہیں — مارے گئے سب یہ گنہگار ایک طرح (۴۵)

٥٥ شوق میں یہ محملِ لیلیٰ کے ہو کر بے قرار — اک نہادِ وادیٔ مجنوں سے اٹھ چلتی ہے گرد (۴۶)

٥٥ مجنوں کا دل ہوں محملِ لیلیٰ سے ہوں جدا — تنہا پھروں ہوں دشت میں جوں نالۂ جرس (۴۷)

٥٥ خوف ہم کو نہیں جنوں سے کچھ — یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم (۴۸)

٥٥ وحشت میں ہوں بلا گر وادی پہ اپنی آؤں — مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں (۴۹)

٥٥ وفا پیشگی قیس تک تھی بھی کچھ کچھ — اب اس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں (۵۰)

٥٥ تڑپ ہے قیس کے دل میں تہِ زمیں اس سے — غزالِ دشت نشانِ مزار پاتے ہیں
٥٥ وگرنہ خاک ہوئے کتنے ہی محبت میں — کسی کا بھی کہیں مشتِ غبار پاتے ہیں (۵۱)

٥٥ جاتا ہوں میر دشتِ جنوں کو میں اب یہ کہہ — مجنوں کہیں ملے تو تری بھی دعا کہوں (۵۲)

۰۰ ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں اے غمزدگاں — مرگِ مجنوں پہ کڑھو، ماتمِ فرہاد کرو (۵۳)

۰۰ مجنوں جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہیں — آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہ ہو (۵۴)

۰۰ پیشہ تو ایک ہی تھا اس کا ہمارا لیکن — مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں یاوری کی (۵۵)

۰۰ ہم سے دیوانے رہیں شہر میں سبحان اللہ — دشت میں قیس رہے کوہ میں فرہاد رہے (۵۶)

۰۰ بعد طوفِ قیس ہو جے زائرِ فرہاد بھی — دشت سے اُٹھیئے تو کوہوں میں مکرر جائیے (۵۷)

۰۰ ہوا دفترِ قیس آخر ابھی یہاں — سخن ہے جنوں کے اوائل کا اپنے (۵۸)

۰۰ رہنے نہ دیں گے دشت میں مجنوں کو چین سے — گر ہم جنوں کے مارے بیاباں تلک گئے (۵۹)

۰۰ مجنوں نہ دشت میں ہے نہ فرہاد کوہ میں — تھا جن سے لطفِ زندگی وے یار مر گئے (۶۰)

۰۰ گزارِ شہرِ وفا میں سمجھ کے کر مجنوں — کہ اس دیار میں میر شکستہ پا بھی ہے (۶۱)

۰۰ دشت و کہسار میں سر مار کے چندے تجھ بن — قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہم نے (۶۲)

۰۰ مجنوں کو عبث دعوے وحشت ہے مجھ سے — جس دن کہ جنوں مجھ کو ہوا تھا وہ کہاں تھا (۶۳)

۰۰ فرہاد و قیس و میر یہ آوارگانِ عشق — یوں ہی گئے ہیں سب کی رہی من کی من کے بیچ (۶۴)

۰۰ مجنوں و کوہ کن نہ تلف عشق میں ہوئے — مرنے پہ جب ہی دیتے ہیں اس خاندان کے لوگ (۶۵)

۰۰ یک سلسلہ ہے قیس کا، فرہاد کا، اپنا — جوں حلقۂ زنجیر گرفتار ہیں سب ہم (۶۶)

۰۰ گو قیس منہ کو نوچے فرہاد سر کو چیرے — یہ کیا عجب ہے ایسے ہوئے ہیں لوگ ہم میں (۶۷)

۰۰ محمل نشیں ہیں کتنے خدام یار میں یہاں — لیلیٰ کا ایک ناقہ سو کس قطار میں یہاں (۶۸)

۰۰ وحشت زدوں کو نامہ لکھوں ہوں نہ کسی طرح — مجنوں کو اس کے حاشیے پر میں دعا لکھوں (۶۹)

۰۰ گیا عبث مجنوں پسئے محمل ہے میاں — یہ دوانا باؤلا عاقل ہے میاں (۷۰)

۰۰ آدابِ جنوں چاہیئے ہم سے کوئی سیکھے — دیکھا ہے بہت یاروں نے آشفتہ سروں کو (۷۱)

۰۰ سختی کھینچی کوہکن نے، قیس نے رنج و تعب — کیا گئی برباد ان یاروں کی محنت ہائے رے (۷۲)

۰۰ مجنوں و کوہکن کو آزار ایسے ہی تھے — یہ جان سے گئے سب بیمار ایسے ہی تھے (۷۳)

۰۰ مجنوں کو مجھ سے کیا ہے جنوں میں مناسبت — میں شہر بند ہوں وہ بیاباں نورد ہے (۷۴)

۰۰ مرگِ مجنوں سے عقل گم ہے میں — کیا دوانے نے موت پائی ہے (۷۵)

۰۰ میرا ہی مقلد عمل تھا — مجنوں کے دماغ میں خلل تھا (۷۶)

۰۰ فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو — مشہور ہے فقیر بھی اہلِ وفا کے بیچ (۷۷)

○○ ہمکو دیوانگی شہروں ہی میں خوش آتی ہے ۔۔۔ دشت میں قیس رہو کوہ میں فرہاد رہو (۷۸)

○○ درس کہیے جنوں کا تو مجنوں ۔۔۔ اپنے آگے ہے طفل مکتب کا (۷۹)

○○ دیوانگی میں مجنوں میرے حضور کیا تھا ۔۔۔ لڑکا سا ان دنوں تھا اس کو شعور کیا تھا (۸۰)

○○ کون لیتا تھا نام مجنوں کا ۔۔۔ جب کہ عہد جنوں ہمارا تھا (۸۱)

○○ شعر دیواں کے میرے کر کر یاد ۔۔۔ مجنوں کہنے لگا کہ ہاں استاد (۸۲)

○○ کوہکن و مجنوں یہ دونوں دشت و کوہ میں سر ماریں ۔۔۔ شوق نہیں ملنے کا ہم کو میر ایسے آواروں کا (۸۳)

○○ نسبت کیا ان لوگوں سے ہم کو شہری ہیں دیوانے ہم ۔۔۔ ہے فرہاد آل آدم کوہی، مجنوں آل صحرائی ہے (۸۴)

○○ فرہاد و قیس گذرے اب شور ہے ہمارا ۔۔۔ ہر کوئی اپنی نوبت دو دن بجا گیا ہے (۸۵)

○○ برسوں میں اقلیم جنوں سے دو دیوانے نکلے تھے ۔۔۔ میر آوارۂ شہر ہوا، قیس ہوا ہے بیاباں گرد (۸۶)

○○ دور مجنوں کا ہو گیا آخر ۔۔۔ یاں جنوں کا ابھی اوائل ہے (۸۷)

○○ فرہاد کو، مجنوں کو موت آگئی ہے آگے ۔۔۔ کس سے کہیں درد دل اب آہ نہیں کوئے (۸۸)

○○ نہ دیوانے تھے ہم سے قیس و فرہاد ۔۔۔ ہمارا طور عشق ان سے جدا تھا (۸۹)

○○ دنبالہ گردی قیس نے بہتیری کی ولے ۔۔۔ آیا نظر نہ محمل لیلیٰ غبار میں (۹۰)

○○ بید سا کیوں نہ سوکھ جاؤں میں ۔۔۔ دیر مجنوں سے ہم فنی کی ہے (۹۱)

نوٹ : اس قسم کے مزید اشعار کے لئے آپ صفحات نمبر ۲۴ - ۲۸ - ۲۹ - ۱۱۱ - ۱۱۶ -
۱۱۸ - ۱۲۱ - ۱۴۴ - ۱۴۹ - ۱۶۶ - ۱۶۸ - ۱۷۳ - ۱۷۶ - ۱۸۸ - ۱۹۶ - ۲۳۱ - ۲۴۴ - ۲۵۱ -
۲۹۷ - ۳۳۷ - ۳۴۷ - ۳۴۸ - ۳۶۲ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۷۶ - ۳۸۶ - ۴۰۳ - ۴۰۹ -
۴۱۳ - ۴۱۶ - ۴۲۱ - ۴۲۵ - ۴۴۴ - ۴۴۷ - ۴۵۵ - ۴۵۸ - ۴۷۸ - ۴۸۳ - ۴۹۵ -
۵۰۶ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۱ - ۵۴۰ - ۵۴۸ - ۵۵۴ - ۵۵۸ - ۵۶۳ - ۵۷۸ -
۵۸۰ - ۵۸۹ - ۶۱۶ - ۶۲۰ - ۶۳۳ - ۶۴۰ - اور ۶۵۸ ملاحظہ فرمائیں -

مصحفی

○○ چھیڑ تو دیکھیو مجنوں کا جہاں مسکن تھا　ناقہ آیا اسی صحرا میں کئی رنگ گرا (۹۲)
○○ مرتے مرتے وہی حالت رہی دیوانے کی　عشق لیلیٰ کا نہ قیس ہنری سے چھوٹا (۹۳)
○○ کچھ آپ سے جاتا نہیں مجنوں طرفِ نجد　ہے ہاتھ میں وحشت کے سرِ سلسلۂ پا (۹۴)
○○ ناقہ جو آکے وجد میں کوسوں نکل گیا　مجنوں کی والپسی سے حدی خواں خجل ہوا (۹۵)
○○ چلا جو نجد سے ناقہ تو وہیں کرنے لگی　زمینِ نجد کو بانگِ جرس تہ و بالا (۹۶)

○○ ایک عمر سے تھا اس کا وطن دامنِ صحرا　آخر ہوا مجنوں کا کفن دامنِ صحرا
○○ پیدا ہے کہ مجنوں سے انہیں انسِ دلی ہے　کب چھوڑ کے جاتے ہیں ہرن دامنِ صحرا (۹۷)

○○ وہ بھولا سوادِ وطن کی فضا　خوش آئی یہ مجنوں کو بن کی فضا (۹۸)

○○ تھی جس سے انس قیس کو سو وہ غزال بھی　ناقہ کے پیچھے نجد کے بن سے نکل گیا
○○ نزدیک قیس جاکے کسی نے کہا کہ اٹھو　جب ناقہ دور نجد کے بن سے نکل گیا
○○ ویسا ہی دشتِ خار وہی پا پر آبلہ　کب قیسِ خستہ رنج و محن سے نکل گیا
○○ صیاد! کیا یہ ظلم ہے بس ان کو چھوڑ دے　اتنا اک آشنا کے دہن سے نکل گیا (۹۹)

○○ لیلیٰ نے فصد کیسی یہ کھلوائی تھی کہ آہ　مجنوں کا خوں تمام بدن سے نکل گیا
○○ مجنوں کی چشم میں جو پڑی گردِ کارواں　اتنے میں ناقہ نجد کے بن سے نکل گیا (۱۰۰)

○○ لیلیٰ چلی تھی وادیٔ مجنوں کو جس گھڑی　ناقہ کی جست و خیز میں عنوانِ برق تھا (۱۰۱)
○○ یہ نقطہ اہلِ ہند میں تھا خالِ پشتِ چشم　وہ ہی عرب میں بھی رخِ لیلیٰ کا نیل تھا (۱۰۲)
○○ مجنوں غبارِ ناقۂ لیلیٰ کو دیکھ کر　بولا کہ کچھ نظر سے ہے یہ گرد آشنا (۱۰۳)

○○ کوئی دشتِ عشق سا نہ بیاباں ہے دوسرا　مجنوں سے اور نہ چاک گریباں ہے دوسرا
○○ کیوں کر نشید نالۂ مجنوں نہ ہو درست　دینے کو ساتھ اس کا حدی خواں ہے دوسرا (۱۰۴)

○○ نہ ملا وادی مجنوں میں بھی لیلیٰ کا نشاں　ناقہ جاتے ہی ہوا سوے بیابان ہوا (۱۰۵)
○○ دل بستۂ لیلیٰ ہے وہ نجد نشیں، یارو　صحرا نے تجرد میں کیا کام ہے مجنوں کا (۱۰۶)
○○ باغ یہ خون کا پیاسا ہے کہ مجنوں کے لیے　بید کے پتے جو ہیں خنجرِ فولاد ہیں سب (۱۰۷)
○○ نکل کر آتے ہیں آہو برائے استقبال　بہ سوئے نجد ہے لیلیٰ کی جو سواری آج (۱۰۸)
○○ آئی ہے ہاتھ میں مجنوں کے جو ناقہ کی مہار　کس خوشی ساتھ ہے یہ آبلہ پا زمزمہ سنج (۱۰۹)

٥٥ تلوے فگار گر نہیں مجنوں کے ہو گئے
پھر کیوں ہے دشتِ نجد کا ہر ایک خار سرخ (۱۱۰)

٥٥ جاتے ہی ناقہ وادیٔ مجنوں میں گم ہوا
کیونکر نہ ہووے رنگِ رخِ سارباں سپید (۱۱۱)

٥٥ تھی بسکہ وہ مشتاق سیہ چشمیٔ لیلیٰ
مجنوں سے ملی آنکھ ہرن نذر پکڑ کر (۱۱۲)

٥٥ گر یہ فرصت نہیں دیتا ہے کہ مجنوں کو ذرا
دور سے محملِ لیلیٰ کا غبار آئے نظر

٥٥ بے قراری دلِ مجنوں کی یہی کہتی ہے
دور سے کاش کوئی ناقہ سوار آئے نظر (۱۱۳)

٥٥ وادیٔ قیس سے کیا جنسِ جنوں لائے گی
ساتھ لیلیٰ کے جو خالی بھی ہیں محمل دو چار

٥٥ ناقہ لیلیٰ کا کرے وجد نہ کیونکر جب ہوں
ساتھ مجنوں کے چلے بندِ سلاسل دو چار (۱۱۴)

٥٥ پہنچے ہے جبکہ نجد میں لیلیٰ کہے ہے قیس
اے کاش ناقہ جاوے یہیں سارباں چھوڑ (۱۱۵)

٥٥ بیٹھ رہ نجد کے رستے پہ تو مجنوں کی طرح
آپہی نکلے گا ادہر ناقہ سوار ایک نہ ایک (۱۱۶)

٥٥ جس دشت میں ناقے کا گذرا نہ قدم ہرگز
اس دشت میں مجنوں سا سودائی ہے اور میں ہوں (۱۱۷)

٥٥ کہے تھا قیس مجھ کو دفن ہونا کب گوارا ہے
سگِ لیلیٰ کے آگے کاش میرے استخواں پھینکیں (۱۱۸)

٥٥ قیس اس مہ عرب کے ہے دنبالِ کارواں
غمزہ ہے جس کی چشم کا قتالِ کارواں

٥٥ آیا کبھی جو قافلۂ حیّ بہ سوئے نجد
مجنوں نے لختِ دل کئے ارسالِ کارواں (۱۱۹)

٥٥ ناقہ کا پاؤں سینۂ مجنوں پہ تا پڑے
ہوتا ہے اس ہوس میں وہ پامالِ کارواں

٥٥ یہ جستجو ہے کس کی جو مثلِ غبارِ قیس
اُڑتا پھرے ہے اب تئیں دنبالِ کارواں (۱۲۰)

٥٥ ہے موجبِ شفاعتِ حق گریہ قیس کا
دھویا ہے جس نے نامۂ اعمالِ کارواں

٥٥ اے ناقہ راں زمام تو ناقے کی تھام لے
وا ماندہ اک غریب ہے دنبالِ کارواں (۱۲۱)

٥٥ یارو! یہ دشتِ نجد کی منزل کہیں نہ ہو
ناقہ جو چلتے چلتے گیا بیٹھ راہ میں

٥٥ دیوانہ ہے یہ کس گلِ رنگیں لباس کا
نکلے ہے شکلِ چاک گریباں جو ماہ میں (۱۲۲)

٥٥ برقِ آہ شرر افشاں ہے تری اے مجنوں
وادیٔ نجد کا جنگل نہ جلے خشک تو ہو (۱۲۳)

٥٥ رستہ وہ جو تھا نجد کا چھوڑا اسے بائیں
کیا ظلم کیا، رہبرِ محمل کا برا ہو

٥٥ گو کاسہ فلک اس کا کرے سنگ سے ٹکڑے
ہرگز درِ لیلیٰ کے نہ سائل کا برا ہو (۱۲۴)

٥٥ سبزہ اب تربتِ مجنوں سے تو کیا خاک اُگے
واں مگر سلسلہ برپا شجرِ تاک اُگے (۱۲۵)

٥٥ لوحِ دل پر قیس کے لکھتی ہے کیا کیا حرفِ ناز
لیلیٰ مکتب نشیں کچھ اب تو خوش خط ہو گئی (۱۲۶)

٥٥ اس لئے مجنوں کا یہ سر زیر ہے
اس کو برگِ بید بھی شمشیر ہے (۱۲۷)

○○ بھٹکتا ہے جنگل میں لیلیٰ کا ناقہ — رہِ نجد بے چارا کیا جانتا ہے

○○ جو نجدی ہے ناقہ کی خاکِ قدم کو — وہ اب تک بہ از توتیا جانتا ہے (۱۲۸)

○○ کیجیو نہ اس کو طرۂ دستارِ گل رخاں — بادِ صبا یہ تربتِ لیلیٰ کی دوب ہے (۱۲۹)

○○ سبق میں عشق کے حیراں ہیں میں تو، اے مجنوں! — نہ مجھ کو یاد ہوتا ہے نہ تجھ کو یاد ہوتا ہے

○○ ابھی خونِ جنوں نکلا نہیں ہے فصد سے میری — تو ناحق در پئے بند اس کے اے فصّاد ہوتا ہے

○○ غبارِ وادیِ مجنوں نہیں ہے اس بگولے میں — صبا جو سامنے محمل کے یوں برباد ہوتا ہے (۱۳۰)

○○ عریاں رہے ہے مجنوں اپنی خوشی سے ورنہ — لیلیٰ نت اس کی خاطر کرتی سلائی ہوگی (۱۳۱)

○○ پوچھے ہے قیس قافلہ والوں سے آئے ہے — دنبالِ قافلہ کوئی محمل سوار بھی (۱۳۲)

○○ پھر رنگِ کفک وہ تشنۂ خوں — لیلیٰ بھی ہو جائے جس کی مجنوں (۱۳۳)

○○ سو جاں سے ہوا وہ اس پہ شیدا — لیلیٰ نے کیا ہے قیس پیدا (۱۳۴)

○○ لیلیٰ کی گئی ادھر سواری — مجنوں کے لگی ادھر کٹاری (۱۳۵)

○○ ہو وادیِ عشق میں پیادہ — مجنوں سے قدم رکھا زیادہ (۱۳۶)

○○ مرگِ لیلیٰ کو گاہ سبقت دے — قیس کو چند روز مہلت دے (۱۳۷)

○○ عشق سے قیس سر بیک کے ہوا — عشق سے کوہ کن کا خون ہوا (۱۳۸)

نوٹ: اس قسم کے مزید اشعار کے لئے آپ صفحات نمبر: ۴۳ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۷ - ۷۳ - ۸۱ - ۸۴ - ۹۱ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۸ - ۱۱۲ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۲۷ - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۴۴ - ۱۴۷ - ۱۶۱ - ۱۷۴ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۹ - ۱۹۱ - ۲۰۳ - ۲۰۶ - ۲۱۲ - ۲۱۵ - ۲۱۸ - ۲۲۱ - ۲۲۹ - ۲۳۱ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۴۹ - ۲۵۱ - ۲۵۷ - ۲۶۱ - ۲۶۷ - ۲۷۷ - ۲۸۰ - ۲۸۷ - ۲۹۴ - ۳۱۳ - ۳۲۱ - اور ۳۳۶ ملاحظہ فرمائیں۔

غالب

٥٥ جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار — صحرا، مگر بہ تنگیٔ چشمِ حسود تھا (۱۳۹)

٥٥ شوق ہر رنگ رقیبِ سروساماں نکلا — قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا (۱۴۰)

٥٥ مانعِ وحشت خرامی ہائے لیلیٰ کون ہے — خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا (۱۴۱)

٥٥ میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد! — سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا (۱۴۲)

٥٥ ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے — گردشِ مجنوں، بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا (۱۴۳)

٥٥ فنا تعلیمِ درسِ بے خودی ہوں، اس زمانے سے — کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر (۱۴۴)

٥٥ ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف، اسد! — مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے (۱۴۵)

٥٥ دستِ گاہِ دیدۂ خونبارِ مجنوں دیکھنا — یک بیاباں جلوۂ گل فرشِ پا انداز ہے (۱۴۶)

٥٥ تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا — فرصت کشاکشِ غمِ پنہاں سے گر ملے (۱۴۷)

٥٥ رگِ لیلیٰ کو خاکِ دشتِ مجنوں ریشگی بخشے — اگر بووے بجائے دانہ دہقاں، نوکِ نشتر کی (۱۴۸)

٥٥ نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغِ صحرا — گر نہیں شمعِ سیہ خانۂ لیلیٰ نہ سہی (۱۴۹)

٥٥ قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے — جہاں ہم ہیں، وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے (۱۵۰)

٥٥ عاشق ہوں، پہ معشوق فریبی ہے مرا کام — مجنوں کو برا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے (۱۵۱)

٥٥ عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سر بسر — کب تک خیالِ طرۂ لیلیٰ کرے کوئی (۱۵۲)

٥٥ بے پردہ سوئے وادیٔ مجنوں گزر نہ کر — ہر ذرے کے نقاب میں دل بے قرار ہے (۱۵۳)

٥٥ اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجیے — خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے (۱۵۴)

٥٥ کیوں اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے — کیوں اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے (۱۵۵)

٥٥ ہر گردباد، حلقۂ فتراکِ بے خودی — مجنونِ دشتِ عشق تحیر شکار تر (۱۵۶)

٥٥ کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں، یارب! — نقشِ ہر ذرہ سویدائے بیاباں نکلا (۱۵۷)

٥٥ حسرتِ نشۂ وحشت نہ بسعیٔ دل ہے — عرضِ خمیازۂ مجنوں ہے گریباں میرا (۱۵۸)

٥٥ غمِ مجنوں، عزادارانِ لیلیٰ کا پرستشگر — خمِ رنگِ سیہ، پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا (۱۵۹)

٥٥ بروئے قیس، دستِ شرم، ہے مژگانِ آہو سے — مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانۂ لیلیٰ کا (۱۶۰)

٥٥ قیس بھاگا شہر سے، شرمندہ ہو کر سوئے دشت — بن گیا تقلید سے میری، یہ، سودائی عبث (۱۶۱)

٥٥ مجھ میں اور مجنوں میں، وحشت، سازِ دعوائے اسد! برگ برگِ بید ہے ناخن زدن کی فکر میں (۱۶۲)

٥٥ زبس دوشِ رمِ آہو یہ ہے محمل تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیٔ لیلیٰ نمایاں ہے (۱۶۳)

٥٥ شوخیٔ اظہار غیر از وحشتِ مجنوں نہیں
لیلیٰ معنی، اسدؔ، محمل نشیں راز ہے (۱۶۴)

٥٥ تصرف وحشیوں میں ہے تصور ہائے مجنوں کا
سوادِ چشمِ آہو، عکسِ خالِ روئے لیلا ہے (۱۶۵)

٥٥ خیمۂ لیلیٰ سیاہ، وخانہ مجنوں خراب
جوشِ ویرانی ہے عشقِ داغ بیروں دادہ سے (۱۶۶)

٥٥ گردباد، آئینۂ محشرِ خاکِ مجنوں
یک بیاباں دلِ بیتاب اُٹھایا ہے مجھے (۱۶۷)

٥٥ بیتابیٔ دیارِ دوست، ہمرنگِ تسلی ہے
غافل، تپشِ مجنوں، محمل کشِ لیلیٰ ہے (۱۶۸)

اکبر الٰہ آبادی

٥٥ کوچۂ یار میں جاتا تو نظارہ کرتا
قیس آوارہ ہے جنگل میں، یہ وحشت کیسی (۱۶۹)

٥٥ کہیو اس غیرتِ لیلیٰ سے یہ پیغام صبا
پہلوئے قیس میں اک دشت نشیں اور بھی ہے (۱۷۰)

٥٥ وہ مجنوں ہوں کہ جس کی ہر نظر تصویرِ لیلیٰ ہے
حجابِ حسن اُٹھ جاتا ہے جس سے میں وہ محمل ہوں (۱۷۱)

٥٥ کہیں ہوں صورتِ لیلیٰ، کہیں حالِ دلِ مجنوں
کہیں چھپنے کے لائق ہوں، کہیں کھلنے کے قابل ہوں (۱۷۲)

٥٥ بہت عاشق مگر صورت سے معنی بھی تو ہوں پیدا
بہت مجنوں مگر جلوہ تو ہو لیلیٰ کا محمل میں (۱۷۳)

٥٥ مار ڈالا رنجِ تنہائی نے غربت میں ہمیں
اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی

٥٥ جان دی شیریں نے اس پر، اس پہ لیلیٰ مر گئی
عشق میں فرہاد و مجنوں کی بھی قسمت خوب تھی (۱۷۴)

٥٥ محبت کا اثر ہے عاشق و معشوق پر یکساں
جو مجنوں سر پٹکتا ہے تو لیلیٰ آہ کرتی ہے (۱۷۵)

٥٥ قیس کا ذکر مرے شانِ جنوں کے آگے
اگلے وقتوں کا کوئی بادیہ پیما ہوگا (۱۷۶)

٥٥ شورِ شیریں کا مزا رکھا سرِ فرہاد میں
قیس کو دیوانۂ اندازِ لیلیٰ کر دیا (۱۷۷)

٥٥ طریقِ عشق میں مجھ کو کوئی کامل نہیں ملتا
گئے فرہاد و مجنوں، اب کسی سے دل نہیں ملتا (۱۷۸)

٥٥ نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں
کوئی مجنوں کی طرح، کوئی ارسطو کی طرح (۱۷۹)

٥٥ خیالِ عزتِ مجنوں نہ چھوڑا اے دامنِ مجنوں!
نہیں ہے ہوش اس کو، خود تو اُڑ جا دھجیاں ہوکر (۱۸۰)

٥٥ عاشقوں میں رسمِ عیشِ دنیوی رائج نہیں
قیس کب دولہا بنا، لیلیٰ کہاں بیاہی گئی (۱۸۱)

٥٥ میرے حواس عشق میں کیا کم ہیں منتشر
مجنوں کا نام ہو گیا، قسمت کی بات ہے (۱۸۲)

٥٥ مجنوں نے نام پایا اور کوہکن بھی اُبھرا
اس مدرسے کے لڑکے سب خوش تمیز نکلے (۱۸۳)

٥٥ نکالا کرتی ہیں گھر سے یہ کہہ کر تو تو مجنوں ہے — سنا رکھا ہے مجھ کو ساس نے لیلیٰ کی ماں ہو کر

٥٥ رقیب شعلہ خو ٹھہرے نہ میری آہ کے آگے — بھگایا مچھروں کو ان کے کمرے سے دھواں ہو کر (۱۸۴)

٥٥ غرض دو گونہ عذاب است جانِ مجنوں را — بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ (۱۸۵)

٥٥ سناؤں تم کو اک فرضی لطیفہ — کیا ہے میں نے جس کو زیبِ قرطاس

٥٥ کہا مجنوں سے یہ لیلیٰ کی ماں نے — کہ بیٹا تو اگر کر لے ایم۔اے پاس

٥٥ تو فوراً بیاہ دوں لیلیٰ کو تجھ سے — بلا دقت میں بن جاؤں تری ساس

٥٥ کہا مجنوں نے، یہ اچھی سنائی — کجا عاشق، کجا کالج کی بکواس

٥٥ کجا یہ فطرتی جوشِ طبیعت — کجا ٹھونسی ہوئی چیزوں کا احساس

٥٥ بڑی بی آپ کو کیا ہو گیا ہے — ہرن پہ لادی جاتی ہے کہیں گھاس

٥٥ یہ اچھی قدر دانی آپ نے کی — مجھے سمجھا ہے کوئی ہرچرن داس

٥٥ دل اپنا خون کرنے کو ہوں موجود — نہیں منظور مغزِ سر کا آماس

٥٥ یہی ٹھہری جو شرطِ وصلِ لیلیٰ — تو استعفا مرا با حسرت و یاس (۱۸۶)

٥٥ سراسر جلوۂ حسنِ متاعِ زلفِ لیلیٰ تھا — محلِ رشک اس بازار میں مجنوں کا سودا تھا (۱۸۷)

٥٥ راہِ وحشت سے اگر قیس سے لغزش ہو جائے — حیف لیلیٰ پہ جو آمادۂ کاوش ہو جائے (۱۸۸)

٥٥ نہ دل پستا ہے بسکٹ پر نہ میں پوری سے لپٹا ہوں — مذاقِ حاشیے کو چھوڑ کر دونوں سے بچتا ہوں

٥٥ دل رنگیں ہے یاں لیلا رچانے کی ضرورت کیا — اکیلا بیٹھ کر لیلا کی صورت خود ہی رچتا ہوں (۱۸۹)

٥٥ صورتِ لیلیٰ نہ دیکھی، پڑھ لیا دیوانِ قیس — شاعری آئی نہیں لیکن زبان داں ہو گئے (۱۹۰)

٥٥ جوششِ سودا کو طبعِ لاابالی چاہیے — منظرِ مجنوں کو تصویرِ خیالی چاہیے (۱۹۱)

٥٥ اثر ہے شوق کا صحرائے مجنوں میں یہ اے لیلیٰ! — بگولے پر بگولا سایۂ محمل سے اٹھتا ہے (۱۹۲)

٥٥ لیلیٰ نے سایہ پہنا، مجنوں نے کوٹ پہنا — ٹوکا جو میں نے، بولے، بس بس خوش رہنا

٥٥ حسن و جنون بدستور اپنی جگہ ہیں لیکن — ہے لطفِ بحرِ ہستی فیشن کے ساتھ بہنا (۱۹۳)

٥٥ لیلیٰ کا ناز رخصت، اسکول مسٹریس ہیں — سودائے قیس غائب، اب وہ بنے ہیں لیڈر (۱۹۴)

٥٥ گوشۂ دامنِ لیلیٰ بھی ہے تر اشکوں سے — ہم یہی کہتے تھے، مجنوں کے گریباں کی خیر

٥٥ ٹھن گئی آج یہی دل میں کہ پہنچوں ان تک — یا مری خیر نہیں، یا نہیں درباں کی خیر

٥٥ ناز سے دامن اٹھائی تھی جو اپنا لیلیٰ — زیرِ لب کہتی تھی مجنوں کے گریباں کی خیر (۱۹۵)

٥٥ معنی کا حسن نہیں، تو تیرے دل میں کچھ نہیں   لیلیٰ اگر نہیں ہے تو محمل میں کچھ نہیں (۱۹۶)

٥٥ گو سعی ہوائے شوق نے کی، بو اس کی نہ نکلی محمل سے   مجنوں نے اُڑائی خاک بہت، لیلیٰ نے نہ جھانکا محمل سے (۱۹۷)

٥٥ تیرے مجنوں کے بیاباں کا ہے عالم دوسرا   جو بگولا ہے وہ اک ناقہ کسی محمل کا

٥٥ ذرّہ ذرّہ ہے طریقِ عشقِ حق میں دل نواز   ہر قدم پر سالکِ رہ کو گماں منزل کا (۱۹۸)

٥٥ جنونِ پردہ در ہے شائقِ رسوائیٔ مجنوں   عجب کیا ہے کہ اب لیلیٰ کو بھی وحشت ہو محمل سے (۱۹۸)

٥٥ چشمِ لیلیٰ کہاں سے آئی، یہ قلبِ مجنوں کہاں سے ابھرا   جو باخبر ہیں انہیں خبر ہے نگاہ کس کی ہے آہ کس کی

٥٥ جمالِ فطرت کے لاکھ پرتو، قبولِ پرتو کی لاکھ شکلیں   طریقِ عرفاں میں کیا بتاؤں، یہ راہ کس کی، وہ راہ کس کی (۲۰۰)

٥٥ نجد میں بھی مغربی تعلیم جاری ہوگئی   لیلیٰ و مجنوں میں آخر فوجداری ہوگئی (۲۰۱)

٥٥ ان کو بسکٹ کے لئے سوجی کی تھیلی مل گئی   کیمپ میں غل مچ گیا، مجنوں کو لیلیٰ مل گئی (۲۰۲)

٥٥ نہ پوچھا قیس نے، لیلیٰ نے کچھ مجھ کو بھی پوچھا تھا   جو آیا واں سے بس اتنا ہی پوچھا اس سے تھی کیسی (۲۰۳)

نوٹ: مزید اشعار کے لئے آپ صفحات نمبر ۶۶ - ۱۰۱ - ۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں ۔

اقبال

۰۰ کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں — کیا لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں (۲۰۴)

۰۰ مجنوں نے شہر چھوڑا، تو صحرا بھی چھوڑ دے — نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے (۲۰۵)

۰۰ رہتی ہے قیس روز کو لیلیٰ شام کی ھوس — اختر صبح مضطرب تابِ دوام کے لیے (۲۰۶)

۰۰ دیکھ! یثرب میں ہوا ناقۂ لیلیٰ بیکار — قیس کو آرزوئے نو سے شناسا کر دیں (۲۰۷)

---

۰۰ درد لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی — نجد کے دشت وجبل میں رمِ آہو بھی وہی

۰۰ عشق کا دل بھی وہی، حسن کا جادو بھی وہی — امت احمدِ مرسل بھی وہی تو بھی وہی

پھر یہ آزردگیٔ غیر سبب کیا معنی[1]

اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی[1] (۲۰۸)

۰۰ ترا اے قیس! کیونکر ہو گیا سوزِ دروں ٹھنڈا — کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی اندازِ لیلائی (۲۰۹)

۰۰ آرزو نورِ حقیقت کی ہمارے دل میں ہے — لیلیٰ ذوقِ طلب کا گھر اسی محمل میں ہے (۲۱۰)

۰۰ تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے — لیلیٰ معنی وہاں بے پردہ، یاں محمل میں ہے (۲۱۱)

---

۰۰ وادیٔ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا — قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا

۰۰ حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا — گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی

بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی (۲۱۲)

---

۰۰ محمل میں خامشی کے لیلائے ظلمت آئے — چمکے عروسِ شب کے وہ موتی پیارے پیارے (۲۱۳)

۰۰ طالعِ قیس و گیسوئے لیلیٰ[1] — اس کی تاریکیوں سے دوش بدوش (۲۱۴)

۰۰ قیس پیدا ہوں تیری محفل میں یہ ممکن نہیں — تنگ ہے صحرا ترا، محمل ہے بے لیلا تیرا (۲۱۵)

۰۰ آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں — رقص میں لیلا رہی، لیلا کے دیوانے رہے (۲۱۶)

۰۰ دیکھ آکر کوچۂ چاکِ گریباں میں کبھی — قیس تو، لیلا بھی تو، صحرا بھی تو، محمل بھی تو (۲۱۷)

۰۰ نغمۂ امید تیری بربطِ دل میں نہیں — ہم سمجھتے ہیں یہ لیلا تیرے محمل میں نہیں (۲۱۸)

---

۰۰ قیس زحمت کشِ تنہائیٔ صحرا نہ رہے — شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیما نہ رہے

۰۰ وہ تو دیوانہ ہے، بستی میں رہے یا نہ رہے — یہ ضروری ہے، حجابِ رخِ لیلا نہ رہے

۰۰ گلۂ جور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو — عشق آزاد ہے، کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو (۲۱۹)

ن ۔ م ۔ راشد

•• یہ اک رنگیں غزل لیلیٰ کی زلفوں کی ستائش میں -------

یہ تعریفیں سلیمیٰ کی فسوں پرور نگاہوں کی ------

•• یہ جذبے سے بھرا اظہار شیریں کی محبت کا ------

یہ اک گذری کہانی آنسوؤں کی، اور آہوں کی ----

•• کہاں ہو او مری لیلیٰ - کہاں ہو او مری شیریں ؟----

سلیمیٰ تم بھی تھک کر رہ گئیں راہِ محبت میں ؟!---- (۲۴۲)

حواشی

۱- کلیات اقبال، اردو - بالِ جبریل - صفحہ ۲۰،۴۲۱،۴۳ - اقبال اکاڈمی - لاهور -

۲- سوس - لیلیٰ مجنوں - صفحہ ۲۴ -

۳- دیوان "ابوبکر شبلی" - مرتبہ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شیبی - صفحہ ۹۹ - عراق - ۱۹۶۷ء -

۴- میں ان ناموں سے محبت رکھتا ہوں جو اس [لیلیٰ] کے نام سے موافقت رکھتے ہوں - یا اس سے مشابہت رکھتے ہوں، یا اس سے قریب ہوں -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۱۴ - قطعہ ۳۲۵ -

۵- ممکن ہے اللہ تعالیٰ دو بچھڑے ہوؤں کو ملا دے بعد اس کے کہ وہ دونوں یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ کبھی بھی ملاقات نہیں ہوگی -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۱۵ - قطعہ ۳۲۵ -

۶- خدایا! جبکہ تو نے لیلیٰ ہی کو میرا مقصود و مطلوبِ زندگی بنادیا - تو مجھ بھی اس کی آنکھوں میں ایسا پرکشش بنادے جیسا کہ تو نے اس کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادیا -

"ورنہ اس کے اور اس کے خاندان والوں کے لیئے میرے دل میں نفرت پیدا کردے - کیونکہ لیلیٰ ہی کی وجہ سے مجھے عظیم مصیبتوں کا سامنا ہے -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۳۰۶ - قطعہ ۳۱۱ -

۷- "دورانِ نماز جب مجھے اس [لیلیٰ] کی یاد آتی ہے تو مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں یا آٹھ -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۹ - قطعہ ۳۰۸

۸- یہ [لیلیٰ] جادو ہے جس کے لیئے مجھے عمر بھر کوئی تعویذ نہ مل سکا - حالانکہ جادو کا توڑ تعویذ ہی ہوتا ہے -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۶ - قطعہ ۳۰۷

۹- اگر تم مجھے لیلیٰ کی ملاقات سے روک سکو گے - اور اس کے محلے میں میرے داخلے پر پابندی لگادوگے، تو تم مجھے شعر کہنے سے نہیں روک سکو گے -

"میں خدا کے حضور یہ گواہی دیتا ہوں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں - بس یہی کچھ ہے جو اس کے لیئے میرے پاس ہے - کیا میرے لیئے بھی اس کے پاس کچھ ہے ؟!! -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۴ - قطعہ ۳۰۷ -

۱۰ - اے میرے رب! میرے اور اس کے درمیان محبت برابر برابر کر دے - نہ میرا پلڑا بھاری رہے، نہ اس کا -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۴ - قطعہ ۳۰۷

۱۱ - میں محض شدتِ عشق و محبت سے ہی بے اختیار رہوتا ہوں - اور اونچے اونچے ٹیلوں پر چڑھ کر اسے جھانکتا رہتا ہوں - پس میرا شعر کہنا محض میرے درد کا درمان ہے -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۹۳ - قطعہ ۳۰۷ -

۱۲ - اے میرے رب! اس کی محبت مجھ سے کبھی نہ چھیننا - اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرما جو "آمین" کہے

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۳ - قطعہ ۲۹۵

۱۳ - مجھے لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے جو روگ لگا ہوا ہے اگر وہ میرے دشمنوں کو لگ جائے تو ان کی آنکھیں بھی از راہِ ترحم مجھ پر آنسو بہانے لگ جائیں گی -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۸۳ - قطعہ ۲۹۵ -

۱۴ - اگر حاجی، لیلیٰ کے پاس نہ ٹھہریں تو میرے نزدیک ان کا حج ادھورا ہے - کمالِ حج یہ ہے کہ سواریاں لیلیٰ کے پاس ٹھہریں - اور اسے سلام پیش کریں

دیوان مجنوں لیلیٰ - صفحہ ۲۵۷ - قطعہ ۲۶۲

۱۵ - انسان صرف وہی ہیں جو عشق و محبت رکھتے ہیں - اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ محبت رکھتا ہے اور نہ ہی عشق -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۵ - قطعہ ۱۹۷ -

۱۶ - جب لیلیٰ مجھے نہیں ملتی تو میری حالت یہ ہوتی ہے کہ گویا میں پہاڑ کی چوٹی سے گرایا گیا ہوں مگر رسی کے ساتھ بندھا ہوا ہوں - اور فضا ہی میں معلق ہوں -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۲ - قطعہ ۱۹۳ -

۱۷ - وہ کیسا خوش قسمت ہے جس کی، دنیا میں تو ساتھی ہو - ایسے شخص سے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے غم اور دکھ دور کر دیا -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۰ - قطعہ ۱۹۷

۱۸ - جب سے لیلیٰ کو مجھ سے ملنے سے روک دیا گیا تو میری محبت کی وارفتگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی - پس انسان کو جس چیز سے روکا جائے - وہ چیز اس کی محبوب ترین چیز ہوا کرتی ہے -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۲۰۱ - قطعہ ۱۹۱

۱۹ - گویا کہ زمین کی وسعتیں میرے لیئے انگوٹھی کا حلقہ ہے جو کبھی بھی طول وعرض میں زیادہ نہیں ہوتا -

۱۰۰ اس کی محبت میں، میں اپنے قتل کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میں اس کی محبت کو حتمی سمجھتا ہوں - اور اس کی فرمانبرداری کو فرض جانتا ہوں -

دیوان مجنون لیلیٰ - صفحہ ۱۷۸ - قطعہ ۱۶۶ -

۲۰ - کلیات ولی - مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی - صفحہ ۲۰ - انجمن ترقی اردو کراچی - پاکستان - ۱۹۵۴ء -

۲۱ - ایضاً - صفحہ ۳۹ -

۲۲ - ایضاً - صفحہ ۴۱ -

۲۳ - ایضاً - صفحہ ۵۰ -

۲۴ - ایضاً - صفحہ ۵۱ -

۲۵ - ایضاً - صفحہ ۵۷ -

۲۶ - ایضاً - صفحہ ۶۰ -

۲۷ - ایضاً - صفحہ ۱۲۴ -

۲۸ - ایضاً - صفحہ ۲۰۸ -

۲۹ - ایضاً - صفحہ ۲۰۹ -

۳۰ - ایضاً - صفحہ ۲۱۹ -

۳۱ - ایضاً - صفحہ ۲۲۱ -

۳۲ - ایضاً - صفحہ ۲۲۴ -

۳۳ - ایضاً - صفحہ ۲۳۳ -

۳۴ - ایضاً - صفحہ ۲۶۰ -

۳۵ - کلیات میر - سنگ میل پبلی کیشنز - دیوان اول - صفحہ ۵ - لاھور - ۱۹۸۷ء -

۳۶ - ایضاً - صفحہ ۱۴ -

۳۷ - ایضاً - صفحہ ۱۷ -

۳۸ - ایضاً - صفحہ ۳۵ -

۳۹ - ایضاً - صفحہ ۳۷ -

۴۰- ایضاً - صفحہ ۳۹-

۴۱- ایضاً - صفحہ ۴۰-

۴۲- ایضاً - صفحہ ۵۰-

۴۳- ایضاً - صفحہ ۵۷-

۴۴- ایضاً - صفحہ ۵۸-

۴۵- ایضاً - صفحہ ۶۲-

۴۶- ایضاً - صفحہ ۶۲-

۴۷- ایضاً - صفحہ ۷۷-

۴۸- ایضاً - صفحہ ۹۰-

۴۹- ایضاً - صفحہ ۹۱-

۵۰- ایضاً - صفحہ ۱۰۶-

۵۱- ایضاً - صفحہ ۱۰۶-

۵۲- ایضاً - صفحہ ۱۰۷-

۵۳- ایضاً - صفحہ ۱۳۰-

۵۴- ایضاً - صفحہ ۱۳۲-

۵۵- ایضاً - صفحہ ۱۵۳-

۵۶- ایضاً - صفحہ ۱۷۵-

۵۷- ایضاً - صفحہ ۱۸۱-

۵۸- ایضاً - صفحہ ۱۸۳-

۵۹- ایضاً - صفحہ ۱۸۴-

۶۰- ایضاً - صفحہ ۱۸۴-

۶۱- ایضاً - صفحہ ۱۸۶-

۶۲- ایضاً - صفحہ ۲۰۴-

۶۳- ایضاً - صفحہ ۲۳۲ - دیوانِ دوم۔

۶۴- ایضاً - صفحہ ۲۵۸-

۶۵- أيضاً - صفحہ ۲۸۲ -

۶۶- أيضاً - صفحہ ۲۸۷ -

۶۷- أيضاً - صفحہ ۲۹۵ -

۶۸- أيضاً - صفحہ ۲۹۸ -

۶۹- أيضاً - صفحہ ۳۰۱ -

۷۰- أيضاً - صفحہ ۳۰۶ -

۷۱- أيضاً - صفحہ ۳۱۸ -

۷۲- أيضاً - صفحہ ۳۲۲ -

۷۳- أيضاً - صفحہ ۳۴۷ -

۷۴- أيضاً - صفحہ ۳۵۸ -

۷۵- أيضاً - صفحہ ۳۶۳ -

۷۶- أيضاً - صفحہ ۳۷۰ - دیوان سوم.

۷۷- أيضاً - صفحہ ۳۹۲ -

۷۸- أيضاً - صفحہ ۴۲۸ -

۷۹- أيضاً - دیوان چہارم - صفحہ ۴۶۰ -

۸۰- أيضاً - صفحہ ۴۶۱ -

۸۱- أيضاً - صفحہ ۴۹۵ -

۸۲- أيضاً - صفحہ ۴۸۰ -

۸۳- أيضاً - صفحہ ۵۱۵ -

۸۴- أيضاً - صفحہ ۵۱۷ -

۸۵- أيضاً - صفحہ ۵۲۳ -

۸۶- أيضاً - دیوان پنجم - صفحہ ۵۵۷ -

۸۷- أيضاً - صفحہ ۶۲۰ -

۸۸- أيضاً - صفحہ ۶۲۱ -

۸۹- أيضاً - دیوان ششم - صفحہ ۶۲۷ -

۹۰- ایضاً - صفحہ ۶۵۵ -

۹۱- ایضاً - صفحہ ۶۶۳ -

۹۲- کلیات مصحفی - مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی - صفحہ ۱۶ - لاہور - ۱۹۸۳ء -

۹۳- ایضاً - صفحہ ۲۳ -

۹۴- ایضاً - صفحہ ۲۷ -

۹۵- ایضاً - صفحہ ۲۹ -

۹۶- ایضاً - صفحہ ۳۱ -

۹۷- ایضاً - صفحہ ۳۲ -

۹۸- ایضاً - صفحہ ۳۷ -

۹۹- ایضاً - صفحہ ۳۸ -

۱۰۰- ایضاً - صفحہ ۳۹ -

۱۰۱- ایضاً - صفحہ ۴۲ -

۱۰۲- ایضاً - صفحہ ۴۶ -

۱۰۳- ایضاً - صفحہ ۴۹ -

۱۰۴- ایضاً - صفحہ ۴۹ -

۱۰۵- ایضاً - صفحہ ۵۲ -

۱۰۶- ایضاً - صفحہ ۶۰ -

۱۰۷- ایضاً - صفحہ ۶۲ -

۱۰۸- ایضاً - صفحہ ۷۶

۱۰۹- ایضاً - صفحہ ۷۷ -

۱۱۰- ایضاً - صفحہ ۸۶ -

۱۱۱- ایضاً - صفحہ ۸۸ -

۱۱۲- ایضاً - صفحہ ۱۰۲ -

۱۱۳- ایضاً - صفحہ ۱۱۴ -

۱۱۴- ایضاً - صفحہ ۱۲۳ -

۱۱۵- أیضاً - صفحہ - ۱۲۸ -

۱۱۶ - أیضاً - صفحہ ۱۵۱ -

۱۱۷ - أیضاً - صفحہ ۱۷۱ -

۱۱۸ - أیضاً - صفحہ ۱۷۳ -

۱۱۹ - أیضاً - صفحہ ۱۸۰ -

۱۲۰ - أیضاً - صفحہ ۱۸۱ -

۱۲۱ - أیضاً - صفحہ ۱۸۲ -

۱۲۲ - أیضاً - صفحہ ۱۹۸ -

۱۲۳ - أیضاً - صفحہ ۲۰۵ -

۱۲۴ - أیضاً - صفحہ ۲۱۴ -

۱۲۵ - أیضاً - صفحہ ۲۳۵ -

۱۲۶ - أیضاً - صفحہ ۲۳۹ -

۱۲۷ - أیضاً - صفحہ ۲۴۸ -

۱۲۸ - أیضاً - صفحہ ۲۵۲ -

۱۲۹ - أیضاً - صفحہ ۲۶۹ -

۱۳۰ - أیضاً - صفحہ ۲۷۱ -

۱۳۱ - أیضاً - صفحہ ۲۹۳ -

۱۳۲ - أیضاً - صفحہ ۲۹۵ -

۱۳۳ - أیضاً - مثنوی گلزار شہادت - صفحہ ۳۰۸ -

۱۳۴ - أیضاً - صفحہ ۳۰۹ -

۱۳۵ - أیضاً - صفحہ ۳۱۲ -

۱۳۶ - أیضاً - صفحہ ۳۱۴ -

۱۳۷ - أیضاً - مثنوی بحر المحبت - صفحہ ۳۶۴ -

۱۳۸ - أیضاً مثنوی جذبۂ عشق - صفحہ ۳۷۴ -

۱۳۹ - کلیات غالب - نسخۂ عرشی - نوائے سروش - صفحہ ۱۶۱ - انجمن ترقی اردو ہند - نئی دہلی - ۱۹۸۲ء

۱۴۰ - ایضاً - صفحہ ۱۶۲ -

۱۴۱ - ایضاً - صفحہ ۱۶۷ -

۱۴۲ - ایضاً - صفحہ ۱۷۶ -

۱۴۳ - ایضاً - صفحہ ۱۷۱ -

۱۴۴ - ایضاً - صفحہ ۳۰۱ -

۱۴۵ - ایضاً - صفحہ ۲۵۹ -

۱۴۶ - ایضاً - صفحہ ۲۶۹ -

۱۴۷ - ایضاً - صفحہ ۳۱۳ -

۱۴۸ - ایضاً - صفحہ ۲۶۳ -

۱۴۹ - ایضاً - صفحہ ۲۶۶ -

۱۵۰ - ایضاً - صفحہ ۳۲۵ -

۱۵۱ - ایضاً - صفحہ ۳۳۳ -

۱۵۲ - ایضاً - صفحہ ۲۷۶ -

۱۵۳ - ایضاً - صفحہ ۲۸۰ -

۱۵۴ - ایضاً - صفحہ ۳۱ -

۱۵۵ - ایضاً - صفحہ ۳۱ -

۱۵۶ - ایضاً - گنجینۂ معنی - صفحہ ۴۳ -

۱۵۷ - ایضاً - صفحہ ۱۴ -

۱۵۸ - ایضاً - صفحہ ۲۲ -

۱۵۹ - ایضاً - صفحہ ۲۳ -

۱۶۰ - ایضاً - صفحہ ۲۷ -

۱۶۱ - ایضاً - صفحہ ۳۷ -

۱۶۲ - ایضاً - صفحہ ۶۷ -

۱۶۳ - ایضاً - صفحہ ۸۷ -

۱۶۴ - ایضاً - صفحہ ۸۹ -

۱۶۵- ایضاً - صفحہ ۹۰ -

۱۶۶- ایضاً - صفحہ ۹۷ -

۱۶۷ - ایضاً - صفحہ ۱۱۵ -

۱۶۸- ایضاً - صفحہ ۱۲۲ -

۱۶۹- کلیات اکبر - حصہ اول - صفحہ ۳۱ - لاہور - ۱۹۵۹ء -

۱۷۰- ایضاً - صفحہ ۱۵ -

۱۷۱- ایضاً - صفحہ ۲۶ -

۱۷۲- ایضاً - صفحہ ۲۸ -

۱۷۳- ایضاً - صفحہ ۵۸ -

۱۷۴- ایضاً - صفحہ ۶۰ -

۱۷۵- ایضاً - صفحہ ۷۸ -

۱۷۶- ایضاً - صفحہ ۸۶ -

۱۷۷- ایضاً - صفحہ ۸۷ -

۱۷۸- ایضاً - صفحہ ۹۴ -

۱۷۹- ایضاً - صفحہ ۱۰۸ -

۱۸۰- ایضاً - صفحہ ۱۱۶ -

۱۸۱- ایضاً - صفحہ ۱۴۳ -

۱۸۲- ایضاً - صفحہ ۱۶۱ -

۱۸۳- ایضاً - صفحہ ۱۶۷ -

۱۸۴- ایضاً - صفحہ ۳۳۸ -

۱۸۵- ایضاً - صفحہ ۲۲۶ -

۱۸۶- ایضاً - صفحہ ۲۴۱-۲۴۲ -

۱۸۷- ایضاً - صفحہ ۲۸۹ -

۱۸۸- ایضاً - صفحہ ۲۹۰ -

۱۸۹- ایضاً - حصہ دوم - صفحہ ۷۷ - لاہور - ۱۹۵۹ء -

۱۹۰- أيضاً - صفحہ ۴۶ -

۱۹۱- أيضاً - صفحہ ۵۳ -

۱۹۲- أيضاً - صفحہ ۶۶ -

۱۹۳- أيضاً - صفحہ ۶۷ -

۱۹۴- أيضاً - صفحہ ۱۰۴ -

۱۹۵- أيضاً - صفحہ ۱۳۵ -

۱۹۶- أيضاً - صفحہ ۱۳۶ -

۱۹۷- أيضاً - صفحہ ۲۷۶ -

۱۹۸- أيضاً - صفحہ ۲۷۹ -

۱۹۹- أيضاً - صفحہ ۲۷۸ -

۲۰۰- أيضاً - صفحہ ۲۹۷ -

۲۰۱- أيضاً - صفحہ ۳۰۳ -

۲۰۲- أيضاً - صفحہ ۳۰۸ -

۲۰۳- أيضاً - صفحہ ۳۱۱ -

۲۰۴- کلیات اقبال اردو - بانگ درا - غزلیہ نمبر ۹ - صفحہ ۱۲۹ - اقبال اکادمی پاکستان - لاہور - ۱۹۹۰ء -

۲۰۵- أيضاً - غزلیہ نمبر ۱۳ - صفحہ ۱۳۳ -

۲۰۶- أيضاً - کوشش ناتمام - صفحہ ۱۵۰ -

۲۰۷- أيضاً - عبدالقادر کے نام - صفحہ ۱۵۸ -

۲۰۸- أيضاً - شکوہ - صفحہ ۱۹۵ -

۲۰۹- أيضاً - تضمین شعر انیسی شاملو - صفحہ ۱۸۱ -

۲۱۰- أيضاً - آفتاب صبح - صفحہ ۸۱ -

۲۱۱- أيضاً - داغ - صفحہ ۱۱۶ -

۲۱۲- أيضاً - شکوہ - صفحہ ۱۹۶ -

۲۱۳- أيضاً - بزم انجم - صفحہ ۲۰۱ -

۲۱۴- أيضاً - سیر فلک - صفحہ ۲۰۳ -

۲۱۵- أیضاً - شمع اور شاعر - صفحہ ۲۱۲ -

۲۱۶- أیضاً - شمع اور شاعر - صفحہ ۲۱۴ -

۲۱۷- أیضاً - شمع اور شاعر - صفحہ ۲۱۹ -

۲۱۸- أیضاً - مسلم - صفحہ ۲۲۳ -

۲۱۹- أیضاً - جواب شکوہ - صفحہ ۲۳۳ -

۲۲۰- أیضاً - دعا - صفحہ ۲۴۱ -

۲۲۱- أیضاً - تضمین بر شعر صائب - صفحہ ۲۷۴ -

۲۲۲- أیضاً - غزلیہ نمبر ۱ - حصہ سوم - صفحہ ۳۰۹ -

۲۲۳- أیضاً - غزلیہ نمبر ۴ - صفحہ ۳۱۲ -

۲۲۴- أیضاً - ضربِ کلیم - سلطان ٹیپو کی وصیت - صفحہ ۵۸۶ -

۲۲۵- أیضاً - بانگ درا - کفر و اسلام - صفحہ ۲۷۰ -

۲۲۶- کلیات اُصغر - نشاطِ روح - مکتبۂ شعر و ادب - لاہور - صفحہ ۳۰ -

۲۲۷- أیضاً - صفحہ ۳۲ -

۲۲۸- أیضاً - صفحہ ۳۲ -

۲۲۹- أیضاً - صفحہ ۳۲ -

۲۳۰- أیضاً - صفحہ ۳۶ -

۲۳۱- أیضاً - صفحہ ۳۸ -

۲۳۲- أیضاً - صفحہ ۴۰ -

۲۳۳- أیضاً - صفحہ ۴۱ -

۲۳۴- أیضاً - صفحہ ۴۱ -

۲۳۵- أیضاً - صفحہ ۴۵ -

۲۳۶- أیضاً - صفحہ ۵۵

۲۳۷- أیضاً - سرودِ زندگی - صفحہ ۷۱

۲۳۸- أیضاً - صفحہ ۸۴ -

۲۳۹- أیضاً - صفحہ ۹۰ -

۲۴۰- أیضاً - صفحہ ۹۲ -

۲۴۱- أیضاً - صفحہ ۹۳ -

۲۴۲- کلیات ن۔م۔ راشد - لاہور - ۱۹۹۱ء - شاعر کا ماضی - صفحہ ۴۵ - ۴۶ -

کتابیات

۱۔ عربی کتب

۱۔ القرآن الکریم ۔

۲۔ ابراهیم بسیونی، ڈاکٹر ۔ نشأة التصوف الإسلامی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۶۹ء۔

۳۔ ابن الأثیر ۔ الکامل فی التاریخ ۔ جلد دوم ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ ۱۹۷۹ء۔

۴۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن سعید ۔ جمهرة انساب العرب ۔ مصر ۔ ۱۹۴۸ء۔

۵۔ ابن خلکان ۔ وفیات الأعیان ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۲۷۵ء۔

۶۔ ابن عربی، محیی الدین ۔ ترجمان الأشواق ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ بدون

۷۔ ابن قتیبة ۔ الشعر والشعراء ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۴۵ء۔

۸۔ أحمد الحوفی، ڈاکٹر ۔ الغزل فی العصر الجاهلی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۷۲ء۔

۹۔ أحمد شوقی ۔ مجنون لیلیٰ ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۲ء۔

۱۰۔ أیضاً ۔ دیوان الشوقیات ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۹ء۔

۱۱۔ أحمد کمال ذکی، ڈاکٹر ۔ الأصمعی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ بدون

۱۲۔ أحمد هیکل، ڈاکٹر ۔ الأدب القصصی والمسرحی فی مصر ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۳ء۔

۱۳۔ اسعاد قندیل، ڈاکٹر ۔ السماع عند العرب ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۰ء۔

۱۴۔ أصفهانی، ابوالفرج ۔ کتاب الأغانی ۔ جلد دوم ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۲۷ء۔

۱۵۔ أمین عبدالمجید بدوی، ڈاکٹر ۔ القصة فی الأدب الفارسی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۶۴ء۔

۱۶۔ انطاکی، داود ۔ تزیین الأسواق ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۳۱۹ھ۔

۱۷۔ بدیع جمعه، ڈاکٹر ۔ دراسات فی الأدب المقارن ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۰ء۔

۱۸۔ بلاذری ۔ فتوح البلدان ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۸۵ء۔

۱۹۔ جاحظ، عمرو بن بحر ۔ البیان والتبیین ۔ بیروت ۔ لبنان ۔ بدون

۲۰۔ حسین شوقی ۔ أبی شوقی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۴۷ء۔

۲۱۔ حسین مجیب المصری، ڈاکٹر ۔ فی الأدب الإسلامی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ بدون

۲۲۔ أیضاً ۔ فی الأدب العربی والترکی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ دار الفکرة ۔ بدون

۲۳۔ حسین نصار، ڈاکٹر ۔ قیس ولبنی، شعر ودراسة ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ مکتبة النهضة ۔ ۱۹۷۹ء۔

۲۴۔ حموی، ابن واصل ۔ تجرید الأغانی ۔ قاهرة ۔ مصر ۔ ۱۹۵۵ء۔

٢٥ - حنا الفاخورى - الجاحظ - قاهرة - مصر - ١٩٦٠ء -
٢٦ - ذهبى، شمس الدين - سير اعلام النبلاء - بيروت - لبنان - بدون
٢٧ - زركلى، خير الدين - الأعلام - جلد چهارم - بيروت - لبنان - ١٩٨٦ء -
٢٨ - شاكر هادى شكر - ديوان السيد الحميرى - بيروت - لبنان - بدون
٢٩ - شوقى ضيف، ڈاكٹر - الشعر والغناء فى مكة والمدينة - قاهرة - مصر - ١٩٧٦ء -
٣٠ - صلاح عبد الصبور - ليلى والمجنون - قاهرة - مصر - ١٩٨٦ء -
٣١ - طبرى، ابن جرير - تاريخ الأمم والملوك - قاهرة - مصر - ١٣٢٦ھ
٣٢ - طرفه ابن العبد - ديوان طرفة - بيروت - لبنان - ١٩٦١ء -
٣٣ - طٰه حسين، ڈاكٹر - من تاريخ الأدب العربى - بيروت - لبنان - ١٩٧٠ء -
٣٤ - أيضاً - حافظ وشوقى - قاهرة - مصر - بدون
٣٥ - أيضاً - حديث الأربعاء - قاهرة - مصر - ١٩٢٦ء -
٣٦ - طٰه ندا، ڈاكٹر - الأدب المقارن - قاهرة - مصر - ١٩٨٠ء -
٣٧ - ظهور أحمد أظهر - الفنية السيرة النبوية - المجمع العربى الباكستانى - بدون
٣٨ - عبد الرحمٰن البرقوقى - شرح ديوان حسان ابن ثابت - قاهرة - مصر - بدون
٣٩ - عبد الرحمٰن بدوى، ڈاكٹر - إلى طٰه حسين فى عيد ميلاده السبعين - قاهرة - ١٩٦٢ء -
٤٠ - أيضاً - شهيدة العشق الإلٰهى رابعة العدوية - قاهرة - مصر - بدون
٤١ - عبد الستار أحمد فراج - ديوان مجنون ليلىٰ - قاهرة - مصر - مكتبة مصر - بدون
٤٢ - عبد العظيم قناوى - الوصف فى العصر الجاهلى - قاهرة - مصر - ١٩٤٩ء -
٤٣ - عجلونى، اسماعيل بن محمد - كشف الخفاء ومزيل الإلباس - قاهرة - بدون
٤٤ - عزيز فهمى، ڈاكٹر - المقارنة بين الشعر الأموى والعباسى - قاهرة - مصر - ١٩٧٩ء -
٤٥ - عفيفة محمود ديرانى - ديوان ابن الزقاق البلنسى - بيروت - ١٩٦٤ء -
٤٦ - على النجدى - القصة فى الشعر العربى - قاهرة - مصر - بدون
٤٧ - قالى، ابوعلى - الأمالى - بيروت - لبنان - بدون
٤٨ - أيضاً - ذيل الأمالى والنوادر - بيروت - لبنان - بدون
٤٩ - عنتره بن شداد - ديوان عنترة - بيروت - لبنان - ١٩٥٨ء -

٥٠ - كامل مصطفى شيبى، دكتور - ديوان أبي بكر شبلى - عراق - ١٩٦٧م.

٥١ - كتبى، محمد بن شاكر - فوات الوفيات - جلد دوم - لبنان - بدون

٥٢ - محمد ابراهيم الجيوشى - بين التصوف والأدب - قاهرة - مصر - بدون

٥٣ - محمد التونجى، دكتور - كتاب الأعشى - حلب - سوريا - ١٩٧٨م.

٥٤ - محمد الخضر حسين - نقض كتاب فى الشعر الجاهلى - قاهرة - مصر - بدون

٥٥ - محمد السعيد جمال الدين، دكتور - الأدب المقارن - قاهرة - مصر - ١٩٨٩م.

٥٦ - محمد السيد حسين الذهبى، دكتور - الإسرائيليات فى التفسير والحديث - دمشق - ١٩٨٥م.

٥٧ - محمد السيد عيد - التراث فى مسرح صلاح عبد الصبور - قاهرة - مصر - ١٩٨٤م.

٥٨ - محمد زكى العشماوى، دكتور - النابغة الذبيانى - قاهرة - مصر - ١٩٦٠م.

٥٩ - محمد سامى الدهان، دكتور - الغزل - قاهرة - مصر - ١٩٨١م.

٦٠ - محمد غنيمى هلال، دكتور - ليلىٰ مجنون جامى، عربى ترجمه - قاهرة - مصر - ١٩٦٢م.

٦١ - أيضاً - دور الأدب المقارن - قاهرة - مصر - ١٩٦٢م.

٦٢ - أيضاً - الحياة العاطفية بين العذرية والصوفية - قاهرة - مصر - ١٩٧٦م.

٦٣ - محمد مصطفى حلمى، دكتور - ابن الفارض والحب الإلٰهى - مصر - ١٩٧١م.

٦٤ - محمد مندور، دكتور - مسرحيات شوقى - قاهرة - مصر - ١٩٥٦م.

٦٥ - محمود شاكر - التاريخ الإسلامى - بيروت - لبنان - ١٩٨٥م.

٦٦ - محمود على مكى، دكتور - ديوان ابن دراج القسطلى - طبع دوم - دمشق - ١٣٨٥ھ.

٦٧ - مصطفىٰ صادق الجوينى، دكتور - الأدب والفن - قاهرة - مصر - ١٩٨٣م.

٦٨ - مقدسى، ضياء الدين - المنتقى من أخبار الأصمعى - دمشق - ١٩٣٦م.

٦٩ - نابغة ذبيانى - ديوان نابغة ذبيانى - بيروت - لبنان - ١٩٦٠م.

٧٠ - نيسابورى، ابو القاسم - عقلاء المجانين - قاهرة - مصر - ١٩٢٤م.

٧١ - والبى، ابوبكر - ديوان مجنون ليلىٰ - قاهرة - مصر - ١٩٣٩م.

٧٢ - ياقوت الحموى - معجم الأدباء - قاهرة - مصر - ١٩٣٨م.

٧٣ - يحيىٰ الجبورى، دكتور - الشعر الجاهلى - بيروت - ١٩٨٢م.

٧٤ - يوسف حسين بكار - اتجاهات الغزل فى القرن الثانى الهجرى - قاهرة - مصر - ١٩٧١م.

۲- اردو کتابیات

۱- ابوالحسن - ترجمہ اردو عوارف المعارف، ملک اینڈ کمپنی - لاہور - بدون -

۲- ارتضیٰ کریم، ڈاکٹر - موضوعات - دھلی - ۱۹۸۹ء

۳- اسلم قریشی، ڈاکٹر - برصغیر کا ڈراما، تاریخ، افکار، انتقاد - مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد - ۱۹۸۷ء -

۴- أشرف، ڈاکٹر اے۔ بی - اردو سٹیج ڈراما - مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد - ۱۹۸۶ء -

۵- أصغر گونڈوی - کلیات أصغر - مکتبہ شعر و ادب - لاہور - ۱۹۷۹ء -

۶- اقبال أحمد فاروقی - ترجمہ اردو، مقامات صوفیاء، ابوالخیر - لاہور - ۱۹۸۵ء -

۷- اقبال، ڈاکٹر علامہ محمد - کلیات اقبال، اردو - اقبال اکادمی - لاہور - ۱۹۹۰ء -

۸- أیضاً - کلیات اقبال، اردو - شیخ غلام علی اینڈ سنز، اشاعت ہفتم - لاہور - ۱۹۸۴ء -

۹- أیضاً - کلیات اقبال، فارسی - اقبال اکادمی - لاہور - ۱۹۹۰ء -

۱۰- اقبال حسین - تنقید غالب کے سو سال - پنجاب یونیورسٹی - لاہور - ۱۹۶۹ء -

۱۱- اکبر الہ آبادی - کلیات اکبر - حصہ اول و حصہ دوم - لاہور - ۱۹۵۹ء -

۱۲- تحسین فراقی، ڈاکٹر - نقش اول - لاہور - مقبول اکیڈمی - ۱۹۹۲ء -

۱۳- تجلی، محمد حسین - لیلیٰ مجنوں - قلمی مخطوطہ - مملوکہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو - کراچی -

۱۴- جمیل جالبی، ڈاکٹر - تاریخ ادب اردو - جلد اول و جلد دوم - مجلس ترقی ادب - لاہور ۱۹۷۵ء

۱۵- أیضاً - ادب، کلچر اور مسائل - رائل بک کمپنی - کراچی - ۱۹۸۶ء -

۱۶- داودی، خلیل الرحمٰن - اردو کی قدیم منظوم داستانیں - جلد اول - لاہور - ۱۹۶۷ء -

۱۷- راشد، ن۔م - کلیات ن۔م۔ راشد - لاہور - ۱۹۹۱ء -

۱۸- رسوا، مرزا محمد ہادی - مرقع لیلیٰ مجنوں - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۶۳ء -

۱۹- رئیس احمد جعفری - ترجمہ اردو تاریخ تصوف اسلام، ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی - کتاب منزل لاہور ۱۹۵۰ء -

۲۰- سہیل بخاری، ڈاکٹر - اردو داستان - مقتدرہ قومی زبان - اسلام آباد - ۱۹۸۷ء -

۲۱- سید امتیاز علی تاج - حافظ عبداللہ کے ڈرامے، جلد دہم - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۷۱ء -

۲۲- سید عبداللہ، ڈاکٹر - فارسی زبان و ادب - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۷۷ء -

۲۳- شیر علی افسوس - باغ اردو - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۶۳ء -

۲۴- صارم، عبدالصمد الأزهری - تاریخ تصوف - ادارہ علمیہ - لاہور - ۱۹۴۹ء -

۲۵- صدیقی، ابواللیث - لکھنو کا دبستان شاعری - طبع ثانی - غضنفر اکیڈمی - کراچی - ۱۹۸۷ء -

۲۶- أیضاً - تجربے اور روایت - اردو اکادمی سندھ - کراچی - ۱۹۵۹ -

۲۷- ظفر اقبال، ڈاکٹر - فہرست مخطوطات اردو - قومی عجائب گھر - کراچی - ۱۹۹۱ء -

۲۸- عارف، فضل أحمد - سیرت بایزید - سنگ میل - لاہور -

۲۹- عبدالحلیم شرر - افسانۂ قیس - دلگداز پریس - لکھنو - ۱۹۲۹ء

۳۰- عبدالمغنی، پروفیسر - اسلوب تنقید - عاکف بک ڈپو - دہلی - ۱۹۸۹ء -

۳۱- غلام عمر خان، ڈاکٹر - لیلیٰ مجنوں، عاجز - حیدر آباد - ۱۹۶۷ء -

۳۲- فرمان فتحپوری، ڈاکٹر - اردو کی منظوم داستانیں - کراچی - ۱۹۷۱ء -

۳۳- أیضاً - اردو کا افسانوی ادب - ملتان - بیکن بکس - بار اول - ۱۹۸۸ء -

۳۴- فیروز الدین، مولوی - الہام منظوم، ترجمہ اردو مثنوی مولانا روم - دفتر پنجم اشاعت منزل - لاہور - ۱۹۳۱ء -

۳۵- گارساں دتاسی - خطبات - انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد دکن - ۱۹۳۵ء -

۳۶- گیان چند، ڈاکٹر - اردو مثنوی شمالی ہند میں - جلد اول - انجمن ترقی اردو ہند - دہلی - ۱۹۸۷ء -

۳۷- محمد أسلم قریشی، ڈاکٹر - ڈرامے کا تاریخی و تنقیدی پس منظر - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۷۱ء -

۳۸- محمد الدین، مولوی - روضۃ الأدباء - مطبع انجمن پنجاب - لاہور - ۱۸۷۹ء -

۳۹- محمد باقر، ڈاکٹر - اردو ئے قدیم دکن اور پنجاب میں - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۷۲ء -

۴۰- محمد حبیب الرحمن خان، مولوی - برق تجلی، یعنی مقدمہ لیلیٰ مجنون، خسرو - مطبع انسٹیٹیوٹ - علی گڑھ - ۱۹۱۷ء -

۴۱- محی الدین قادری زور، ڈاکٹر - دکنی ادب کی تاریخ - کراچی - ۱۹۶۹ء -

۴۲- مشفق خواجہ - جائزہ مخطوطات اردو - جلد دوم - مرکزی اردو بورڈ - لاہور - ۱۹۷۹ء -

۴۳- ملک حسن اختر، ڈاکٹر - اردو ڈراما کی مختصر تاریخ - لاہور - ۱۹۹۰ء -

۴۴ - مہر، نور محمد خان، ڈاکٹر ، کلثوم فاطمہ سید، ڈاکٹر - ترجمہ اردو گلستان عجم - تالیف
ڈاکٹر عبد الحسین زرین کوب - مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان - اسلام آباد - ۱۹۸۵ء -

۴۵ - میر، میر تقی - کلیات میر - سنگ میل پبلی کیشنز - لاہور - ۱۹۸۷ء -

۴۶ - میمونہ بیگم انصاری، ڈاکٹر - مرزا محمد ہادی رسوا - مجلس ترقی ادب - لاہور - ۱۹۶۲ء -

۴۷ - نجیب شاہ - لیلیٰ مجنوں - قلمی مخطوطہ - مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری -
نسخہ نمبر 6163 - اور نسخہ نمبر 2860 -

۴۸ - نظیر اکبر آبادی - کلیات نظیر - مرتبہ عبد الباری آسی - مطبع تیج کمار - لکھنؤ - ۱۹۵۴ء -

۴۹ - وحید قریشی، ڈاکٹر - کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ - مکتبہ ادب جدید - لاہور - ۱۹۶۵ء -

۵۰ - وقار عظیم - داستان سے افسانے تک - اردو اکیڈمی سندھ - کراچی - ۱۹۶۶ء -

۵۱ - ایضاً - آغا حشر اور ان کے ڈرامے - اردو مرکز - لاہور - ۱۹۲۷ء -

۵۲ - ولی دکنی - کلیات ولی - مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی - انجمن ترقی اردو - کراچی - ۱۹۵۴ء -

۵۲ - ہاشمی، نصیر الدین - دکن میں اردو - اردو مرکز - لاہور - ۱۹۵۲ء -

۵۴ - ہاشمی، نور الحسن، ڈاکٹر - دلی کا دبستان شاعری - لاہور - ۱۹۹۱ء -

۵۵ - ہوس، محمد تقی - لیلیٰ مجنوں - مطبع مصطفائی - ۱۲۷۹ھ

۵۶ - یلدرم، سجاد حیدر - خیالستان - مرتبہ سید معین الرحمٰن - لاہور - ۱۹۶۸ء -

عربی لغات

۱- لسان العرب - دار احیاء التراث العربی - بیروت - ۱۹۸۸ء -

۲- المنجد فی اللغة والأعلام - بیروت - لبنان - ۱۹۹۹ء -

عربی رسائل ۔

۱- مجلة كلية اللغات والترجمة - جامعة الأزهر - شماره پنجم ۱۹۸۱ء -

۲- أیضاً - شمارهٔ دہم - ۱۹۸۵ء -

اردو رسائل

۱- اورینٹل کالج میگزین - نومبر ۱۹۲۵ء - جلد دوم - حصہ اول - نمبر ۴ -

۲- أیضاً - اگست ۱۹۶۳ء - جلد ۴ - عدد ۴ - عدد مسلسل ۱۵۴ -

۳- رسالہ نگار - تذکروں کا تذکرہ نمبر - ڈاکٹر فرمان فتحپوری - لاہور -

۴- صحیفۂ مجلس ترقی ادب - ساتواں شمارہ - دسمبر - حصہ اول - نمبر ۴ -

تذکرے

۱- حمید اورنگ آبادی - گلشنِ گفتار۔
۲- ذکاء، خوب چند - عیار الشعراء۔
۳- شورش عظیم آبادی - تذکرہ شورش۔
۴- شیفتہ - تذکرہ شیفتہ
۵- صہبائی - انتخاب دواوین شعرائے مشہور زبان اردو۔
۶- طفیل۔ بی ۱۰ اے - یادگار شعراء۔ (اشپرنگر)
۷- قاسم، قدرت اللہ - مجموعۂ نغز۔
۸- قائم، قیام الدین - مخزنِ نکات۔
۹- کلیم، نور الحسن - طورِ کلیم۔
۱۰- گردیزی - تذکرہ ریختہ گویاں۔
۱۱- لطف - تذکرہ لطف۔
۱۲- محسن علی - سراپا سخن۔
۱۳- مسعود رضوی (مرتب)۔ تذکرہ نادر۔
۱۴- مصحفی - ریاض الفصحاء۔
۱۵- میر تقی میر - نکات الشعراء۔
۱۶- میر حسن - تذکرہ شعراء اردو۔
۱۷- نواب علی ابراہیم - گلزار ابراہیم۔
۱۸- نواب علی حسن - بزم سخن۔
۱۹- نواب صدیق حسین خان - صبح گلشن۔

فارسی کتب

۱- جلال ستاری - حالاتِ عشقِ مجنون - تہران - ایران ۔

۲- جامی، مولانا عبدالرحمٰن - بوستان سعدی - مطبع نظامی - کانپور - انڈیا - ۱۲۷۳ھ ۔

۳- أیضـــاً - مثنوی ہفت رنگ، لیلیٰ مجنون - ایران - ۱۳۳۷ خورشیدی ۔

۴- خسرو دہلوی، امیر - مثنوی مجنون لیلیٰ - علی گڑھ - انڈیا - ۱۹۱۷ء ۔

۵- ذبیح اللہ صفا، ڈاکٹر - تاریخِ ادبیاتِ ایران - جلد اول - انتشارات فردوسی تہران ۱۳۴۲ ۔

۶- رومی، مولانا جلال الدین - مثنوی معنوی - ترجمہ قاضی سجاد حسین - دفتر اول ۔
لاہور - ۱۹۷۸ء ۔

۷- محمد علی جمال زادہ - بانگ نای [داستانہای مثنوی مولوی] - انجمن کتاب - تہران ۱۹۵۶ء

۸- مکتبی شیرازی - لیلیٰ مجنون - باہتمام وتصحیح اسماعیل اشرف - کتاب فروشی محمدی - تہران ۱۳۴۳ شمسی

۹- نظامی گنجوی - کلیۂ خمسہ، لیلیٰ مجنون - تہران - ۱۳۴۱ ش

۱۰- ہاتفی، عبداللہ - لیلیٰ مجنون - دانشکدۂ دولتیٔ تاجیکستان - ۱۹۶۲ء ۔

۱۱- وحشی بافقی - دیوان وحشی بافقی - مؤسسہ چاپ وانتشارات امیرکبیر ۔
تہران - ایران - ۱۳۳۸ خورشیدی ۔

ENGLISH

I- ATKINSON, JAMES - THE LOVES OF LAYLA AND MAJNUN- TEHRAN,I965.

2- BLUMHARDT, J.F. CATALOGUE OF THE HINDI, PUNJAPI AND HINDOSTANI MANUSCRIPTS IN THE LIBRARY OF THE BRITISH MUSEUM - LONDON, I899.

3- BLUMHARDT, J.F. CATALOGUE OF THE HINDOSTANI MANUSCRIPTS - INDIAN OFFICE - OXFORD UNIVERSITY PRESS, I928 .

4- GELPKE,R - THE STORY OF LAYLA AND MAJNUN- LUZAC AND COMPANY L.T.D. LONDON, I977.

5- GIBB, E.J.W - HISTORY OF OTTOMAN POETRY - VOL 3 - LONDON,I958.

پس نوشت

پس نوشت

۱- پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے اورینٹل سیکشن کے سارے عملے، اور خصوصاً ڈپٹی چیف لائبریرین جناب جمیل شاہ صاحب کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے دوران تحقیق کتابیں جاری کروانے میں میری بہت مدد کی۔

۲- دوران تحقیق مجھے "لیلیٰ مجنوں" کے ایک مخطوطے کی ضرورت پڑی جو کتب خانہ آصفیہ، اسٹیٹ سنٹرل، حیدر آباد، انڈیا میں محفوظ ہے۔ میں نے کتب خانہ مذکور کے curator کو خط بھیجا تاکہ وہ اس معاملے میں میری مدد کریں۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہیں دیا۔